محمدیہ پاکٹ بک

بجواب

احمدیہ پاکٹ بک

مؤلفہ

مولانا محمد عبداللہ معمار امرتسری مرحوم

المکتبۃ السلفیۃ

شیش محل روڈ، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ الاحزاب ۴۰

محمدیہ پاکٹ بک

مؤلفہ

مولانا محمد عبداللہ صاحب معمار مرحوم امرتسری ۱۳۶۹ھ / ۱۹۵۰ء

فاضلِ مرزائیات

ناشر

المکتبۃ السلفیۃ شیش محل روڈ، لاہور ۲

سلسلہ مطبوعات نمبر ۲۴

طابع	حافظ احمد شاکر
مطبع	زاہد بشیر پرنٹرز ۔ لاہور
ناشر	المکتبۃ السلفیۃ لاہور
کل صفحات	۷۰۴
رمضان المبارک	۱۴۰۹ھ
اپریل	۱۹۸۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ طبع چہارم

علمائے اسلام نے عموماً اور علمائے اہلحدیث کے اقلام خاراشگاف نے خصوصاً فتنہ مرزائیت کی حقیقت واشگاف کرنے کے سلسلہ میں ہزاروں صفحات لکھے اور شائع کئے ہیں لیکن کتاب محمدیہ پاکٹ بک ــ جس کی بنیاد تالیف تو دراصل "احمدیہ پاکٹ بک" کا علمی وتنقیدی جائزہ لینا اور اس کے مغالطوں سے پردہ اٹھانا تھا بعض ایسی منفرد خصوصیات کی حامل ہے کہ اس کو حرفِ آخر ہ درجہ حاصل ہو گیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حسن قبول بھی ایسا بخشا کہ ہر طبقہ دنیاں کے اہل علم اور عوام نے اس کا خیر مقدم کیا چنانچہ سابقہ تینوں اشاعتیں اپنے اپنے دور اشاعت میں جلد ہی ہاتھوں ہاتھ نکلتی چلی گئیں۔

ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ

ایک مدت سے کتاب ناپید ہو رہی تھی، مرزائی حضرات کی اپنی مخصوص روایاں بدستور جاری ہیں کہ بارہا کے چبائے ہوئے نوالوں سے ناواقفوں کو مغالطے دینا ان کا عام شیوہ ہے۔ بنا بریں "محمدیہ پاکٹ بک" کی طباعت و اشاعت کی پہر سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق، انجمن اہلحدیث مسجد مبارک لاہور کی اجازت اور جناب حاجی محمد اسحاق حنیف امرتسری کے ذوقِ تبلیغ کی بدولت اس کی اشاعت چہارم پیش کرنے کی سعادت ہمیں حاصل ہو رہی ہے وللہ الحمد۔

بفضلہ تعالیٰ اشاعتِ حاضرہ میں چند مزید خصوصیتیں بھی ناظرین کرام کو نظر آئیں گی:۔

خوش قسمتی کہیئے کہ ہمیں مولانا محمد عبداللہ صاحب معمار امرتسری مرحوم

مغفور جو پاکستان بننے کے بعد گوجرانوالہ میں قیام پذیر تھے اور ۷ رجب ۱۳۶۹ھ بدھ کے دن (۲۶ اپریل ۱۹۵۰ء) انتقال فرما گئے انا للہ الخ ۔ کا نظر ثانی شدہ نسخہ مبلغ اسلام مولانا عتیق الرحمٰن تائب چنیوٹی سے اتفاقاً مل گیا جس کے لئے ہم موصوف کے ممنون ہیں یہ نسخہ گو ہمیں کتابت کے بعد ہی میسر آیا تاہم اس کی اہم ترامیم شریکِ اشاعت کر دی گئی ہیں ۔

حیات مسیح کے مبحث میں دربارہ روایات حدیثیہ بعض ترمیمیں بھی آپ دیکھیں گے ۔ ان کی طرف منشی محمد شفیع صاحب امرتسری حال لاہور نے توجہ دلائی جنہوں نے اس سلسلہ کی بعض اپنی یادداشتیں بھی عنایت کیں ۔ جنکو مع مزید تحقیق و ترتیب ان کے دلی شکریے کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے ۔

دیباچہ طبع پنجم

مد کتاب محمدیہ پاکٹ بک ۔ بتوفیقہ تعالیٰ اب پانچویں مرتبہ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو رہی ہے ۔ چوتھی طباعت تقریباً دو سال سے کمیاب بلکہ نایاب ہو رہی تھی جب کہ مانگ اور ضرورت اس کی بدستور ہے ۔ اس موقع پر قدرتی طور پر ہمارے مرحوم دوست حاجی محمد اسحاق صاحب حنیف امرتسری بہت یاد آ رہے ہیں کہ چوتھی طبع کے محرک اول وہی تھے حاجی صاحب موصوف ۶ ستمبر ۱۹۶۹ء کو سرکاری رپورٹ کے مطابق پُراسرار طریقے سے شہید کر دیئے گئے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ مرحوم و مغفور کو مرزائیت کے موضوع سے جو شغف تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے بدو شعور (تقریباً سترہ سال کی عمر) میں (سنہ ۱۹۳۰ء) "تحقیق المہدی والمسیح" اور "حالات مرزا" کے ناموں سے دو رسالے خود لکھ کر شائع کئے تھے ۔

اس اشاعت میں "تاریخ مرزا" اس لئے شامل نہیں کیا کہ اسے الگ سے شائع کیا جا رہا ہے

دعا ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کفر و ضلال کے فتنوں سے بچائے ۔ اور اس کتاب سے ارواح سعیدہ کو نفع پہنچائے ۔ واللہ ولی التوفیق وھو نعم المولیٰ ونعم النصیر

خاکسار محمد عطاء اللہ حنیف ناظم المکتبۃ السلفیہ لاہور

اسلامی پریس کی رائے

چند ضروری اقتباسات

معارف

..... "محمدیہ پاکٹ بک" میں مرزا صاحب کی تصنیفات اور قادیانی لٹریچر سے بکثرت پیشین گوئیاں جمع کی گئی ہیں، اور انہیں واقعات، دلائل اور شواہد سے ناقابلِ ردطریق پر دکھایا ہے کہ وہ غلط اور خلافِ واقعہ نکلیں، اکثر موقعوں پر مرزا صاحب نے پیش گوئیوں کے غلط ٹھہرنے پر تاویلیں کی تھیں، فاضل مؤلف نے دلائل سے ان تاویلوں کا پردہ بھی چاک کیا ہے، پھر ختمِ نبوت، حیاتِ مسیح اور نزولِ مسیح وغیرہ متعلقہ مسائل پر دلچسپ بحثیں ہیں۔

یہ کتاب صحیح مناظرانہ اصولوں پر لکھی گئی ہے۔ طریق استدلال، پرزورطرزِ ادا دلچسپ اور لب ولہجہ متین اور سنجیدہ ہے۔"

(رسالہ "معارف" اعظم گڑھ بابت ماہ جون ۱۹۳۵ء)

جامعہ:-

یہ کتاب مرزائیت کی تردید میں نہایت جامع اور مبسوط لکھی گئی ہے۔ جس میں اس کے تمام اصولی اور فروعی امور زیر بحث لائے گئے ہیں۔ اندازِ بیان اس قدر معقول اور مدلل ہے کہ سوائے تسلیم کے کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہتا ..... اس کتاب میں مؤلف نے مرزا صاحب کی اکثر پیشینگوئیوں کو جو بڑے دعوے کے ساتھ کی گئی تھیں جھوٹا ثابت کر دیا ہے، اور ان کے عدم وقوع کو خود مرزا اور مرزائیوں کی تحریروں سے دکھلایا ہے۔ ہندوستان کے اس مدعی نبوت کی حقیقت اگر کوئی دیکھنا چاہے تو اس کو یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیے

(رسالہ "جامعہ" دہلی۔ بابت ماہ اپریل ۱۹۲۵ء)

فاران:۔

"........ جزئیات سے لے کر اصول تک ہر بات کو اس مجموعے میں مفصل بیان کیا ہے اور قادیانیوں سے مباحثہ کرنے والوں کے ہاتھ میں ایک ہتھیار دے دیا ہے۔ اصولاً جس قدر مباحث ہیں، سب پر مدلل اور محققانہ بحث ہے اور اپنے فن میں سب سے عمدہ کتاب ہے۔"

(رسالہ فاران، بجنور، بابت ماہ مئی ۱۹۲۵ء)

النجم:۔

"..... کتاب اپنی معنوی خوبیوں اور ظاہری دلفریبیوں کے اعتبار سے ہر مسلمان کے لئے قابلِ مطالعہ ہے..... کتاب کو تعلیم یافتہ طبقہ میں زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی ضرورت ہے۔"

(اخبار "النجم" لکھنؤ مورخہ ۲ر مئی ۱۹۲۵ء)

مسلمان:۔

"...... "محمدیہ پاکٹ بک"، ہر حیثیت سے قابلِ قدر ہے۔ اور بلا مبالغہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مرزائیوں کو فنا کرنے کے لئے ہر قسم کا ضروری علمی، عقلی اور نقلی مواد اس میں موجود ہے۔"

(اخبار "مسلمان" سوہدرہ مؤرخہ ۱۵ر جولائی ۱۹۲۵ء)

مسلم اہلحدیث گزٹ

"...... تمام ضروری مباحث پر پوری تفصیل کے ساتھ بحث ہے۔ عام گفتگو اور مناظروں میں نہایت کام آنے والی کتاب ہے۔"

(مسلم اہلحدیث گزٹ" دہلی۔ بابت ماہ مئی ۱۹۲۵ء)

مشیر، رنگون:۔

"..... عقلی و نقلی دلائل اور قرآنی آیات سے اس مذہب کا ذبہ

کے ڈھول کا پول کھول دیا ہے ...... کتاب اس قابل ہے کہ ہر مسلمان پڑھے اور اپنے پاس رکھے۔"

(روزنامہ "شیر" رنگون، مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۳۵ء)

۲ "احسان"، لاہور

"...... اس کتاب میں ان تمام اعتراضات کا جواب دے دیا گیا ہے جو مرزائی مسلمانوں پر کیا کرتے ہیں۔ ختم نبوت، حیات و وفات مسیح، آخری فیصلہ کذب و صدق مرزا پر نہایت مدلل بحث کی گئی ہے۔ اور ان مسائل کا کوئی پہلو باقی نہیں چھوڑا۔ انداز بیان نہایت سلجھا ہوا اور متین ہے ...... ہمارے خیال میں اس موضوع پر اس سے زیادہ جامع و مانع کتاب شائع نہیں ہوئی۔"

(روزنامہ "احسان" لاہور مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۳۵ء)

یہ چند ضروری اقتباسات درج کر دیئے گئے ہیں ورنہ اسلامی پریس کی آراء و تبصرے اگر لکھے جاتے تو ایک مستقل دفتر جمع ہو جاتا۔ ہندوستان بھر کے روزناموں، علمی اور تبلیغی رسالوں نے بڑے لمبے چوڑے ریویو لکھے۔ "خلافت" بمبئی، "مدینہ" بجنور، "جمعیت" دہلی، "اہلحدیث" امرتسر، اسی طرح کلکتہ، صوبہ سرحد، صوبہ سندھ وغیرہ کے اخبارات نے شاندار الفاظ میں کتاب کی داد دی۔ اختصار کی غرض سے صرف چند اقتباسات پیش نظر ہیں، جو اندازہ لگانے کے لئے کفایت کر سکتے ہیں۔

ناظم دفتر محمدیہ پاکٹ بک، مبارک مسجد،

برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عرضِ حال

آج محمدیہ پاکٹ بک کا دوسرا ایڈیشن ناظرین کرام کے سامنے ہے یہ خدائے تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہے کہ "محمدیہ پاکٹ بک" کو ہندوستان اور بیرونِ ہند میں خاص مقبولیت حاصل ہوئی، اور اس کا پہلا ایڈیشن غیر متوقع طور پر ہاتھوں ہاتھ صرف تین ماہ کی قلیل مدت میں بالکل ختم ہو گیا۔

وجہ تالیف انجمن اہلحدیث لاہور، ایک مدت سے اس چیز کی خواہشمند تھی کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں ایک ایسا حربہ ہونا چاہیئے جو ہر وقت ہر پڑھے لکھے مسلمان کو مرزائیوں کے بڑے سے بڑے مناظر کے ساتھ گفتگو کرنے میں کام دے سکے۔ چنانچہ اسی جذبہ کے ماتحت انجمن نے اس خدمت کو حافظ محمد حسن صاحب مرحوم امام مسجد مبارک لاہور — جو اس تجویز کے محرک تھے — کے سپرد کیا اور انہوں نے معتدبہ حصہ لکھا بھی۔ لیکن موت کے زبردست ہاتھ نے مرحوم کو ہم سے ہمیشہ کے لئے چھین لیا۔ بعد ازاں پہلے ایڈیشن کی تکمیل کے لئے انجمن اہلحدیث لاہور نے منشی محمد عبداللہ صاحب معمار جنہیں انجمن اہل حدیث لاہور نے "فاضل مرزائیات" کی اعزازی ڈگری دی تھی، کی خدمات حاصل کیں۔

دوسرا ایڈیشن دوسرے ایڈیشن کے لئے انجمن نے ہندوستان کے بہت سے اہل علم حضرات کی امداد حاصل کی چنانچہ موجودہ ایڈیشن پہلے ایڈیشن سے ضخامت میں دو سو صفحات کے قریب بڑھ گیا ہے۔ بہت سے معتدبہ اہم مسائل کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ ختم نبوت اور کذب مرزا پر نئے دلائل میں

کے سامنے لائے گئے ہیں۔ اور مرزائیوں کے نئے اعتراضوں کا مدلل و مسکت جواب بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ غرضیکہ موجودہ ایڈیشن ہر لحاظ سے پہلے سے زیادہ مکمل اور مدلل ہو گیا ہے۔ اب "محمدیہ پاکٹ بک" اس درجہ مفید اور جامع ہو چکی ہے کہ مرزائیت کے متعلق کسی مسئلے یا اعتراض کے لئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں رہتی۔

محمدیہ پاکٹ بک

تمام دیگر کتابوں سے بے نیاز کر دیتی ہے ——— !

باقاعدہ رجسٹری "محمدیہ پاکٹ بک" کو باقاعدہ طور پر گورنمنٹ آف انڈیا سے بحق انجمن اہلحدیث لاہور رجسٹری کرایا جا چکا ہے تاکہ غیر ذمہ دار لوگوں کے تجارتی اغراض و مقاصد کی وجہ سے اسکے تبلیغی فوائد فوت نہ ہونے پائیں۔

مقبولیت و اثر "محمدیہ پاکٹ بک" کو خدائے بزرگ و برتر نے قبولیت اکا وہ درجہ عطا فرمایا کہ اگر ہم یہ دعویٰ کریں کہ ہندوستان میں کسی دوسری کتاب کو آج تک یہ مقبولیت حاصل نہیں ہو سکی تو بالکل بجا ہوگا ہندوستان و بیرون ہند سے اس قدر مانگ ہوئی کہ صرف تین ماہ کے قلیل عرصے میں ایک نسخہ بھی دفتر میں باقی نہ رہا اور لوگوں کے اشتیاق کا یہ عالم ہے کہ اب تک متواتر مطالبہ جاری ہے کہ ہر روز بیسیوں خطوط موصول ہوتے ہیں کہ کتاب بھیجو ہندوستان کے ہر قریے اور ہر شہر میں یہ کتاب پہنچی ہندوستان کے باہر جہاں کہیں بھی کوئی اردو جاننے والا متنفس موجود ہے اس حلقے میں ایک آدھ نسخہ ضرور پہنچا۔ عوام اور خواص دونوں نے بڑی دلچسپی سے پڑھا۔ ذی علم اور تعلیم یافتہ حضرات نے اس کے مطالعہ کو فخر سمجھا، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے پروفیسر، بیرسٹر و ایڈووکیٹ، ائمہ مساجد و علماء سیاسی و مذہبی راہنما اور عوام غرضیکہ ہر طبقے اور ہر گروہ میں "محمدیہ پاکٹ بک" نے رسائی حاصل کی۔

ہندوستان کے بڑے بڑے ماہانہ علمی رسالوں ـــــ مثلاً ۔ جامعہ دہلی اور "معارف" اعظم گڑھ ـــــ نے نہایت حوصلہ افزا اور شاندار ریویو لکھے۔ ہفتہ وار ۔ مذہبی، علمی اور تبلیغی اخباروں نے طویل تبصرے کیے۔ روزناموں نے "محمدیہ پاکٹ بک" کی تعریف میں کئی کئی کالم لکھے جن کا نمونہ آپ کتاب کے شروع صفحات میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

"محمدیہ پاکٹ بک" کے اثر و افادیت کے لئے سینکڑوں شاہدوں میں سے صرف ایک پر اکتفا کرتا ہوں۔ ویسے تو بے شمار خطوط دفتر میں پڑے ہیں۔ اور متعدد حضرات نے کتاب کے مطالعہ کے بعد مرزائیت سے تائب ہو کر اپنے توبہ نامے اخباروں میں شائع کرائے ہیں۔ مگر اختصار کی خاطر یہاں صرف ایک اخباری حوالہ درج کیا جاتا ہے۔ جس کی تردید کی آج تک کسی مرزائی اخبار کو جرأت نہیں ہو سکی۔

اخبار "احسان" لاہور مورخہ ۲۔ اگست ۱۹۳۵ء یوں رقمطراز ہے:

"نوشہرہ ککے زیاں ۔ ۲۹ جولائی۔ بابو عبدالغنی ککے زئی اسٹیشن ماسٹر راولپنڈی خیل ۔ حال وارد نوشہرہ ککے زیاں تحصیل پسرور۔ ضلع سیالکوٹ جو چھ سال سے مرزائی تھے "محمدیہ پاکٹ بک" کے مطالعہ کے بعد آج پھر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت بخشے۔

آج آپ نے بزبان انگریزی ایک توبہ نامہ بھی تحریر کر دیا ہے تاکہ کسی مرزائی کے لئے شبہ کی گنجائش نہ رہے

دستخط گواہان) آغا عبدالغنی ۔ منشی الٰہی بخش، شرف الدین گورنمنٹ پنشنر ۔ عبدالعزیز ریٹائرڈ اسٹیشن

ناشر:

اس ایک مثال سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ "محمدیہ پاکٹ بک" کس درجہ مفید اور ضروری کتاب ہے۔ ہر تبلیغی ذوق رکھنے والے مسلمان کو چاہیئے کہ "محمدیہ پاکٹ بک" ہر وقت اپنے پاس رکھے تاکہ مرزائیت کے دجل وتلبیس کا تار پود ہر آن بکھیرا جا سکے۔

مرزائیت تمام مسلمانوں کے لئے مشترکہ فتنہ عظیمہ ہے۔ اس لئے ہم ہر مسلمان سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس کتاب کی توسیع اشاعت میں ضرور حصہ لے اور صاحب ثروت حضرات اپنے جیب سے دام ادا کر کے اپنے گاؤں کے ائمہ مساجد کے لئے اس کے نسخے فراہم کر کے بہت بڑی خدمت انجام دیں۔

وہ تمام حضرات جنہوں نے اس کتاب کی ترمیم و ایزادی میں مدد دی بالخصوص حضرت مولینا ابو القاسم سیف بنارسی۔ حضرت مولینا محمدؒ حنیف ندوی۔ مولینا عبد القیوم ایم۔اے۔ مولینا الحاج احمد یار خاں ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔ کیونکہ ان حضرات کے تعاون کے بغیر کتاب بالکل تشنۂ تکمیل رہ جاتی۔

بالآخر رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہماری ان ناچیز محنتوں کو شرف قبولیت بخشے۔ اور ہماری کوششوں کو مشکور فرمائے۔ آمین والحمد للہ رب العالمین ؛

سکرٹری شعبۂ تالیف وطبع

انجمن اہلحدیث لاہور

یکم جنوری ۱۹۳۶ء

فہرست مضامین

مرزا صاحب کے چند ایک دعاوی

وہ مسیح موعود جو آخری زمانہ کا مجدد ہے وہ میں ہی ہوں، ص۱۹۴ حقیقۃ الوحی۔

... س شخص (مرزا) مسیح موعود کو تم نے دیکھ لیا جس کے دیکھنے کے لئے بہت سے پیغمبروں نے خواہش کی۔ ص۱۴ اربعین ۴

خدا ... تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح موعود (مرزا) کو مسیح ابن مریم سے افضل قرار دیا ہے۔ یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ تم مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں افضل قرار دیتے ہو ص۱۵۵ حقیقۃ الوحی۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے ص۴۹ تتمہ حقیقۃ الوحی۔

... منم کہ حسب بشارات آمدم ؛ عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم

(... سادہ ام ص۱۵۸ طبع اول و ص۱۱۷ طبع سوم)

سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا ص۱۱ دافع البلاء

ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء

۸ ہم منم نیز احمد مختار ؛ در برم جامۂ ہمہ ابرار
آنچہ داد است ہر نبی را جام ؛ داد آں جام را مرا بتمام

(ص۹۹ نزول المسیح)

منم مسیح زماں و منم کلیم خدا ؛ منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد

(تریاق القلوب ص۲)

خدا تعالیٰ نے اور اس کے پاک رسول نے مسیح موعود کا نام نبی اور رسول رکھا ہے ... تمام نبیوں نے اس (مرزا) کی تعریف کی ہے (ص۴۸ نزول المسیح)

... میں وہی ہوں جس کا سارے نبیوں کی زبان پر وعدہ ہوا تھا۔

(ص۵ فتاویٰ احمدیہ جلد۱)

پس اس خدا تعالیٰ نے مجھے پیدا کر کے ہر ایک گذشتہ نبی سے مجھے تشبیہ

دی کہ میرا نام وہی لکھ دیا۔ چنانچہ آدم، ابراہیم، نوح، موسیٰ، داؤد، سلیمان،
یوسف، یحییٰ، عیسیٰ وغیرہ یہ تمام نام میرے رکھے گئے۔ اس صورت میں گویا تمام
انبیاء اس امت میں دوبارہ پیدا ہو گئے (ص۲ حاشیہ نزول المسیح)

(۱۲) خدا کے نزدیک اس (مرزا) کا ظہور مصطفےٰ کا ظہور مانا گیا ہے۔
(مفہوم خطبہ الہامیہ ص۲۰۰)

(۱۳) جو شخص مجھ میں اور نبی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق کرتا ہے اس نے مجھے
نہیں جانا اور نہیں پہچانا۔ (خطبہ الہامیہ ص۱۷۱)

(۱۴) اس (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا میرے
لئے چاند اور سورج دونوں کا۔ اب کیا تو انکار کریگا (ص۷۱ اعجاز احمدی)

(۱۵) غلبہ کاملہ (دین اسلام) کا آنحضرت کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا یہ غلبہ مسیح
موعود (مرزا) کے وقت ظہور میں آئے گا۔
(ملخصاً بلفظہٖ ص۸۲/۸۳ چشمہ معرفت)

(۱۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ہزار معجزات ص۵۶ تحفہ گولڑویہ مگر مرزا کے دس
لاکھ نشان[۱]۔ ص۴۱ تذکرۃ الشہادتین۔

(۱۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت دین کی حالت پہلی شب کے چاند کی طرح
تھی مگر مرزا کے وقت چودھویں رات کے بدر کامل جیسی ہوگی (مفہوم ص۱۷۸/۲۰۱
خطبہ الہامیہ)۔

(۱۸) جو کوئی میری جماعت میں داخل ہوگیا وہ صحابہ میں داخل ہوگیا۔
(ص۱۷۱ خطبہ الہامیہ)

(۱۹) صدہا نبیوں کی نسبت ہمارے معجزات اور پیش گوئیاں سبقت لے گئی
ہیں (ص۲۹۳ ریویو جلد اول)۔

(۲۰) خدا نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں

[۱] معجزہ اور نشان ایک ہوتا ہے۔ ص۴۷ نصرۃ الحق مصنفہ مرزا

اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر تقسیم کئے جائیں تو ان کی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔" (ص ۳۱۷ چشمۂ معرفت)

(۲۱) اِعْلَمُوْا اَنَّ فَضْلَ اللّٰہِ مَعِیْ وَاَنَّ رُوْحَ اللّٰہِ یَنْطِقُ فِیْ نَفْسِیْ (جان لو کہ اللہ کا فضل میرے ساتھ ہے اور اللہ کی روح میرے نفس میں بولتی ہے) (ص ۱۷۶ انجام آتھم)

خدائی کے دعوے

(۱) خدا کی مانند۔ ص ۳۰ حاشیہ اربعین ۳

(۲) میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خدا ہوں میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں ص ۵۶۵ آئینہ کمالات۔

(۳) یَوْمَ یَاْتِیْ رَبُّکَ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ (اس دن بادلوں میں تیرا خدا آئے گا یعنی انسانی مظہر (مرزا) کے ذریعہ اپنا جلال ظاہر کرے گا) ص ۱۵۴ حقیقۃ الوحی

(۴) اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ اَوْلَادِیْ (اے مرزا تو مجھ سے میری اولاد جیسا ہے) ص ۱۲ اربعین حاشیہ ۴

(۵) خدا نکلنے کو ہے اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ بُرُوْزِیْ (تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میں ہی ظاہر ہو گیا) سرورق اخیر ریویو جلد ۵ ۳

(۶) اُعْطِیْتُ صِفَۃَ الْاِفْنَاءِ وَالْاِحْیَاءِ مِنْ رَّبِّ الْفَعَّالِ (مجھے خدا کی طرف سے مارنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے) ص ۲۳ خطبہ الہامیہ

(۷) اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ تَوْحِیْدِیْ وَتَفْرِیْدِیْ (تو مجھ سے میری توحید کی تفرید ہے) ص ۲۵ تذکرۃ الشہادتین

(۸) اِنَّمَا اَمْرُکَ اِذَا اَرَدْتَ شَیْئًا اَنْ تَقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (یعنی اے مرزا تجھ کو یہ شان ہے کہ تو جس چیز کو کن کہہ دے وہ فوراً ہو جاتی ہے)

صفحہ ۱۰۵ حقیقۃ الوحی

(۹) مرزا صاحب کہتے ہیں کہ خدا نے مجھے الہام کیا کہ تیرے گھر ایک لڑکا پیدا ہوگا کَاَنَّ اللّٰہُ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ (گویا خدا آسمانوں سے اتر آیا) اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء؁

مرزا صاحب کے چند ایک مضحکہ خیز اور گول مول الہامات

(۱) بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی اور ناپاکی پر اطلاع پائے، تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ (حیض) بچہ ہو گیا جو بمنزلہ اطفال اللہ کے ہے تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۳

(۲) "میرا نام ابن مریم رکھا گیا اور عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں حاملہ ٹھہرایا گیا آخر کئی مہینہ کے بعد جو (مدت حمل) دس مہینہ سے زیادہ نہیں، مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا"۔ صفحہ ۴۷،۴۶ کشتی نوح

(۳) مرزا صاحب کا ایک مرید قاضی یار محمد اپنے ٹریکٹ ۳۴ موسومہ اسلامی قربانی میں لکھتا ہے "حضرت مسیح موعود (مرزا) نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر طاری ہوئی۔ گویا کہ آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا"

(۴) "بستر عیش" (البشریٰ جلد ۲ صفحہ ۹۸ بحوالہ البدر جلد ۲ ص۱ تاریخ الہام ۵ دسمبر ۱۹۰۳ء غالباً منکوحہ آسمانی کے وصال کی امید ہے)

(۵) "جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے"۔ "زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں تفسیر۔ عنقریب سنا جاوے گا کہ بہت سے مفسد جو مخالفان اسلام ہیں۔ ان کا خاتمہ ہو جاوے گا" (البشریٰ صفحہ ۹ جلد ۲ بحوالہ البدر جلد ۳ ۱۶/۱۷) (تعیین کوئی نہیں کی۔ مطلب یہ کہ جو مخالف مرے گا اُسے اس کی لپیٹ

میں بیٹے جاویں گے)

۶۔ مولوی رستم علی۔ البشریٰ جلد ۲ صفحہ ۹۴ بحوالہ الحکم جلد ۹ ص ۱۲۔ (مطلب ندارد)

۷۔ زندگیوں کا خاتمہ (البشریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۰۳ بدر جلد ۱ ص ۳۶ (کن کی زندگیوں کا خاتمہ کب ہوگا۔ کیسے ہوگا؟ کوئی پتہ نہیں)

۸۔ لوگ آئے اور دعویٰ کر بیٹھے۔ شیر خدا نے ان کو پکڑا اور شیر خدا نے فتح پائی۔ امین الملک جے سنگھ بہادر۔ البشریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۱۸ بحوالہ بدر جلد ۲ ص ۳۷ (تشریح ندارد)

۹۔ "لاہور میں ایک بے شرم ہے" (البشریٰ جلد ۲ بحوالہ بدر جلد ۶ ص ۱۱، (تعیین کوئی نہیں)

۱۰۔ ایک امتحان ہے بعض اس میں پکڑے جائیں گے بعض چھوڑے جائیں گے (البشریٰ جلد ۲۔ بدر جلد ۶ ص ۱۱)

۱۱۔ گورنر جنرل کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا وقت آ گیا (البشریٰ جلد ۲ صفحہ ۵۷ حصہ اول بحوالہ الحکم جلد ۳ ص ۴)

۱۲۔ بعد ۱۱۔ انشاء اللہ (البشریٰ جلد ۲ حصہ اول صفحہ ۶۵ بحوالہ الحکم جلد ۴ ص ۴۵) تشریح تفہیم نہیں ہوئی کہ ۱۱ سے کیا مراد ہے گیارہ دن یا گیارہ ہفتے یا کیا؟ یہی ہندسہ ۱۱ کا دکھایا گیا۔ صفحہ ۶۶ حوالہ بالا)

۱۳۔ آج سے یہ شرف دکھائیں گے (صفحہ ۶۸ البشریٰ جلد ۲ حصہ ا بحوالہ الحکم جلد ۵ ص ۱۸ (تشریح ندارد)

۱۴۔ کُتے کا آخری دم، فرمایا "میں نے کشف میں دیکھا کہ کوئی کُتا بیمار ہے میں اُسے دوا دینے لگا ہوں تو میری زبان پر یہ جاری ہوا" (صفحہ ۲۲ رسالہ ملفوظات مرزا)

۱۵۔ "مخصوص صد فسوس" (صفحہ ۱ البشریٰ جلد ۲ حصہ ا بحوالہ الحکم جلد ۶ ص ۱۷)

(۱۶) "فیئرمین" (FAIR MAN) ترجمہ معقول آدمی (ص۸۴ البشریٰ جلد ۲ حصہ اول بحوالہ البدر جلد ۲ ع۴۲)

(۱۷) "فضل الرحمٰن نے دروازہ کھول دیا۔" (البشریٰ جلد ۲ ص۹۰ حصہ اول بحوالہ الحکم جلد ۸ ع۱۳)

(۱۸) "ہم نے وہ جہان چھوڑ دیا۔ کوئی روح کہتی ہے۔" (البشریٰ جلد ۲ ص۹۵ بحوالہ البدر سلسلہ جدید جلد ۱ ع۱)

(۱۹) ایک ناپاک روح کی آواز آئی "میں سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا" (حوالہ بالا)

(۲۰) "کیا عذاب کا معاملہ درست ہے اگر درست ہے تو کس حد تک؟" (البشریٰ جلد ۲ ص۹۷ بحوالہ بدر جلد ۱ ع۶)

(۲۱) رؤیا۔ ایک عورت زمین پر بیٹھی ہے جو مخالفانہ رنگ میں ہے۔ میں اس کے برابر گذرا تو آواز آئی لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ ساتھ ہی یہ الہام ہوا۔ "اس پر آفت پڑی اس پر آفت پڑی۔" (مکاشفات ص۴۱ البدر جلد ۱ ع۱۰)

(۲۲) آتش فشاں۔ مصالح العرب۔ بامراد۔ ردّ بلا (ص۴۲ مکاشفات۔ بدر جلد ۱ ع۳۲) ایک کاغذ دکھلایا اس پر لکھا تھا:

(۲۳) "ایک دانہ کس کس نے کھانا۔" (البشریٰ جلد ۲ ص۱۰۱ بدر جلد ۲ ع۷)

(۲۴) شَتْرُ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (ص۸ بدر جلد اول)

نوٹ: "میں امام زمان ہوں" (ص۲۴ ضرورۃ الامام) اور "امام الزمان کی الہامی پیشگوئیاں اظہار علی الغیب کا مرتبہ رکھتی ہیں یعنی غیب کو ہر ایک پہلو سے اپنے قبضہ میں کر لیتے، جیسا کہ چابک سوار گھوڑے کو۔" (ص۱۳ رسالہ ضرورت امام)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب اوّل

دلائل کذب مرزا

دلیل اوّل مرزا صاحب کی پیش گوئیاں

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ مُخْلِفَ وَعْدِہٖ رُسُلَہٗ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ ذُوانْتِقَامٍ (سورہ ابراہیم آیت نمبر ۴۷) "ہرگز ہرگز گمان نہ کر کہ خدا اپنے رسولوں سے کئے ہوئے وعدہ کا خلاف کرے گا۔ لاریب خدا غالب و منتقم ہے"۔

کسی انسان کو ذاتی طور پر علم غیب حاصل نہیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کسی بشر کو کسی پوشیدہ بات پر مطلع کر دے۔

پس جو شخص کسی آئندہ بات کی قبل از وقوع خبر دے۔ اس کے متعلق دو احتمال ہو سکتے ہیں۔ (۱) یہ کہ اس نے رفتار حالات کو ملحوظ رکھ کر نیچر کے استمرائی واقعات کی بنا پر قیاس آرائی کی ہے۔ (۲) یہ کہ اسے براہ راست یا بالواسطہ کسی مخبر صادق نے اطلاع دی ہے۔

یہ ہو سکتا ہے کہ کسی انسان کی قیاس وغیرہ سے دی ہوئی خبر ٹھیک نکل آئے جیسا کہ جوتشی منجموں، رملوں کی پیش گوئیاں صحیح ثابت ہو جاتی ہیں مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ خدائے عالم الغیب کی بتلائی ہوئی بات غلط ہو جائے ہمارے مخاطبین یعنی مرزائی جماعت کے پیغمبر اعظم مرزا صاحب بھی مانتے ہیں کہ:۔

"ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو" (ص ۱۲ چشمہ معرفت)

لہٰذا ہر فرد بشر کا انسان یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ جس شخص مدعی

الہام کی کوئی بھی پیشگوئی غلط ثابت ہو جائے وہ خدا کا ملہم اور مخاطب نہیں بلکہ مفتری علی اللہ ہے۔ کیونکہ

"ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیش گوئیاں ٹل جائیں۔" (ص ۵ رسالہ کشتی نوح مصنفہ مرزا)

پس ہم سب سے پہلے مرزا صاحب کی پیش گوئیاں دیکھتے ہیں اگر ان میں بعض سچی ہیں تو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ قیاس وغیرہ سے کی گئی ہوں۔
لیکن اگر ان میں ایک بھی جھوٹی ہے تو یقیناً وہ مرزا صاحب کے مفتری علی اللہ ہونے کی قطعی و یقینی دلیل ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب راقم ہیں:-

"کسی انسان خاص کر مدعی الہام کا اپنی پیش گوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔"

(ص ۱۰۷ تریاق القلوب طبع اول)
۲۶۸

قطع نظر منقولہ بالا معقول طریق کے الزامی طور پر بھی ہم اس دلیل کے قائم کرنے میں حق بجانب ہیں کیونکہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور یہ بھی انہی کا فرمان ہے کہ:-

"تورات اور قرآن نے بڑا ثبوت نبوت کا صرف پیشگوئیوں کو قرار دیا ہے۔" (ص ۳ رسالہ استفتا)

نبوت کے دعویٰ کو الگ کر کے دیکھا جائے تو یہ دلیل پھر بھی مکمل ہے کیونکہ مرزا صاحب کا عام اعلان ہے کہ:-

"ہمارا صدق یا کذب جانچنے کو ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں۔" (اشتہار ۱۰۔ جولائی ۱۸۸۸ء مندرجہ آئینہ کمالات ص ۲۸۸ طبع ۱، آئینہ کمالات ص ۲۲۲ طبع ۲)

حاصل یہ کہ مرزا صاحب کا کذب و صدق معلوم کرنے کے لئے پہلا اور "سب سے بڑا معیار ان کی پیش گوئیاں ہیں۔"

مرزا صاحب کی غلط پیشگوئیاں

پیشگوئی اوّل

۱۸۸۶ء میں مرزا صاحب کی بیوی حاملہ تھی۔ اس وقت آپ نے یہ پیشگوئی گھڑی کہ:

"خدائے رحیم و کریم نے جو ہر چیز پر قادر ہے مجھ کو اپنے الہام سے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ خدا نے کہا تا دین اسلام کا شرف۔ کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا، خدا کے دین، اس کی کتاب، اس کے رسول کو انکار کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ایک کھلی نشانی ملے۔ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ وہ تیرے ہی تخم، تیری ہی ذریت سے ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام بشیر بھی ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اس کے ساتھ فضل ہے وہ بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا۔ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا۔ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس فقرہ کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند، گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَأَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اسیروں کی رستگاری کا باعث ہوگا، قومیں اس سے برکت پائیں گی۔" (ملخص اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱ ص ۵۸)

اس اشتہار میں جس زور و شور کے ساتھ مذکورہ لڑکے کی پیش گوئی کرتے ہوئے اسے خدا، اسلام، رسول خدا، اور خود مرزا کے صاحب الہام ہونے

بلکہ خدا تعالیٰ کے قادر و توانا ہونے کی زبردست دلیل گردانا گیا ہے۔ وہ محتاج تشریح نہیں ہے مگر افسوس کہ اس حمل سے مرزا صاحب کے گھر لڑکی پیدا ہوئی۔

اس پر مزید افسوس یہ کہ اس کے بعد مرزا صاحب کے ہاں کوئی لڑکا ایسا نہیں ہوا جسے مرزا صاحب نے اس پیش گوئی کا مصداق ٹھیرایا ہو، اور وہ زندہ رہا ہو۔ یا خود مرزا صاحب نے اس کے مصلح موعود نہ ہونے کا علانیا قولاً اقرار نہ کیا ہو؟

عذرِ مرزا مرزا صاحب پر ان کی زندگی میں ہی اس پر اعتراض ہوا کہ بجائے لڑکے کے لڑکی پیدا ہوئی ہے تو آپ نے اس کا یہ جواب دیا۔

"کوئی اس معترض سے پوچھے کہ وہ فقرہ یا لفظ کہاں ہے جو کسی اشتہار میں اس عاجز کے قلم سے نکلا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ لڑکا اسی حمل سے پیدا ہوگا (اشتہار محک اخیار واشرار مندرجہ آخر رسالہ سرمہ چشم آریہ)

الجواب مرزا صاحب نے گو صاف صاف الفاظ میں تو اپنے اشتہار میں یہ نہیں لکھا تھا کہ لڑکا اسی حمل سے ہوگا۔ مگر بعد کے اشتہاروں میں اسے تسلیم کیا گیا ہے اور اپنے مریدوں کے روبرو تو انہی دنوں مشہور کر رکھا تھا کہ لڑکا اسی حمل سے ہوگا۔ منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ لاہوری (جو ایک عرصہ تک مرزا صاحب کے مریدان خاص میں رہے ہیں) ان کی شہادت اور شہادت بھی وہ جسے خود مرزا صاحب نے تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۵ پر درج کر کے اس سے انکار نہیں بلکہ اجتہادی غلطی کا عذر پیش کیا ہے، موجود ہے جس کے جواب میں لکھا ہے:۔

"خدا کا کوئی الہام نہیں تھا کہ عمر پانے والا لڑکا پہلے حمل سے ہی پیدا ہوگا اور کوئی اجتہادی خیال اگر ہو تو اس پر اعتراض

کم فہم لوگوں کا کام ہے جو نبی کے اجتہاد کو واجب الوقوع سمجھتے ہیں۔ میری طرف سے کبھی کوئی پیش گوئی شائع نہیں ہوئی کہ لڑکا اسی حمل سے پیدا ہوگا۔ رہا اجتہاد سو میں خود قائل ہوں کہ دنیا میں کوئی نبی نہیں آیا جس نے کبھی اجتہادی غلطی نہیں کی۔"

اس تحریر میں صاف اعتراف ہے کہ الہاماً تو نہیں، ہاں اجتہاداً ضرور کہہ گئے تھا کہ لڑکا اسی حمل سے ہوگا مگر یہ اجتہادی غلطی ہے کیا خوب ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اب رہا یہ عذر کہ الہام کی رو سے نہیں کہا گیا۔ سو اول ہمیں کسی الہام کی تلاش کی ضرورت نہیں کیوں کہ قاعدہ یُؤْخَذُ الْمَرْءُ بِاِقْرَارِہٖ (آدمی اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے) کے علاوہ مرزا صاحب کا دعویٰ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (صد ۴۳ اربعین ۳) ہمارے مواخذے کو مضبوط و مستحکم کرنے کو کافی ہے۔ تو بھی ہم مرزا صاحب کے الہام سے ثابت کر دیتے ہیں:

الہامِ مرزا کہ لڑکا پہلے حمل سے ہوگا	"آج آٹھ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جل شانہ کی طرف سے

اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو مدت ایک حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا:

اس الہام سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں۔" (اشتہار مورخہ ۸ اپریل ۱۸۸۶ء مندرجہ صد ۷۳ تبلیغ رسالت جلد اول)

مندرجہ تحریر مرزا جسے ہم نے دو حصوں میں تقسیم کر کے نقل کیا ہے،

اس کے پہلے حصہ میں ایک مدت حمل کے اندر ایک لڑکے کی ولادت الہام سے لکھی ہے اور دوسرے حصہ میں پھر اسے گول مول رکھنے کے لئے یہ لفظ لکھے ہیں:۔

"ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا اس کے قریب حمل میں"۔

بہت خوب! ہمیں اس وقت مرزا صاحب کی اس ہیرا پھیری سے سروکار نہیں ناظرین خود سمجھ لیں۔ ان ہر دو فقروں کی مزید تشریح اشتہار ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء میں مرزا صاحب نے یوں کی ہے:۔

"اے ناظرین! میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں پیش گوئی کی تھی کہ اگر وہ موجودہ حمل سے پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہو جائے گا۔" (اشتہار ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱ ص ۱۲۱)

اس تحریر سے صاف واضح ہے کہ مرزا صاحب کے الہام "ایک مدت حمل" سے مراد موجودہ حمل تھا۔ اب صرف ایک بات باقی ہے کہ اگرچہ اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء کے الہام "مدت ایک حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا"۔ سے مراد موجودہ حمل تو ثابت ہو گیا۔ مگر اسی اشتہار میں یہ بھی تو لکھا ہے۔ "ابھی پیدا ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں"۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ جب کہ الہام میں صریح الفاظ موجود ہیں کہ "مدت ایک حمل سے یعنی موجودہ حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا"۔ تو یہ دوسرا فقرہ مرزا صاحب کی راست گوئی کا اظہار کر رہا ہے۔ اب رہا یہ امر کہ الہام "ایک حمل" یعنی "موجودہ حمل" کس لڑکے کے متعلق تھا، سو سنیئے:۔

مرزا صاحب ایک اور اشتہار میں مانتے ہیں کہ الہام "مدت ایک حمل" مصلح موعود کے متعلق تھا۔ مگر مدت ایک حمل کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ ازعائی

سال یا نو سال چنانچہ ملاحظہ فرمائیے۔ لکھا ہے :۔

" مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا ایک ذو الوجوہ فقرہ ہے جس کی ٹھیک ٹھیک وہی تشریح ہے جو میر عباس علی لدھانوی نے کی ہے، یعنی ۹ برس یا اڑھائی برس ،، (اشتہار محک اخیار و اشرار مندرجہ آخر کتاب سرمہ چشم آریہ)۔

ہمارے ناظرین حیران ہوں گے کہ مرزا صاحب کیسے مسیح موعود اور صادق القول تھے کہ کبھی تو الہام " مدت ایک حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا ،، کو مصلح موعود کے متعلق مخصوص نہ کرتے ہوئے عام پیرایہ میں لکھتے ہیں کہ " غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا " پھر اس پر مزید چالاکی یہ کہ " مدت ایک حمل ،، کے الفاظ سے بھی روگردانی کر کے وسعت پیدا کرنے کو لکھ گئے کہ " یا بالضرور اس کے قریب حمل میں ،، مگر آگے چل کر صاف تسلیم کر گئے کہ مدت ایک حمل سے مراد موجودہ حمل تھی اور اس کے بعد اس سے بھی صاف الفاظ میں مان گئے کہ یہ الہام مصلح موعود ہی کے متعلق ہے۔ کسی عام لڑکے کے متعلق نہیں مگر اس جگہ بخلاف سابق ، مدت ایک حمل سے مراد اڑھائی سال یا نو سال لکھ دی ہے ؎

ہم بھی قائل تیری نیرنگی کے ہیں یاد رہے
او زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے

حاصل تحریرات بالا کا یہ ہے کہ مرزا صاحب نے موجودہ حمل سے لڑکے کی پیدائش نہ صرف اپنے اجتہاد سے بلکہ " الہام ،، سے بنائی تھی جو قطعی غلط ثابت ہوئی کہ اس حمل سے لڑکی پیدا ہوئی ، ملاحظہ اشتہار ۷ اگست ۱۸۸۷ء ؛

مرزائی مناظرین کا ایک مغالطہ

عام بحث و مناظرہ میں مرزائی کہا کرتے ہیں کہ وہ مصلح موعود میاں محمود احمد ہیں ؛

جواب میاں محمود احمد مصلح موعود نہیں ہے۔ اس کا ثبوت تو یہ ہے کہ خود مرزا صاحب نے باوجودیکہ محمود احمد موجود تھا۔ اُس کی پیدائش (جو ۱۸۸۹ء میں ہوئی ہے ملاحظہ ہو اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱ صفحہ ۱۴۸) کے دس سال بعد ۱۸۹۹ء میں پیدا ہونے والے لڑکے مبارک احمد کو مصلح موعود قرار دیا جیسا کہ تریاق القلوب صفحہ ۴۳/۹۵ طبع اوّل میں لکھا ہے کہ:۔

"میرا چوتھا لڑکا جس کا نام مبارک احمد ہے اس کی نسبت، پیش گوئی اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں کی گئی تھی سو خدا نے میری تصدیق کے لئے اور تمام مخالفوں کی تکذیب کے لئے اس پسر چہارم کی پیشگوئی کو ۱۴ جون ۱۸۹۹ء میں پورا کر دیا۔"

عبارت ہذا شاہد ہے کہ میاں محمود احمد اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والے موعود کا مصداق نہیں ہے۔ فَهٰذَا مُرَادُنَا فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

میاں محمود احمد کے مصلح موعود نہ ہونے پر اور بہت سے دلائل ہیں مگر بخوف طوالت مضمون ہم اسی پر بس کرتے ہیں ؎

صاف دل کو کثرتِ اقوال کی حاجت نہیں
اک سطر کافی ہے گر دل میں ہے خوفِ کردگار

اب ایک بات باقی ہے کہ مبارک احمد جسے مرزا صاحب نے مصلح موعود ٹھیرایا تھا اس کا کیا حشر ہوا۔ سو جوابًا عرض ہے کہ وہ بیچارہ ۹ سال سے بھی کم عمر پا کر راہی ملک عدم ہوا اور مرزا صاحب اس کے غم میں سینہ کوبی کرتے رہ گئے (اشتہار تبصرہ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۶/۱۲۷)۔

دوسری غلط پیشگوئی

اشتہار ۲۰- فروری ۱۸۸۶ء کے حاشیہ پر ایک پیشگوئی مرزا صاحب نے یہ کی تھی :-

"خداوند کریم نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ خواتین مبارکہ سے جن میں تو بعض کو اس اشتہار کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی۔"

ایسا ہی اشتہار محک اخیار و اشرار میں لکھا ہے :-

"اس عاجز نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ پیشگوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے بیان کی تھی کہ اُس نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ بعض بابرکت عورتیں اس اشتہار کے بعد بھی تیرے نکاح میں آئیں گی اور ان سے اولاد پیدا ہوگی۔"

بخلاف اس کے ۱۸۸۶ء کے بعد مرزا صاحب کے نکاح میں "خواتین" چھوڑ کر ایک خاتون بھی نہ آئی۔

مرزائیوں کا اعتراض "بعض خواتین" سے مراد محمدی بیگم ہے اور وہ نکاح مشروط تھا جب ان لوگوں نے توبہ اور رجوع کے خطوط وغیرہ لکھے تو نکاح ٹل گیا۔

الجواب اس اشتہار میں بلکہ مرزا صاحب کی تمام تحریرات میں سے کسی ایک کے اندر یہ مطلب نہیں لکھا۔ یہ مرزائی حضرات کا دھوکہ و فریب ہے۔ صاحبان علم و عقل خود فیصلہ کریں کہ یہ پیشگوئی ۱۸۸۶ء کی ہے جس وقت مرزا صاحب کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا۔ کہ میں کبھی محمدی بیگم کے نکاح کی پیش گوئی کروں گا۔ محمدی بیگم والی پیش گوئی اس کے قریبًا دو سال بعد کی گئی تھی۔ یعنی ۱۸۸۸ء میں پس اس کو محمدی بیگم والی پیشگوئی

سے جوڑنا محض جہالت ہے ؛

تیسری غلط پیشگوئی
منکوحہ آسمانی

مرزا صاحب کے رشتہ داروں میں ایک صاحب مسمیٰ احمد بیگ ہوشیار پوری تھے۔ انہیں ایک دفعہ ایک ضروری کام کے لیے مرزا صاحب کی خدمت میں مستدعی ہونا پڑا۔ چونکہ وہ کام احسان و ایثار اور قربانی پر مبنی تھا جو مرزا صاحب کے ہاں مفقود تھی۔ اس لیے مرزا صاحب نے اس وقت تو یہ کہہ کر ہماری عادت بغیر استخارہ اور بلا استمزاج الٰہی کوئی کام کرنے کی نہیں ہے انہیں ٹال دیا کچھ دن بعد بذریعہ خط اس سلوک و مروت ۔۔ کی قیمت یا معاوضہ اس کی دختر کلاں کا رشتہ اپنے لیے مانگا۔

آہ! اگر مرزا صاحب کو مکالمہ و مخاطبہ الٰہی تو درکنار شریف انسانوں کی غیور طبائع کا ہی احساس ہوتا تو وہ کبھی اور کسی حالت میں اس شرافت پاش تہذیب شکن مطالبہ کا زبان پر لانا تو بڑی بات ہے دل میں خیال تک بھی نہ لاتے ؛

کوئی شریف و غیرت مند انسان اس طرح کے کاروباری طریق اور تجارتی اصول کے طور پر اپنی لختِ جگر کی توہین و تضحیک برداشت نہیں کر سکتا خواہ اس کی گردن ہی کیوں نہ اڑا دی جائے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ ان کے دل میں جو رہی سہی عزتِ مرزا تھی وہ بھی کافور ہو گئی اور انہوں نے نہ صرف بشدومد اس رشتہ سے انکار کیا بلکہ اپنی غیرت و شرافت اور مرزا صاحب کی سوء عقل و قابل نفرت تہذیب کا اظہار کرنے کو مرزا صاحب کا وہ خط مخالفین مرزا کے اخباروں میں شائع کرا دیا اور خدا کی قسم اگر وہ ایسا نہ کرتے

وہ یہ رشتہ منظور کر لیتے تو ہر شریف و مہذب انسان قیامت تک کے لئے انہیں ذلیل و حقیر جاننے پر مجبور ہوتا۔ آمدم بر سر مطلب۔ مرزا صاحب نے جو خط انہیں لکھا، وہ چونکہ پیشگوئی پر مبنی تھا اس لئے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں، ملاحظہ ہو:۔

"خدا تعالیٰ نے اپنے کلام پاک سے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ اگر آپ اپنی دختر کلاں کا رشتہ میرے ساتھ منظور کریں تو وہ تمام نحوستیں آپ کی دور کر دے گا اگر یہ رشتہ وقوع میں نہ آیا تو آپ کے لئے دوسری جگہ رشتہ کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا۔ اور اس کا انجام درد اور تکلیف اور موت ہوگی یہ دونوں طرف برکت اور موت کی ایسی ہیں کہ جن کو آزمانے کے بعد میرا صدق یا کذب معلوم ہو سکتا ہے"
(ملخص مکتوب مرزا مندرجہ اخبار نور افشاں ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء منقول از آئینہ کمالات مصنفہ مرزا ص ۲۷۹-۲۸۰)

اس خلاف تہذیب مطالبہ اور دھمکی آمیز خط کا جو اثر ہوا وہ ہم لکھ چکے ہیں کہ بجائے اس کے کہ احمد بیگ وغیرہ اس سے ڈرتے، انہوں نے اسے مشہور کر دیا۔ حالانکہ مرزا صاحب کی خواہش تھی کہ اسے مخفی رکھا جائے:۔

ان کی اس کاروائی سے مرزا صاحب کو اور بھی غصہ آیا اور آپ نے کھلے بندوں اشتہار دیا:۔

"اخبار نور افشاں ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء میں جو خط اس راقم کا چھاپا گیا ہے وہ ربانی اشارہ سے لکھا گیا تھا۔ ایک مدت سے قریبی رشتہ دار مکتوب الیہ کے نشان آسمانی کے طالب تھے اور طریقہ اسلام سے انحراف رکھتے تھے (یہ محض

افترا ہے البتہ وہ لوگ جو مرزا صاحب کے دعاوی کے فرور منکر تھے۔ناقل) یہ لوگ مجھ کو میرے دعوئ الہام میں مکار اور دروغ گو جانتے تھے اور مجھ سے کوئی نشان آسمانی مانگتے تھے۔کئی دفعہ ان کے لئے دعا کی گئی۔دعا قبول ہو کر خدا نے یہ تقریب پیدا کی کہ والد اس دختر کا ایک ضروری کام کے لئے ہماری طرف ملتجی ہوا قریب تھا کہ ہم اس کی درخواست پر) دستخط کر دیتے۔لیکن خیال آیا کہ استخارہ کر لینا چاہیئے سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا پھر استخارہ کیا گیا وہ استخارہ کیا تھا گویا نشانِ آسمانی کی درخواست کا وقت آپہنچا، اس قادر حکیم نے مجھ سے فرمایا کہ اس کی دختر کلاں کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک و مروّت تم سے اسی شرط پر کیا جائے گا اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت بُرا ہوگا جس دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا۔خدائے تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کو ہر ایک مانع دور کرنے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لائے گا۔عربی الہام اس بارے میں یہ ہے۔ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَيَرُدُّهَا اِلَيْكَ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ۔

یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے ہنسی کر رہے تھے۔سو خدا تعالیٰ ان کے تدارک کے لئے جو اس

کام کو روک رہے ہیں تمہارا مدگار ہوگا ، اور انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے ، بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کو ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ،، (اشتہار مرزا مؤرخہ دس جولائی ۱۸۸۸ء ریں منقول از آئینہ کمالات مصنفہ مرزا صفحہ ۲۸۱ تا ۲۸۸ ملخصاً)

اس اشتہار میں جو کچھ ہے محتاج تشریح نہیں ، صاف صاف اعلان ہے کہ اگر دوسری جگہ نکاح کیا گیا تو اس عورت کا خاوند اڑھائی سال میں اور اس کا والد تین سال میں فوت ہوگا یہ خدا کا مقرر کیا ہوا فیصلہ اور اٹل وعدہ ہے جسے کوئی بھی ٹال نہیں سکتا جو شخص اس میں رکاوٹ ہوگا وہ بھی ساتھ ہی پس جائے گا ۔ آخر کار مرزا سے نکاح ہوگا ۔ یہ دلیل ہے خدا کے قادر فعّال لِّمَا یُرِیْدُ اور مرزا صاحب کے ملہم خدا ہونے کی وغیرہ ۔

اس کی مزید تائید الفاظ ذیل میں یوں کی گئی ہے :۔

خدا تعالیٰ ہمارے کنبے اور قوم میں سے تمام لوگوں پر جو (اس) پیشگوئی کے مزاحم ہونا چاہیں گے اپنے قہری نشان نازل کرے گا (وہ) ان سے لڑے گا اور ان کو انواع و اقسام کے عذابوں میں مبتلا کرے گا ، ان میں سے ایک بھی ایسا نہ ہوگا جو اس نحوست سے خالی رہے ۔ ایک عرصہ سے یہ لوگ مجھے میرے الہامی دعاوی میں مکار اور دکاندار خیال کرتے ہیں پس خدا تعالیٰ نے انہیں کی بھلائی کے لئے انہی کی درخواست سے الہامی پیشگوئی کو ظاہر فرمایا تا وہ سمجھیں کہ وہ (خدا) درحقیقت موجود ہے یہ رشتہ جس کی درخواست کی گئی محض بطور نشان کے ہے

تا خدا تعالیٰ اس کنبہ کے منکرین کو عجوبہ قدرت دکھادے۔"
(اشتہار ۱۵ اجولائی ۱۸۸۸ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اص ۱۱۹ ۱۱۸)
اس تحریر میں بھی مثل سابق پیشگوئی کی عظمت و شوکت کا اظہار ہے اور اس کو خدا کے موجود، مرزا صاحب کے منجانب اللہ ہونے کی ایک زبردست دلیل اور عجوبہ قدرت قرار دیا گیا ہے۔
اور سنیئے مرزا صاحب رسالہ شہادۃ القرآن ص ۸۱ پر راقم ہیں:۔
"بعض عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں جیسا کہ عبداللہ آتھم امرتسری کی نسبت پیش گوئی اور پنڈت لیکھرام کی پیشگوئی، پھر مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری کے داماد کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد آج کی تاریخ سے جو ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئے ہیں، یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں پیش گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہوں بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیشگوئیوں کے وقتوں کا انتظار کرے یہ تینوں پیشگوئیاں پنجاب کی تین بڑی قوموں پر حاوی ہیں اور ان میں سے وہ پیشگوئی جو مسلمان قوم سے تعلق رکھتی ہے بہت ہی عظیم الشان ہے کیونکہ اس کے اجزا یہ ہیں:۔
(۱) مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو (۲) داماد اس کا اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔
(۳) احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو (۴) وہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت

نمبر ۵. یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورا ہونے تک فوت نہ ہو
۶. پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جاوے" (ملخصاً بلفظہٖ)

یہ عبارت بھی اپنا مدعا بتانے میں بالکل واضح احمد بیگ کا تین سال تک اور اس کے داماد کا اڑھائی سال میں فوت ہونا اور محمدی بیگم کا مرزا صاحب کے حصہ میں آنا عظیم الشان پیشگوئی قرار دیا ہے۔

البتہ دو باتیں اس میں ایسی لکھی ہیں جو صریح جھوٹ اور افترا ہے، اول یہ کہ اصل پیشگوئی میں پہلا نمبر احمد بیگ کے داماد کی موت مذکور تھا اور اس کی مدت بھی اڑھائی سال بتائی گئی تھی اور دوسرا نمبر خود احمد بیگ کی موت اور میعاد تین سال لکھی تھی۔ یہ ترتیب تحریر اور فرق میعاد مظہر ہے کہ پہلے وہ مرے گا جس کی میعاد اڑھائی سال ہے۔ اور پیش گوئی میں پہلے نمبر پر اس کا ذکر ہے اور بعد میں وہ مرے گا جو دوسرے نمبر پر مذکور ہے، اور اس کی میعاد تین سال ہے۔ بخلاف اس کے چونکہ اس تحریر کے وقت مرزا احمد بیگ بقضا الٰہی اپنی مقررہ عمر پوری کر کے فوت ہو چکا تھا، حالانکہ اسے اپنے داماد کے بعد مرنا تھا، اس لئے مرزا صاحب نے اس تحریر میں یہ چالاکی کی کہ احمد بیگ کی موت پہلے ذکر کی اور اس کے داماد کا ذکر دوسرے نمبر پر کیا۔

دوسری چالاکی اس تحریر میں یہ کی ہے کہ اصل پیشگوئی کی رو سے یہ ضروری نہیں تھا کہ پہلے وہ عورت دوسری جگہ بیاہی جائے پھر بیوہ ہو کر مرزا کے نکاح میں آئے بلکہ دونوں صورتیں ملحوظ تھیں یعنی پیشگوئی یہ تھی کہ" وہ عورت باکرہ یا بیوہ ہو کر میرے نکاح میں ضرور آئے گی "۔ مگر اس تحریر کے وقت اس عورت کا دوسری جگہ نکاح ہو چکا تھا۔ اس لئے مرزا صاحب نے پیش گوئی کے ایک حصہ "باکرہ" کو تو بالکل ہی ہضم کر لیا اور صرف "بیوہ" والا حصہ ظاہر کرنے کو لکھا کہ ہماری پیش گوئی یہ تھی کہ:-

"وہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔"

ناظرین کرام! یہ ہیں مرزا صاحب "صادق نبی اللہ" کی مقدس چالیں غور فرمائیے اگر پیش گوئی کی رو سے بھی ضروری تھا کہ وہ عورت پہلے دوسری جگہ بیاہی جائے گی اور بیوہ ہو کر مرزا صاحب کے نکاح میں آئے گی تو پھر مرزا صاحب نے کیوں خط پر خط بھیجے کہ ہمارے ساتھ نکاح کردو، دوسری جگہ نہ کرو۔ اگر کروگے تو تم پر مصائب آئیں گے یہ ہوگا وہ ہوگا۔ یہاں تک کہ خود سلطان محمد کو خطوط لکھے کہ تم یہ نکاح منظور نہ کرو:۔

حاصل یہ کہ مرزا صاحب کی یہ تحریر ان کی اصلیت کا اظہار کر رہی ہے کہ وہ کیا تھے، بہر حال مرزا صاحب کی ان تمام دھمکی آمیز پیشگوئیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ فریق ثانی نے محمدی بیگم کو مورخہ ۷۔ اپریل ۱۸۹۲ء کو مرزا سلطان محمد ساکن پٹی (ضلع لاہور) سے بیاہ دیا (آئینہ کمالات ص ۲۸۰) اور ہمارے مرزا صاحب بصد حسرت و یاس اپنا منہ لے کر رہ گئے:۔

اس پر مزید ستم یہ کہ مرزا سلطان محمد خاوند محمدی بیگم بجائے اڑھائی سال میں مرنے کے آج تک دندناتا پھر رہا ہے اور مرزا صاحب کبھی کے حسرت وصل دل ہی میں لے کر گوشۂ قبر میں جا لیٹے ہیں۔ مرزائی مناظر اس پیشگوئی پر مندرجہ ذیل عذر کیا کرتے ہیں:۔

مرزائیوں کا پہلا عذر نکاح کی حضرت صاحب نے دو ہی صورتیں بتائی تھیں (۱) باکرہ ہونے کی (۲) بیوہ ہو کر باکرہ والی صورت کو الہام الٰہی یَرُدُّھَا اِلَیْکَ اور کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا نے باطل کر دیا:۔

(ص ۴۳۵ احمدیہ پاکٹ بک مطبوعہ ۱۹۳۲ء)

الجواب۔ ۱۔ مرزا صاحب کا یہ دو رنگا الہام یعنی "خواہ پہلے باکرہ ہونے کی حالت میں آجائے یا خدا بیوہ کر کے اس کو میری طرف لے آوے"
(اشتہار ۲ مئی ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۲ صفحہ ۹ تا ۱۱)۔
یہ الہام ہی مرزا صاحب کے کاذب ہونے پر شاہد ہے خدا کے کلام میں اس طرح کی جہالت نہیں ہو سکتی :۔

۲۔ آپ نے جو الہام "باکرہ" سے نکاح منسوخ ہو جانے کے بارے میں پیش کیا ہے یہ تو پیشگوئی کا ابتدائی الہام ہے جو اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے۔ کیا مرزا صاحب کے الہام کرنے والے نے یہ پیشگوئی کرتے ہوئے کہ اس عورت سے تیرا نکاح "باکرہ یا بیوہ" ہر دو صورتوں میں ہوگا ساتھ ہی "باکرہ" کی صورت کو منسوخ بھی کر دیا تھا۔ العجب!

معلوم ہوتا ہے کہ مرزائی مجیب کو خدا پر ایمان نہ ہونے کے ساتھ، مرزا صاحب سے بھی دشمنی ہے کہ وہ اس طرح ان سے ٹھٹھا کر رہا ہے۔

مگر ایک ہی اشتہار میں یہ الہامی سہ رنگی پائی جاتی ہے کہ ایک طرف تو کہا جاتا ہے کہ "اس شخص کی دختر کلاں کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک و مروت تم سے اسی شرط پر کیا جائے گا۔ (کہ اپنی لڑکی کا بصورت باکرہ مجھ سے عقد کر دو) یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت ہوگا"۔ اور دوسری طرف "باکرہ یا بیوہ" کی دو رنگی ہے اور تیسری طرف بیوہ والی صورت ہی منسوخ کر دی گئی ہے تو اس کے بعد مرزا صاحب نے کیوں سر توڑ کوشش کی کہ کسی طرح دوسری جگہ نکاح نہ ہونے پائے اور میرے ساتھ ہی ہو جائے یہاں تک کہ اپنی بیوی کو دھمکی دی کہ "اگر وہ محمدیہ بیگم اس لڑکی کے ناطہ اور (دوسری جگہ) نکاح کرنے کی کر رہے

ہیں اس کو موقوف نہ کرایا تو طلاق دے دوں گا" اور اسی غصہ میں دے بھی دی۔ بلکہ اپنے لڑکے سلطان احمد کو عاق اور محروم الارث قرار دیا اور دوسرے لڑکے کے نام فرمان جاری کیا کہ اپنی بیوی جو احمد بیگ کی بھانجی ہے اس کو طلاق نہ دو گے تو تم بھی عاق متصور ہو گے وغیرہ (اشتہار ۲ رمئی ۱۸۹۱ء)۔

مرزائیوں کا دوسرا عذر حضور (مرزا صاحب انجام آتھم ص۲۱۶ میں) فرماتے ہیں کہ اصل پیش گوئی نکاح کی نہیں بلکہ احمد بیگ وسلطان محمد کی موت کی تھی اور اس عورت کا نکاح میں آنا تو محض پیش گوئی کی عظمت بڑھانے کے لئے ہے۔ (ص۴۳۳ احمدیہ پاکٹ بک)

الجواب اگر اصل مقصود ان کی ہلاکت تھی تو پھر وہ اڑھائی سال کی بتائی ہوئی میعاد میں کیوں نہ فوت ہوا؟ یہ عذر تو بجائے مفید ہونے کے تمہیں اور بھی مضر ہے۔

ماسوا اس کے یہ بھی جھوٹ ہے کہ اصل مقصود اور اصل پیشگوئی ان کی ہلاکت کی تھی۔ حالانکہ اصل پیش گوئی تو نکاح کی تھی۔ مرزا احمد بیگ سلطان محمد کی موت تو محض اس لئے اور اس شرط پر تھی کہ وہ اس نکاح میں مانع ہوں گے تو میعاد کے اندر فوت ہو جائیں گے۔ ملاحظہ ہو اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء۔

ناظرین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ مرزا صاحب پہلے تو بڑے زور شور کے ساتھ پیش گوئی کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کو ایک مانع دور کرنے کے بعد اس عاجز کے نکاح میں لا دے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللهِ۔ میرا رب ایسا قادر ہے کہ جو چاہے وہی ہو جاتا ہے۔ بلکہ یہاں تک دعوے

ہے کہ مجھے اپنے رب کی قسم۔ یہ سچ ہے اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے نہیں روک سکتے۔ ہم نے خود اس سے تیرا نکاح پڑھا دیا ہے میری باتوں کو کوئی نہیں بدلا سکتا" (صفحہ فیصلہ آسمانی)

مگر بعد میں جب دوسرا شخص اسے بیاہ لے جاتا ہے، اور ان تمام دنوں کو ذرا صبر وقعت نہیں دیتا۔ لطف یہ کہ مرزا صاحب اور ان کے انعام کنندہ کی بتائی ہوئی میعاد میں اس کی موت تو درکنار اسے سردرد تک نہیں ہوتا۔ تو مرزا صاحب تین چار سال بعد بقول مصنف احمدیہ پاکٹ بک پینترا بدل کر کہتے ہیں، کہ اصل پیشگوئی نکاح کی نہیں تھی۔ آہ! کیا سچ ہے کہ:۔

"انسان جب حیا کو چھوڑ دیتا ہے تو جو چاہے بکے کون اسکو روکتا ہے۔" (صد۳ اعجاز احمدی مصنفہ مرزا صاحب)

مرزائیوں کا تیسرا عذر جب احمد بیگ میعاد مقررہ میں ہلاک ہو گیا تو سلطان محمد پر خوف طاری ہوا۔ اس نے حضرت مسیح موعود کو دعا کیلئے خطوط لکھے اور تضرع و ابتہال سے جناب باری میں دعا کی۔ خدا تعالیٰ غفور و رحیم نے سلطان محمد کی زاری کو سنا غضب ہٹالیا۔" (ملخص صفحہ ۲۲۴ و ۲۴۴ احمدیہ پاکٹ بک)

الجواب: ۱۔ احمد بیگ کا سلطان محمد سے قبل مرنا پیشگوئی کی تکذیب ہے۔ جیسا کہ ہم اس پر مفصل لکھ چکے ہیں، سلطان محمد کے متعلق یہ کہنا کہ اس نے اپنے خسر کی موت ملاحظہ کر کے مرزا صاحب کی خدمت میں خطوط بھیجے اور خدا سے تضرع و ابتہال کے ساتھ پناہ مانگی یہ اس قدر جھوٹ ہے کہ دنیا میں کوئی بدترین سے بدترین انسان بھی اس قدر جھوٹ نہیں بول سکتا۔ ہمارا چیلنج ہے کہ اگر تم لوگ مرزا احمد بیگ کی وفات

۔کے بعد اور سلطان محمد کی میعادی تاریخ کے اندر اندر اس کا کوئی خط مرزا صاحب کے نام بھیجا ہوا دکھا دو تو ہم سے منہ مانگا انعام لو۔ ورنہ یاد رکھو کہ قیامت کے دن کذابوں اور دجالوں کے ساتھ تمہارا حشر ہو گا:۔

۲۔مرزا احمد بیگ ۳۰ ستمبر ۱۸۹۲ء کو فوت ہوا (ملاحظہ ہو آئینہ کمالات صفحہ ۳۲۵/۲۶۴) کہا جاتا ہے کہ اس کے مرنے کے بعد سلطان محمد نے خط بھیجے وغیرہ (بہت خوب) مگر سوال یہ ہے کہ کیا۔ ان "خطوط اور توبہ" وغیرہ کے باعث اس سے عذاب موت جو میعادی اڑھائی سالہ تھا ٹل گیا؟ مرزا جی کہتے ہیں کہ "نہیں" چنانچہ احمد بیگ کی وفات کے قریباً ایک سال بعد مرزا صاحب اپنی کتاب شہادۃ القرآن میں سلطان محمد کی میعادی موت کو بحال رکھتے ہوئے راقم ہیں:۔

"مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری کے داماد کی موت کی نسبت پیشگوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ جس کی میعاد آج کی تاریخ سے جو ۲۱ ستمبر ۱۸۹۲ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں، ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں" الخ (صفحہ ۸۰)

لے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں مرزائی ایک خط پیش کیا کرتے ہیں کہ سلطان محمد لکھتا ہے کہ "میں مرزا صاحب کو نیک، بزرگ، خادم اسلام پہلے بھی اور اب بھی سمجھتا ہوں" اس کا جواب یہ ہے کہ بفرض محال اگر یہ خط اس کا ہی ہو اس سے اس کی توبہ وغیرہ ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ صاف کہہ رہا ہے کہ میں جیسا پہلے مرزا کو جانتا تھا، ویسا ہی اب جانتا ہوں۔ کوئی تبدیلی نہیں:۔

اس عبارت نے معاملہ بالکل صاف کر دیا کہ اگر سلطان محمد نے کوئی خط وغیرہ بھیجا اور توبہ بھی کی ہے تو اس کا اس پیشگوئی پر کوئی اثر نہیں وہ یقیناً اپنی میعاد میں مرے گا اور مرزا صاحب اس کی موت کو اپنے صدق و کذب کا نشان قرار دے رہے ہیں فللہ الحمد

اور بات بھی سچ ہے کہ پیشگوئی میں سلطان احمد کی توبہ شرط نہ تھی، بلکہ یہ تھا کہ "جس دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ اڑھائی سال میں فوت ہو جائے گا" یعنی سلطان محمد کا قصور صرف نکاح تھا۔ جو اس نے کر لیا۔ اسی کی تائید مرزا صاحب کی تحریر ذیل سے ہوتی ہے:۔

"احمد بیگ کے داماد کا یہ قصور تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی پروا نہ کی۔ خط پر خط بھیجے گئے ان سے کچھ نہ ڈرا۔ پیغام بھیج کر سمجھایا گیا۔ کسی نے التفات نہ کی سو یہی قصور تھا کہ پیشگوئی کو سن کر ناطہ کرنے پر راضی ہوئے۔" (اشتہار انعامی چار ہزار حاشیہ صفحہ ۴)

چوتھی غلط پیشگوئی نمبر ۲

(تصویر کا دوسرا رخ)

نکاح محمدی بیگم اور موت سلطان محمد مرزا صاحب کی زندگی میں

جب مرزا صاحب کی میعاد والی پیشگوئی جھوٹی نکلی تو آپ نے یہ عذر کیا کہ گو سلطان محمد مقررہ وقت میں نہیں مرا۔ مگر میری زندگی میں ضرور مرے گا چنانچہ لکھا:۔

"اس وعید کی میعاد میں تخلف (ٹل جانا) جائز ہے۔

قرآن اور توریت کی رو سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وعید کی موت توبہ اور خوف سے ٹل سکتی ہے (صفحہ ۲۹ حاشیہ انجام آتھم) میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیشگوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے، اس کی انتظار کرو اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوگی۔ اور میری موت آجائے گی اور اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالیٰ ضرور اس کو بھی ایسا ہی پورا کردے گا جیسا کہ احمد بیگ اور آتھم کی پیش گوئی پوری ہو گئی (میعاد میں نہ مرنے پر اعتراض کا جواب یہ ہے کہ) اصل مدعا تو نفس مفہوم ہے۔ وقتوں میں تو کبھی استعارات کا دخل ہو جاتا ہے۔ بائبل کی بعض پیشگوئیوں میں دنوں کے سال بنائے گئے ہیں جو بات خدا کی طرف سے ٹھہر چکی ہے کوئی اس کو رد نہیں سکتا اگر خدا کا خوف ہو تو اس پیشگوئی کے نفس مفہوم (میری زندگی میں مرنے) میں شک نہ کیا جائے۔ وعید کی پیشگوئی میں گو بظاہر کوئی بھی شرط نہ ہو تب بھی بوجہ خوف تاخیر ڈال دی جاتی ہے پھر اس اجماعی عقیدہ سے محض میری عداوت کے لئے منہ پھیرنا اگر بدذاتی نہیں تو کیا ہے (مطلب یہ کہ سلطان محمد کے اندر دن میعاد نہ مرنے پر اعتراض نہ کرو) اگر ضرور تم اس کی موت کے لیے کسی میعاد کے ہی خواہاں ہو تو فیصلہ تو آسان ہے احمد بیگ کے داماد سلطان محمد کو کہو کہ تکذیب کا اشتہار دے پھر اس کے بعد جو میعاد خدا تعالیٰ مقرر کرے اگر اس سے اس کی موت تجاوز کرے تو میں جھوٹا ہوں۔ پیشگوئی میں تین شخصوں کی موت کی خبر

دی گئی تھی ۔ دونوں فوت ہو چکے صرف ایک (سلطان محمد) باقی ہے اس کا انتظار کرو ۔ ضرور ہے کہ یہ وعید کی (میعادی) موت اس سے تھمی رہے جب تک کہ وہ گھڑی آ جائے کہ اس کو بے باک کر دیوے سو اگر جلدی کرنا ہے تو اٹھو اس کو مکذب بناؤ اور اس سے اشتہار دلاؤ اور خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھو اس پیشگوئی میں عربی الہام کے الفاظ یہ ہیں

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَيَرُدُّهَا اِلَيْكَ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ (یعنی انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ٹھٹھا کر رہے ہیں سو خدا تعالیٰ ان سب کے تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس لڑکی کو تیری طرف واپس لائے گا کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے ۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے) حاشیہ انجام آتھم صفحہ ۲۹ تا ۳۲ ۔

انجام آتھم کی اس عبارت میں وہی عذر کیا ہے کہ سلطان محمد اڑھائی سال میعاد میں اس لئے نہیں مرا کہ وہ خائف ہو گیا تھا ۔ وعید کی پیشگوئیوں میں عذاب ٹل جانا جائز ہے ۔ ایسی میعادیں استعارہ کے رنگ میں ہوتی ہیں وغیرہ مگر تم ضرور کسی میعاد کے اندر اس کی موت چاہتے ہو تو اٹھو اس سے تکذیب کا اشتہار دلاؤ پھر جو میعاد خدا مقرر کرے اس سے اس کی موت تجاوز کرے تو میں جھوٹا ہوں ۔

ہم حیران ہیں کہ اس ڈھٹائی کا کیا جواب دیں کیا اس سے پہلے کئی بار خدا تعالیٰ کی قسمیں کھا کھا کر جو میعاد بنائی تھی اس کے مطابق وہ مر گیا؟ ہرگز نہیں ۔ باقی رہا توبہ کا عذر سو اس کا مفصل جواب ہم دے چکے ہیں کہ

محض غلط عذر ہے پس جبکہ مرزا صاحب کی پہلی میعادی پیش گوئی صریح غلط نکلی ہے تو اس کے بعد لوگوں کو کسی دوسری میعاد مقرر کرانے کے لئے اشتہار دلانے کی کیا ضرورت تھی جب کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے مرزا صاحب کو اچھی طرح ذلیل کرچکا ہے۔ غرض یہ سب مغالطہ دینے اور شرمندگی اتارنے کی چالیں ہیں بہرحال اس عبارت میں آئندہ کے لئے سلطان محمد کی موت کو اپنی زندگی کے اندر اندر قطعی و یقینی تقدیر مبرم اٹل قرار دیا ہے۔

ناظرین یہ قول مرزا صاحب کا مرزائی مشن کے قلع قمع کرنے کو ایک زبردست حربہ ہے۔ کیونکہ اس کے بعد مرزا صاحب اپنے بہادر اور زبردست کامیاب رقیب سلطان محمد کے سامنے اس نامرادی کی حالت میں مر گئے۔ اور محمدی بیگم آج تک سلطان محمد ہی کے عقد میں ہے۔

اعتراض سلطان محمد کی موت تکذیب کے اشتہار پر مبنی تھی۔ جو اس نے نہیں دیا اس لئے بچ رہا۔

جواب تکذیب کا اشتہار کسی میعاد کے مقرر کرانے کے لئے تھا جیساکہ انجام آتھم کی تحریر بالا اس پر شاہد ہے اور ہمارا اعتراض اس وقت کسی میعاد کے اندر نہ مرنے پر نہیں۔ بلکہ اس پر ہے کہ مرزا صاحب نے جو سلطان محمد کی موت اپنی زندگی میں تقدیر مبرم بتائی تھی جس کے نہ ہونے پر تھا کہ اگر میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا ہوں۔ پس تمہارا یہ عذر قطعاً لغو ہے، اس تقدیر مبرم والی موت میں کوئی شرط نہ تھی۔ بار بار مرزا صاحب نے لکھا ہے:۔

(۱) اصل مدعا تو نفس مفہوم ہے۔

(۲) جو بات خدا کی طرف سے ٹھیر چکی ہے کوئی اس کو روک نہیں

سکتا ۞

(۳) اس پیشگوئی کے نفس مفہوم میں شک نہ کیا جائے ۞

(۴) صرف ایک باقی ہے اس کی موت کا انتظار کرو ۞

(۵) خدا تعالیٰ انجام کار اس لڑکی کو میری طرف واپس لائے گا کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے وغیرہ وغیرہ ۞

انجام آتھم کی یہ سب عبارتیں مرزائیوں کے عذر کو لغو اور بیہودہ ثابت کر رہی ہیں ۞

دوسرا جواب مرزا صاحب نے سلطان محمد کی موت کو تقدیر مبرم قرار دیا ہے اور تقدیر مبرم میں کوئی شرط نہیں ہوتی جیسا کہ خود مرزا صاحب نے لکھا ہے :-

"گو بظاہر کوئی وعید کی پیشگوئی شرط سے خالی ہو مگر اس کے ساتھ پوشیدہ طور پر شرط ہوتی ہے بجز ایسے الہام کے جس میں یہ ظاہر کیا جائے کہ اس کے ساتھ کوئی شرط نہیں پس ایسی صورت میں وہ قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے اور تقدیر مبرم قرار پا جاتا ہے یہ نکتہ سورۃ فاتحہ میں مخفی رکھا گیا ہے" (ملخصاً حاشیہ انجام آتھم)

یہ عبارت صاف ظاہر کرتی ہے کہ تقدیر مبرم بلا شرط ہوتی ہے ۞

علاوہ ازیں اگر سلطان محمد کی موت اشتہار تکذیب پر مبنی ہوتی تو انجام آتھم کی اس تحریر کے بعد ساری عمر میں اسے کیوں نہ پیش کیا۔ بار بار یہی کہتے رہے کہ مجھے خدا نے :-

(۱) کہا ہے بِکْرٌ وَّ ثَیِّبٌ ۔ رَحْمَتُ اللّٰہِ ۔ بَرَکَاتُہٗ ۔ تَمْثِیْکُ ثَرَّۃٌ ۔ خدا تجھے بکثرت برکت دے گا فَھٰذِہٖ اِشَارَۃٌ اِلٰی زَمَانٍ یَّاْتِیْ

عَلَيْهِمْ بَعْدَ زَمَانِ الْآفَاتِ عِنْدَ وُصْلَةٍ مُفَدَّرَةٍ هُوَ مَوْعُوْدَةٌ فِي الْاِشْتِهَارَاتِ یہ اشارہ ہے کہ ان پر آفتوں کے بعد زمانہ آنے والا ہے جس میں وصل مقدر ہے جس کا اشتہارات میں وعدہ دیا گیا ہے۔ وَتَتِمُّ يَوْمَئِذٍ كَلِمَةُ رَبِّنَا وَتَسْوَدُّ وُجُوْهُ اَعْدَائِنَا وَيَظْهَرُ اَمْرُ اللّٰهِ وَلَوْ كَانُوْا كَارِهِيْنَ وہ وقت آنے والا ہے کہ اس دن خدا کے، کلمے پورے ہو رہیں گے اور دشمنوں کے منہ سیاہ ہوجائیں گے خدا کی بات ظاہر ہوگی اگرچہ وہ کراہت کریں وَاِنَّ اللّٰهَ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ وَاِنَّ اللّٰهَ يُخْزِيْ قَوْمًا فَاسِقِيْنَ بلاشبہ خدا غالب ہے اور لاریب خدا فاسقوں کو رسوا کرے گا وَالْاٰنَ مَا بَقِيَ اِلَّا وَاحِدٌ مِّنَ الْهَالِكِيْنَ فَانْتَظِرُوْا حُكْمَ اللّٰهِ الْوَهَّابِ صرف ایک شخص ہلاک ہونے والوں میں سے باقی ہے پس منتظر رہو خدا کے حکم کے وَاِنَّهٗ لَا يُبْطِلُ قَوْلَهٗ وَاِنَّهٗ لَا يُخْزِيْ قَوْمًا مُلْهَمِيْنَ تحقیق خدا اپنی پیشگوئی کو باطل نہیں کرے گا۔ بے شک خدا اپنے ملہموں کو رسوا نہیں کرے گا (صفحہ ۲۱۷ و ۲۱۸ انجام آتھم)

(۲) "یاد رکھو خدا کے فرمودہ میں تخلف نہیں اور انجام وہی ہے جو ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں، خدا کا وعدہ ہرگز نہیں ٹل سکتی" (ضمیمہ انجام

(۳) "یاد رکھو اس پیشگوئی کی دوسری جز پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا اے احمقو! یہ انسان کا افترا نہیں یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں، وہی رب ذو الجلال ہے جس کے ارادوں کو کوئی روک نہیں سکتا"

(ص۳۵ ضمیمہ انجام)

(۴) "نفس پیشگوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔ کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے۔ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ یعنی میری یہ بات ہرگز نہیں ٹلے گی پس اگر ٹل جائے تو خدا کا کلام باطل ہوتا ہے۔" (اشتہار مرزا ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء)

مرزائی اعتراض تقدیر مبرم بھی بدل جاتی ہے اور اس میں بھی شرط ہو سکتی ہے ؛

الجواب ہم اس وقت مرزا صاحب کے الہامات پر گفتگو کر رہے ہیں پس اس بارے میں مرزا صاحب کا تقدیر مبرم کے متعلق جو مذہب ہوگا اسی پر فیصلہ ہوگا۔ اور ہم اوپر بہ تحریرات مرزا ثابت کر چکے ہیں کہ ان کے نزدیک تقدیر مبرم بلا شرط ہوتی ہے۔ نیز یہ کہ محمدی بیگم کے نکاح والی تقدیر مبرم ایسی ہے جو بقول مرزا "کسی طرح نہیں ٹل سکتی۔ اگر ٹل جائے تو خدا کا کلام باطل ہوتا ہے"۔ حاصل یہ کہ مرزا صاحب نے اس پیشگوئی کو اپنے صادق یا کاذب ہونے کی دلیل قرار دیا تھا اور لکھا تھا کہ اگر یہ پوری نہ ہو تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔ اور یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ اس لئے ہم مرزا صاحب کے متعلق وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو انہوں نے خود سکھلایا ہے ؛

ضمیمہ متعلقہ محمدی بیگم

نمبر ین: اس مضمون پر کافی بحث ہو چکی ہے مزید ملاحظہ ہو۔

اعتراض] اشتہار ۱۰۔ جولائی ۱۸۸۸ء میں صاف بتایا گیا ہے کہ ایک توبہ نہ کرے گا تو مر جائے گا اور دوسرا توبہ کرے گا اور وہ بچ جائے گا۔ اس کے چھ ماہ بعد احمد بیگ والد محمدی بیگم مر گیا اور سلطان محمد شوہر محمدی بیگم ڈر گیا تو اس لئے وہ بچ گیا

الجواب] یہ تمام قصہ محض جھوٹ اور مغالطہ ہے کیونکہ اول تو مرزا صاحب کی تصریح کے بموجب مرزا احمد بیگ کو سلطان محمد کی زندگی میں مرنا نہیں چاہیئے تھا کیونکہ مرزا صاحب نے صاف طور پر لکھ دیا تھا کہ احمد بیگ کی موت آخری مصیبت ہو گی۔ چنانچہ آئینہ کمالات ص ۵۷۳ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

فاوحی اللہ الی ان اخطب الصبیۃ الکبیرۃ لنفسک یعنی خدا نے مجھے وحی کی ہے کہ احمد بیگ سے اس کی بڑی لڑکی کا رشتہ اپنے لئے طلب کر۔ اس کے بعد فرماتے ہیں ان لم تقبل فاعلم اللہ قد اخبرنی ان انکحھا رجلا اخر لا یبارک لہا ولا لک فان لم تزوجہ فیصب علیک مصائب واخر المصائب موتک ص ۵۷۲ یعنی مجھے خدا نے یہ فرمایا کہ احمد بیگ سے یہ بھی کہہ دے کہ اگر تو نے میرے اس سوال رشتہ کو قبول نہ کیا تو جان لے کہ مجھے خدا نے خبر دی ہے کہ اس لڑکی سے دوسرے شخص کا نکاح کرنا اس لڑکی کے لئے بھی اور تیرے لئے بھی موجب

برکت نہ ہوگا پس اگر تو اس ڈانٹ سے نہ ڈرا تو تجھ پر کئی
ایک مصیبتیں برسیں گی اور سب سے آخری
مصیبت تیری موت ہو گی"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ سلطان محمد اور محمدی بیگم کے نکاح کے متعلق سلسلہ مصائب کی آخری کڑی محمدی بیگم کے باپ احمد بیگ کی موت ہے علاوہ اس تصریح کے ایک زبردست قرینہ بھی اس کی تائید میں ہے کہ مرزا صاحب احمد بیگ کی موت کی غایت تین سال مقرر کرتے ہیں اب ظاہر ہے کہ ڈھائی سال تین سال سے پہلے گذرتے ہیں پس مرزا احمد بیگ کی موت اس کے داماد کی موت کے بعد ہونی چاہیئے تھی جو اس طرح نہیں ہوئی۔ اس پیش گوئی کی یہ خبر بھی جھوٹی نکلی:۔

باقی رہا سلطان محمد کا ڈرنا اور توبہ کرنا محض مصنوعی بات ہے نہ وہ ڈرا نہ اس نے توبہ کی۔ آخر اس کا قصور کیا تھا جس سے وہ توبہ کرتا مرزا صاحب خود فرماتے ہیں:۔

"احمد بیگ کے داماد کا قصور یہ تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی پرواہ نہ کی۔ پیشگوئی کو سن کر پھر نکاح کرنے پر راضی ہوئے" (اشتہار انعامی چار ہزار حاشیہ صہ)

معلوم ہوا کہ سلطان محمد کا قصور محمدی بیگم سے نکاح کرنا تھا اب غور طلب بات یہ ہے کہ کیا اس نے توبہ کی۔ اب توبہ کے متعلق مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ توبہ کسے کہتے ہیں؟ مرزا صاحب رقمطراز ہیں:۔

"منو جو کافر ہے تو سچا مسلمان ہو جائے اور اگر ایک جرم کا مرتکب ہے تو سچ مچ اس جرم سے دست بردار

ہو جائے"۔ ص۶ اشتہار مرزا ۶۔ اکتوبر ۹۴ء)

یہ تعریف توبہ کی بالکل صحیح و درست ہے جس کی رو سے سلطان محمد کی توبہ ہونی چاہیئے تھی کہ وہ اپنی منکوحہ کو طلاق دے کر اس جرم سے دست بردار ہو جاتا۔ بخلاف اس کے اس نے جو کچھ کیا وہ محتاج تشریح نہیں تھا وہ اس عورت پر قابض و متصرف ہے نہ وہ نکاح سے پہلے ڈرا (جو مرزا صاحب کی تحریر مذکورہ بالا سے ثابت ہے) اور نہ نکاح کے بعد کیونکہ یوم نکاح ۱۸۹۲ء سے آج تک چالیس سال سے زائد عرصے سے وہ اس عورت پر قابض ہے اور خدا نے اسے اس محمدی بیگم کے بطن سے مرزا صاحب کی تحریر کے خلاف ایک درجن کے قریب اولاد بھی بخشی ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ اس سے دوسرے شخص کا نکاح کرنا اس لڑکی کے لئے بابرکت نہ ہو گا۔ پس پیشگوئی کی یہ جزو بھی جھوٹی نکلی۔ نیز مرزا سلطان محمد مرزا غلام احمد صاحب کے الہام "بستر عیش" کو غلط ثابت کر رہا ہے۔ احمدی دوست یہی ہانکتے جا رہے ہیں کہ مرزا سلطان محمد، تائب ہو گیا اس لئے وہ بچ گیا۔ آخر اس کا کیا گناہ تھا اور اس کی توبہ کیا چاہیئے تھی؟ کیا اس نے اس گناہ سے توبہ کی؟ اس کا یہی قصور تھا کہ وہ مرزا صاحب کے "بستر عیش" کی خواہش و تمنا کے پورا ہونے میں حائل تھا؟

اعتراض آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ مریمؑ میرے نکاح میں آوے گی، جو نہ آئی۔

الجواب یہ روایت بالکل غیر مستند ہے (اگر سچے ہو تو سند بیان کرو) بفرض محال اگر صحیح بھی ہو تو یہ ایک کشفی معاملہ ہے۔ جناب مریم صدیقہ آنحضرت کے سینکڑوں برس پیشتر فوت ہو چکی تھیں۔ پس اس نکاح کے کشفی اور متعلقہ عالم آخرت ہونے پر یہی کافی دلیل ہے نیز مرزا صاحب خود رقمطراز ہیں:۔

"بعض آثار میں آیا ہے کہ حضرت مریم صدیقہ والدہ مسیح علیہ السلام عالم آخرت میں زوجہ مطہرہ آنحضرت صلعم کی ہوگی،" (حاشیہ صد ۲۰ سرمہ چشم آریہ)

پس جبکہ خود اس روایت میں اس نکاح کو متعلقہ عالم آخرت قرار دیا گیا ہے تو تمہارا اس کو محمدی بیگم کے نکاح کی نظیر بنانا صریح خلاف دیانت ہے ؛

اعتراض یہ پیش گوئی مشروط تھی۔ جیسا کہ لکھا ہے اَیَّتُهَا الْمَرْأَةُ تُوبِي تُوبِي

الجواب اول تو یہ الہام حسب تحریر مرزا صاحب محمدی بیگم کی نانی کے متعلق ہے اور توبی توبی صیغہ مؤنث کا بھی گواہی دے رہا ہے کہ یہ کسی عورت کے متعلق ہے اور سلطان محمد شوہر محمدی بیگم مرد ہے نہ کہ عورت۔ دیگر یہ کہ محمدی بیگم کی نانی کی توبہ بھی یہی ہونی چاہیے تھی کہ وہ اپنی نواسی مرزا جی کو دینے کی سفارشیں کرتیں جیسا کہ مرزا جی کے اپنے الفاظ سے ظاہر ہے کہ وہ باکرہ ہونے کی صورت میں بھی آسکتی ہے اور مرزا صاحب نے اپنی چھوٹی بہو عزت بی بی سے جو خط اس کے باپ مرزا علی شیر بیگ کو لکھوائے اور خود بھی لکھے ان سے ظاہر ہے کہ مرزا جی محمدی بیگم کے کنواری ہونے کی حالت میں بھی نکاح کی کوشش کرتے رہے پس محمدی بیگم کی نانی نے باوجود اس دھمکی کے کوئی پروا نہ کی۔ اور اپنی نواسی مرزا جی کی خواہش کے خلاف، سلطان محمد سے بیاہ دی۔ اور اس کی نواسی محمدی بیگم پر کوئی بھی موت نہ آئی ؛

اعتراض تقدیر مبرم ٹل سکتی ہے نیز احادیث سے ثابت ہے کہ بعض وقت صدقات سے تقدیر مبرم ٹل جاتی ہے ؛

الجواب یہ سب مغالطے ہیں اگر ہر تقدیر مبرم اور غیر مبرم دعا اور صدقات سے ٹل سکتی ہے تو مبرم غیر مبرم میں تمیز نہ رہی۔ اور تقسیم بیکار ہوئی ان احادیث کا صحیح مفہوم جو سب احادیث کو اور نفس مسئلہ کو ملحوظ رکھ کر یہی ہے کہ دعا اور صدقات سے وہی امور ٹلتے ہیں جو ان سے متعلق ہوں اور یہ سب کچھ خدا کے علم میں پہلے ہی سے ہوتا ہے (حواشی حصن حصین و نووی شرح مسلم) مگر مرزا جی کے نزدیک تقدیر مبرم اٹل ہے اگر ٹل جائے تو خدا کا کلام باطل ہو جاتا ہے نیز اگر بقول مرزائی صاحبان احمد بیگ کے داماد کی موت اور محمدی بیگم کے نکاح کی ہر دو تقدیریں ٹل گئیں اب نتیجہ صاف ہے کہ یہ پیش گوئیاں خدا کی طرف سے نہیں تھیں کیونکہ مرزا صاحب کے قول کے موجب خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں اور جب ٹل گئیں تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ یہ خدا کی طرف سے نہیں تھیں۔ وہذا المراد ؛

ملاحظہ ہو مرزا صاحب کا ارشاد کہ تقدیر مبرم نہ ٹلنے کی بابت:۔

"یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح نہیں ٹل سکتی کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے کہ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ یعنی میری یہ بات ہرگز نہیں ٹلے گی۔ پس اگر ٹل جائے تو خدا تعالیٰ کا کلام باطل ہوتا ہے اور اسی طرح کرے گا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے کہ میں اس عورت کو اس کے نکاح کے بعد واپس لاؤں گا اور تجھے دوں گا اور میری تقدیر نہیں ٹلتی اور میرے آگے کوئی ان ہونی نہیں۔ اور میں سب روکوں کو اٹھا دوں گا جو اس حکم کے نفاذ سے مانع ہوں (اشتہار مورخہ ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء صـ۲)

اعتراض ۔ حضرت یونس علیہ السلام نے آسمان سے خبر پا کر کہا تھا کہ

پچیس دن تک اس قوم پر عذاب نازل ہوگا مگر عذاب نازل نہ ہوا ؛

الجواب | یہ کسی آیت و حدیث صحیح میں وارد نہیں ہوا۔ یہ سراسر بہتان ہے یہ سب کچھ کذب و افترا ہے ؛

اعتراض | سلطان محمد نے آج تک ایک فقرہ بھی مرزا صاحب کے حق میں تکذیب کے طور پر نہیں لکھا ؛

الجواب | ناظرین! ہم آپ کی خدمت میں مرزا سلطان محمد کے دو خط پیش کرتے ہیں جو مرزائی صاحبان کی تکذیب کے لئے کافی ہیں ثابت ہو جائیگا کہ وہ اس پیشگوئی سے ہرگز نہیں ڈرا۔ وہ ایک فوجی ملازم تھا جنہیں ہمیشہ تلواروں کی چھاؤں اور گولیوں کی بارش کا خیال بندھا رہتا ہے۔ جب جنگ کے میدانوں میں سینہ سپر ہونے سے یہ لوگ نہیں ڈرتے تو ایک عورت کے نکاح کی ضد میں مرزا صاحب کی اس پیش گوئی سے اسے کیا خوف ہو سکتا تھا۔ چنانچہ وہ خود لکھتا ہے

خط نمبر اوّل

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو میری موت کی پیشگوئی کی تھی۔ میں نے اس میں ان کی تصدیق کبھی نہیں کی۔ نہ میں اس پیشگوئی سے کبھی ڈرا۔ میں ہمیشہ سے اور اب بھی اپنے بزرگان اسلام کا پیرو رہا ہوں ؛

۲۔ مارچ ۱۹۲۴ء دستخط مرزا سلطان محمد

شیعہ پرچہ اخبار اہل حدیث میں اعلان کیا تھا کہ مرزائی صاحبان اگر اس چٹھی کو غیر صحیح ثابت کردیں تو ایک ہزار سو روپیہ مرزائیوں کو انعام دیں گے جو مولوی ثناء اللہ صاحب سے سو روپے میر قاسم علی مرزائی سے جیتا تھا۔ مگر مرزائیوں نے اس اعلان پر مہر خاموشی لگا دی ؛

تصدیقی دستخط!

مولوی عبداللہ امام مسجد مبارک۔
مولوی مولابخش خطیب جامع مسجد پٹی بقلم خود۔
مولوی عبدالمجید ساکن پٹی بقلم خود۔
مستری محمد حسین نقشہ نویس پٹی بقلم خود۔
مولوی احمد اللہ صاحب امرتسر۔
(اخبار اہلحدیث مورخہ ۲۔ مارچ ۱۹۳۳ء و تحقیق لاثانی ص۱۱۹)

خط نمبر دوم

مکرم جناب شاہ صاحب

السلام علیکم۔ میں تادم تحریر تندرست اور بفضل خدا زندہ ہوں میں خدا کے فضل سے ملازمت کے وقت بھی تندرست رہا ہوں میں اس وقت بعہدہ رسالداری پنشن پر ہوں۔ گورنمنٹ کی طرف سے مجھے پانچ مربعہ اراضی عطا ہوئی ہے میری جدی زمین بھی قصبہ پٹی میں میرے حصہ میں قریباً ۱۰۰ ایکڑ آئی ہے اور ضلع شیخوپورہ میں بھی میری اراضی قریباً تین مربعہ اراضی کے ہے میری پنشن گورنمنٹ کی طرف سے ۱۲۵ روپے ماہواری ہے۔ میرے چھ لڑکے ہیں جن میں سے ایک لاہور میں پڑھتا ہے گورنمنٹ کی طرف سے اس کو ۲۵ ماہوار وظیفہ ملتا ہے دوسرا لڑکا خاص پٹی میں ناظرین میں تعلیم پاتا ہے میں خدا کے فضل سے اہل سنت والجماعت ہوں، میں احمدی مذہب کو بُرا سمجھتا ہوں میں اسکا پیرو نہیں ہوں اسکا دین جھوٹا سمجھتا ہوں والسلام

تابعدار سلطان محمد بیگ پنشنر از پٹی ضلع لاہور۔
(اخبار اہلحدیث ۱۴ نومبر ۱۹۳۰ء)

ص۱۰ سید محمد شریف گھڑیالوی مرحوم و مغفور ۱۲

پانچویں غلط پیشگوئی

عالم کباب

مرزا صاحب کی کرامت تھی کہ جب کبھی آپ کی بیوی حاملہ ہوتی آپ قبل از وقت اولاد کی پیشگوئی جڑ دیتے، اگر بہو کو حاملہ معلوم کرتے تو خیر سے پوتا ہونے کی خوشخبری گھڑ لیتے اور ساتھ ہی دور اندیشی سے لفظ "ممکن ہے" کی آڑ بھی رکھ لیتے، تاکہ اگر لڑکا نہ ہو تو ذلت وخواری سے بچنے کا بہانہ رہے۔

اگر کسی مرید کی بیوی حاملہ معلوم کر لیتے تو اسی کے حق میں لڑکا یا لڑکی کی پیشگوئی کر دیتے چنانچہ فروری ۱۹۰۶ء میں مرزا صاحب کے ایک مرید میاں منظور محمد کی اہلیہ امیدوار تھیں۔ تب "حضرت مسیح موعود صادق نبی اللہ" نے بکمال شان غیب دانی" فرمایا:۔

"دیکھا کہ منظور محمد کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے، دریافت کرتے ہیں کہ اس لڑکے کا کیا نام رکھا جائے تب خواب سے حالت الہام کی طرف چلی گئی۔ اور یہ معلوم ہوا کہ "بشیر الدولہ" فرمایا کئی آدمیوں کے واسطے دعا کی جاتی ہے معلوم نہیں کہ منظور محمد کے لفظ سے کس کی طرف اشارہ ہے۔" (ریویو ماہ مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۲۲)

اس مبہم گول مول الہام میں مرزا صاحب نے عجیب فریب سے کام لیا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر منظور محمد کے گھر لڑکا پیدا ہوا تو چاندی کھری ہے۔ نذر دینے میں مفید تھا۔ ورنہ کسی اور پر چسپاں کر دیں گے۔ غرضیکہ حق کو مرزا صاحب کی رسوائی منظور تھی اس لئے اس الہام

کے قریباً ۱/۲ ۴ ماہ بعد مرزا صاحب کے قلم سے یہ رقم کرایا گیا:۔

"۷ جون ۱۹۰۶ء بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوا کہ میاں منظور محمد صاحب کے گھر یعنی محمدی بیگم (زوجہ منظور محمد) کا ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے دو نام ہوں گے بشیر الدولہ عالم کباب۔ یہ دو نام بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوئے بشیر الدولہ سے مراد ہماری دولت و اقبال کے لئے بشارت دینے والا۔ عالم کباب سے یہ مراد ہے کہ چند ماہ بعد تک یا جب تک کہ وہ اپنی برائی بھلائی شناخت کرے دنیا پر ایک سخت تباہی آئے گی گویا دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ خدا کے الہام سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دنیا کے سرکش لوگوں کے لئے کچھ اور مہلت منظور ہے تب بالفعل لڑکا نہیں لڑکی پیدا ہوگی اور لڑکا بعد میں پیدا ہوگا مگر ضرور ہوگا کیونکہ وہ خدا کا نشان ہے۔"
(ملخص ریویو ماہ جون ۶ء سرورق آخری)

اگرچہ یہ عبارت بھی فریب کا مرقع ہے، تاہم اتنا معاملہ بالکل عیاں ہے کہ میاں منظور محمد کے گھر عالم کباب ضرور پیدا ہوگا جو خدا کا نشان اور مرزا صاحب کے اقبال کا شاہد ہوگا وغیرہ ؀

مرزا صاحب کی اس الہام بازی کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کے ایک ماہ دس دن بعد میاں منظور محمد کے گھر مؤرخہ ۱۷ جولائی ۱۹۰۶ء کو لڑکی پیدا ہوئی جس سے اور نہیں تو کم از کم مرزا صاحب کی الہامی پریشانی "اب ہوگا یا بعد میں ہوگا"، تو رفع ہوگئی (ملاحظہ ہو حقیقۃ الوحی حاشیہ ص۱۰۱) باقی رہی یہ بات کہ وہ لڑکا کب پیدا ہوا۔ سو اس کا جواب مایوس کن ہے ؀

مرزا صاحب کے ایک مرید مسمی ابو الفضل محمد منظور الٰہی نے مرزا صاحب کے جملہ روزانہ الہامات کو مرزا صاحب کی وفات کے بعد جب مولوی نور الدین کے عہد خلافت میں ایک رسالہ "البشریٰ" میں شائع کیا ہے۔ اس الہام عالم کباب کو درج کر کے اس پر یہ نوٹ لکھا ہے کہ:۔

"خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ یہ پیشگوئی کب اور کس رنگ میں پوری ہوگی۔ گو حضرت اقدس نے اس کا وقوعہ محمدی بیگم کے ذریعہ سے فرمایا تھا مگر چونکہ وہ فوت ہو چکی ہے اس لئے اب نام کی تخصیص نہ رہی بہر صورت یہ پیشگوئی متشابہات سے ہے۔" (صفحہ ۱۱۶ جلد ۲۔ البشریٰ)

یہ الفاظ جس انتہائی بے بسی و بے کسی کا اظہار کر رہے ہیں محتاج تشریح نہیں۔ باقی رہا یہ عذر کہ "یہ پیشگوئی متشابہات میں سے ہے" اس کے متعلق اتنا لکھنا کافی ہے کہ اگر باوجود لڑکے کا نام اس کے والد و والدہ کا نام وہ بھی بخیال خود نہیں بلکہ از روئے الہام درج ہونے کے بھی یہ پیشگوئی متشابہات میں داخل ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے مرزا صاحب کا صدق یا کذب معلوم نہیں ہو سکتا تو مہربانی فرما کر مرزا صاحب کی کوئی ایسی پیشگوئی بتا دیں جو متشابہات کی اس انوکھی تعریف سے بالا ہو، تاکہ حسب فرمان مرزا "ہمارا صدق یا کذب جانچنے کو ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں" مرزا صاحب کو پرکھیں۔

پھر تو محض ایک پیشگوئی کو متشابہات میں بھی تسلیم کیا جائے تو بھی مفید اور ہمیں مضر نہیں کیونکہ متشابہات ایسے کلمات ہوتے ہیں جو فہم انسانی سمجھ سے بالاتر ہوں بلکہ جو لوگ راسخ فی العلم ہ

ہوں ان کو ان کا علم دیا جاتا ہے" (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۰۲ حقیقۃ الوحی مصنفہ مرزا) پس جبکہ مرزا صاحب خود اس کی تشریح " الہام الٰہی " سے کر چکے ہیں تو اب مرزائیوں کا اس کو تسلیم نہ کرنا انتہائی ڈھٹائی ہے۔

اعتراض اس غلط پیشگوئی کا بدنما داغ مٹانے کو مرزائی یہ بھی عذر کیا کرتے ہیں کہ:۔

"حضرت صاحب نے صاف طور پر فرما دیا ہے کہ منظور محمد کی تعیین نہیں کی جا سکتی اور نہ الہاماً یہ تعیین کی گئی حضرت نے ضروری قرار نہیں دیا کہ منظور محمد سے مراد میاں منظور محمد ہی ہوں۔ یہ ایک خواب ہے اور خواب میں، نام صفات کے لحاظ سے بتائے جاتے ہیں۔ پس منظور محمد سے مراد حضرت مسیح موعود کے سوا کوئی نہیں اور بشیر الدولہ سے مراد مرزا بشیر الدین محمود احمد ہیں جو عالم کباب بھی ہیں۔ ظفر علی (ایڈیٹر زمیندار) جیسے بد باطن حاسد آپ سے پوری طرح جلتے ہیں اور حسد میں انتہا سے گذر گئے۔"
(صفحہ ۵۲۲ پاکٹ بک احمدیہ)

الجواب ۱۔ مرزا صاحب نے ابتداً بے شک یہی کہا تھا کہ "معلوم نہیں کہ منظور محمد سے کس طرف اشارہ ہے" چنانچہ ہم یہ تحریر نقل کر چکے ہیں۔ یہ ۱۹۔ فروری ۱۹۰۶ء کی ہے (ریویو مارچ ۱۹۰۶ء) مگر اس کے بعد ۷ جون ۱۹۰۶ء کو "بذریعہ الہام الٰہی" میاں منظور محمد اور اس کی بیوی محمدی بیگم کی تعیین و تخصیص کی گئی ہے:

۲۔ منظور محمد کی تعیین ۷ جون ۱۹۰۶ء کو کی گئی۔ اس میں خواب کا کوئی ذکر نہیں صاف الفاظ ہیں کہ "بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوا۔

خواب میں ہمیشہ صفاتی نام ہی نہیں دکھائے جاتے دیکھو محمود احمد کا نام ہی تو خواب میں دکھایا گیا تھا بقول مرزا صاحب (ص ۲۱۷ حقیقۃ الوحی ص ۲۸۸ ق)

۳۔ منظور محمد سے مراد کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خود مرزا صاحب نے بالہام "میاں منظور محمد"، کی تخصیص کر دی ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب اپنی ذات پر اس الہام کو لگا سکتے تھے پس "ملہم کے بیان کردہ معنوں پر کسی اور کی تشریح اور تفسیر ہرگز معتبر نہیں،، (اشتہار مرزا ۷ راگست ۱۸۸۷ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱ ص ۱۲۱)

۴۔ منظور محمد اور اس کی بیوی محمدی بیگم ضروری طور پر مراد ہیں مرزا صاحب لکھتے ہیں "ضرور ہے کہ خدا اس لڑکے کی والدہ کو زندہ رکھے جب تک یہ پیشگوئی پوری ہو،، (حاشیہ ص ۲۴۳ ریویو ماہ جون، ۱۹۰۷ء)

۵۔ میاں محمود احمد اس پیشگوئی سے قریباً ۱۷ سال پہلے پیدا ہو چکے تھے (۱۸۸۹ء کو ملاحظہ ہو ص ۴۳/۹۴ تریاق جلد ۱) بخلاف اس کے اس پیشگوئی میں یہ الفاظ ہیں کہ "لڑکا پیدا ہوگا،، وہ بھی میاں منظور محمد مرزا صاحب کے مرید کے گھر اس کی زوجہ محمدی بیگم کے بطن سے۔ میاں محمود احمد میاں منظور محمد کے تخم سے نہیں بلکہ مرزا صاحب کے لڑکے ہیں جو محترمہ نصرت جہاں بیگم کے بطن سے پیدا ہوئے ؛

مستعد کیلئے سے یہ مراد ہے کہ "اس لڑکے کے پیدا ہونے کے چند ماہ بعد۔ یا جو نہی کہ وہ" اپنی برائی بھلائی شناخت کرے۔ دنیا پر ایک سخت تباہی آئے گی گویا دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا پس

آپ جیسے
"بد باطن" شریروں کا اسے مولانا ظفر علی خاں مدظلہ کی ذات گرامی پر چسپاں کرنا انتہائی خباثت ہے۔

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

الغرض مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی بتمام اجزا جھوٹی ثابت ہوئی۔

چھٹی غلط پیشگوئی

پسر خامس

ماہ جنوری ۱۹۰۲ء میں جبکہ مرزا صاحب کی بیوی حاملہ تھی مرزا صاحب نے اپنی کتاب مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۱۳۹ پر یہ پیشگوئی کی کہ:۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اَرْبَعَةً مِّنَ الْبَنِیْنَ وَبَشَّرَنِیْ بِخَامِسٍ "سب تعریف خدا کو ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں چار لڑکے دیئے اور پانچویں کی بشارت دی"۔

افسوس کہ مرزا صاحب کی مراد پوری نہ ہوئی اور اس حمل سے مورخہ ۲۸۔ جنوری ۱۹۰۲ء کو لڑکی پیدا ہوئی جو صرف چند ماہ عمر پاکر فوت ہوگئی (دیکھو اخبار الحکم ۳۔ دسمبر ۱۹۰۲ء)

اعتراض۔ موجودہ حمل کی تخصیص نہیں تھی۔

الجواب اس وقت حمل موجود تھا اور زمانہ وضع حمل بھی قریب تھا۔ لہٰذا بظاہر قرینہ اسی حمل سے لڑکے کی ولادت سمجھی جاتی ہے۔ بفرض محال اگر مان بھی لیا جائے تو بھی اعتراض بحال ہے کیونکہ

اس کے بعد مرزا صاحب کے گھر کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا؛

تاویلِ مرزا

یک تاویل اس کی مرزا صاحب نے یہ کی ہے کہ جب بڑھاپا غالب گیا تو آپ نے حقیقۃ الوحی میں اپنے ایک تازہ الہام اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَسِيْنٍ۔ نَافِلَةً مِّنْ عِنْدِيْ کے ساتھ ملا کر لکھا کہ:۔

"قریباً تین ماہ کا عرصہ گزرا کہ میرے لڑکے محمود احمد کے گھر لڑکا پیدا ہوا جس کا نام نصیر الدین احمد رکھا گیا سو یہ پیشگوئی ساڑھے چار برس بعد پوری ہوئی"۔ (ص۲۱۹ حقیقۃ الوحی)

الجواب] اول تو یہی جھوٹ ہے کہ یہ "پیشگوئی ساڑھے چار برس بعد پوری ہوئی"۔ کیونکہ مواہب الرحمٰن ۱۵ جنوری سنہ ۳ء کو شائع ہوئی اور حقیقۃ الوحی کے یہ صفحات قریباً اگست سنہ ۶ء میں لکھے گئے چنانچہ حقیقۃ الوحی ص۴۷ پر تاریخ "۱۶ جولائی سنہ ۶ء" اور ص۳۸۶ پر تاریخ ۲۰ ستمبر سنہ ۶ء مرقوم ہے۔ اور مرزا صاحب ص۲۱۹ پر محمود کے لڑکے کی پیدائش ۳ ماہ پہلے کی لکھتے ہیں یعنی ماہ مئی سنہ ۶ء کی۔ بدیں حساب کل تین سال چار ماہ کے قریب بنتے ہیں۔ اب رہا یہ کہ مراد اس سے محمود کا لڑکا ہے۔ سو یہ بھی بعد کی تاویل ہے، چونکہ مرزا صاحب کے چوتھے لڑکے مبارک احمد کی پیدائش سنہ ۱۸۹۹ء (ملاحظہ ہو ص۴۱ تریاق) کے بعد مرزا صاحب کے گھر لڑکیاں ہی پیدا ہوتی رہیں۔ اس لئے پانچویں لڑکے کے بجائے پوتا ٹھہرا لیا:

دیکھئے پیشگوئی میں "پانچویں" کی تصریح ظاہر کر رہی ہے کہ وہ لڑکا مرزا صاحب کا بیٹا ہوگا نہ پوتا۔ پوتے کو پانچواں کہنا چہ معنی دارد؟ بجائیکہ پوتے کی نیز بیٹے کی بجائے پیشگوئی محمود کی جھوٹ مرزا صاحب کے کذب پر دلالت کرتی ہے۔

ساتویں غلط پیشگوئی

عمر پانے والا لڑکا

مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

"عرصہ بیس یا اکیس برس کا گزر گیا ہے کہ میں نے ایک اشتہار شائع کیا تھا جس میں لکھا تھا کہ خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میں چار لڑکے دوں گا جو عمر پا دیں گے چنانچہ وہ چار لڑکے یہ ہیں ۱۔محمود احمد ۲۔ بشیر احمد ۳۔ شریف احمد ۴۔ مبارک احمد (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۸)

یہ قطعاً جھوٹ ہے کسی اشتہار میں عمر پانے والے چار لڑکے ظاہر نہیں کئے گئے البتہ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں مصلح موعود کی پیشگوئی میں یہ لکھا تھا کہ "وہ تین کو چار کرے گا" اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے۔ عمر پانے یا نہ پانے کا چار لڑکوں کے متعلق کوئی ذکر نہیں۔ ہاں مصلح موعود کے متعلق بعض تحریرات میں لکھا ہے کہ "وہ عمر پانے والا لڑکا ہے۔" (دیکھو صفحہ ۱۳۵ تتمہ حقیقۃ الوحی) اور یہ لڑکا مرزا صاحب نے مبارک احمد جتایا تھا جو قریباً نو سال کی عمر میں مر گیا۔ جیسا کہ ہم اس پر پیشگوئی اول میں مفصل لکھ چکے ہیں۔

الغرض حقیقۃ الوحی کی مندرجہ بالا عبارت "یہ وعدہ الٰہی" مبارک احمد کو "عمر پانے والا لڑکا" قرار دیا ہے جو غلط ثابت ہوا۔

آٹھویں غلط پیشگوئی

شوخ و شنگ لڑکا

مئی ۱۹۰۷ء میں مرزا صاحب کی بیوی حاملہ تھی، آپ نے الہام شائع کیا:-

"(۱) دخت کرام (۲) شوخ و شنگ لڑکا پیدا ہوگا" (البشریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۹ بحوالہ بدر جلد ۳ عدد ۱۸ مئی ۱۹۰۴ء)

اس الہام کے ایک ماہ بعد مورخہ ۲۴ جون ۱۹۰۴ء کو لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام امۃ الحفیظ رکھا (صفحہ ۲۱۸ حقیقۃ الوحی) مگر وہ "شوخ و شنگ لڑکا" نہ اس حمل سے اور نہ اس کے بعد پیدا ہوا۔ احمدی دوستو! یہ شوخ و شنگ لڑکا کہاں گیا؟

نویں غلط پیشگوئی

غلام حلیم

مرزا صاحب نے اپنے فرزند چہارم مبارک احمد کو مصلح موعود، مظہر پسر موعود، کان اللہ نزل من السماء گویا خدا آسمانوں سے [illegible] عظیم علامت کا مصداق بنایا تھا اور وہ نابالغی کی حالت میں ہی مر گیا۔ اس کی وفات کے بعد ہر طرف سے مرزا صاحب پر لعنتوں کی بوچھاڑ، حسرات کی بارش ہوئی تو آپ نے پھر سے الہامات فرمانے شروع کئے تاکہ مریدوں کے جلے بھنے کلیجوں کو ٹھنڈک پہنچے۔ ستمبر سنہء الہام سنایا:

اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ (بدر جلد ۶ ۲۸ البشریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۳۴)

اس کے قریباً ایک ماہ بعد پھر الہام سنایا:۔

"آپ کے لڑکا پیدا ہوا ہے یعنی آئندہ کے وقت پیدا ہوگا اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ حَلِیْمٍ ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ یَنْزِلُ مَنْزِلَ الْمُبَارَکِ وہ مبارک احمد کی شبیہ ہوگا" (ریویو ۱۱ جلد ۶ الہام اکتوبر ۷ء و البشریٰ جلد ۲ صـ ۱۳۶)

چند دن بعد پھر الہام سنایا:۔

سَاَهَبُ لَکَ غُلَامًا زَکِیًّا۔ رَبِّ هَبْ لِیْ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ اسْمُهٗ یَحْیٰی میں ایک پاک اور پاکیزہ لڑکے کی خوشخبری دیتا ہوں۔ میرے خدا پاک اولاد مجھے بخش تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتا ہوں جس کا نام یحییٰ ہے۔ (البشریٰ جلد ۲ صـ ۱۳۶)

ان الہامات میں ایک پاک، پاکیزہ لڑکے مسمیٰ یحییٰ جو مبارک احمد کا شبیہ، قائمقام ہونا تھا کی پیشگوئی مرقوم ہے اس کے بعد مرزا صاحب کے گھر کوئی لڑکا پیدا نہ ہوا۔ اس لئے یہ سب کے سب الہامات افترا علی اللہ ثابت ہو گئے ÷

دسویں غلط پیشگوئی

مرزا جی کا چھوٹا لڑکا مبارک احمد ایک دفعہ بیمار ہوا۔ اسکے متعلق اخبار بدر ۲۹۔ اگست ۷ء صـ ۴ پر لکھا گیا:

"۲۷۔ اگست ۷ء صاحبزادہ میاں مبارک صاحب جو

سخت تپ سے بیمار ہیں اور بعض دفعہ بیہوشی تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور ابھی تک بیمار ہیں، ان کی نسبت آج الہام ہوا "قبول ہو گئی نو دن کا بخار ٹوٹ گیا" یعنی یہ دعا قبول ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ میاں صاحب موصوف کو شفا دے یہ پختہ طور پر یاد نہیں کہ کس دن بخار شروع ہوا تھا۔ پھر نو دن گنتی کہاں سے شروع ہو؟ ناقل) لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے میاں کی صحت کی بشارت دی اور نویں دن تپ ٹوٹ جانے کی خوشخبری پیش از وقت عطا کی نویں دن کی تصریح نہیں کی۔ اور نہ ہو سکتی ہے لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ تپ کی شدید حالت جس دن سے شروع ہوئی وہ ابتدا مرض کا ہو گا۔"

یہ پیش گوئی جس میں مبارک احمد کی صحت کی خبر دی گئی بالکل جھوٹی ثابت ہوئی۔ مرزا صاحب نے اس لڑکے کو مصلح موعود بیماروں کو شفا دینے والا اسیروں کو رستگاری بخشنے والا۔ لمبی عمر پانے والا، فتح و ظفر کی کلید، قربت و رحمت کا نشان۔ صاحب شکوہ و عظمت و دولت، زمین کے کناروں تک شہرت پانے والا، قوموں کو بابرکت کرنے والا۔ گویا خدا آسمانوں سے اتر آیا وغیرہ صفات عالیہ کا حامل و مالک بتایا تھا (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء و تریاق القلوب ص۴۱) جیسا کہ ہم پیش گوئی اول میں اس پر بالتفصیل لکھ آئے ہیں۔

بس کی سخت بیماری میں جو مایوس کن تھی مرزا صاحب نے جو دعا اس کے حق میں مانگی وہ یہی ہو سکتی ہے کہ خدا اسے کامل صحت دے۔ میں کی دی ہوئی خبر بھی سچی ثابت کرے اور یقیناً مرزا صاحب کی

دعا بھی نفی اس پر اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی کہ مؤرخہ ۲۰۔ اگست ۱۹۰۷ء کو مبارک احمد کا بخار ہلکا ہوا۔ تو مرزا صاحب نے "مبارک احمد کا نکاح ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ کی لڑکی مریم کے ساتھ اسی دن کر دیا" (ملاحظہ ہو اخبار بدر ۵ ستمبر ۰۷ء صہ) دوسری طرف الہام بھی گھڑ لیا کہ مبارک احمد کی صحت کے متعلق تیری دعا قبول ہو گئی۔ مگر یہ سب طفل تسلیاں تھیں۔ اس لڑکے کو نہ صحت ہونی تھی نہ ہوئی۔ کاسۂ عمر لبریز تھا۔ صرف ٹھوکر کی کسر تھی۔ مرزا صاحب نے الہام سنانے شروع کئے۔ اللہ تعالیٰ نے کبھی عارضی طور پر صحت کا رنگ پھر بیماری کا غلبہ دکھا کر بالآخر ۱۶ ستمبر ۰۷ء کو اپنی طرف بلا لیا۔

گیارھویں غلط پیشگوئی

مولوی عبدالکریم کی صحت کے متعلق

مرزا صاحب کے "باغ نبوت" کی زینت جن چند بے ثمر بلند و بالا اشجار سے تھی ان میں ایک مولوی عبدالکریم سیالکوٹی تھے۔ ابتدا نیچری مزاج بلکہ سچ تو یہ ہے کہ دہریہ طبع تھے۔ مولوی نورالدین کے کہنے سننے سے مرزائیت میں داخل ہوئے۔ مالی حالت بالکل کمزور تھی۔ یہاں آکر جو "دن عید اور رات شب برات" کا سماں دیکھا تو دماغ عرش اعلیٰ پر پہنچ گیا۔ مرزا صاحب کی مدح و ثنا میں وہ وہ مضامین لکھے کہ بیسیوں صاحب ایمان ڈگمگا گئے مرزا صاحب کی بارگاہ نبوت میں مقرب خاص کا درجہ رکھتے تھے۔ بالآخر خدائی پکڑ وارد ہوئی "ذیابیطس" جیسی نامراد بیماری میں مبتلا ہوئے۔ کامل ایک سال تک اس مرض میں جھینکتے رہے۔

"۲۱۔ اگست ۰۵ء کو گردن کے نیچے چھوٹی سی پھنسی نمودار

ہوئی جو مرض کی ابتدا تھی ۱۵ دن (زندگی اور موت کے درمیان لٹکتے رہنے) کے بعد ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء بدھ کے روز ۲½ بجے دن کے اس دار ناپائیدار سے انتقال فرما گئے ۔ اس لمبی مرض کے اثنار میں کئی دفعہ صحت کا رنگ آیا پھر مرض کا عود ہؤا اور آخر ذات الجنب کے حملہ سے جس میں ۱۰۶ درجہ کا بخار ہوگیا ، جان سپرد خدا کی" (مولوی محمد علی : الحکم ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء)

ان مولوی صاحب کی صحت کے متعلق مرزا صاحب نے بکثرت پیش گوئیاں سنائی تھیں ۔ ناظرین انہیں ملاحظہ فرمائیں :۔

• ۲۰۔ اگست ۱۹۰۵ء مولوی عبدالکریم کی گردن کے نیچے پھوڑا ہے جس کو چیرا دیا گیا (مرزا صاحب نے) فرمایا میں نے ان کے واسطے رات دعا کی تھی ۔ رؤیا میں دیکھا کہ مولوی نورالدین ایک کپڑا اوڑھے رو رہے ہیں ۔ فرمایا ، ہمارا تجربہ ہے کہ خواب کے اندر رونا اچھا ہوتا ہے اور میری رائے ہیں طبیب کا رونا مولوی صاحب کی صحت کی بشارت ہے ،، (الحکم ۳۱ ۔ اگست ۱۹۰۵ء ومختصر بر ص۴۲ مکاشفات تذکرہ ص۵۱۴ در یویو ص۳۶۴ ۱۹۰۵ء)

صاف الفاظ میں " مولوی صاحب کی صحت کی بشارت ہے ۔" آگے سنو !

• شب ۳۱ اگست ۱۹۰۵ء فرمایا ، نصف رات سے فجر تک مولوی عبدالکریم کے لئے دعا کی گئی صبح کے بعد جب

لہ مرزا صاحب کا مذہب تھا کہ انبیاء کا ہر قول و فعل ، اجتہاد ، خیال ، رائے سب وحی ہیں (ص۳ ریویو جلد دوم) ۔

سویا تو یہ خواب آئی۔ میں نے دیکھا کہ عبداللہ سنوری میرے پاس آیا ہے اور ایک کاغذ پیش کر کے کہتا ہے کہ حاکم سے دستخط کرانا ہے۔ میں نے کہا یہ لوگ نہ کسی کی سفارش مانیں نہ شفاعت۔ میں تیرا کاغذ لے جاتا ہوں۔ جب گیا تو اکسٹرا اسسٹنٹ کرسی پر بیٹھا ہے۔ میں نے کہا یہ ایک میرا پرانا دوست ہے اس پر دستخط کر دو۔ اس نے بلا تامل کر دیئے اس وقت میں کہتا ہوں مقبول کو بلاؤ، اس کے کاغذ پر دستخط ہو گئے" (تذکرہ ص۵۲۳ مکاشفات بحوالہ بدر جلد ۱ ع ۳۲)

گو ہمیں ان مکاشفات پر ہنسی آرہی ہے تاہم اس میں لطیف پیرائے کے اندر مولوی عبدالکریم کی صحت کے پروانہ پر دستخط کرائے گئے ہیں۔ اگر مولوی عبدالکریم تندرست ہو جاتا تو ناظرین دیکھتے کہ اس پر کس قدر حواشی چڑھا کر اسے مرزا صاحب کی غیب دانی کا ایک درخشندہ ثبوت بنایا جاتا ہمارا دعویٰ کہ مرزا صاحب نے مولوی عبدالکریم کی صحت کے الہامات و بشارات سنائی تھیں۔ ان سے بھی ثابت ہے۔ مگر ہم اس سے بھی واضح ثبوت پیش کرتے ہیں۔ مذکورہ کشف عبداللہ سنوری والے کی تشریح الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء میں مرزا صاحب نے یوں کی ہے کہ:۔

"۷ ستمبر ۱۹۰۵ء (مرزا صاحب نے) فرمایا اللہ تعالیٰ کے نشان اس طرح کے ہوتے ہیں انسان کی طاقت نہیں ہوتی کہ ظاہر کر سکے مولوی صاحب کی زیادہ علالت کے وقت میں بہت دعا کرتا تھا اور بعض نقشے میرے آگے ایسے آگئے جن سے ناامیدی ظاہر ہوتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موت کا وقت ہے۔ اس دعا میں میں نے بہت تکلیف اٹھائی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بشارت نازل کی اور عبداللہ سنوری

وہ خواب میں نے دیکھا جس سے نہایت درجہ غمناک دل کو تسلی ہوئی جو گزشتہ اخبار میں چھپ چکا ہے" (الحکم ۰ ستمبر ۵ء)۔

اس سے بھی واضح سنیئے۔ اخبار الحکم کا ایڈیٹر راقم ہے:۔

"حضرت اقدس حسب معمول تشریف لے آئے اور ایک رؤیا بیان کی جو بڑی ہی مبارک اور مبشر ہے فرماتے تھے کہ آج تک جس قدر الہامات اور مبشرات ہوئے ان میں نام نہ تھا لیکن آج تو اللہ تعالیٰ نے خود مولوی عبدالکریم صاحب کو دکھا کر صاف طور پر بشارت دی ہے اس رؤیا کو سن کر جب ڈاکٹر صاحب پٹی کھولنے گئے تو خدا کی قدرت کا عجیب تماشا کا مشاہدہ کرتے ہیں، وہ یہ کہ سارے زخم پر انگور آگیا ہے (الحمد للہ علی ذٰلک" (الحکم ۰ ستمبر ۵ء)۔

ناظرین کرام! اس بارے میں اگرچہ اور بھی بکثرت الہامات ہیں مگر ہم بخوف طوالت انہی پر بس کرتے ہوئے آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا ان ملفوظات وغیرہ کو ملاحظہ کر کے مولوی عبدالکریم کی صحت و تندرستی میں کسی قسم کا اشتباہ رہ جاتا ہے؟ ہرگز نہیں، پس مولوی عبدالکریم کا مرجانا مرزا صاحب کی ان اور ان جیسی دیگر پیشگوئیوں کو غلط ثابت کر رہا ہے۔

مرزا صاحب نے عبدالکریم کے مرنے پر حضرت مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب فاتح قادیان کے جواب میں نہایت شوخانہ دگستاخانہ یہ عذر کیا ہے۔

"مولوی ثناء اللہ صاحب کی عادت ہے کہ ابوجہلی مادہ کے جوش سے انکار کے لئے کچھ حیلے پیش کیا کرتے ہیں

چنانچہ اس جگہ بھی انہوں نے یہ عادت دکھلائی ہے اور محض افترا کے طور پر اپنے پرچہ اہلحدیث ۸ ر فروری ۱۹۰۶ء میں لکھ دیا کہ مولوی عبدالکریم کے صحت یاب ہونے کی نسبت الہام ہوا تھا۔ مگر وہ فوت ہو گیا اس افترا کا ہم کیا جواب دیں بجز اس کے کہ لعنت اللہ علی الکاذبین (آمین) مولوی ثناء اللہ صاحب ہمیں بتا دیں کہ اگر مولوی عبدالکریم کے صحتیاب ہونے کی نسبت الہام مذکورہ بالا ہو چکا ہے تو پھر یہ الہامات مندرجہ ذیل جو اخبار بدر اور الحکم میں شائع ہو چکے ہیں کس کی نسبت تھے یعنی (۱) کفن میں پیٹا گیا۔ (۲) ۴۷ سال کی عمر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (۳) اس نے اچھا ہونا ہی نہیں تھا (۴) اِنَّ الْمَنَایَا لَا تَطِیْشُ سِھَامُھَا یعنی موتوں کے تیر نہیں ٹل سکتے۔ واضح رہے کہ یہ سب الہام مولوی عبدالکریم کی نسبت تھے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۶)

الجواب ناظرین کرام! غور فرمائیے کہ ایک طرف تو الہام سنائے جاتے ہیں جن میں عبدالکریم کا نام لے کر بشارت موجود ہے، مگر دوسری طرف ایسے گول مول الہام جن کا نہ سر نہ پیر پیش کیے جاتے ہیں وہ بھی اس وقت جب عبدالکریم مر چکتا ہے۔ اس کارروائی سے مرزا صاحب کی صداقت، دیانت، نبوت وغیرہ ظاہر ہو رہی ہے۔ مگر ہم بفضلہ تعالیٰ اس دجل و خدع سے بنے ہوئے جال کو تار تار کر کے رکھ دیں گے بجواب، تو پہلا الہام اور چوتھا الہام یعنی کفن میں لپیٹا گیا، موتوں کے تیر خطا نہیں جاتے۔ ان کے متعلق تو الہام سناتے وقت کہا تھا کہ "معلوم نہیں یہ کس کے متعلق ہیں،، (الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۳ کالم ۲) مگر چونکہ مرزا

صاحب کی عادت تھی کہ وہ ہر موجودہ یا آئندہ خوشی غمی کے لئے حسب
حال الہامات بنا رکھتے تھے اور موقع بہ موقع ان کو لگایا کرتے تھے
اس لئے یہ کہنے کے باوجود کہ "معلوم نہیں یہ کس کے متعلق ہیں"
وہ دل میں خوش ہو جاتے تھے کہ ہم نے انہیں مولوی عبدالکریم کے سلئے
مرض کے سلسلہ میں دوسری طرف صحت کے لئے بھی الہام سناتے تھے
اس قسم کے [illegible] کو مولوی عبدالکریم کے متعلق ظاہر کر
کے [illegible] منسوخ کر دیا۔ صرف یہ کہ اسی جگہ الہام ۲ یعنی
۴۷ سال کی عمر کی تشریح کر دی۔ چنانچہ اخبار الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء
میں مرقوم ہے :

الف۔ [illegible] ستمبر ۱۹۰۵ء سینتالیس سال کی عمر انا للہ وانا الیہ
راجعون اس سے دوسرے دن ۲ ستمبر ۱۹۰۵ء کو
ایک شخص کا خط آیا جس میں اپنی بدکاریوں اور غفلتوں
پر نہایت افسوس کی تحریر کر کے لکھا ہے، اب میری عمر
سینتالیس سال ہے انا للہ وانا الیہ راجعون فرمایا کئی
دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ خط باہر سے آنے والا ہوتا ہے اس کے
مضمون کی پہلے ہی اطلاع دی جاتی ہے" صہ۳ کالم ۳ تذکرہ ص ۵۱۴-۵۱۵

ب۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی بیماری کا ذکر کرتے ہوئے
۹ ستمبر کو (مرزا صاحب نے) فرمایا کہ مجھے بہت ہی فکر تھا کہ بعض
الہامات ان میں متوحش تھے آج صبح بہت سوچنے کے بعد
میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ بعض وقت ترتیب کے لئے
ہے پہلے یا پیچھے ہو جاتے ہیں چنانچہ ان الہامات کی ترتیب
اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ ڈالی کہ ایسے الہامات جیسے
اِذَا جَاءَ اَفْوَاجٌ وَسَلِمَ جِزَالنشا اور کفن میں لپیٹا گیا۔

اور ان المنایا لا تطیش سہامھا اس بات کو ظاہر
کرتے ہیں کہ قضاو قدر تو ایسی ہی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے
خاص فضل و رحم سے رد بلا کر دیا۔ (ص۱۲ کالم ۳)

اس تحریر نے فیصلہ کر دیا کہ ۷۴ سال کی عمر والا الہام تو کسی اور مرید کے متعلق ہے (گو ہمارے نزدیک اس میں بھی ایک فریب ہے) اور کفن میں لپیٹا گیا اور موتوں کے تیر والا بلکہ ایک تیسرا الہام بھی جو مولوی عبدالکریم کے متعلق تھا خدا نے ان سب کو اپنے فضل و رحم سے رد کر دیا۔ اب رہا الہام ۲ یعنی اس نے اچھا ہونا تھا۔ سو سنیئے کہ ان الفاظ کا کوئی الہام مرزا صاحب کا نہیں ہے البتہ مولوی عبدالکریم کی موجودہ بیماری (مولوی عبدالکریم ۲۱۔ اگست کو اس مرض میں مبتلا ہوئے۔ چنانچہ مفصل درج ہو چکا ہے) سے دو[1] ماہ پہلے یہ الہام ہوا تھا:۔

خدا نے اس کو اچھا کرنا ہی نہیں تھا بے نیازی کے کام
ہیں اعجاز المسیح۔ (البشریٰ ص۹۹ جلد ۲)

اور دہیں اس الہام کی تشریح مرقوم ہے:۔

"ہماری جماعت کے چار آدمیوں میں سے جو سخت بیمار
ہوئے تھے ان میں سے ایک کے متعلق یہ الہام ہوا۔ یعنی
اس کی موت تقدیر مبرم کی طرح کی تھی گویا تقدیر مبرم تھی
مگر معجزہ مسیح ہے کہ خدا نے اس کو اچھا کر دیا۔ مبرم تقدیر
قابل تبدیل نہیں ہوتی مگر بعض تقدیریں مبرم سے سخت
مشابہ ہوتی ہیں ایسی دور ہو سکتی ہیں۔"

قارئین عظام ہو یکھئے مرزا صاحب نے جو چار الہام مولوی عبدالکریم کے متعلق پیش کئے تھے ان میں سے دو تو غیروں کے متعلق ہیں، ان میں

[1] تذکرہ ص۵۰۰ پر اس الہام کو اپریل ۱۹۰۵ء یعنی عبدالکریم کی بیماری سے چار ماہ قبل کا لکھا ہے۔

سے بھی ایک وہ ہے جو مولوی عبدالکریم کی بیماری سے بھی پہلے کا ہے اور
باقی کے وہ خود مرزا صاحب اور ان کے الہام کنندہ نے رد کر دیئے
اور مولوی صاحب کی صحت کی بشارت دی ہے بتلایئے اب ہم ابوجہل اور
دجال و کذاب کس کو جانیں۔ مولانا ثناء اللہ صاحب کو جنہوں نے صاف
قول مرزا سے صحت کے معنی دکھلا دیئے۔ یا خود مرزا صاحب کو جنہوں نے
دنیا کو دھوکہ فریب دینے کو غیر متعلق و مردود و منسوخ شدہ الہام
کو پیش کر کے جھوٹی شہرت ثابت کرنی چاہی؟

بارھویں غلط پیشگوئی

عمر مرزا

مرزا صاحب قادیانی بھی عجیب شخص واقع ہوئے تھے۔ دھوکہ،
فریب۔ جعل۔ مغالطہ، کذب، افترا وغیرہ جملہ افعالِ مذمومہ گویا آپ
کی طبیعت کے جزو اعظم تھے۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے ثابت کر چکے ہیں
آپ کا یہ کس قدر مغالطہ ہے کہ ایک طرف تو خود لکھتے ہیں کہ میری صحیح
[illegible] معلوم ہے۔ ص ۱۹۲ ضمیمہ نصرۃ الحق ؛
حضرت مرزا صاحب کے مرید بھی معترف ہیں کہ:
"ہمیں آپ کی تاریخ ولادت معلوم نہیں۔ اندازے سے
محض تخمینی ہے۔ ص [illegible] (تفہیمات ربانیہ)
حضرت [illegible] مرزا صاحب نے بڑے زور و شور کے ساتھ
[illegible] کہ:
"خدا تعالیٰ نے [illegible] میری پیشگوئی سے
صرف اس زمانہ کے لوگ ہی فائدہ نہ اٹھائیں بلکہ بعض

پیشگوئیاں ایسی ہوں کہ آئندہ زمانہ کے لوگوں کے لئے ایک عظیم الشان نشان ہوں جیسا کہ یہ پیشگوئیاں کہ میں تجھے اسّی برس یا چند سال زیادہ یا اس سے کم عمر دوں گا،، حاشیہ تریاق القلوب صـ ۱۳ (۱) (۲)

اول تو یہ "یا" "یا" کی متمرہ گردان کی مرزا صاحب کے ملہم کی جہالت اور بے علمی کا بیّن ثبوت ہے۔ بھلا کہاں خدائے پاک جیسا عالم الغیب و الشہادۃ اور کہاں مرزا صاحب کا ملہم جسے یہ بھی معلوم نہیں کہ مرزا کی عمر کتنی ہوگی اور میں اس رذیلانہ تک بندی کو ایک اپنے عظیم الشان پیغمبر کی دلیل - صداقت کیسے ٹھہرا رہا ہوں ؟

دوم - جب خود مرزا صاحب کو ہی اپنی تاریخ ولادت کا علم نہیں تو پھر اس پیشگوئی کا صدق و کذب کیسے معلوم ہو سکتا ہے بہر حال مرزا صاحب کا عمر کے متعلق پیشگوئی کرنا ہی ان کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے پھر اس پر مزید یہ لطف کہ کہیں تو عمر اسّی برس یا کم یا زیادہ یا یں شرح اسّی برس یا اس پر پانچ چار زیادہ یا پانچ چار کم - صـ۹۶ حقیقۃ الوحی - یعنی ۷۵ سال سے زیادہ اور چھیاسی کے اندر اندر بتائی ہے اور کہیں بہ لہجہ وثوق وہ بھی مخالفین کے سامنے بطور دلیل لکھا ہے کہ "میرے لئے بھی اسّی برس کی زندگی کی پیشگوئی ہے،، صـ۲ تحفہ ندوہ - پھر اگر اتفاق وقت سے یا حسب آیت مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمَٰنُ مَدًّا (سورہ مریم آیت ۷۵) مرزا صاحب اس سے بھی زیادہ عمر پا جاتے تو اس کے لئے بھی مصالحہ جمع کر رکھا تھا چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۸۹ طبع دوم پر لکھا ہے :-

"اس جگہ اخویم مولوی مردان علی بھی ذکر کے لائق ہیں -

لہ بعض اوقات خدا ضال و مضل اشخاص کو مہلت دیتا ہے - محمد

مولوی صاحب لکھتے ہیں میں نے سچے دل سے پانچ برس اپنی
عمر سے آپ کے نام لگا دیئے۔ خدا اس ایثار کی جزا ان کو یہ
بخشے کہ ان کی عمر دراز کرے :

اس تحریر کی رُو سے اگر مرزا صاحب کی عمر ۹۰ سال تک بھی پہنچ جاتی تو گنجائش
تھی اس سے بھی بڑھ کر مکاشفات ص۲۴ پر ایک کشف مرزایوں مسطور ہے :۔

"مجھے رؤیا ہوئی کہ میں ایک قبر پر بیٹھا ہوں۔ صاحب قبر
میرے سامنے بیٹھا ہے۔ میرے دل میں آیا کہ آج بہت سی
دعائیں مانگ لوں اور یہ شخص آمین کہتا جاوے۔ آخر میں
نے دعائیں شروع کیں ہر ایک دعا پر وہ شخص بڑی شرح صدر سے
آمین کہتا تھا خیال آیا یہ دعا بھی مانگ لوں کہ میری عمر پچانوے
سال ہو جاوے میں نے دعا کی اس نے آمین نہ کہی، میں
نے وجہ پوچھی وہ خاموش ہو رہا پھر میں نے اس سے سخت
تکرار اور اصرار شروع کیا یہاں تک کہ اس سے ہاتھا پائی کرتا
تھا بہت عرصہ کے بعد اس نے کہا اچھا دعا کر دیں آمین کہوں
گا (غالباً بیچارہ دھینگا مشتی میں شل ہو گیا ہو گا۔ ناقل) چنانچہ
میں نے دعا کی کہ الٰہی میری عمر ۹۵ برس کی ہو جاوے
اس نے آمین کہی۔ میں نے اس سے کہا کہ ہر ایک دعا پر تو
شرح صدر سے آمین کہتا تھا اس دعا پر کیا ہو گیا اس نے
ایک دفتر عذروں کا بیان کیا مفہوم بعض کا یہ تھا کہ جب
ہم کسی عمر کی نسبت آمین کہتے ہیں تو ہماری ذمہ داری
بہت بڑھ جاتی ہے :

ناظرین غور کریں کہ ایک تو مرزا صاحب جیسا "مستجاب الدعا" مسیح
موعود جس کے حق میں "الہام الٰہی" کا وعدہ ہے کہ اُجِیبُ کُلَّ دُعَائِکَ

(ص۳۸ تریاق ط۱) یعنی تیری سب دعائیں قبول ہیں سوائے ان کے جو تو اپنے شریکوں کے بارے مانگے۔ خدا ۸۰ سے ۹۵ سال عمر کی دعا مانگا ہے اس پر دوسرے دلی اللہ کی آمین جو بقول خود اپنی آمین کی قبولیت پر ذمہ داری کا واحد ٹھیکیدار بھی ہے گویا "کریلا اور نیم چڑھا" کا مضمون ہو پھر مرزا صاحب کی عمر پچانوے سال ہونے میں کیا شک؟

اس کو مزید پختہ کیا۔ یہ کہ ایک الہام مرزا کا یہ بھی ہے۔ تری نسلاً بعیداً تو اپنی ایک دور کی نسل کو دیکھ لیگا" (ص۹۵ حقیقۃ الوحی)

اندریں حالات اگر مرزا صاحب سو سال سے بھی زیادہ عمر پا لیتے تو نبوت قائم کی قائم بلکہ دو چند بڑھ کر سچی تھی؟

ان تمام کاروائیوں سے مطلب یہ تھا کہ جتنی زیادہ زندگی مل جائے ہمارے الہامی جال سے باہر نہ نکل سکے باقی رہا کم عمر کا سوال سو اس کے لئے یہ کاروائی کی گئی کہیں تو اپنی پیدائش ۱۲۹۰ھ بتائی جیساکہ لکھا ہے:" انبیاء گزشتہ کے کشوف نے قطعی مہر لگا دی ہے۔ کہ وہ چودھویں کے سر پر پیدا ہوگا۔ (ص۲۲ اربعین ۲) اور کہیں اپنی پیدائش ۱۲۸۹ھ بتائی چنانچہ لکھا۔ "میری پیدائش اس وقت ہوئی جب (حضرت آدمؑ سے) چھ ہزار سے گیارہ سال رہتے تھے"۔ (ص۹۵ حاشیہ تحفہ گولڑہ) اور چھٹے ہزار کو ۱۲۹۰ھ پر ختم کیا (ملاحظہ ص۶ لیکچر سیالکوٹ) اور کہیں اپنی پیدائش بہ تمسک کشوفات اولیاء ۱۲۶۸ھ لکھی۔ "بہت سے اکابر امت گزرے ہیں جنہوں نے میرے لئے پیشگوئی کی اور پتہ بتایا۔ بعض نے تاریخ پیدائش بھی بتائی ہے جو چراغ دین ۱۲۶۸ ہے" الحکم ۱۰۔ اپریل سنہ ۱۹۰۶ء اور کہیں ۱۲۶۱ھ میں اپنا تولد ہونا لکھا۔ "میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر (چودھویں) صدی کا سر بھی آپہنچا" (ص۶۸/۱۵۸ تریاق ط ۱/۲)۔

اور کہیں ۱۲۵۶ھ میں اپنا برا جوان ہونا لکھا: اگر وہ ساٹھ برس کم کر دیئے جائیں جو اس عاجز کی عمر کے ہیں تو ۱۲۵۷ھ تک بھی اشاعت اسلام کے وسائل گویا کالعدم تھے" ص۱۰۱ تحفہ گولڑوہ، ص۶۳ طبع ۱-

اور کہیں ایسی عبارات بھی لکھ گئے ہیں جن سے ثابت ہو سکے کہ آپ ۱۲۹۰ھ میں عدم سے وجود میں آئے تھے "ٹھیک بارہ سو نوے ہجری میں یہ عاجز شرف مکالمہ پا چکا تھا" حقیقۃ الوحی ص۹۹ دوسری جگہ لکھا ہے کہ "ماموروں کے لئے سنت الٰہی ہے کہ وہ چالیس سالہ عمر میں مبعوث ہوتے ہیں" (مفہوم ص۱۰۷/۱۲۶ تحفہ گولڑوہ) پس ۱۲۹۰ سے چالیس منہا کئے تو پیدائش ۱۲۵۰ھ نکلی۔

اور کہیں ایسی تحریر لکھ رکھی ہے جس سے تاریخ پیدائش ۱۲۳۵ھ برآمد ہو سکے "۱۲۷۵ھ اس عاجز کی بلوغ اور پیدائش ثانی اور تولد روحانی کی تاریخ ہے" ص۲۲/۲۸ آئینہ کمالات طبع ۱)

بموجب تحریر مذکورہ بالا ۱۲۷۵ھ سے چالیس نکالے تو ۱۲۳۵ھ ولادت ثابت ہوئی۔

محترم قارئین کرام! بطور نمونہ چند ایک تحریرات درج ہیں ورنہ اس قسم کی بیسیوں اور بھی ہیں جن کے اندر اس عمر والے معاملے کو الجھاؤ میں ڈال دیا ہے۔ ان تحریروں نے مرزائیوں کو ایسا پریشان کر رکھا ہے کہ ان میں سے کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ آخر تھک کر رہ جاتے ہیں تو بایں الفاظ میدان چھوڑتے ہیں کہ "بعض مقامات پر حضرت کی تحریرات میں بادی النظر میں اختلاف نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام اندازے قیاس کے ماتحت ہیں جب قیاس کیا جائے گا تو ایک دو سال کا فرق بعید نہیں" ص۱۵۱ [illegible] تحریر اس شخص کی ہے جس پر تمام جماعت احمدیہ کو ناز ہے۔

(الف) ناظرین! دیکھیے کس لطیف پیرائے میں اپنے نبی کے اقوال میں تضاد تسلیم کرتا ہے۔ مگر اسے معلوم ہونا چاہیے کہ مرزا صاحب نے قیاسی اختلاف یا مراقی تضاد میں کوئی فرق نہیں کیا بلکہ عام اصول لکھا ہے کہ کسی سچیار اور عقلمند اور صاف دل انسان کی کلام میں ہرگز تناقض نہیں ہوتا۔ ہاں اگر کوئی پاگل یا مجنون یا ایسا منافق ہو کر خوشامد کے طور پر ہاں میں ہاں ملا دیتا ہو اس کا کلام بیشک متناقض ہوتا ہے۔ (ص۳۰ ست بچن مصنفہ مرزا صاحب) پس قیاس کے عذر سے مرزا صاحب کا متخالف کلام ہدفِ اعتراض ہونے سے نہیں بچ سکتا بحالیکہ مرزا صاحب کا اقرار موجود ہے کہ "مجھے مراق کی بیماری ہے۔" "حافظہ اچھا نہیں" (تشحیذ الاذہان ۲ جلد ا ص۵ نسیم دعوت کا حاشیہ) پھر مزا یہ کہ اختلاف بھی صرف ایک دو برسوں کا نہیں۔ بلکہ بیسیوں برسوں کا ہے:

(ب) پاسوا اس کے یہی تو اعتراض ہے کہ جب مرزا صاحب کی عمر کا تخمینہ محض قیاس سے ہے اور صحیح علم نہیں تو پھر اسّی برس یا کم و بیش عمر کے الہام کس رو سے جانچیں جائیں اور کیوں مرزا صاحب نے ایک نا معلوم امر کے متعلق الہام گھڑ کر لوگوں کو فریب دیا۔

(ج) علاوہ ازیں اس عذر کے لغو ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ ایک موید من اللہ نبی تو درکنار تھوڑی سی عقل کا مالک انسان بھی جب ایک دفعہ کسی امر پر رائے قائم کر لیتا ہے تو تاوقتیکہ اس رائے کے غلط ہونے پر کوئی قوی دلیل نہ مل جائے اس کے خلاف نہیں کہتا بخلاف اس کے مرزا صاحب کی تمام عمر انہی ہیر پھیر میں گزری کہ کبھی اپنی عمر کچھ بتائی کبھی کچھ۔ ایک دو مثالیں

ہوں تو کوئی خیال بھی کرے کہ چلو ایک غلطی خوردہ انسان سے
ایسا ہو سکنا محال نہیں مگر یہاں تو صدہا تک نوبت پہنچ چکی ہے اصل
بات یہی ہے کہ کچھ تو مراق کی بیماری کا اثر تھا اور کچھ وقتی ضروریات
کا سبب جہاں بائبل کی ایک دو مبہم اور ناقابل اعتبار" پیش گوئی کو
چسپاں کرنے کا شوق ہوا وہاں ۱۲۹۰ھ میں اپنا سن بعثت
قرار دے لیا۔ جہاں قرآن پاک پر بیہودہ یا نہ تصرف مطلوب
ہوا وہاں ۱۲۷۵ھ لکھ دیا۔ جہاں "غلام احمد قادیانی" کے
سن ضرورت الہام کی مناسبت بنانی پڑی وہاں ۱۳۰۰ھ
تحریر کر دیا وغیرہ ؛

(د) اس جواب کی لغویت اس سے بھی ظاہر ہے کہ مرزا صاحب
کا دعویٰ عام انسانوں کی طرح نہیں تھا بلکہ وہ کہتے تھے کہ
میرا ذاتی تجربہ ہے کہ روح القدس کی قدسیت ہر وقت ہر
دم ہر لحظہ، بلا فصل ملہم (یعنی میرے اندر) کام کرتی رہتی
ہے (حاشیہ ص ۹۳) ؛

"ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔" (بدر ۵ مارچ
۱۹۰۸ء) قرآن شریف میں بکثرت ایسی آیات موجود ہیں
جن سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی اپنی
مستی کچھ نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ بکلی خدا تعالیٰ کے تصرف
میں ہوتے ہیں۔ جس طرح ایک کل انسان کے تصرف
تحت ہوتی ہے۔ انبیاء نہیں بولتے جب تک انہیں خدا
نہ بلوائے وہ کوئی کام نہیں کرتے جب تک خدا ان سے
نہ کروائے وہ جو کچھ کہتے ہیں یا کرتے ہیں وہ خدا تعالیٰ
کے تمام کے نیچے چلتے ہیں ان سے وہ طاقت سلب

کی جاتی ہے جن سے خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی
انسان کرتا ہے وہ خدا کے ہاتھ میں ایسے ہوتے ہیں
جیسے مُردہ ۔ ان کی اپنی ہستی پر فنا آجاتی ہے ،، الخ
(ص ریویو جلد دوم قول مرزا)

مولوی اللہ دتا صاحب! یہ دعوای ہے تمہارے نبی کا ۔ پس تمہارا عذر جو تم نے مرزا صاحب کی تحریرات کی بنا پر کیا ہے نہ صرف آخری درجے کا باطل ہی ہے بلکہ اس سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ مرزا صاحب بہت بڑے ......له تھے ۔

برادران! آپ مرزا صاحب کی پیشگوئی متعلقہ عمر کے جملہ پہلو ملاحظہ فرما چکے ہیں ۔ اب بتلایئے کہ ہم اس پیشگوئی کی جانچ کیسے کریں سوائے اس کے کہ خُذُ الشَّرَّ بِرُمَّتِهٖ کے تحت مرزا صاحب کی جس عبارت کو چاہیں اپنے اعتراض کا نشانہ بنائیں ۔ آخر مرزا صاحب خدا کے نبی و رسول ہیں جن کا کوئی بھی قول خدائی تصرف سے باہر نہیں ۔ پس ہمارا حق ہے کہ ان تمام تحریرات سے جسے جھوٹی پائیں اس پر تاک کر ہم کا گولہ برسائیں ۔ مگر یہاں تو سب کی سب جھوٹی ہیں خیر ہم ایک دو بحث میں لا کر اس مضمون کو جو پہلے ہی کافی لمبا ہو گیا ہے ختم کرتے ہیں ۔ مرزا صاحب کی ایک پیشگوئی متعلقہ عمر سے ظاہر ہے کہ ان کی عمر اسی سال کی ہوگی ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ پیدا کب ہوئے سو سنیئے کہ مرزا صاحب ایک جگہ اپنی سچائی کو ثابت کرنے کیلئے یہ لکھتے ہیں :-

"اہل کشف نے بھی اس زمانہ کی خبر دی اور نجومی بھی بول
اٹھے کہ مسیح موعود کا یہی وقت ہے اور جس نے دعویٰ کیا
اس کا نام غلام احمد قادیانی اپنے عدد کے اعداد سے

له انگوٹھ تم زبان سوز د ۱۲ منہ ۔

اشارہ کر رہا ہے کہ یعنی تیرہ سو کا عدد بتلا رہا ہے کہ تیرھویں صدی کے ختم ہونے پر ہی مجدد آیا جس کا نام تیرہ سو کا عدد پورا کر رہا ہے" (صہ ۱۶/۳۰ تریاق ط ۲)

معلوم ہوا کہ مرزا صاحب تیرھویں صدی کے ختم ہونے پر ظاہر ہوئے اسی مضمون کو دوسری جگہ اس کتاب کے صہ ۶۸ پر یوں ادا کیا۔ ہے:

"پھر جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا اور یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر چالیس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آ پہنچا تب خدا نے الہام کے ذریعہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد ہے" (صہ ۵۸ تریاق ط ۲)

اسی مضمون کو ایک اور جگہ یوں بیان کیا ہے:۔

"سلف صالحین میں سے بہت سے صاحب مکاشفات مسیح کے آنے کا وقت چودھویں صدی کا شروع سال بتلا گئے ہیں" (صہ ۱۸۴/۱۸۵ ازالہ اوہام ط ۲)

مزید تائید اور سنیئے مرزا صاحب انجام آتھم صہ ۱۷۴ پر نظم میں:

"وہر نشانہائے خدائے ایں است کہ او در عدد نام من عدد زمانہ مرا پوشیدہ داشتہ اگر خواہی در عدد غلام احمد قادیانی ۱۳۰۰ عدد نگرکن"

ایسا ہی سالانہ جلسہ قادیانی منعقدہ ۱۸۹۷ء کی رپورٹ پر مرزا صاحب کی تحریر درج ہے کہ:

"غلام احمد قادیانی کے عدد بحساب جمل پورے تیرہ سو نکلتے ہیں یعنی اس نام کا امام چودھویں صدی کے شروع میں ہوگا" (ص ۱۳۶)

اسی مطالب کی اور بھی بہت تحریریں ہیں ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں ان سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب تیرھویں صدی کے "ختم ہونے پر" ۱۲۹۰ھ کے بعد چودھویں صدی کے شروع سال .. "آغاز" پر بالہام .. الٰہی مامور و مبعوث ہوئے تھے۔ جس وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی رئیس حساب دانی ہے اس کے بعد مرزا صاحب کل ۲۵ سال چند ماہ زندہ رہے چنانچہ مولوی اللہ دتا لکھتا ہے :۔

۱۳۲۶ھ میں حضور کا وصال ہوا۔ (صفحہ ۱۰۲ تفہیمات ربانیہ)

بدیں حساب ۴۰ + ۲۵ = ۶۵ سال مرزا صاحب کی عمر ہوئی حالانکہ کئی الہام تھے کہ تیری عمر "چوہتر سے چھیاسی" .. "اسّی سے پانچ چار کم یا زیادہ۔ اسّی سال ہوگی" جو سب کے سب غلط نکلے۔ فللہ الحمد۔

اس کے جواب میں مولوی اللہ دتا اور مصنف پاکٹ بک احمدیہ نے جو عذر کئے ہیں جن کا خلاصہ یہی ہے کہ غلام احمد قادیانی کے اعداد .. ۱۲ میں سن ہجری کی قید نہیں بلکہ سن نبوی ہے۔ صدی کے سر سے، مراد ۱۲۹۰ھ ہے کسی الہام سے ثابت نہیں کہ آپ مرزا صاحب تیرھویں صدی ہجری سے پہلے مامور نہیں ہوئے وغیرہ۔

ان کا جواب ہماری پیش کردہ عبارات میں موجود ہے، سن ہجری کی تخصیص۔ تیرھویں صدی کے ختم ہونے کے بعد" بالہام "مامور ہونے کا ذکر۔ صدی کے سر سے مراد چودھویں کا شروع سال۔ آغاز وغیرہ ؛

تیرھویں غلط پیشگوئی

عمر مرزا

مرزا صاحب نے کہا تھا:۔

"دموت ما خواستند در آن پیشگوئی کردند پس خدائے ما ما رابشارت ہشتاد سال داد بلکہ شاید ازیں زیادہ"، (صفحہ ۲۱ مواہب الرحمٰن)

یعنی مخالف میری موت کے خواہاں تھے اور اس بارے میں انہوں نے پیشگوئی بھی کر رکھی ہے۔ پس خدا نے مجھے بشارت دی کہ میں تجھے اسی برس عمر دوں گا بلکہ شاید اس سے زیادہ۔ دوسری جگہ اپنی پیدائش کے متعلق لکھا ہے:

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاهِهِمْ الخ اس آیت میں سمجھایا گیا ہے کہ مسیح موعود چودھویں صدی میں پیدا ہو گا"، (صفحہ ۲۳ تحفہ گولڑہ و صفحہ ۷۳ طبع ۲)

اسی طرح اربعین ۲ صفحہ ۲۳ میں بموجب "کشوف انبیاء گزشتہ" دیناچودھویں کے سرپہ پیدا ہونا لکھا ہے۔ اور وفات ظاہر ہے کہ ۱۳۲۶ھ میں ہوئی اس حساب سے مرزا صاحب کی کل عمر ۲۵ سال سے کچھ زائد ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا اسی سال بلکہ شاید اس سے زیادہ والی پیشگوئی صاف غلط ہوئی۔

چودھویں غلط پیشگوئی

اِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ نُرِیْدُ عُمْرَكَ.

ہم تجھے بعض وہ امور دکھلا دیں گے جو مخالفوں کی نسبت ہمارا وعدہ اور تیری عمر زیادہ کریں گے (صنا۱۲ البشریٰ بحوالہ البدر اخبار، جلد ۲ ۴۳)

اس "الہام" میں مرزا صاحب سے "خدا" کا وعدہ ہے کہ تیری عمر زیادہ کردوں گا۔ اور ہم ثابت کر آئے ہیں کہ مرزا صاحب نے مقررہ موعودہ عمر ہی نہیں پائی۔ زیادہ کے کیا معنی۔ پس یہ بھی خدا پر افترا ہے۔

پندرھویں غلط پیشگوئی

مرزا صاحب ڈاکٹر عبدالحکیم کا ذکر کرتے ہوئے کہ اس نے میری موت کی پیشگوئی کی ہے اُس کے بالمقابل اپنی پیشگوئی لکھ کر فرمایا کہ پھر آخر میں خدا نے اردو میں فرمایا:۔

"میں تیری عمر کو بھی بڑھا دوں گا یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ صرف جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ مہینے تک (یعنی ستمبر ۱۹۰۸ء تک) تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں۔ یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیشگوئی کرتے ہیں میں ان سب کو جھوٹا کروں گا اور تیری عمر بڑھا دوں گا تا (انہیں) معلوم ہو کہ میں خدا ہوں ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے"

(اشتہار مرزا موسومہ تبصرہ)

اس الہام کے اندر کئی وعدے ہیں ایک عبدالحکیم پر مرزا کا غلبہ بر دے پیشگوئی[1]

[1] ڈاکٹر صاحب مرحوم نے پیشگوئی کی تھی کہ مرزا میری زندگی میں سر لگار بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۱۰۳

یعنی اس کی پیشگوئی جھوٹی ہوگی اور مرزا کی سچی۔ دوسرا مرزا صاحب کی عمر زیادہ ہونے کا چنانچہ لفظ "تیری عمر کو بھی بڑھا دوں گا" اس پر دال ہیں تیسرا وعدہ دیگر مخالفین کو اس حیثیت میں جھوٹا کرنے کا کہ وہ تیری موت کی پیشگوئیاں کرتے ہیں میں ان کی پیشگوئیوں کو جھوٹا کرنے کے لئے "تیری عمر بڑھا دوں گا۔ حالانکہ مرزا صاحب ڈاکٹر عبدالحکیم کے بالمقابل پیشگوئیوں میں بھی کاذب ثابت ہوئے۔ اور عمر بھی نہ بڑھی۔ اسی طرح دیگر مخالفین کے مقابلے میں بھی مرزا صاحب جھوٹے نکلے کیونکہ ان کا کذب مرزا کی عمر بڑھنے سے ثابت ہوتا تھا اور عمر بڑھی نہیں ؛

اعتراض | مرزائی مناظر جواب دیا کرتے ہیں کہ عمر بڑھانے کا وعدہ صرف عبدالحکیم کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے تھا اور اس کا جھوٹا ہونا اس طرح ظاہر ہے کہ مرزا صاحب اس کی بتائی ہوئی تاریخ کو نہیں مرے ؛

الجواب | قطع نظر اس بات کے کہ مرزا صاحب عبدالحکیم کی پیشگوئی کے مطابق فوت ہوئے یا نہ، بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کے الہام میں دو باتیں تھیں (۱) پیشگوئیوں میں فتح (۲) زیادتی عمر پس پیشگوئی میں غلبہ ہونے سے دوسری خبر سچی نہیں ہو سکتی جب تک کہ مرزا صاحب کی عمر نہ بڑھے۔ فَتَدَبَّرْ ؛

یہ تو ہوا عبدالحکیم کے متعلق حصہ کا جواب، باقی رہا دیگر مخالفین کے جھوٹا کرنے کو عمر کا بڑھنا۔ سو اس کا جواب مرزائیوں کے ذمہ ہے ؛

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۲: بالمقابل مرزا نے پیشگوئی کی کہ عبدالحکیم میرے روبرو تباہ ہوگا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا صاحب ڈاکٹر صاحب کی زندگی میں فوت ہو گئے۔ اس پیشگوئی پر مفصل گفتگو آگے آتی ہے۔ ۱۲ منہ

سولھویں غلط پیشگوئی

دہی عمر مرزا

مرزا صاحب نے ایک فارسی قصیدہ سے اپنی سچائی ثابت کرنے کو ایک شعر

"تاچہل سال اے برادرِ من دور آں شہسوار می بینم"

کی شرح یہ کی کہ:۔

"یعنی اس روز سے جو وہ امام ملہم ہو کر اپنے تئیں ظاہر کرے گا۔ چالیس برس تک زندگی کریگا۔ اب واضح رہے کہ یہ عاجز اپنی عمر کے چالیسویں برس میں دعوت حق کے لئے بالہام خاص مامور کیا گیا اور بشارت دی گئی کہ اسی برس یا اس کے قریب تیری عمر ہے۔ سو اس الہام سے چالیس برس تک دعوت ثابت ہوتی ہے جن میں سے دس برس کامل گزر بھی گئے۔" (صدا شہادۃ الملہمین ط ۲)

معلوم ہوا کہ اس شعر کی رو سے جسے مرزا صاحب نے شاہ نعمت اللہ ولی کا ظاہر کیا ہے مرزا صاحب کو بعد سن بعثت کے چالیس سال تک ضرور ہی جینا چاہیئے تھا کیونکہ یہ ایک "ولی اللہ کی پیشگوئی" ہے۔ جس کی تصدیق ایک "نبی اللہ" کر رہا ہے۔ اور اسے اپنی صداقت پر دلیل گردان رہا ہے اس تحریر سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مرزا صاحب ان سطور کے لکھتے وقت تک دس سال گزار چکے تھے اور تیس سال باقی تھے۔ بہت خوب یہ تحریر ماہ جون ۱۸۹۲ء کی ہے جیسا کہ اس رسالہ کے سرورق (ٹائٹل پیج) کے صفحہ اندرونی پر تاریخ ثبت ہے۔ اب ۱۸۹۲ء میں ۳۰

محمدیہ پاکٹ بک

جمع کریں۔ تو ۱۹۲۲ء بنتے ہیں یعنی مرزا صاحب کو حسب پیشگوئی، شاہ نعمت اللہ ولی ، ۱۹۲۲ء تک زندہ رہنا چاہیئے تھا۔ حالانکہ آپ ۱۹۰۸ء میں مر گئے ؛

نتیجہ صاف ہے کہ نہ تو یہ قصیدہ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کا ہے اور نہ ہی مرزا صاحب حسب قول و تشریح خود صادق مسیح موعود ہیں۔ آہ سہ

رسول قادیانی کی رسالت بطالت ہے، جہالت ہے ضلالت

ضمیمہ عمر مرزا

(۱) کتاب البریہ صہ ۱۴۶ کا حاشیہ۔ اخبار بدر قادیان مؤرخہ ۸ اگست ۱۹۰۴ء صہ ۵ کتاب حیاۃ النبی جلد ۱ صہ ۴۹ ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ جون ۱۹۰۶ء صہ ۲۱۹ پر مرزا صاحب کے الفاظ یوں درج ہیں:۔

"میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے اخیری وقت میں ہوئی ہے"

نوٹ۔ مرزا صاحب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہوئے تھے۔ لہذا آپ کی عمر ۶۹ سال شمسی اور ۷۲ سال قمری ہوئی ؛

(۲) کتاب البریہ کے صفحہ ۱۴۶ کے حاشیہ۔ ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ جون ۱۹۰۶ء صہ ۲۲۰ اخبار بدر مؤرخہ ۸ اگست ۱۹۰۴ء صفحہ پر ہے:۔

"اور میں ۱۸۵۵ء میں سولہ برس یا سترھویں برس میں

تھا۔"
اس حساب سے مرزا صاحب کی عمر ۶۹ سال (شمسی) بنتی ہے۔
(۳) کتاب البریہ ص۱۵۹ کا حاشیہ۔ کتاب حیاۃ النبی جلد اول ص۴۲ پر ہے:۔
"میری عمر قریباً چونتیس پینتیس برس کی ہوگی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا۔"
نوٹ۔ حکیم غلام مرتضیٰ صاحب ۱۸۷۶ء میں فوت ہوئے تھے (نزول المسیح صفحہ ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸) اس وقت مرزا صاحب ۳۵ برس کے تھے پس کل عمر ۶۹ سال ہوئی۔
(۴) کتاب سیرۃ المہدی کے صفحہ ۲۶۰ پر ہے:۔
"حضرت مسیح موعود فرماتے تھے کہ جب سلطان احمد پیدا ہوا اس وقت ہماری عمر صرف سولہ سال کی تھی۔"
نوٹ۔ خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب ۱۲۷۳ھ ہجری یعنی ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے تھے (سیرت المہدی ص۱۹۶/۱۹۷) پس اس حساب سے بھی مرزا صاحب کی عمر ۱۹۰۸ء میں ۶۸ یا ۶۹ سال بنتی ہے۔
(۵) حکیم نورالدین صاحب بھیروی اپنی کتاب نورالدین کے ص۱۷۰ پر لکھتے ہیں:۔
"سن پیدائش حضرت صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود ۱۸۳۹ء"
(۶) اخبار پیغام صلح مورخہ ۲۱ جولائی ۱۹۲۳ء میں ہے:۔
"اس فرقہ (احمدیہ) کے بانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں۔ قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب میں ایک گاؤں ہے آپ ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے۔"

(۷) کتاب "منظور الٰہی" صفحہ ۲۴۴ پر لکھا ہے:۔
۱۶ مئی ۱۹۰۱ء حضرت مسیح موعود کا بیان جو آپ نے عدالت گورداسپور میں بطور گواہ مدعا علیہ مرزا نظام الدین کے مقدمہ بند کرنے راستہ شارع عام جو مسجد کو جاتا تھا حسب ذیل دیا:۔
"اللہ تعالیٰ حاضر ہے میں سچ کہوں گا میری عمر ساٹھ سال کے قریب ہے۔"

مئی ۱۹۰۱ء میں مرزا صاحب کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی۔ پس مئی ۱۹۰۸ء میں آپ کی عمر ۶۷-۶۸ سال ہوئی۔

نوٹ۔ ان تحریروں سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب قادیانی ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے تھے۔ مگر مرزا صاحب اپنی کتاب ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۷ پر یوں رقم طراز ہیں:۔

"اور جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدے کے متعلق ہیں وہ تو چوہتر اور چھیاسی کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں۔"

ناظرین! نتیجہ صاف ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی عمر ۷۴ سال سے کم ہوئی ہے۔ لہٰذا مرزا صاحب کاذب ٹھیرے۔

مرزا غلام احمد نے اپنی کتاب چشمۂ معرفت کے صفحہ ۲۲۲ پر لکھا ہے:۔

"جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔"

سترھویں غلط پیشگوئی

ڈپٹی عبداللہ آتھم امرتسری

۱۸۹۳ء میں امرتسر کے اندر مرزا صاحب کا عیسائیوں کے ساتھ توحید و تثلیث پر مباحثہ ہوا جو پندرہ دن ہوتا رہا۔ اس مباحثہ میں جب مرزا صاحب باوجود ادّعا حامل "آسمانی تحائف، علوی عجائبات، روحانی معارف و دقائق"، (صفحہ ۶ فتح الاسلام مصنفہ مرزا) اپنے مدمقابل پر فتح نہ پا سکے تو شرمندگی اتارنے کو آخری دن یہ پیشگوئی کی کہ:۔

"آج رات جو مجھ پر کھلا ہے وہ یہ ہے کہ جبکہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے تیرے ہیں تو اس نے مجھے یہ نشان دیا کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لیکر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے۔ اس کی عزت ظاہر ہو گی"

اس پیشگوئی کی مزید تشریح اگلے صفحہ پر مرزا صاحب کی طرف سے یوں مندرج ہے:

"میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلے یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے پندرہ ماہ کے عرصے میں آج کی تاریخ (۵ جون ۱۸۹۳ء) سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ایک سزا کے اٹھانے کیلئے تیار ہوں۔ مجھکو ذلیل کیا جاوے

روسیاہ کیا جاوے ۔میرے گلے میں رسا ڈال دیا جاوے مجھکو پھانسی دی جاوے ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں ۔اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور وہ ایسا ہی کریگا ۔ضرور کریگا ضرور کریگا زمین و آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی ۔

اب میں ڈپٹی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ نشان پورا ہو گیا تو کیا یہ سب آپ کے منشاء کے موافق خدا کی پیشگوئی ٹھیریگی یا نہ ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نبی ہونے کے بارے میں جن کو اندرونہ بائیبل میں دجال کے لفظ سے آپ نامزد کرتے ہیں ، محکم دلیل ہو جائے گی یا نہیں ۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو میرے لئے سولی تیار رکھو اور تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ مجھے لعنتی قرار دو ۔" (جنگ مقدس ۔تقریر مرزا صفحات آخری)

الفاظ مذکورہ بالا صاف ہیں کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم ۵ جون ۱۸۹۳ء سے پندرہ ماہ (۵ ستمبر ۱۸۹۴ء) تک بصورت الوہیت مسیح کے نہ چھوڑنے اور سچے خدا کے نہ ماننے کے فوت ہو جائیگا ۔اگر نہ ہو تو مرزا صاحب ایسے اور ویسے ، چونکہ مرزا صاحب یہ پیشگوئی کرنے میں مفتری علی اللہ تھے اس لئے یہ پوری نہ ہوئی اور "مسٹر عبداللہ آتھم بچ گیا ۔" (ص۲ انوار الاسلام مصنفہ مرزا) انصاف و دیانت تو یہ تھی کہ مرزا صاحب اس پیشگوئی کے غلط نکلنے کی صورت میں اپنی مقرر کی ہوئی سزا نہ سہی کم از کم ندامت اور غلطی کا ہی اقرار کرتے مگر مرزا اور دیانت شَتَّانَ مَا بَیْنَھُمَا آپ نے نہایت ہی ناانصافی سے کام لے کر انتہائی درجہ کے بودے جوابات سے اپنی پیشگوئی کی صداقت پر اصرار کیا اور مندرجہ ذیل عذرات بیان کئے :۔

عذر اول "تمہارے الہام میں فریق کا لفظ ہے کیوں صرف عبداللہ آتھم کے وجود پر محدود کیا جاتا ہے ۔" (ص۲ انوار الاسلام)

اس تاویل سے جو مقصود مرزا صاحب کا تھا سے صث انوار الاسلام پر یوں لکھا ہے کہ "اس عرصہ میں پادری رائٹ مرگیا جس کی موت سے ڈاکٹر مارٹن کلارک (جو اس مباحثہ میں نہ صرف عیسائیوں کا پریذیڈنٹ تھا۔ بلکہ ایک دن کا مباحثہ بھی اس نے کیا تھا ناقل) اور اس کے دوستوں کو سخت صدمہ پہنچا۔"

جواب ۱۔ مرزا صاحب نے ڈاکٹر مارٹن کلارک کے مقدمہ میں صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع گورداسپور کے سامنے اس معاملے کو بایں الفاظ صاف کر دیا ہے کہ:۔

"عبداللہ آتھم کی درخواست پر پیشگوئی صرف اس کے واسطے تھی کل متعلقین مباحثہ کی بابت پیشگوئی نہ تھی۔"
(صے۲۳ کتاب البریت مصنفہ مرزا صاحب)

اسی طرح ایک اور جگہ مرزا صاحب نے لکھا ہے:۔
ابتدا سے ہمارا علم یہی تھا کہ اس پیشگوئی کا مصداق صرف آتھم ہے۔ ہماری نیت میں کبھی کوئی اور نہ تھا۔ ہاں دوسروں پر ہم نے اثر دیکھا ورنہ یہ کہیں نہیں لکھا کہ جیسا عبداللہ آتھم اس پیشگوئی میں شریک ہے دوسرے بھی شریک ہیں۔ اس لئے ہماری پوری اور اصل توجہ صرف آتھم کی طرف رہی اور اب تک اسی کو اصل مصداق، پیشگوئی کا سمجھتے ہیں۔" (صے۲۶۰ کتاب البریت ۱۸۹۸ء)

معاملہ صاف ہو گیا کہ مرزا صاحب کا انوار الاسلام میں دیگر عیسائیوں کو اس پیشگوئی میں لپیٹنا محض دفع الوقتی کے لئے کذب بیانی تھی۔

۲۔ اگر ایک طرف مارٹن کلارک کا دوست مرگیا تو دوسری طرف انہی دنوں میں مرزا صاحب کے مقرب اور اخص حواری مولوی نورالدین کا

لڑکا بھی مرگیا (ملاحظہ ہو ص۷ انوارالاسلام) پس عوض معاوضہ ،مزیت نداشد"

عذر دوم از مرزا صاحب "آتھم کی موت کی پیشگوئی ہماری ذاتی رائے تھی۔ اصل پیشگوئی میں ہادیہ کالفظ ہے اور پیشگوئی کے دنوں میں عبداللہ آتھم کا ڈرتے رہنا اور شہر بہ شہر بھاگتے پھرنا ہی اس کا ہادیہ ہے" (مفہوم ص۵ انوارالاسلام وغیرہ)

الجواب اللہ اکبر۔ بھائیو! مرزا صاحب کی پیشگوئی کے الفاظ پر نظر ڈالو کہ کس قدر زور ہے اور اس کے بعد اس تحریر کو پڑھو کہ کس قدر کمزوری، عاجزی اور بے بسی کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ آہ! پندرہ ماہ تک تو برابر انتظار تھا کہ آج مرا یا کل، مگر جب اس کو معمولی سا زکام بھی نہ ہوا اور میعاد گزری تو جھٹ سے مرزا صاحب پر حقیقت کھل گئی کہ ہماری موت والی تشریح صرف خیال تھا۔

اچھا صاحب! اگر ہادیہ کے لفظ سے الہام میں موت مراد نہ تھی تو پھر مرزا صاحب نے یہ کیسے لکھا کہ:۔

الف "الہامی عبارت میں شرطی طور پر عذاب موت کا وعدہ تھا" (صفحہ ۴ انوار الاسلام)

ب۔ "آتھم نے رجوع کا حصہ لے لیا جس حصہ نے اس کے وعدۂ موت میں تاخیر ڈال دی" (ص۲ انوار الاسلام)

ج۔ "نفس پیشگوئی تو اس کی موت تھی" (ص۱۸۷ حقیقۃ الوحی)

کیوں جناب! یہ موت کا وعدہ "نفس پیشگوئی موت" یہ کس کی طرف سے تھے؟ انصاف!

یہ تو ہوا موت والی تشریح کا ذکر! اب سنیئے آتھم کے دلی رجوع اور خوف کا جواب:۔

مرزا صاحب کا یہ مباحثہ اسلام و عیسائیت کی صداقت پر تھا جس

کو آخری دن ان الفاظ میں ختم کیا کہ:۔

"جو فریق عمداً جھوٹ اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا"

ان سے جو ظاہر ہوتا ہے وہ ہر دانا بلکہ معمولی دماغ والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب تک مسٹر آتھم "جھوٹے خدا یعنی اعتقاد الوہیت مسیح" کو نہ چھوڑیں گے اور سچے معبود خالق السمٰوٰت والارض و ما بینہما پر ایمان نہ لائیں گے یقیناً موت کے منہ میں چلے جائیں گے۔ اسی مضمون کو مرزا صاحب نے اپنی دیگر تصانیف میں یوں ادا کیا ہے:۔

(۱) "پیشگوئی میں یہ بیان تھا کہ فریقین میں جو شخص اپنے عقیدہ کی رو سے جھوٹا ہے وہ مریگا" (ملخص ص۶ کشتی نوح)

(۲) "پیشگوئی میں صاف شرط موجود تھی کہ اگر وہ عیسائیت پر مستقیم رہینگے اور ترک استقامت کے آثار نہیں پائے جائیں گے اور ان کے افعال یا اقوال سے رجوع الی الحق ثابت نہیں ہوگا تو صرف اس حالت میں پیشگوئی کے اندر فوت ہوں گے" (ص۱۳ انجام آتھم)

(۳) وَاِنْ يُّسْلِمْ يَسْلَمْ وَاِلَّا فَيَمُوْتُ (ص۱۴ کرامات الصادقین)

یعنی اگر وہ اسلام لائے گا تو بچے گا ورنہ مرجائے گا۔ اس کے مقابل مسٹر عبداللہ آتھم کے الفاظ پڑھئے۔ ڈپٹی صاحب کا بیان اخبار وفادار ۱۵ ستمبر ۹۴ء میں درج ہے کہ:۔

"مرزا صاحب کہتے ہیں کہ آتھم نے دل میں اسلام قبول کر لیا ہے اس لئے نہیں مرا، ان کو اختیار ہے جو چاہیں کہیں اس کو خدا نے جھوٹا کیا جو تاویل کریں کون روک سکتا

ہے مرزا صاحب بھی یہی لکھتے ہیں کہ بے حیا جو چاہے بکے کون اس کو روک سکتا ہے (ص ۲ اعجاز احمدی۔ ناقل) میں دل سے اور ظاہراً پہلے بھی عیسائی تھا اور اب بھی ہوں اب میری عمر ۶۸ سال سے زیادہ ہے اور جو کوئی چاہے پیشگوئی کر سکتا ہے۔ کہ ایک سو سال کے اندر اندر اس وقت کے جو باشندے دنیا پر ہیں سب مر جاویں گے"۔ (منقول از کلمہ فضل رحمانی)

اس خط میں مسٹر آتھم نے نہ صرف کسی قسم کے رجوع سے ہی انکار کیا ہے بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث اور مرزا صاحب کی آئندہ کی مہمل پیشگوئی پر بھی چبھتا ہوا حملہ کیا ہے یعنی مرزا صاحب جو کہتے ہیں کہ گو آتھم میعاد میں نہیں مرا مگر مر ضرور جائیگا۔ خدا اس کو نہیں چھوڑیگا وغیرہ یہ سب ڈھکوسلے اب کام نہیں آ سکتے کیونکہ میں نے آخر کو تو مرنا ہے۔

بہر حال مسٹر آتھم رجوع سے انکاری ہے اس خط پر کیا موقوف ہے خود مرزا صاحب نے آتھم کے انکاری بیانات کو اپنے اشتہارات انعامی تین ہزار وغیرہ میں نقل کیا ہے۔ پس ان ظاہری اور صاف بینات سے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ وہ دل سے ڈر گیا تھا سوائے ڈھٹائی کے اور کچھ نہیں۔ ماسوا اس کے بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ آتھم دل میں مسلمان تھا تو بھی وہ اس کو پیشگوئی کے عذاب سے بچا نہیں سکتا کیونکہ اگر مرزا صاحب کے الہام سچے ہیں تو ان سے ثابت ہے کہ یہ پیشگوئی ہونے سے پیشتر ہی آتھم دل میں عیسائیت کا منکر تھا اور جان بوجھ کر صداقت کو چھپاتا تھا چنانچہ مرزا صاحب کے الہام میں مسٹر آتھم کے متعلق یہ الفاظ ہیں۔

"جو فریق عمداً جھوٹ اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا

اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے،، (جنگ مقدس)

صاف واضح ہے کہ آتھم پہلے بھی اسلامی صداقت کا قائل تھا اور عمداً جھوٹ پر جما بیٹھا تھا، احمدی دوستو! کیا کہتے ہو؟ ع

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مرزا صاحب کی ایک عجیب چالاکی جب مرزا صاحب نے دیکھا کہ آتھم علی الاعلان میری تکذیب پر کمر بستہ ہے تو یہ چال چلی کہ اگر آتھم دل میں ہماری پیش گوئی سے نہیں ڈرا تو قسم کھائے۔ ہم اس کو ایک ہزار دو ہزار، بلکہ چار ہزار تک انعام دینے کو تیار ہیں۔

اس میں ایک بڑا راز مخفی تھا وہ یہ کہ مرزا صاحب جانتے تھے کہ عیسائیوں کے مذہب میں قسم کھانی شرعاً ممنوع ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب کشتی نوح صـ۲۷ پر لکھتے ہیں:-

"(اے مسلمانو!) قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ ہرگز قسم نہ کھاؤ،،

اس لئے مرزا صاحب نے قسم کا مطالبہ کیا مراد یہ تھی اگر وہ قسم کھا گیا تو ہم کہہ دیں گے دیکھو ہماری بات سچی نکلی۔ آتھم عیسائیت سے دست بردار ہو چکا۔ اس کے مذہب میں قسم ممنوع ہے مگر اس نے اٹھالی ہے۔ اگر اس نے قسم نہ کھائی جیسا کہ یقین ہے کہ وہ خلاف مذہب ہرگز نہ کھائیگا تو بھی "پوں بارہ" ہیں ہم خوب شور مچائیں گے۔ آسمان سر پر اٹھائیں گے کہ دیکھ لو، وہ جھوٹا ہے تبھی تو قسم نہیں کھاتا:۔

دوسری چالاکی اس قسم کے معاملہ میں مرزا صاحب کی یہ عادت تھی کہ وہ صرف قسم کھانے پر ہی روپیہ ادا کر کے اپنی کذب گوئی کا اقرار کرنے کو تیار نہیں تھے بلکہ ساتھ ہی یہ پخ لگا رہے تھے،

"اگر عبداللہ آتھم قسم کھالے پھر اگر ایک سال تک فوت نہ ہو تو جو مولوی لوگ ہمارا نام رکھیں سب سچ ہو گا" (ص۲ انوار الاسلام)

بھائیو! یہ ہے اصلی راز قسم دینے کا۔ مطلب یہ کہ کسی طرح ایک سال اور مہلت مل جائے اور موجودہ ذلت اور رسوائی کا سیاہ داغ مٹانے کا بہانہ پیدا ہو جائے۔ رہا سال کے بعد کا معاملہ۔ سو کون جیتے کون مرے۔ ممکن ہے قسمت کی دیوی مہربان ہو جائے اور آتھم مر جائے۔ یہ بھی نہ ہوا تو سال بھر میں سو تجویزیں بیسیوں چالیں چلی جا سکتی ہیں۔

"مرزا آتھم بھی ایک جہاں دیدہ سرد گرم چشیدہ تھا وہ بھلا ان چالوں میں کب آنے والا تھا۔ اس نے صاف کہہ دیا کہ:۔

"قریب ستر برس کے تو میری عمر ہے۔ اب آئندہ سال بڑھانا کیا معنی، کیا جناب نے خونی فرشتوں کو پہلے موقع میرے مارنے کا نہیں ملا، ایک سال اور طلب ہوتی ہے" (مکتوب آتھم ۱۰ ستمبر ۱۸۹۴ء در اشاعۃ السنۃ ۱ جلد ۱۶ ص۱۱ تا ۱۳) اس چال میں بھی مرزا صاحب کو ناکامی ہوئی:

عذر | آتھم کے دل میں ڈر جانے کا یہ ثبوت ہے کہ اس نے پیشگوئی سننے کے بعد اسلام کے خلاف لکھنا چھوڑ دیا۔ یہی اس کا رجوع ہے۔[1]

الجواب | آتھم پہلے کب ہمیشہ اسلام کے خلاف لکھا کرتا تھا۔ مرزا صاحب کی شہادت موجود ہے کہ:۔

"مسٹر عبداللہ آتھم صاحب عیسائیوں میں سے شریف اور سلیم مزاج ہیں۔" (ص۲۹ سرمہ چشم آریہ)

علاوہ اس کے یہ بھی جھوٹ ہے کہ اس نے پیشگوئی کے بعد اسلام کے خلاف کوئی سطر نہیں لکھی۔ اس مباحثہ کے بعد مسٹر آتھم نے "خلاصہ

---

[1] ص۸ ضمیمہ انجام آتھم

مباحثہ" شائع کیا جس میں برابر اس نے اسلام اور مرزا صاحب کے خلاف حسب اعتقاد خود اعتراض کئے ہیں۔ ملاحظہ ہو صہ۲ بلکہ صفحات آخر میں تو اس نے کھلم کھلا مرزا صاحب کو "دہریہ اور دشمن ایمان" یعنی "جھوٹا نبی" لکھا ہے۔

عذر آتھم نے عین جلسہ مباحثہ میں نبی صلعم کے حق میں سخت لفظ کہنے سے رجوع کیا تھا۔ پس یہ بھی اس کا رجوع تھا۔

الجواب اگر اس نے اسی دن۔ رجوع کر لیا تھا تو پھر پندرہ ماہ والی پیشگوئی کیوں بحال رکھی گئی۔ کیوں نہ کہہ دیا کہ بس تم نے رجوع کر لیا ہے اب پیشگوئی منسوخ ہے۔ کیوں پندرہ ماہ تک انتظار کیا اور میعاد گزرنے کے بعد طرح طرح کے حیلے بہانوں سے جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں "جان چھڑانے" کی ناکام سعی کی۔ پھر یہ بھی غلط ہے کہ اس نے سخت لفظ سے رجوع کیا تھا۔ رجوع نہیں انکار کیا تھا۔ یعنی اس نے بقول مرزا صاحب یہ کہا تھا کہ:۔

"میں نے آنجناب کی شان میں ایسا کوئی لفظ نہیں کہا" (صہ۳ اعجاز احمدی)

افسوس مرزا صاحب سلطان المتکلمین اور رئیس المناظرین تو کہلاتے ہیں مگر انہیں اتنا بھی پتہ نہیں کہ رجوع اور انکار میں کیا فرق ہے؟

بالآخر ہم اس پیشگوئی کے متعلق وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو مرزا صاحب نے خود لکھا تھا کہ:۔

"میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر وہ فریق پندرہ ماہ میں نہ مرے تو میں ہر ایک سزا اٹھانے کو تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے۔ رو سیاہ کیا جاوے میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے۔ مجھ کو پھانسی دیا جاوے میرے لئے سولی تیار رکھو

اور تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ مجھے لعنتی قرار دو۔" (جنگ مقدس، تقریر مرزا صفحات آخری)

احمدی بھائیو! کلمات بالا تمہارے نبی و رسول کے "پاک دہن" سے نکلے ہوئے ہیں ان پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ اِتَّقُوا اللّٰہ

اٹھارویں غلط پیشگوئی

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی رحمتہ اللہ علیہ

مرزا صاحب نے ایک پیشگوئی حضرت مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کے متعلق یہ کر رکھی تھی کہ:۔

"ہم اس کے ایمان سے نا امید نہیں ہوئے بلکہ امید بہت ہے اسی طرح خدا کی وحی خبر دے رہی ہے (اے مرزا) تجھ پر خدا تعالیٰ تیرے دوست محمد حسین کا مقسوم ظاہر کر دے گا۔ سعید ہے یہ روز مقدر اس کو فراموش نہیں کرے گا اور خدا کے ہاتھوں سے زندہ کیا جاویگا۔ وہ خدا قادر ہے اور رشد کا زمانہ آئے گا وہ بخش دیا جائیگا پس پاکیزگی اور طہارت کا پانی اسے پلائیں گے وہ نسیم صبا خوشبو لائے گی اور معطر کر دے گی۔ میرا قول سچ ہے میرے خدا کا قول ہے۔ جو شخص تم میں سے زندہ رہے گا دیکھ لے گا (صفحہ ۵۰-۵۱۔ اعجاز احمدی)

یہ تو مرزا صاحب سے صاف عیاں ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب جیوڑ بیک نہ ایک دن ضرور مرزا صاحب پر ایمان لائیں گے۔ حالانکہ یہ پیشگوئی قطعاً بالکل غلط نکلی۔

محمدیہ مرزائی یہ کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنی کتاب الاستفتا

کے صفحہ ۲۲ پر لکھا ہے کہ:۔

"معلوم نہیں کہ وہ ایمان (محمد حسین کا) فرعون کی طرح ہوگا یا پرہیزگار لوگوں کی طرح "

جواب یہ تحریر ۱۸۹۷ء کی ہے۔ بیشک اُس وقت مرزا صاحب نے اس پیشگوئی کو دو رنگی میں ڈالا تھا مگر اس کے بعد جبکہ انہوں نے صاف اور واضح الفاظ میں "بوحی اللہ" تعیین کر دی ہے کہ محمد حسین کا ایمان سعید لوگوں کی طرح ہوگا۔ جیساکہ اوپر کی عبارت جو ۱۹۰۲ء کی ہے میں موجود ہے تو اب ایک سابقہ مردود تحریر کو پیش کرکے فریب دینا بعید از شرافت ہے۔

انیسویں غلط پیشگوئی

زلزلۃ الساعۃ

۴۔اپریل ۱۹۰۵ء کے قیامت خیز زلزلہ کے بعد مرزا صاحب نے یہ سمجھتے ہوئے کہ ممکن ہے اس قہری رو میں اور بھی کوئی زلزلہ آجائے الہام پر الہام گھڑنے شروع کئے۔ چنانچہ ۸۔اپریل ۵ء کو اشتہار دیا:۔

"آج رات تین بجے کے قریب خدا کی پاک وحی مجھ پر نازل ہوئی۔ تازہ نشان کا دھکہ۔ زلزلۃ الساعۃ خدا ایک تازہ نشان دکھائیگا۔ مخلوق کو اس نشان کا ایک دھکہ لگے گا وہ قیامت کا زلزلہ ہوگا مجھے علم نہیں دیا گیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے جو دنیا پر آئے گی جس کو قیامت کہہ سکیں اور مجھے علم نہیں دیا گیا کہ ایسا حادثہ کب آئیگا اور مجھے علم نہیں کہ وہ چند دن یا چند ہفتوں تک ظاہر ہوگا یا خدا تعالے

اس کو چند مہینوں یا چند سال کے بعد ظاہر فرمائیگا یا کچھ اور قریب یا بعید۔" ("الانذار" در تبلیغ رسالت جلد ۱۰ ص۸)

ناظرین کرام! ملاحظہ ہو کہ مرزا صاحب قادیانی جو کہتے تھے کہ میں رسول خدا نبی محدث وغیرہ ہوں۔ خدا کے نبی کا ہر قول و فعل خدا کا قول ہوتا ہے اس کے باوجود مکمل شرم و حیا نہایت ہی گری ہوئی اور نفرت انگیز حیلوں سے دلوں اور ہوشمندوں سے بھی ہرگز نہ دو ہیر دینا پھیر دن سے آئندہ زلزلہ کی پیش گوئی کر رہے ہیں شرم! شرم!! شرم!!!

اس کے بعد ۳ اپریل ۱۹۰۵ء کو ایک کشف سنایا:۔

"میں قادیان کے بازار میں گاڑی پر سوار ہوں اس وقت زلزلہ آیا مگر ہم کو کوئی نقصان اس زلزلہ سے نہیں ہوا" (ملخص ص۳۹ رسالہ "مکاشفات" مرزا بحوالہ اخبار البدر جلد ۱ ع۳)

اس کے بعد مرزا صاحب نے ۱۵ اپریل ۱۹۰۵ء کو اپنی کتاب نصرۃ الحق کے ص۳ پر یہ اشعار لکھے:۔

اک نشان ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد ۔ جس سے گردش کھائینگے دیہات شہر و مرغزار
آئیگا قہر خدا سے خلق پر اک انقلاب ۔ اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار
یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائینگے ۔ کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار
اک جھپک میں یہ زمیں ہو جائیگی زیر و زبر ۔ نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آب رودبار
رات جو رکھتے تھے پوشاک برنگ یاسمن ۔ صبح کر دیگی انہیں مثل درختان چنار
ہوش اڑ جائینگے انساں کے پرندوں کے حواس ۔ بھولیں گے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار
ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی ۔ راہ کو بھولے ہونگے مست و بے خود راہ دار
خون سے مردوں کے کوہستان کے آب رواں ۔ سرخ ہو جائیں گے جیسے ہو شراب انجبار
مضمحل ہو جائینگے اس خوف سے سب جن و انس ۔ زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حال زار
اک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربانی نشان ۔ آسماں حملے کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار

ہاں! نہ کر جلدی سے انکار اے سفید ناشناس ¦ اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دارومدار
وحی حق کی بات ہے ہو کر رہیگی بے خطا ¦ کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بردبار

مرقومہ بالا اشعار سے ظاہر ہے کہ عنقریب ایک ایسا زلزلہ آئے گا جس سے شہر دیہات بلکہ جنگل و ویرانے بگڑ جائیں گے۔ بشر و شجر۔ حجر و بحار جنبش میں آئیں گے یہ زلزلہ کوئی ایسا نہیں ہو گا کہ سالوں، مہینوں، ہفتوں یا گھنٹوں رہے بلکہ "اک جھپک میں یہ زمیں ہو جائے گی زیر و زبر" یہ زلزلہ ایک ہی رات کو صبح سے پہلے آئے گا جس سے انسان تو انسان کبوتروں کو اپنی چہل، پہل اور بلبلوں کی چہچہاہٹ بھول جائیگی غیر ذی عقل ہستیوں کا تو کیا ذکر زار یعنی انسان کے آنسو بھی باحال زار ہوں گے۔ یہ تو اس مخلوق کا ذکر ہے جو ہر انسان کو ظاہری نظر آتی ہے اس زلزلہ کا اثر اس مخلوق پر بھی پہنچے گا جسے انسان دیکھ نہیں سکتا یعنی جنات کی قوم بھی اس زلزلہ کے اثر سے مضمحل ہوگی وغیرہ۔

باوجود ان صریح تصریحات کے اس کے نیچے حاشیہ میں پھر وہی راولانہ چال اختیار کر کے لکھا:۔

"خدا تعالیٰ کی وحی میں زلزلہ کا بار بار لفظ ہے اور فرمایا کہ ایسا زلزلہ ہو گا جو نمونہ قیامت ہو گا بلکہ قیامت کا زلزلہ اس کو کہنا چاہیئے جس کی طرف سورہ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا اشارہ کرتی ہے لیکن میں ابھی تک اس زلزلہ کے لفظ کو قطعی یقین کے ساتھ ظاہر پر نہیں جما سکتا ممکن ہے یہ معمولی زلزلہ نہ ہو بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو جو قیامت کا نظارہ دکھلا دے الخ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۲۰)

آہ! قادیانی "حضرت مسیح موعود نبی اللہ" صاحب کس قدر ایچا پیچی سے کام لے رہے ہیں دعوٰی یہ ہے کہ:۔

میں امام الزمان ہوں "امام الزمان کی پیش گوئیاں

اخبار علی الغیب کا مرتبہ رکھتی ہیں یعنی غیب کو ہر ایک پہلو سے اپنے قبضہ میں کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ چابک سوار گھوڑے کو قبضہ میں کرتا ہے۔ (ص ضرورۃ الامام)

اسی طرح ضرورۃ الامام میں لکھا ہے کہ:۔

"جو پیشگوئیوں کو کاہنوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ وہ ایک خاص حصہ کی روشنی و ہدایت اپنے اندر رکھتی ہیں اور ملہم وسعت ہدایت میں توجہ کر کے ان کا انکشاف کرا لیتے ہیں"

(ص ضرورۃ الامام ملخصاً)

مصیبت یہ ہے کہ باوجودیکہ خدا کی وحی میں بار بار زلزلہ کا ذکر ہے۔" پھر بھی مرزا جی کو یقین نہیں۔ خدا کی وحی ہو تو ایمان ہو۔ یہاں تو خدا پر ہی ایمان نہیں سب الہامات اپنے نفس کی ایجاد ہیں پھر ان پر ایمان کیسے ہو آگے سنیے اس کے بعد مورخہ ۲۱۔ اپریل کو مرزا صاحب نے پھر ایک اشتہار دیا:

"۹ اپریل ۵ء کو پھر خدا تعالیٰ نے مجھے ایک سخت زلزلہ کی خبر دی جو نمونہ قیامت اور ہوش ربا ہو گا۔ چونکہ دو مرتبہ مکرر طور پر اس علیم مطلق نے اس آئندہ واقعہ پر مجھے مطلع فرمایا ہے اس لئے میں یقین رکھتا ہوں کہ عظیم الشان حادثہ جو محشر کے حادثہ کو یاد دلائے گا دور نہیں خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ جب تک دوسرا نشان دکھا دے تا ماننے والوں پر اس کا رحم ہو تا وہ لوگ جو کچی منزلوں کے نیچے سوتے ہیں وہ کسی اور جگہ ڈیرے لگا لیں" (ملخص اشتہار مرزا مورخہ ۲۱۔ اپریل ۵ء موسومہ الندا من وحی السماء مندرجہ ریویو جلد ۴ ص ۱۲۳)

جس عبارت میں تو بلا کسی تاویل و احتمال کے صاف صاف زلزلے کا ذکر

کا ذکر ہے وہ اس طرح کہ لوگ گھروں سے نکل کر آسمان کے نیچے ڈیرے لگائیں مطلب یہ کہ زلزلہ آیا کہ آیا۔ چنانچہ مرزا صاحب جن کا دعویٰ ہے کہ میرا ہر قول و فعل خدا کے حکم سے ہے جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں فرماتے ہیں کہ "وہ حادثہ دور نہیں"۔ اس پر مزید شہادت یہ کہ خود مرزا صاحب نے بمعہ اہل و عیال مکان چھوڑ کر باغ میں جا ڈیرا لگایا۔ چنانچہ ۲۹۔ اپریل ۰۵ء کے اشتہار میں تھا:۔

"آج ۲۹۔ اپریل ۰۵ء کو پھر خدا تعالیٰ نے مجھے دوسری مرتبہ کے زلزلہ شدیدہ کی نسبت اطلاع دی ہے۔ یہ بات آسمان پر قرار پا چکی ہے کہ ایک شدید آفت سخت تباہی ڈالنے والی دنیا پر آوے گی جس کا نام خدا تعالیٰ نے بار بار زلزلہ رکھا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ قریب ہے یا کچھ دنوں کے بعد اس کو ظاہر فرماوے گا مگر بار بار خبر دینے سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ بہت دور نہیں (حضور آپ کا تو دعویٰ ہے کہ میری اپنی ہستی کچھ نہیں میں خدا کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح ہوں۔ مفہوم ص۲۴۴ ریویو جلد دوم یہاں کیا بات ہے کہ آپ مہینہ بھر سے ہیر پھیر کر رہے ہیں، مگر اصلیت آپ کو معلوم نہیں ہوتی۔ ناقل) یہ خدا تعالیٰ کی خبر اور اس کی خاص وحی ہے جو لوگ شائع کر رہے ہیں کہ کوئی سخت زلزلہ آنے والا نہیں ہے، وہ جھوٹے ہیں، بالکل سچ ہے کہ وہ زلزلہ اس ملک پر آنے والا ہے جو پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں گزرا۔ غالباً صبح کا وقت ہوگا یا کچھ حصہ رات میں سے یا ایسا وقت ہوگا جو اس کے قریب ہے۔"

(ریویو جلد ۴ ص۲۴۲)

برادران! ملاحظہ فرمائیے کہ نصرۃ الحق کے اشعار میں تو صاف تھا کہ
"زینت جو رکھتے تھے پوشاک برنگ یاسمن ۔ صبح کر دیگی انہیں مثل درختانِ چنار"۔
یعنی با استعارات سے صبح کے پہلے پہلے آئے گا۔ مگر اس اشتہار میں اور
وسعت پیدا کی کہ " یا ایسا وقت جو اس کے قریب " بہرحال تحریر ہذا شاہد
ہے کہ جس ملک میں ایک بے نظیر مہلک زلزلہ آنے والا ہے۔ اس کے بعد ۲۱ر
مئی [illegible] کو پھر اشتہار دیا " ضروری گذارش لائق توجہ گورنمنٹ "۔

"مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے خبر ملی کہ ایک زلزلہ اور آنے والا
ہے جو قیامت کا نمونہ ہوگا۔ میں اس بات کی طرف متوجہ ہوں
کہ یا تو خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس گھڑی کو ٹال دے
اور مجھے اطلاع دے یا پورے طور پر بقید تاریخ اور روز
اور وقت اس آنے والے حادثہ سے مطلع فرماوے کیونکہ
وہ ہر ایک بات پر قادر ہے اب تک قریباً ایک ماہ سے میرے
خیمے باغ میں لگے ہوئے ہیں۔ میں واپس قادیان میں نہیں گیا
کیونکہ مجھے معلوم نہیں کہ وقت کب آنے والا ہے میں نے
اپنے مریدوں کو بھی نصیحت کی کہ جس کی مقدرت ہو اسے
مناسب ہے کہ کچھ مدت خیموں میں باہر جنگل میں رہے (حاشیہ
میں لکھا ہے) اس کے واسطے کوئی تاریخ معین نہیں کیونکہ
خدا تعالیٰ نے کوئی تاریخ میرے پر ظاہر نہیں فرمائی۔ ایسی پیش
گوئیوں میں یہی سنت اللہ ہے چنانچہ انجیل میں بھی صرف یہ
لکھا ہے کہ زلزلے آویں گے مگر تاریخ مقرر نہیں مجھے اب تک

[illegible] صاحب جنہوں نے ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص۵ پر انجیل کی پیشگوئیوں کو بایں الفاظ
[illegible] یہ پیشگوئیاں کیا ہی تھیں کہ زلزلے آئیں گے کیا ہمیشہ زلزلے نہیں آتے
[illegible] پیشگوئیاں اس کی خدائی پر دلیل ٹھہرائیں ۔ مگر اس جگہ (بقیہ بر صفحہ ۱۲۴)

قطعی طور پر یہ بھی معلوم نہیں کہ اس زلزلہ سے درحقیقت ظاہری زلزلہ مراد ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے جو زلزلہ کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہے، اس خوف کو لازم سمجھ کر میں خیموں میں گزارہ کرتا ہوں۔ ایک ہزار روپیہ کے قریب خرچ ہو چکا ہے۔ اسقدر خرچ کون اٹھا سکتا ہے بجز اس کے کہ سچے دل سے آنے والے حادثہ پر یقین رکھتا ہے مجھے بعد میں زلزلہ کی نسبت یہ بھی الہام ہوا تھا۔ "پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی"۔ اجتہادی طور پر خیال گزرتا ہے کہ ظاہر الفاظ وحی کے چاہتے ہیں کہ یہ پیشگوئی بہار کے ایام میں پوری ہو گی" (ریویو جلد ۴ صفحہ ۳۴۴)

اس جگہ پھر وہی چالاکی اختیار کی ہے کہ ایک طرف زلزلہ کی بار بار تصریح دوسری طرف احتمال و اہمال بہر حال جو کچھ ہو اس زلزلہ "یا کوئی اور آفت شدیدہ" کے جلد نازل و وارد ہونے پر مرزا صاحب کو یقین تھا۔ جو بہ تمام و کمال جھوٹا، خیالی اور رد بھی ثابت ہوا۔ آخر انتظار بسیار کے بعد مرزا صاحب اپنا سا منہ لے کر چپکے سے قادیان میں آ گئے اور غریب و محنتی مریدوں سے بطور چندہ اکٹھا کیا ہوا ہزار روپیہ کے قریب روپیہ مفت میں خیموں وغیرہ پر برباد ہوا۔ آگے ملاحظہ ہو ضمیمہ نصرۃ الحق صفحہ ۹ ط اول کے حاشیہ پر لکھا ہے :۔

"خدا تعالیٰ کا ایک الہام یہ بھی ہے کہ پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زلزلہ موعودہ کے وقت بہار کے دن ہوں گے اور جیسا کہ بعض الہامات سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۳) دیکھئے کہ اپنے مطلب کو اسی انجیل کی پیشگوئیوں سے استدلال کر رہے ہیں۔ آہ بشرم!!!۱۲ منہ

سمجھا جاتا تھا غالباً صبح کا وقت ہوگا یا اس کے قریب اور غالباً وہ وقت نزدیک ہے جبکہ وہ پیشگوئی ظہور میں آجائے اور ممکن ہے کہ خدا اس میں کچھ تاخیر ڈال دے۔" (اس تاخیر کی تعیین اسی صفحہ کے متن میں یہ کی گئی ہے) "بار بار وحی الٰہی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ پیشگوئی میری زندگی میں اور میرے ہی ملک اور میرے ہی فائدے کے لئے ظہور میں آئے گی۔ اگر خدا تعالیٰ نے بہت ہی تاخیر ڈال دی تو زیادہ سے زیادہ سولہ سال میں۔ ضرور ہے کہ یہ میری زندگی میں ظہور میں آجائے"؛

با انصاف و با خدا ناظرین! دیکھئے کہاں تو یہ سمجھا تھی کہ آسمان سر پر اٹھالیا تھا کہ زلزلہ آیا کہ آیا حتیٰ کہ مریدوں کے نام سرکلر جاری کر دیا کہ مکانوں کو چھوڑ کر باہر ڈیرے لگاؤ اور خود بھی مہینہ بھر باغ میں رہے اور کہاں یہ بے بسی کہ زیادہ سے زیادہ سولہ سال کی تاخیر ہے۔

بھائیو! کیا آپ نے آج تک کوئی رمال یا منجم بھی سنا یا دیکھا ہے کہ وہ ہر بات میں مغالطہ اور دھوکہ کو ہی دین و ایمان سمجھے؟ یقیناً نہیں دیکھا ہوگا مگر ہمارے "حضرت مرزا صاحب" ان سے بھی بڑھ چڑھ کر ہیں؛

بہر حال اس تحریر میں اتنا تو ہے کہ اس ملک کی تخصیص اور زندگی کی تعیین کی گئی ہے بیشک ہے۔ اب سوال یہ ہوگا کہ ایسا زلزلہ ملک پنجاب میں مرزا صاحب کی زندگی میں کب آیا؟ اس کا جواب مرزائی یہ دیتے ہیں کہ ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو آیا تھا۔ اس کے جواب میں ہم اپنے ناظرین ہی کے انصاف پر فیصلہ چھوڑتے ہیں کہ وہ خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر گواہی دیں کہ کیا زلزلہ عظیم اپریل ۱۹۰۵ء کے بعد کا زلزلہ کسی وہم و خیال میں بھی ہے؟ کسی کو یاد ہے؟ ہرگز نہیں حالانکہ زلزلہ موعودہ ویسا زلزلہ تھا کہ یہ

"ہمچو جیسے زلزلے سے بھی بڑھ چڑھ کر، قیامت خیز، ہوش ربا

حادثہ محشر کو یاد دلانے والا جو نہ کسی آنکھ نے اس سے پہلے دیکھا نہ کسی نے سنا بلکہ کسی کے وہم میں بھی نہ گزرا ہو، کہاں وہ زلزلہ جو پرندوں کے ہوش و حواس کھو دے، جنوں کو بیخود کر دے سمندروں، دریاؤں، شہروں۔ دیہاتوں کو چکرا ڈالے جس میں اتنے آدمی مریں کہ ندیاں خون کی رواں ہوں۔"

پس ہمارے ناظرین خود اندازہ لگالیں کہ مرزائی اس جواب میں کہاں تک راست گو اور ایماندار ہیں[1]۔ اوہو میں دور چلا گیا۔ ساری دنیا بھی گواہی دیدے تب بھی مرزائی ایمان نہ لائیں گے۔ مجھے تو لازم ہے کہ خود مرزا صاحب کی تحریر سے دکھاؤں کہ ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء والا زلزلہ بہت ہی معمولی تھا۔ احمدی دوستو! سنو اور کان کے پردے کھول کر بے ایمانی۔ ضد و تعصب کو چھوڑ کر سنو! مرزا صاحب راقم ہیں :۔

"وحی الٰہی سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ زلزلے آئینگے اور پہلے چار کسی قدر ہلکے اور خفیف ہوں گے اور دنیا ان کو معمولی سمجھے گی۔ پھر پانچواں زلزلہ قیامت کا نمونہ ہوگا کہ لوگوں کو سودائی اور دیوانہ کر دے گا یہاں تک وہ تمنا کریں گے کہ اس دن سے پہلے مرجاتے اب یاد رہے کہ اس وقت تک جو ۲۲ جولائی ۱۹۰۶ء ہے اس ملک

---

[1] آج کل جو ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کو ایک زلزلہ ملک بہار میں آچکا ہے۔ مرزائی صاحبان اب اس کو ان پیشگوئیوں کا مصداق ظاہر کرتے ہیں حالانکہ ان تحریرات میں صاف ذکر ہے کہ وہ زلزلہ مرزا کی زندگی میں آئے گا۔ اگر زیادہ سے زیادہ تاخیر ہوگی تو سولہ سال تک"۔ لہٰذا بہار اور کوئٹہ کے زلزلے اس پیشگوئی سے مراد لینا محض بہانہ اور کج فہمی کی دلیل ہے۔ ۱۹۲۱ء کے بعد کے زلزلے ہرگز ہرگز اس "پیشگوئی" اور "الہام" کے تحت نہیں آسکتے۔ ۱۲ منہ

میں تین زلزلے آچکے ہیں یعنی ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء اور ۲۰ مئی ۱۹۰۶ء اور ۲۱ جولائی ۱۹۰۶ء مگر غالباً خدا کے نزدیک یہ زلزلوں میں داخل نہیں کیونکہ بہت ہی خفیف ہیں" الخ
(حاشیہ صـ۹۲ حقیقۃ الوحی)

ظاہر ہے کہ ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء والا زلزلہ وہ زلزلہ نہیں جو قیامت کا نمونہ تھا۔ خلاصہ یہ کہ مرزا صاحب کی یہ پیشگوئیاں بھی غلط ہوئیں۔

مرزائی عذر اس زلزلہ والی پیشگوئی پر مرزائی ایک عذر یہ کرتے ہیں کہ ۱۹۰۶ء میں مرزا صاحب کو یہ الہام بتایا گیا تھا کہ وہ زلزلہ تاخیر میں پڑگیا۔ لہٰذا زندگی میں نہ آنا قابل اعتراض نہیں۔

الجواب تاخیر والا الہام مجمل ہے اس میں کہیں مذکور نہیں کہ بعد زندگی کے آئے گا بخلاف اس کے ہم جو تحریرات مرزا نقل کر آئے ہیں ان میں بالفاظ صریح "وحی" سے بتایا گیا ہے کہ "وہ زندگی میں آئیگا بڑی سے بڑی تاخیر زندگی تک ہے" اس سے زیادہ نہیں۔ پس یہ عذر سراسر غلط ہے۔

پیشگوئیوں کے متعلق مرزائیوں کے چند ایک خود ساختہ معیار اور اخبار انبیاء پر اعتراضات کا جواب

از تفہیمات ربانیہ مصنفہ مولوی اللہ دتہ احمدی و دیگر کتب مرزائیہ)

معیار اول "پیشگوئی کی غرض ایمان پیدا کرنا ہے ایمان وہی مقبول ہے جو یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کا مصداق ہو۔ کوئی پیش گوئی ایسے طور پر پوری نہیں ہو سکتی جو یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ سے باہر لے جائے نہ ہی کسی کا حق ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کے متعلق

ایسا مطالبہ کرے "

الجواب آیت یومنون بالغیب سے مراد پیش گوئی لینا، تحریف فی القرآن ہے۔ غیب سے مراد ذاتِ الٰہی، عالم برزخ ملائکۃ اللہ، دوزخ، جنت، وغیرہ ہیں۔ مرزا صاحب خود راقم ہیں:۔

"یومنون بالغیب متقی وہ ہیں جو خدا پر جو مخفی در مخفی ہے ایمان لاتے ہیں" (حقیقۃ الوحی صـ۱۳۲)

علاوہ ازیں غیب سے مراد پیشگوئی نہ ہونے پر مرزا صاحب کے اقوالِ ذیل بھی دال ہیں:۔

(۱) "پیشگوئی سے صرف یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ دوسرے کے لئے بطور دلیل کام آسکے لیکن جب ایک پیشگوئی خود (پردہ غیب میں ہونے کی وجہ سے ۔ ناقل) دلیل کی محتاج ہے تو کس کام کی؟ (صـ۱۲۱) پیشگوئی میں تو وہ امور پیش کرنے چاہئیں جن کو کھلے کھلے طور پر دنیا دیکھ سکے۔" (تحفہ گولڑہ صـ ۱۲۱/۲۰ و صـ ۱۲۲/۲۰۱ ط اول)

پس جن پیشگوئیوں کو خود مرزا صاحب نے بطور دلیل صداقت مخالفین کے سامنے پیش کیا ہے ان کے متعلق یہ معیار مقرر کرنا مرزائیت کی انتہائی کمزوری کا ثبوت دینا ہے۔

معیار دوم "وعدہ ہو یا وعید ہر دو قسم کی پیشگوئیاں مرکزی نقطہ ایمان پیدا کرنے کے گرد چکر لگاتی ہیں۔ یہ غرض پوری ہو جائے تو وعید کا ٹل جانا ہی سنت الٰہی ہے۔"

الجواب ہمارا بھی اس پر صاد ہے کہ جو پیشگوئی وعید کی مشروط بہ ایمان ہو اگر منکر ایمان لے آئے تو پیشگوئی ٹل نہیں جاتی بلکہ پوری

ہو جاتی ہے ۔

معیار سوم | "انذاری پیشگوئیاں سب کی سب شرط توبہ کے ساتھ مشروط ہوتی ہیں"

جواب | ہر ایک انذاری پیشگوئی مشروط نہیں ہوتی۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

"گو بظاہر کوئی پیشگوئی شرط سے خالی ہو مگر پوشیدہ طور پر ارادہ الٰہی میں مشروط ہوتی ہیں۔ بجز ایسے الہام کے جس میں ظاہر کیا جائے کہ اس کے ساتھ شرط نہیں۔ ایسی صورت میں وہ قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے اور تقدیر مبرم قرار پاتا ہے"
(صنا حاشیہ انجام آتھم)

اس سے ظاہر ہے کہ تقدیر مبرم میں شرط نہیں ہوتی۔ یہ مرزا صاحب کا مذہب ہے جو مرزئیوں پر حجت ہے۔ باقی رہیں دیگر پیشگوئیاں جن میں تقدیر مبرم کا ذکر نہ بھی ہو ان کے متعلق بھی جب تک خود ملہم کی تصریح نہ ہو کہ یہ توبہ سے ٹل سکتی ہیں۔ ان کا بالفاظ ظاہر پورا نہ ہونا یا ٹل جانا ملہم کی صداقت پر حرف لاتا ہے۔ گو وہ در پردہ مشروط ہی کیوں نہ ہو۔ اور ایسی پیشگوئی مخالف کے سامنے بطور دلیل نہیں پیش کی جا سکتی۔ دیکھئے بخاری شریف کتاب المغازی میں جو حدیث امیہ بن خلف کے موت کے بارے میں ہے۔ اس میں تقدیر مبرم کا کوئی ذکر نہیں مگر وہ باوجود امیہ کے پیشگوئی کی عظمت سے ڈرنے کے بھی ہو بہو پوری ہوئی۔ (بخاری کتاب المغازی)

معیار چہارم | پیشگوئی یا امر غیب کا ظہور سے قبل پورے طور پر سمجھ میں آنا ضروری نہیں۔

مثال اول | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا کہ آپ کی ہجرت گاہ وہ زمین ہوئی جس میں کھجوروں کے باغ ہوں گے آپ کا خیال

زمین کے متعلق یمامہ کی طرف گیا۔ بعد میں مدینہ ثابت ہوا۔

جواب پیش رو ئی کو پیش گوئی کہنا آپ جیسے دانا ؤں کا ہی کام ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں غلطی نہیں کی باقی جتنا کچھ اس "پیشگوئی" میں دکھایا گیا وہ نبی صلعم نے خوب سمجھا تھا۔ کون کہتا ہے کہ نبی صلعم نے اس وحی الٰہی کو نہیں سمجھا۔ باقی رہا یہ اعتراض کہ باغوں والی زمین سے مراد یمامہ نہ تھی مدینہ تھی۔ میں کہتا ہوں وحی الٰہی میں مدینہ کا ذکر کہاں ہے؟

آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ "پیشگوئی قبل از ظہور سمجھ میں نہیں آتی" اور دلیل یہ ہے کہ مدینہ کا ذکر پیشگوئی میں نہیں تھا جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں سمجھا۔ العجب یا للعجب!

حضرات! یمامہ اور ہجر میں بھی باغ تھے اور مدینہ میں بھی۔ چونکہ الہام الٰہی میں کوئی تعیین نہ کی گئی تھی اس لئے حضور نے اس کا اظہار کسی پر نہیں کیا چنانچہ مرزا صاحب راقم ہیں:۔

"جب تک خدا تعالیٰ نے خاص طور پر تمام مراتب کسی پیشگوئی کے آپ پر نہ کھولے تب تک آپ نے اس کی کسی خاص شق کا کبھی دعویٰ نہ کیا" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۶ طبع ۲)

اس کے بعد جب حضور علیہ السلام مدینہ تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کھول دیا کہ باغوں والی زمین یہ ہے۔ تب حضور نے اس کو لوگوں پر ظاہر کیا (بخاری باب ہجرۃ النبی واصحابہ الی المدینہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۴)

بخلاف اس کے تم مرزا صاحب کی جن جھوٹی پیشگوئیوں کی مدافعت میں یہ اعتراض کرتے ہو وہ ایسی ہیں کہ بقول مرزا صاحب خدا فرماتا ہے کہ اے مرزا:۔

"تجھ سے پوچھتے ہیں کہ یہ کیا بات سچ ہے؟ (کہ محمدی بیگم تمہاری

آسمانی منکوحہ ہے) کہہ ہاں مجھے اپنے رب کی قسم یہ سچ ہے اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے نہیں روک سکتے ہم نے خود اس سے تیرا نکاح باندھ دیا ہے۔ میری باتوں کو کوئی بدلا نہیں سکتا،، (فیصلہ آسمانی صفحہ ۴۰)

دوسری مثال جو اس مدعا پر پیش کی جاتی ہے وہ مرزا صاحب کے الفاظ میں یہ ہے:۔

"بخاری و مسلم میں درج ہے کہ آنحضرتؐ کی بیویوں سے پہلے وہ فوت ہوگی جس کے لمبے ہاتھ ہونگے۔ انہوں (یعنی صحابہ کرام) نے (بعد وفات نبی صلعم کے) زینبؓ کی وفات کے وقت یقین کرلیا کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی حالانکہ یہ بات اجماعی طور پر تسلیم ہوچکی تھی کہ سودہؓ کے لمبے ہاتھ ہیں۔ وہی پہلے فوت ہوگی، آنحضرتؐ نے ہاتھوں کو ناپتے دیکھ کر بھی منع نہیں فرمایا۔ ثابت ہوا کہ اصل حقیقت آنحضرت صلعم کو بھی معلوم نہ تھی (ملخص ازالہ اوہام صفحہ ۲۴۴ تا ۲۴۶ طبع اول صفحہ ۲۹۶ تا ۲۹۷ طبع ۲)

الجواب پہلا اور ڈبل جھوٹ تو مرزا صاحب نے یہ بولا ہے کہ لمبے ہاتھوں کی پیشگوئی سن کر بیویوں نے آپ کے روبرو ہاتھ ناپنا شروع کئے اور آپ یہ دیکھ کر خاموش رہے:۔

خدا کی قسم یہ رسول اللہ صلعم پر افترا ہے۔ بہتان ہے۔ اتہام ہے۔ کذب ہے دروغ بے ثبوت لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ ہرگز ہرگز اس حدیث میں یہ نہیں لکھا:۔

دوسرا جھوٹ یہ بولا ہے کہ ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کا پہلے وفات پانا اجماعی طور پر تسلیم کیا گیا تھا حالانکہ سوائے چند ایک امہات المومنین کے اور کسی کا یہ خیال نہ تھا۔ آنحضرت صلعم کی ازواج مطہرات کا ایسا خیال بھی

استنباطاً سمجھا جاتا ہے۔ ورنہ اس بارے میں ان سے بھی کوئی شہادت لفظی موجود نہیں:۔

تیسرا جھوٹ مرزا صاحب نے یہ بولا ہے کہ الفاظ اَطْوَلُکُنَّ یَدًا کے معنی لمبے ہاتھ کئے ہیں حالانکہ "لمبے ہاتھ" تثنیہ یا جمع کے صیغوں میں بولا جاتا ہے ورنہ حدیث میں "یَدًا" کا لفظ ہے جو واحد کا صیغہ ہے۔ کل اہل عرب بلکہ ساری دنیا کا محاورہ ہے کہ جب کسی انسان کے متعلق ایک "لمبا ہاتھ" بولتے ہیں (بشرطیکہ شخص مذکور واقعی لنجا نہ ہو) تو اس سے سخاوت، کرم بخشی، حکومت قبضۂ تام۔ غلبۂ قدرت وغیرہ مراد ہوتی ہے۔

قرآن پاک سے مثال سنو! بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ اس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے تمام اشیاء کی۔ اب آیئے الفاظ اَطْوَلُکُنَّ یَدًا کے اصلی معنی مرزا صاحب کی زبان سے سنیئے:۔

"دراصل لمبے ہاتھوں سے مراد سخاوت تھی" (صہ۳۹ ایام الصلح اردو)

پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی یہی تھی کہ تم میں سے پہلے وہ فوت ہوگی جو زیادہ سخی ہے۔ چنانچہ وہی ہوا جو آپؐ نے فرمایا تھا۔ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ باقی رہا کہ بیویوں نے از خود لمبے ہاتھ سے مراد ظاہری ہاتھ لئے تھے سو ان کا خیال ہے جو وحی الٰہی نہیں تھا۔ بحث طلب بات یہ ہے کہ نبی پیشگوئی کے وقوع سے پہلے کوئی غلط مفہوم قائم کر سکتا ہے جس کی بعد میں جا کر تردید ہو جائے اور وہ الفاظ ملہم کے خلاف ہو یا نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ انبیاء پیشگوئی کا جو مفہوم متعین کرتے ہیں۔ وہ الفاظ ملہم کے عین مطابق ہوتا ہے لیکن مرزا صاحب کی پیشگوئیاں اس قبیل

ؔلہ مرزا صاحب چونکہ عربی ادب اور لغت سے بے بہرہ تھے اس لئے ہر مقام پر انہوں نے ٹھوکر کھائی۔ یہاں اَطْوَلُ طَوْل سے ہے جس کے معنی سخاوت وغیرہ کے ہیں اور طُول سے نہیں جو لمبائی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے:۔

کی نہیں ہوتیں:۔

مزید براں مرزا صاحب کی متحدیانہ پیشگوئیاں بھی پوری نہیں ہوئیں جو انہوں نے اپنی صداقت میں پیش کیں۔ اور جن کے الفاظ جہاں تک واضح ہونے کا تعلق ہے قطعی کسی تاویل کے متحمل نہیں:

تیسری مثال اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سَاُرِیْکُمْ اٰیٰاتِیْ فَتَعْرِفُوْنَهَا عنقریب میں تم کو اپنے نشان دکھاؤں گا تب تم (بعد دیکھنے کے) ان کو پہچان سکو گے اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ قبل ظہور پیشگوئی کی پوری معرفت نہیں ہوا کرتی:

الجواب: آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا۔ جو تم دیکھو گے اور واقع ہو جانے کے بعد ان نشانوں کے تم اسلام کی صداقت کے قائل ہو جاؤ گے۔ جیسے قیامت کے متعلق فرمایا:۔

کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ تمہیں جو اس وقت بتایا جا رہا ہے اس کا تمہیں علم نہیں اگر معنی یہ ہوں تو پھر ان کو جتلایا کیا گیا؟ مقصد یہ ہے کہ وقوع میں تمہیں شک ہے۔ جب ان نشانوں کو وقوع ہوتے ہوئے دیکھ لو گے تو تمہیں خود بخود یقین ہو جائے گا۔

چوتھی مثال۔ آنحضرتؐ کی پیشگوئی۔ حرم کعبہ میں ایک مینڈھا ذبح کیا جائے گا (بعد وفات نبویؐ) جب حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ شہید ہوئے تو سمجھ لیا گیا کہ یہی مینڈھا ہے (ص ۷۴۲/۲۹۹ ازالہ طبع ۱)

الجواب: اس پیشگوئی کا پتہ نہیں دیا کہ کس کتاب میں ہے صحیح ہے یا غلط، خواب ہے یا بیداری کی۔ اگر روایت صحیح اور واقعہ خواب کا ہے تو جواب خود ہی ہو گیا۔ دیکھو مرزا بشیر جانتا ہے:۔

"خوابیں تعبیر طلب ہوتی ہیں، کبھی موت سے مراد صحت اور کبھی صحت سے مراد موت، کئی مرتبہ خواب میں ایک شخص کی موت دیکھی جاتی ہے اس کی تعبیر زیادت عمر ہوتی ہے۔" (ص ۲۶ تتمہ

حقیقۃ الوحی مصنفہ مرزا صاحب)
ہاں اگر خواب میں خدا کا نبی ہو یا عام ملہم من اللہ اور وہ خود اس خواب کی تعبیر متعین الفاظ میں کر دے جو پیشگوئی پر مبنی ہو مگر بعد کو پوری نہ ہو تو یقیناً قابلِ اعتراض ہے۔ مثلاً مرزا صاحب نے مولوی عبدالکریم کی صحت کے بعض خواب سنائے اور انہیں لوگوں کے روبرو ظاہری معنوں میں پیش کئے جو صریح جھوٹے ثابت ہوئے۔

۲۔ اگر یہ روایت صحیح ہے اور خواب نہیں۔ بیداری کی وحی ہے تو بھی مینڈھوں سے مراد "انسان" ہو سکتے ہیں۔ دیکھیے خود مرزا صاحب کی وحی "دو بکریاں ذبح ہوں گی" جس کے معنی خود مرزا اور مرزائی احمد بیگ ہوشیار پوری اور اس کا داماد سلطان محمد" لیتے رہے (ص۵۷ ضمیمہ انجام آتھم) مگر جب پیشگوئی صریح جھوٹی نکلی اور سلطان محمد نہ مرا تو اس کو "مولوی عبداللطیف اور اس کے شاگرد عبدالرحمٰن" کی موت پر لگا دیا (ص۷ تذکرۃ الشہادتین)

۲۔ اگر یہ روایت صحیح ہے اور بیداری کا الہام ہے جس سے مراد حضرت زبیرؓ کی شہادت ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ نبی صلعم نے اس سے ضرور ظاہری مینڈھا سمجھا تھا۔

پانچویں مثال مرزائی یہ دیتے ہیں کہ آنحضرت کو خواب میں جناب عائشہ صدیقہؓ کی تصویر دکھائی گئی کہ یہ آپ کی بیوی ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا "اِنْ یَّکُنْ ھٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ یُمْضِہٖ" اگر یہ خواب خدا کی طرف سے ہے تو وہ اسے پورا کر دے گا۔ معلوم ہوا کہ نبی صلعم کو بھی اس پیشگوئی کی حقیقت پہلے پہل معلوم نہ تھی (مولوی اللہ دتا ملتانی مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۲۶ء)

الجواب یہاں لکھا ہے کہ مجھے معلوم نہیں اس کے کیا معنی ہیں؟ [illegible] معنی معلوم ہوتے ہوئے کہا یہ ہے کہ اگر یہ خواب خدا کی طرف سے ہے تو پورا ہو کر رہے گا۔ معلوم ہوا کہ پیشگوئی کے معنے معلوم تھے۔ باقی رہا یہ [illegible] "اگر" کا لفظ کیوں استعمال کیا جو شک پر دلالت کرتا ہے۔ تو جواب ہے کہ بفرض محال "اگر" کے معنی شک بھی ہوں۔ تو بھی اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ پیشگوئی کے معنوں میں کوئی شک تھا۔ شک اگر ہے تو اس پیشگوئی کے خدا کی طرف سے ہونے میں ہے نہ کہ پیشگوئی کے معنوں میں مگر [illegible] "اگر" کا لفظ ہمیشہ شک کے معنوں میں ہی استعمال نہیں ہوتا کبھی [illegible] آتا ہے کہ یقین دلایا جائے چونکہ دوسرا پہلو محال ہے، [illegible] کیا گیا ہے، وہ درست ہے یعنی "ان" "تشکیک" کے لئے نہیں بلکہ تحقیق کے لئے بھی کبھی استعمال ہوتا ہے جیسے ہم کہتے ہیں اگر ہم حق پر ہوں تو ضرور کامیابی ہوگی۔ یعنی چونکہ ہیں یقینی طور پر حق پر ہوں [illegible] کامیابی بھی قطعی ہے۔ یا جیسے مسیح علیہ السلام قیامت کے دن فرمائیں گے اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ میں نے چونکہ ہرگز نہیں [illegible] یہ آپ کے (خدا کے) علم میں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ مسیح علیہ السلام کو شک ہے:

یہ حدیث کا مطلب صاف ہے کہ چونکہ رؤیا الانبیاء حق [illegible] یہ خواب قطعی اور حتمی طور پر خدا کی طرف سے ہے اس لئے اس کا پورا ہونا [illegible] ہے۔ فَانْدَفَعَ مَا قِيْلَ

نوٹ: مرزا صاحب نے بھی اس واقعہ میں [illegible] جھوٹ [illegible]

[illegible]

[illegible] علیہ السلام سے وعدہ تھا:

میں تیرے اہل کو بچاؤں گا اور خدا کے نزدیک ان کا بیٹا اہل کے لفظ میں داخل نہ تھا مگر جناب نوحؑ اسے معلوم نہ کر سکے۔

الجواب حضرت نوحؑ کے اہل کو بچانے کا وعدہ تھا۔ قرآن پاک شاہد ہے کہ عام وعدہ نہ تھا ایمان داروں سے مخصوص تھا۔ سنیئے حکم ہوتا ہے اے نوحؑ ہمارے حکم سے کشتی بنا اور ظالم کفار (حضرت نوحؑ کا بیٹا بھی کافر تھا) کے حق میں مجھ سے کلام نہ کر اور ہر ایک چیز کا جوڑا جوڑا کشتی میں سوار کرے وَاَهْلَكَ اور اپنے اہل کو بھی اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مگر اپنے اہل میں سے کافروں کو ساتھ مت بٹھانا (کیونکہ میرا وعدہ ظالموں کو شامل نہیں) وَمَنْ اٰمَنَ اور جو ایماندار ہیں ان کو بھی ساتھ چڑھا لے" سورہ ہود ۱ رکوع ۴"

صاف ظاہر ہے کہ بیٹے کو بچانے کا وعدہ نہ تھا جسے حضرت نوحؑ خوب جانتے تھے ؛

سوال۔ باوجود معلوم ہونے کے بیٹے کو کشتی پر چڑھنے کو کہا ؟

جواب۔ مومنوں کو بچانے کا وعدہ تھا اور حضرت نوحؑ بیٹے کو ایمان لانے کی ترغیب دیتے تھے یٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ اے بیٹے کافروں سے مت ہو (ایمان لا) اور ہمارے ساتھ سوار ہو جا، مگر اس نے نہ ماننا تھا نہ مانا ؛

سوال۔ جب وہ اہل میں داخل نہ تھا تو پھر کیوں کہا کہ خدایا تیرا وعدہ میرے اہل کو بچانے کا ہے اور میرا بیٹا میرے اہل میں ہے اس سے معلوم ہوتا کہ نوحؑ بیٹے کو وعدہ میں داخل سمجھتے تھے ؛

جواب۔ حضرت نوحؑ کی دونوں باتیں سچ ہیں جو نتیجہ نکالا جاتا ہے وہ غلط ہے حضرت نوحؑ علیہ السلام کہتے ہیں خدایا تیرا وعدہ میرے اہل کو بچانے کا ہے (سچ) مگر جانتے ہیں کہ یہ اس وعدہ سے بوجہ کافر ہونے کے

خارج ہے اس لئے یہ تو نہیں کہنا کہ تیرا وعدہ اس کو بھی بچانے کا ہے۔ بعض دیگر اپنے پدری جذبات کو ظاہر کرتے ہوئے سچ بولتے ہیں کہ مالک ملک یہ بیٹا ہونے کی وجہ سے میرے اہل میں تو ضرور داخل ہے اور یہ بھی سچ ہے اے جناب بحث اس میں نہیں کہ وہ حضرت نوحؑ کا اہل تھا یا نہیں بحث یہ ہے کہ حضرت نوحؑ اسے وعدہ میں شامل جانتے تھے یا نہیں؟ سو قرآن شاہد ہے کہ حضرت نوحؑ وعدہ الٰہی میں بیٹے کو داخل نہیں جانتے تھے کیونکہ اس بارے میں صریح وحی الٰہی ہو چکی تھی وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّھُمْ مُّغْرَقُوْنَ۔ ظالم ضرور ہلاک کئے جائیں گے۔

سوال۔ جب حکم یہ تھا تو پھر حضرت نوحؑ نے کافر بیٹے کے بارے میں خدا سے خطاب کیوں کیا؟

جواب۔ خدا ارحم الراحمین۔ انسان ضعیف البنیان۔ خدا کی رحیمی، انسان کی کمزوری بیٹے کی فطری محبت مجبور کر رہی تھی۔ لیکن وعدہ الٰہی ٹل نہیں سکتا۔ تمنا پوری نہ کی گئی۔ یہاں تو بیٹے کا سوال ہے۔ مرزا صاحب تو غیروں کے لئے اس سے بھی بڑھ کر اپنی "شانِ رحیمی" کا مظاہرہ کرنے کو ڈینگ مارگئے ہوئے ہیں۔ ایڈیٹر بدر لکھتا ہے:۔

"ہمارے مکرم نواب محمد علی کا لڑکا عبدالرحیم بیمار ہوگیا حضرت کی خدمت میں عرض کی گئی۔ حضرت رؤف الرحیم تہجد میں اس کیلئے دعا کر رہے تھے خدا کی وحی سے آپ پر کھلا "تقدیر مبرم ہے ہلاکت مقدر" میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ

سنہ: محمدیہ پاکٹ بک کا مصنف لکھتا ہے "طوفان تلاطم خیز آیا۔ اور حضرت نوحؑ کا بیٹا جس کے متعلق حکم تھا الا من سبق علیہ القول اس کو کشتی میں نہ بٹھایا گیا ۔"

کی یہ قہری وحی نازل ہوئی تو مجھ پر حد سے زیادہ حزن طاری ہوا
بے اختیار منہ سے نکل گیا یا الٰہی اگر دعا کا موقع نہیں تو میں شفاعت
کرتا ہوں۔ اس پر معاً وحی مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ
اِلَّا بِاِذْنِہٖ (نازل ہوئی) اس جلالی وحی سے میرا بدن
کانپ گیا دو منٹ کے بعد پھر وحی ہوئی اِنَّکَ اَنْتَ الْمُجَازُ
اس کے بعد حالاً بعد حال عبدالرحیم کی صحت ترقی کرنے لگی۔
الخ (البدر جلد ۲ ۴۱/۴۲ منقول از آئینہ احمدیت مصنفہ مولوی
دوست محمدی لاہوری احمدی۔ اسی واقعہ کو مرزا صاحب
نے بالاختصار حقیقۃ الوحی صہ ۹ ۲ پر بھی لکھا ہے)

برادران! دیکھئے باوجودیکہ مرزا صاحب کا ملہم کہہ چکا۔ ہے کہ تقدیر مبرم ہے۔ مرزا صاحب باز نہیں آئے۔ دوسرا حیلہ سفارش کا پیدا کیا جس پر جھڑکی ملی۔ مرزا صاحب مایوس و مغموم ہوئے تو ملہم صاحب تقدیر مبرم بھی الٹ دینے پر آتر آئے اور الٹ ہی دی۔ واہ کیا ہی کہنے ہیں اس تلوّن مزاجی کے حالانکہ انہی مرزا صاحب کا مذہب محض رسمی نہیں بلکہ بہ تمسک قرآن مجید یہ ہے:

"اس آیت کا مدعا تو یہ ہے کہ جب تقدیر مبرم آجاتی ہے تو
ٹل نہیں سکتی" (صہ ۸ اشتہار انعامی تین ہزار)

اور حقیقۃ الوحی صہ ۱۶/۱۷ پر لکھا ہے کہ:-

"تقدیر مبرم ان لوگوں کی دعا سے بھی نہیں ٹلتی جن کی زبان ہر
وقت خدا کی زبان ہے۔"

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت نوح علیہ السلام نے وحی سمجھنے میں قطعاً ایک ذرہ بھر غلطی نہیں کی:۔

ساتویں مثال۔ احمدیوں کی طرف سے یہ پیش کی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دجال کی حقیقت مو بمو منکشف نہ تھی۔ چنانچہ ابن صیاد کے معاملہ

میں حضور کو تردد تھا۔ حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ کے روبرو قسم کھا کر کہا کہ ابن صیاد دجال ہے۔ حضورؐ نے اس پر انکار نہ کیا۔

الجواب ۱ | گو نبی صلعم نے بوجہ عدم انکشاف تام حضرت عمرؓ کی قسم پر سکوت فرمایا ہو مگر خود آپ نے ہرگز دعویٰ نہیں کیا کہ ابن صیاد دجال ہے کیونکہ نبی قبل از انکشاف تام پیشگوئی کی تعیین کا دعویٰ نہیں کرتا (ملاحظہ ہو ص ۴۰۶/۱۶۷ ازالہ طبع ۲)

جواب ۲ | بحث اس وقت اس امر پر نہیں ہے کہ ملہم کو ایک ہی وقت میں ہر ایک پیشگوئی کا تمام و کمال حال معلوم ہو جاتا ہے یا نہیں۔ گفتگو اس بات پر ہے کہ قبل از ظہور پیشگوئی مکمل حال معلوم ہوتا ہے یا تھوڑا۔ لہذا آپ کی پیش کردہ مثال آپ کے دعویٰ کی مثبت نہیں کیونکہ گو ابتدا میں حضور صلعم پر دجال کی کیفیت مجملاً منکشف کی گئی تھی مگر جب ابن صیاد کا معاملہ درپیش ہوا اور بعض صحابہ کو شک پڑا تو اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی کی جملہ تفصیلات آپ پر کھول دیں چنانچہ حضورؐ نے دجال کی جائے خروج مشرق، خراسان (ترمذی عن ابی بکر صدیقؓ) جائے قتل باب لد (جو بیت المقدس کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے) (صفحہ ۲۲۰ ازالہ طبع ۱ صفحہ ۹۱ طبع ۲) اس کا قاتل "حضرت ابن مریم" (ص ۹۱/۱۱۱ ازالہ خورد ص ۱۱۱) وقت خروج مسلمانوں کے جنگ عظیم میں مشغول ہونے کے ساتویں سال میں (ابوداؤد) اس کا حلیہ اَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۷۳) داہنی آنکھ سے کانا۔ آنکھ میں ٹینٹ مکتوب علیٰ جَبِینِهٖ ک ف ر (متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۴۷۳) پیشانی پر کافر لکھا ہوا مَعَهٗ بِمِثْلِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَالَّتِیْ يَقُوْلُ اِنَّهَا الْجَنَّةُ هِيَ النَّارُ (بخاری و مسلم در مشکوٰۃ ص ۴۷۳) اس کے ساتھ جنت و دوزخ کی مثال جسے وہ جنت کہے گا وہ حقیقت میں شعلہ نار ہو گا جَفَالُ الشَّعْرِ بہت سے بالوں کا جوڑا کسے ہوئے (مسلم در

مشکوٰۃ ص۴۷۳ کَاَنِّیْ اُشَبِّہُ بِعَبْدِ الْعُزّٰی (مسلم در مشکوٰۃ ص۴۷۳) گویا عبد العزیٰ بن قطن کافر کی شبیہ یَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ یَھُوْدِ اَصْفَھَانَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا (مسلم در مشکوٰۃ ص۴۷۵)۔ اصفہان کے ستر ہزار یہود دجال کے ساتھ ہوں گے۔" ص۱۴۱ احمدیہ پاکٹ بک)

احادیث بالا شاہد ہیں کہ اس پیشگوئی کے متعلق حضور علیہ السلام پر کوئی بات مخفی نہ تھی فہذا المطلوب:۔

پس مرزائیوں کا یہ کہنا کہ ملہم پر قبل از ظہور پیشگوئی کا ظاہر ہونا ضروری نہیں قطعاً مغالطہ ہے کیونکہ بقول مرزا صاحب:۔

"توریت اور قرآن نے بڑا ثبوت نبوت کا صرف پیشگوئیوں کو قرار دیا ہے۔" (استفتاء ص۳)

پس جو چیز نبوت کی سب سے بڑی اور واحد دلیل ہے اس میں جہالت کا ہونا ناممکن ہے:۔

"دلیل تو وہ ہوتی ہے جس کے مقدمات ایسے یدیہی الثبوت ہوں جو فریقین کو ماننے پڑیں۔" ص۱۰ شحنہ حق مرزا)

مرزائیوں کا پانچواں معیار پانچواں معیار یہ ہے کہ وعید کے التواء کے لئے حقیقی اور کامل ایمان ہی لازمی نہیں۔ بلکہ بسا اوقات ناقص اور عارضی ایمان سے بھی التوا ہوا ہے اور ہو سکتا ہے (ص۱۷۵ تفہیمات ربانیہ) اس اصول کی تائید میں حقیقی ایمان سے عذاب کے التوا پر قوم یونس کا واقعہ اور عارضی ایمان سے التوا عذاب پر سورہ دخان کی آیت اور سورہ زخرف کی آیت پیش کی گئی ہے:۔

سلہ یہودی جن کی نسبت صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ وہ قریب ستر ہزار کے دجال کے ساتھ ہو جائیں گے۔" (ص۴۴۳ انوار الاسلام مرزا)

الجواب حضرت یونسؑ نے عذاب کی کوئی پیشگوئی نہیں کی۔ بلکہ اللہ کی سنت بتائی تھی کہ جو قوم خدا کی نافرمانی کرتی ہے ہلاک ہوجاتی ہے دیکھو آیات، قطع نظر اس کے کہ حضرت یونسؑ نے کوئی پیشگوئی کی تھی یا ان کی قوم پر جو عذاب آنے والا تھا وہ محض ان کے کفر سرکشی اور طغیانی کے باعث تھا۔ ہم مانتے ہیں کہ جو پیشگوئی شرط ایمان سے مشروط ہوگی، ایمان لانے کے بعد اس کا بصورت شرط پورا ہونا ہی پیشگوئی کی صداقت ہے:

باقی رہا عارضی ایمان سے پیشگوئی کا ٹل جانا۔ یہ یقیناً غلط ہے، عذاب کی پیشگوئی تبھی کی جاتی ہے جب کہ ہر طور پر منکرین کو سمجھایا جاتا ہے۔ وہ باز نہیں آتے پس محض عارضی ایمان سے عذاب کی پیشگوئی نہیں ٹلی اور نہ ہی کسی آیت و حدیث سے یہ ثابت ہے ہاں اگر خود پیشگوئی کنندہ قبل از وقت کہہ دے کہ محض عارضی ایمان سے بھی عذاب ہٹاؤں گا تو یہ بھی ہوسکتا ہے۔ پہلی مثال جو سورہ زخرف کی پیش کی گئی ہے اس میں کسی ایسے عذاب کا ذکر نہیں جس کے متعلق پیشگوئی کی گئی تھی بلکہ وہ عذاب عام تھا جو ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے محض بغرض اتمام حجت و ان کی ہدایت کے لئے بطور نشان بھیجا گیا تھا۔ پس جونہی وہ ہدایت کا اقرار کرتے عذاب اٹھایا جاتا پھر اڑ جاتے تو پہلے سے سخت عذاب بھیجا جاتا۔ چنانچہ سو فرمایا فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰیٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَضْحَكُوْنَ جب موسیٰ ان کے پاس لایا ان پر نشانیاں وہ اس پر مضحکہ کرنے لگے وَمَا نُرِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ اِلَّا هِیَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا جو دکھاتے گئے ہم ان کو نشانی سو دوسری سے بڑی و اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ اور پکڑا ہم نے ان کو عذاب میں تاکہ وہ رجوع کریں۔ ان فوری اور پے در پے عذابوں کو دیکھ کر بجائے موسیٰؑ کو سچا نبی سمجھنے کے وہ انہیں جادوگر کہنے لگے وَقَالُوْا یٰۤاَیُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ اے جادوگر تو نے جو اپنے رب سے عہد کر رکھا ہے کہ وہ تیری بات مان لیتا

ہے۔ تحقیق ہم ایمان لے آویں گے اگر اب کے اس نے تیری بات کو ہمارے حق میں قبول کر لیا خدا فرماتا ہے فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ

جب اٹھایا ہم نے وہ عذاب، توڑ ڈالا انہوں نے وعدہ۔

اسی مضمون کو دوسری جگہ یوں ادا کیا گیا کہ "ہم نے فرعونیوں کو قحط اور میووں کے نقصان میں مبتلا کیا شاید وہ نصیحت پکڑیں۔ جب بھلائی پہنچے ان کو قَالُوا لَنَا هٰذِهٖ یہ ہے ہمارے واسطے اگر پہنچے برائی۔ موسیٰ کی نحوست گردانتے (آخر یہاں تک سرکشی کی کہ) جو تو لائے گا نشانی ہمیں مسحور کرنے کو ہم نہ مانیں گے (خدا فرماتا ہے) پھر ہم نے بھیجا ان پر طوفان اور ٹڈی اور چچڑی اور مینڈک اور لہو کتنی نشانیاں منفصل مگر وہ استکبار میں رہے جب ان پر عذاب رجز پڑا کہنے لگے اے موسیٰ پکار ہمارے لئے رب کو جیسا کہ سکھا رکھا ہے تجھ کو لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ اگر اب کی بار اٹھا دیا تو نے یہ عذاب ضرور ایمان لائیں گے ہم۔ پھر جب اٹھایا گیا عذاب ایک وقت تک جو مقرر تھا تو بھی منکر ہو گئے (سورہ اعراف رکوع ۶)

آیات ہذا صاف مظہر ہیں کہ یہ عذاب جو قوم موسیٰ پر بھیجے گئے کسی پیش گوئی کی بنا پر نہیں تھے محض فرعونیوں کیلئے بطور نشان تھے جو ایک وقت تک کے لئے تھے۔ آخر جب ہر طرح ان پر اتمام حجت ہو چکی، وہ باز نہ آئے تو بطور پیشگوئی فرمایا گیا قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ (سورہ اعراف ع ۱۵) فرمایا قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر دے اور تمہیں زمین کی حکومت بخش دے۔

احمدی دوستو! دیکھو یہ پیشگوئی ہے عذاب کی اور وعدہ ہے بنی اسرائیل سے، کیا اس میں کچھ تخلف ہوا؟ ہرگز نہیں۔ فرعونی غرق کئے گئے اور جناب موسیٰ علیہ السلام اس کی حکومت پر قابض ہوئے والحمد للہ

دوسری مثال جو پیش کی گئی ہے۔ سورہ دخان سے اس میں کسی ایسے

عذاب کا ذکر نہیں جو خدا نے نبی کریمؐ کی صداقت پر بطور دلیل پیشگوئی کی ہے۔ بلکہ وہ بھی محض بداعمالی کی بنا پر ہے جو عارضی ہے چنانچہ الفاظ اِنَّا کَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِیْلًا اِنَّکُمْ عَائِدُوْنَ (سورہ دخان ع) "ہم عذاب تو ضرور کچھ عرصہ کے لئے ٹال دیں گے۔ مگر یہ غلط ہے کہ تم مومن" (ہی رہو گے اس پر دلیل ہیں) (صفحہ ۱۷۵ تفہیمات ربانیہ)

ناظرین کرام! چونکہ خدا رحیم و کریم ہے۔ اس لئے اس کی رحمت کا تقاضا یہی ہے کہ اپنے بھولے ہوئے بندوں کو سمجھانے کے لئے معمولی معمولی سرزنش کرے جو نہی وہ جھکیں ان پر برکات کی بارش نازل فرمائے یہ بات دیگر ہے کہ بد قسمت انسان قدر نہ کرے اور دن بدن شوخی میں بڑھ کر خود ہلاکت کا سامان مہیا کرلے۔ پس ان عذابوں کا جو محض وقتی اور عارضی بطور نشان ہدایت آتے ہیں اٹھا دیا جانا خدا کی شان کے منافی نہیں بلکہ عین مناسب ہے بخلاف اس کے اگر خدا تعالےٰ بطور پیشگوئی عذاب کی خبر دیدے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قوم میں ہدایت کی کوئی صلاحیت باقی نہیں رہی اور آئندہ کبھی وہ رجوع نہ کریں گے۔ اس لئے عذاب آنا چاہیئے ورنہ خدا عالم الغیب نہیں رہتا۔

مرزائیوں کا چھٹا معیار

توبہ اور رجوع سے معین عذاب بھی ٹل جاتا ہے:۔

اگر معین عذاب کی پیشگوئی میں توبہ کی شرط ہے تو بلا شبہ

الجواب

توبہ سے اس کا ٹل جانا ضروری ہے:۔ لیکن اگر کوئی اور شرط ہے تو محض توبہ سے نہیں ٹل سکتا:۔

پہلی مثال۔ اس بارے میں احمدی مولوی صاحب نے مجمل الفاظ میں جناب یونسؑ والی پیشگوئی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس کا جواب ہم پہلے دے آئے ہیں کہ بفرض محال یونس علیہ السلام نے کوئی پیش گوئی کی

بتی ہے تو اس میں ایمان کی شرط موجود تھی پڑھو آیت لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الْعَذَابَ الْخِزْیِ[1] (یونس) جب وہ ایمان لے آئے ہم نے عذاب اٹھا دیا ؛

دوسری مثال مرزائی مولوی صاحب نے تفسیر روح البیان سے نقل کی ہے یعنی جبرائیلؑ نے مسیحؑ کو ایک دھوبی کی موت کی خبر دی۔ مگر وہ نہ مرا جس پر یہ عذر کیا گیا کہ اس نے تین روٹیاں صدقہ کر دی تھیں اس لئے موت ٹل گئی ؛

الجواب اول تو ہم روح البیان۔ کے مصنف کو نبی یا رسول نہیں مانتے کہ مجبور اس کے لکھنے سے ہزارہا سال پہلے کا واقعہ تسلیم کیا جائے ؛ تاوقتیکہ مرزائی یہ نہ دکھائیں کہ اس نے یہ روایت کہاں سے لی ہے۔ قرآن سے یا حدیث سے۔ پس پہلا جواب یہی ہے کہ ہم اس پر اعتبار نہیں کرتے۔ سند پیش کرو۔

۲- بفرض محال صحیح تسلیم کیا جائے تو حضرت جبرئیل کا یہ فرمانا کہ موت صدقہ سے ٹل گئی ہے" دلیل ہے اس بات کی کہ پیشگوئی مشروط تھی خیرات وغیرہ سے۔ چونکہ تم لوگ اس روایت کو مانتے ہو اس لئے یہ تم پر حجت ہے مگر یاد رکھو۔ جو پیشگوئی کوئی خدا کا نبی اپنی صداقت پر پیش کرتا ہے اس میں اگر شرط مذکور نہ ہو اور وہ بظاہر الفاظ پوری نہ نکلے تو دلیل تو کجا الٹا اس کے غیر صادق ہونے پر دلیل ہو سکتی ہے ؛

[1] کشف کے معنی کھولنے اور دور کرنے کے ہیں۔ آیت کے الفاظ سے تو معلوم ہوتا ہے عذاب آیا لیکن ان کے ایمان لے آنے کی وجہ سے ہٹایا گیا جیسے كَشَفَ عَنْ وَجْهِهَا الْحِجَابَ کے معنی نقاب اٹھانے کے ہوتے ہیں نہ یہ کہ منہ سے نقاب ڈالا ہی نہیں گیا۔ فتدبر ؛

مرزائیوں کا ساتواں معیار

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس شخص کے حق میں پیشگوئی ہوتی ہے اس کے حق میں پوری نہیں ہوتی۔ [illegible] یا خلیفہ کے ہاتھوں پوری ہوتی ہے۔

جواب جو پیشگوئی [illegible] کے حق میں ہے اس کی [illegible] ہونی چاہیے نہیں تو ہر ایک فریبی، لیڈر پیشگوئیاں [illegible] اور بصورت کذب نکلنے کے یہی ڈھکوسلہ پیش کرے گا کیا ہوا میرے ہاتھوں پوری نہیں ہوئی میرے جانشینوں کے ہاتھوں پوری ہو جائے گی۔ ایسی صورت میں دجال و کذاب اور صادق و راستباز میں فرق اٹھ جاتا ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ پیشگوئی کرنے والا قبل از وقت خود ہی تشریح کر دے کہ یہ پیشگوئی میری ذات سے مخصوص نہیں بلکہ میرے جانشینوں کے ہاتھوں پوری ہوگی۔ اس صورت میں [illegible] اس کی ذات پر پوری ہو جائے یا جانشینوں کے ہاتھوں پوری ہو، ہر دو صورتوں میں وہ کاذب تصور نہ ہوگا۔ ضرورت ہے کہ اس کے [illegible] موجب اس کے جانشینوں کے ہاتھوں پوری ہو۔ اسے ذہن نشین کر کے مرزائیوں کے پیش کردہ امثال کا جواب سنو!

مثال اول۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سو رہا تھا کہ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں۔ ابو ہریرۃ (صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول پاک تو تشریف لے گئے اب تم اے صحابہ ان خزانوں کو جمع کرتے ہو۔

جواب حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب اے صحابہ کی جماعت تم پر پورا ہو رہا ہے صاف ہے۔ حدیث میں ایک رؤیا ہے جو تعبیر طلب ہے اور تعبیر پیشگوئی ہے، نہ کہ نفس رؤیا۔ وہ تعبیر وہ ہے جس میں آپ نے صحابہ کو فرمایا کہ تم ارض فارس کو فتح کر دو گے۔

دلیل ہے کہ آنحضرت صلعم نے اس کا یہی مطلب بیان فرمایا تھا اس کی مزید تفصیل یہ ہے خود نبی کریم صلعم نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ہوا ہے کہ است تو ہبر تُفْتَحُ اللّٰهُ لَكُمْ اَرْضَ فَارِسَ وَاَرْضَ الرُّوْمِ وَاَرْضَ حِمْيَرَ قِيْلَ وَمَنْ يَسْتَطِيْعُ الشَّامَ مَعَ الرُّوْمِ ذَاتَ الْقُرُوْنِ فَقَالَ وَاللّٰهِ يَفْتَحُهَا اللّٰهُ لَكُمْ وَيَسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا

فارس اور روم وحمیر کے ملکوں پر اللہ تمہیں قابض کریگا۔ صحابہؓ نے از راہِ تعجب عرض کی کون طاقت رکھتا ہے کہ روم جیسے ذی شان و سطوت بادشاہ سے مقابلہ کرے۔ فرمایا اللہ کی قسم تم ضرور اس پر مسلط ہو گے اور اس کے تخت پر اپنا خلیفہ بٹھاؤ گے۔ (رواہ احمد و طبرانی وغیرہما)

اسی طرح کنز العمال جلد ۶ میں ہے کہ حضور نے اپنا ایک کشف بیان کیا کہ میں نے روم و کسریٰ کے ملکوں کو دیکھا اور جبرئیلؑ نے کہا کہ آپ کی امت ان پر قابض و متصرف ہوگی۔

بخاری شریف کی ایک اور روایت میں ہے وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتُنْفِقُنَّ كُنُوْزَهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ اللہ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم کسریٰ و قیصر کے خزانوں کو اپنے ہاتھوں اللہ کی راہ میں صرف کرو گے" ان تمام حدیثوں کی تائید مسلم کی مندرجہ ذیل حدیث کرتی ہے لَتَفْتَحَنَّهَا عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ (مسلم) یعنی " ایک گروہ اہل اسلام کا ان ممالک کو فتح کرے گا "۔ ان احادیث صحیحہ سے صاف عیاں ہے کہ یہ پیشگوئی صحابہ کی ذات کے لئے تھی۔ مرزائیو! اگر تم میں ہمت ہے تو رسول اللہ کی اس پیشگوئی کو غلط کر دکھاؤ۔

دوسری مثال مرزائی یہ دیتے ہیں کہ " رسول کریم صلعم نے اپنے ہاتھوں میں سونے کے کنگن (خواب میں) دیکھے ان کو آپ نے پھونک مار کر اڑا دیا اور حضور نے اس سے دو کذاب مدعیان نبوت مراد لئے ان میں سے

ایک بیسلمہ کذاب آپ کے پاس آیا تو آپ نے اسے فرمایا لَئِنْ اَدْبَرْتَ لَیَعْقِرَنَّکَ اللّٰہُ اگر تونے دین حق سے انحراف کیا اللہ تعالیٰ تجھ کو تباہ کر دیگا اور میرا خیال ہے کہ تو وہی ہے جس کے متعلق میں نے رؤیا دیکھی ہے پھر سونے کے کنگنوں کی رؤیا روایت میں درج ہے گویا مسیلمہ کی ہلاکت اس رؤیا کے مطابق آنحضرتؐ کے ہاتھوں ہونی چاہیئے تھی لیکن وہ خلافت صدیقیہ میں ہلاک ہوا (تفہیمات ربانیہ صفحہ ۵۷۳ ، ۵۷۴)

الجواب اس روایت میں ایک لفظ ہی ایسا ہے جو اس اعتراض کی بیخ و بن اکھیڑ کر رکھ دیتا ہے۔ اسی لئے مرزائی خائن نے اس کا ترجمہ غلط کر کے مرزائیوں کی آنکھ میں دھول ڈالی ہے حضور علیہ السلام نے تو صاف فرمایا تھا لَئِنْ اَدْبَرْتَ لَیَعْقِرَنَّکَ اللّٰہُ اگر تو میرے بعد زندہ رہا اور ضرور زندہ رہے گا، تو اللہ تعالیٰ تجھے تباہ و ہلاک کر دیگا۔ چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق وہ کم بخت تباہ و برباد کیا گیا ؛

مرزائی معترض نے لفظ لَئِنْ اَدْبَرْتَ کا ترجمہ "بے ایمانی" سے یہ کیا ہے کہ اگر تو نے دین حق سے انحراف کیا۔ اف رے تیرا ظلم ؛

ہمارا ترجمہ تو شاید مرزائی بوجہ متعصب و مقلد مرزا ہونے کے نہ مانیں۔ ہم خود مرزا کے قلم سے اس کی تصدیق و تصحیح کرا دیتے ہیں بغور ملاحظہ فرما دیں:۔

"مسیلمہ کذاب نے مباہلہ کیا ہی نہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اتنا فرمایا تھا کہ اگر تو میرے بعد زندہ رہا تو ہلاک کیا جائیگا،، (اخبار الحکم ۱۰ ر اکتوبر ۱۹۰۷ء)

تیسری مثال تاریخ خمیس سے پیش کی گئی کہ حضرت نے اسید کو بحالت اسلام بکہ پر دالی دیکھا مگر وہ کفر کی حالت میں مر گیا ؛

الجواب : تاریخ خمیس کی ہر بات مستند نہیں۔ یہ روایت قطعاً صحیح نہیں ہے

ثبوت بذمہ مدعی:۔

آٹھواں معیار نبی کی ساری پیشگوئیوں کا اس کی زندگی میں پورا ہونا ضروری نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی ہو سکتا ہے کہ ہم ان وعدوں کو جو کفار سے کئے جاتے ہیں تیری زندگی میں پورے کر دیں یا پھر تجھے وفات دے دیں اور بعد ازاں پورا کریں۔

الجواب اس آیت کا ترجمہ ہی تمہارے غلط معیار کو رد کر رہا ہے، ہاں صاحب ایسا ہو سکتا ہے" اس سے بھی بڑھ کر سنو! یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باوجود مرزا صاحب کے صادق ہونے کے بھی خدا تعالیٰ انہیں جہنم میں دھکیل دے کیا نہیں "ہو سکتا"؟ ضرور ہو سکتا ہے خدا کو سب قسم کی طاقت ہے مگر سوال ہو سکنے یا نہ ہو سکنے کا نہیں سوال یہ ہے کہ خدا جو اپنے رسولوں سے وعدے کرتا ہے ان کا پورا کرنا اس کی شان کے شایاں ہے یا نہ پورا کرنا۔ سنو! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ الآیۃ ہرگز ہرگز گمان نہ کرو اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ کر کے اسے پورا نہ کرے (سورۃ ابراہیم)

مختصر یہ کہ آیت کا مطلب یہ ہے "ہم اس بات پر قادر ہیں کہ جو کچھ مخالفوں کی نسبت ہمارے وعدے جو ایک طرح سے گویا پیشگوئیاں ہیں ان میں سے کچھ تجھے دکھا دیں اور اس بات پر بھی قادر ہیں کہ تجھے وفات دے دیں۔"

(رسالہ الوصیت مصنفہ مرزا صاحب صا)

پس یہاں قدرت کا سوال ہے اور لاریب خدا ہر چیز پر قادر ہے مگر خدا غلط گو نہیں ہے تعالی اللّٰہُ عَنْ ذٰلِکَ

دوسری مثال یہ پیش کی جاتی ہے:۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (مومن آل فرعون نے کہا) اِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ یعنی اگر یہ نبی (موسیٰ علیہ السلام) جھوٹا ہے تو جھوٹ

ہونے کا عذاب اس پر نازل ہوگا اگر سچا ہے تو بعض عذاب جن کا وہ وعدہ دیتا ہے تم پر وارد ہو جائیں گے اب دیکھو خدا نے بعض کا لفظ استعمال کیا نہ کل کا جس کے یہ معنی ہیں کہ جسقدر عذاب کی پیشگوئیاں ہیں ان میں سے بعض تو ضرور پوری ہوں گی بعض التوا میں رہ جائیں گی۔" صہ ۱۳۱ تتمہ حقیقۃ الوحی۔

الجواب انبیاء کرام بشیر و نذیر ہوتے ہیں ان کے وعدے دو اقسام پر مشتمل ہوتے ہیں دنیاوی عذاب و ثواب اور اخروی گرفت و نجات مطلب ہے کہ دنیاوی عذاب یا آخرت کا عذاب دنیا کا ثواب و آخرت کی نجات کا مجموعہ مواعید کا بعض حصہ ہے۔ مومن آل فرعون بھی یہی کہتا ہے کہ اگر یہ موسیٰ علیہ السلام کاذب ہے تو وبال اس کی گردن پر لیکن اگر صادق ہے تو یقیناً جو وعدے وہ دیتا ہے ان میں سے بعض جو اس دنیا و آخرت کے عذاب و ثواب پر مبنی ہیں ضرور تمہیں پہنچیں گے۔ ایمان لاؤ گے تو دین و دنیا کی راحت و آسائش انکار کرو گے تو دنیا میں مصائب آخرت میں دوزخ کی رہائش نصیب ہوگی۔

بتلایئے اس میں کہاں ہے کہ نبیوں کی جو پیشگوئیاں دنیا کے عذاب پر بطور تحدی پیش کی جاتی ہیں ان میں سے بعض پوری ہوں گی اور بعض نہ ہوں گی؟ معاذ اللہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ - اگر یہ ہو جائے کہ رسولوں کی پیشگوئیاں جو بقول مرزا صاحب قرآن و توریت نبوت کا سب سے بڑا اور واحد ثبوت ہیں۔ مشتبہ ہو جائیں تو دنیا میں اندھیر مچ جائے اور صادق رسولوں اور کاذب دجالوں میں مابہ الامتیاز نہ رہنے کے علاوہ خدا کے کاذب الاقوال ہونے پر مہر ثبوت ہو جائے۔

قول مرزا بعض دفعہ ایسا ہو جاتا ہے کہ پیشگوئی کے وقت ظہور یا مصداق اشخاص سمجھنے کے متعلق غلطی ہو جاتی ہے یا خدا کا وعدہ کسی خوف کی وجہ سے ایک قوم کی بجائے دوسری قوم کے حق میں پورا ہوتا ہے؟

الجواب | خدا کا نبی اپنی ذات میں عالم الغیب نہیں ہوتا مگر جو بات وحی میں موجود ہوتی ہے اس کے سمجھنے میں ہرگز غلطی نہیں کرتا۔ اگر بتقاضائے بشریت غلطی کر جائے تو خدا تعالیٰ غلطی پر قائم نہیں رکھتا، (ص۲۸ احمدیہ پاکٹ بک) ہاں،" ہاں نبی غلطی پر قائم نہیں رکھا جا سکتا۔ ص۹ ضمیمہ نصرۃ الحق، خاص کر پیشگوئی والی وحی کے سمجھنے میں جو نبی کی صداقت کا معیار ہوتی ہے"۔ نبی قطعاً غلطی نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کی غلطی نبی کی صداقت پر اثر انداز ہوتی ہے اب سنیئے اپنی پیش کردہ امثلہ کا جواب:۔

مثال اول۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ والی رؤیا کو حدیبیہ والے سال کے لئے اندازہ فرمایا اور قریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کو لے کر چل کھڑے ہوئے لیکن علم الٰہی میں اس کے پورا ہونے کا وقت آئندہ سال تھا؛

جواب | نبی صلعم کو جو خواب آیا تھا اس میں کوئی ایک لفظ ایسا موجود نہیں کہ حج اسی سال ہوگا۔" کوئی میعاد اور وقت بتایا نہیں گیا تھا۔ (فتاویٰ احمدیہ جلد۱ تقریر مرزا صاحب ص۵۳) " جاہل جلد باز یہ نہیں سوچتا کہ اس پیشگوئی میں کیا سال کی شرط تھی کہ اسی سال حج ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا تھا کہ اسی سال تم زیارتِ کعبہ کرو گے چنانچہ اگلے سال کعبہ کی زیارت ہو گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیا کو اللہ تعالیٰ نے سچ کر دکھایا اور یہ پہلی دفعہ کا عازم مکہ ہونا ایک بڑی بھاری فتح کی بنیاد ہوا،، (ص۵ اخبار بدر ۱۲ جنوری ۱۹۰۸ء مولوی نور دین صاحب)

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال ہوا تو حضور نے فرمایا کہ میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ اسی سال حج ہوگا (بخاری کتاب الشروط فی الجہاد)

یس یہ قطعاً جھوٹ ہے کہ نبی صلعم نے اس پیشگوئی کا وقت مقرر کرنے میں غلطی کھائی ہرگز ہرگز آپؐ نے کوئی وقت مقرر نہیں کیا۔

اب رہا یہ امر کہ پھر آپؐ اس خواب کے دیکھنے کے بعد حج کو تشریف کیوں لے گئے؟ جواباً عرض ہے کہ یہ بھی غلط ہے خواب اس سفر کا باعث نہیں ہوا کیونکہ خواب تو آیا ہی راستہ میں تھا چنانچہ حضرت مجاہدؒ (جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے شاگرد ہیں اور نہایت ثقہ راوی ہیں) کی صحیح روایت جسے تفسیر در منثور میں پانچ جلیل القدر محدثین سے نقل کیا ہے یہ ہے۔ اُرِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ بِالْحُدَیْبِیَۃِ اَنَّہٗ یَدْخُلُ مَکَّۃَ ھُوَ وَاَصْحَابُہٗ اٰمِنِیْنَ (جلد ۶ صفحہ ۸۰) ارشاد الساری فتح الباری، عمدۃ القاری۔ تفسیر جامع البیان وغیرہ میں بھی ایسا ہی مرقوم و مسطور ہے کہ خواب حدیبیہ میں آیا تھا:۔

۲۔ بفرض محال یہی صحیح ہو کہ سفر کرنے سے پہلے خواب دیکھا گیا تھا۔ تو بھی اس کا کیا ثبوت ہے کہ سفر اس خواب کی بنا پر تھا۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس سفر میں بہت سے دیگر مصالح و فوائد اور خدا کی حکمتیں تھیں یہی سفر فتح مکہ کی بنیاد، مسلمانوں کی ترقی کا باعث، اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے راسخ الایمان ہونے کا سرٹیفیکیٹ دلانے کا موجب ہوا لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کا ہے۔ (صفحہ ۲۶۵ احمدیہ پاکٹ بک)

الغرض یہ بات بے ثبوت ہے کہ حضور علیہ السلام کا سفر اس خواب کی بنا پر تھا۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

"جب تک خدا تعالیٰ خاص طور پر تمام مراتب کسی پیشگوئی کے آپ پر نہ کھولے تب تک آپ نے اس کی کسی خاص شق کا کبھی دعویٰ نہیں کیا،، (ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۶ طبع ۲)

۲۔ اگر امر واقعہ ایسا ہی ہو جیسا کہ مرزائی کہتے ہیں تو بھی انہیں مفید نہیں، کیونکہ مرزا صاحب کا دعویٰ تھا:۔

"میں غلطی پر قائم نہیں رکھا جاتا خدا کی رحمت مجھے جلد تر حقیقی انکشاف کی راہ دکھا دیتی ہے میری روح فرشتوں کی گود میں پرورش پاتی ہے۔" (اشتہار الانصار۔ اکتوبر ۹۹ء)

پس مرزا صاحب کا اپنی پیشگوئی میں اس وقت تک غلطی میں مبتلا رہنا کہ اس کا وقت اندازہ کردہ گذر جائے بقول ان کے ناجائز ہے۔

دوسری مثال مرزائی صاحبان یہ پیش کرتے ہیں کہ "حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو فرمایا یَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰهُ لَکُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤی اَدْبَارِکُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خَاسِرِیْنَ اے قوم ارض مقدس میں داخل ہو اور پیچھے مت لوٹو کہیں خسارہ پانے والے نہ ہو جاؤ خدا یہ زمین تمہارے لئے لکھ چکا ہے۔

اس آیت میں معین و مخصوص اشخاص کو کَتَبَ اللّٰهُ لَکُمْ کی خبر دی گئی وہ بنی اسرائیل بلکہ حضرت موسیٰؑ بھی اس زمین میں داخل نہ ہو سکے عالم تقدیر کا (یہ) امر موعود لڑکے لئے ظاہر نہیں ہوا" (الفضل مورخہ ۱۲۔ نومبر ۳۲ء)

نوٹ:۔ اسی کے قریب قریب مرزا صاحب نے بھی اعتراض کیا ہے (الحکم ۱۰۔ دسمبر ۵ء صہ۲)

الجواب[۱] مرزائیوں نے اس مثال میں بہت جھوٹ بولے ہیں (۱) یہ کہ یہ وعدہ الٰہی ان معین و مخصوص اشخاص سے خاص تھا جو اس زمین میں

---

[۱] کَتَبَ اللّٰهُ لَکُمْ کے ایک معنی اَمَرَ اللّٰهُ کے بھی ہیں یعنی خدا نے تم پر فرض کیا ہے کہ ارض مقدس میں داخل ہو جاؤ دیکھو رازی بعض تفسیر آیت مذکورہ۔ سورہ مائدہ۔

داخل نہ ہو سکے (۱) یہ کہ حضرت موسیٰ بھی اس وعدہ کے ذاتی طور پر مخاطب تھا۔
(۲) یہ کہ یہ وعدہ پورا نہ ہوا حالانکہ امر واقع یہ ہے کہ یہ وعدہ جیسا کہ یا قوم کے
لفظ سے ظاہر ہے عام قوم بنی اسرائیل کے لئے تھا وہ بھی بشرط صلاحیت سے
مشروط خود مرزا جی مولوی مانتا ہے۔ "خدا تعالیٰ کا وعدہ کسی کی وجہ سے ایک
قوم یا ایک سے دوسری کے حق میں پورا ہوتا ہے" (جیسا کہ حضرت موسیٰ کا
وعدہ ہے) ملخصاً تفہیمات ربانیہ۔ اس مرزائی اقرار کو بھی چھوڑ و خود قرآن
پاک کو دیکھو کہ قوم کو کہا گیا تھا۔ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا
خٰسِرِيْنَ ۔ اگر پیچھے پھرو گے گھاٹا پاؤ گے چونکہ ابتداً اس قوم نے سرکشی
کی کہ اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا
مِنْهَا ہم تو ہرگز اس سرزمین میں داخل نہ ہوں گے۔ وہاں ایک جنگجو قوم
بستی ہے حتیٰ کہ وہ وہاں سے نکل جائیں۔
اس ظاہری انکار کے ساتھ گستاخی بھی کی کہ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ
رَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۔ ہم یہیں بیٹھے ہیں جاؤ اور تیرا
خدا لڑ و۔
ان کی اس انتہائی شقاوت و بدبختی پر خدا کا غضب وارد ہوا کہ پہلے تو
یہ وعدہ عام تھا بنی اسرائیل کے ہر طبقہ سے بشرط صلاحیت اب مقید کر دیا
گیا کہ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِى
الْاَرْضِ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۔ بیشک یہ زمین
چالیس سال کے لئے ان پر قطعاً حرام کی گئی۔ اب یہ دربدر ٹھوکریں کھاتے پھریں
گے۔ پس تو اس فاسق قوم پر تاسف نہ کر۔
چالیس سال کے بعد یہ وعدہ الٰہی حرف بحرف پورا ہوا چنانچہ مرزا
صاحب راقم ہیں:۔
"پھر خدا تعالیٰ نے ان (حضرت موسیٰؑ کے بعد یشوعؑ بن نون کو

برگزیدہ کیا اور وہ اس زمین میں داخل ہوا"۔ (الحکم ۱۰ر دسمبر ۱۹۰۵ء)
خلاصہ یہ کہ وعدہ خاص اشخاص یا معین افراد کی ذات تک محدود نہ تھا عام قوم بنی اسرائیل کے لئے تھا جو حرف بحرف پورا ہوا۔

مرزا صاحب کی تحریر سے اس کی مثال

"میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو لوگ مخالفانہ جوش سے بھرے ہوئے آج نہیں نظر آتے ہیں تھوڑے ہی زمانہ کے بعد تم ان کو نہ دیکھو گے" (ازالہ اوہام صہ ۳۲ طبع ۲)

اگرچہ یہ خبر محض قیاس پر مبنی ہے کیونکہ آخر ایک نہ ایک دن مرزا صاحب کے مخالف جو موجود تھے مرنے والے تھے لہٰذا یہ پیشگوئی نہیں محض قیاس سے مگر ہم اس وقت اس بحث کو چھوڑتے ہیں۔ ہمارا مدعا اس سے یہ ہے کہ اس جگہ مرزا صاحب نے جن اپنے مریدوں کو مخاطب کرکے یہ الفاظ کہے تھے مثلاً مولوی نوردین عبدالکریم۔ محمد احسن وغیرہ ہزارہا اشخاص اور خود بدولت مرزا صاحب کیا ان کے روبرو یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ یقیناً نہیں! مرزا صاحب کے اس زمانہ کے مخالف آج بھی اللہ کے فضل وکرم سے ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں اور مرزا صاحب معہ اپنے اخص حواریوں کے خدا جانے ہسپتال روحانی کے کس درجہ میں پڑے ہوں گے۔

احمدی صاحبان اس کا جواب یہی دیں گے کہ یہ پیشگوئی گو اس وقت کے مریدوں کو مخاطب کرکے کی گئی تھی، مگر مراد اس سے عام احمدی قوم ہے جن کے ہوتے ہوتے یہ پوری ہو گی یہی ہمارا جواب ہے کہ گو مخاطب اس پیشگوئی کے وہ اشخاص تھے جو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے تھے مگر مراد اس سے عام قوم بنی اسرائیل تھی۔

پس جو پیشگوئی جن اشخاص کے متعلق ہوتی ہے وہ انہی کی ذات پر پوری ہوتی ہے نہ کسی دوسری قوم پر ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کسی شرط

ظاہری کے سبب اس قوم کے بعض افراد خارج کئے جائیں۔ اپنی شرارت کے سبب نعماءِ الٰہی سے محروم رکھے جائیں وہ بھی اس صورت میں کہ پیشگوئی مشروط ہو صلاحیت سے :۔

دسواں معیار مرزائی اصحاب یہ بتاتے ہیں کہ بعض دفعہ پیشگوئی کو کلیۃً منسوخ بھی کر دیا جاتا ہے جیسا کہ آیت مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِھَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْھَآ اَوْ مِثْلِھَا اور آیت وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰیَۃً مَّکَانَ اٰیَۃٍ (سورہ نحل) نیز وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِہٖ (یوسف) یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ خدا ایک آیت کو منسوخ کر کے اس سے بہتر لے آتا ہے :۔

الجواب :۔ کوئی بھی (دانا، عقلمند، ذی ہوش انسان) آج تک قصص اور مواعید میں نسخ کا قائل نہیں ہوا اگر وعدوں میں نسخ جائز ہے تو امان بالکل اٹھ گیا۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ جناب علیؓ کی وجاہت کا وعدہ اور جنت و دوزخ، حشر نشر، جزا و سزا کا وعدہ۔ ناقل) بھی منسوخ نہ ہو گیا ہو (انبار الحکم ۱۷ جون ۱۹۰۰ء مولوی عبدالکریم امام الصلوٰۃ مرزا کا مکتوب ایک شیعہ کے نام)

اس کے اصولی و الزامی جواب کے بعد ہم نمبروار پیش کردہ آیات کا مطلب بتلاتے ہیں :۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ یعنی کوئی آیت ہم منسوخ یا منسی نہیں کرتے جس کے عوض دوسری آیت ویسی ہی یا اس سے بہتر نہیں لاتے پس اس آیت میں قرآن کریم نے صاف فرما دیا ہے کہ نسخ آیت کا آیت سے ہوتا ہے اس وجہ سے وعدہ دیا ہے کہ نسخ کے بعد ضرور آیت منسوخہ کی جگہ آیت نازل ہوتی ہے۔ جن علماء نے مسامحت کی راہ سے بعض احادیث کو بعض آیات کی ناسخ ٹھیرایا ہے۔ امام شافعیؒ اس بات کے قائل ہیں کہ متواتر حدیث سے بھی

قرآن کا نسخ جائز نہیں الخ (ص۶ فتاویٰ احمدیہ جلد اول از مرزا)

مرزا صاحب کی یہ تقریر صاف مظہر ہے کہ آیت مَا نَنسَخ میں قرآنی آیات کے نسخ کا ذکر ہے نہ کہ خدا کے وعدوں کا اور بات بھی حق ہے۔ کجا احکام کا مناسب وقت پر نسخ اور کجا خدا کی دی ہوئی خبر کا ٹل جانا۔

کجا رام رام کجا ٹیں ٹیں

دوسری آیت بھی اسی مفہوم کی ہے چنانچہ ارشاد ہے" اور جب ہم بدلتے ہیں ایک آیت کی جگہ دوسری اور اللہ خوب جانتا ہے جو اس نے اتارا ہے تو کافر کہتے ہیں اِنَّمَا اَنْتَ مُفْتَرٍ تحقیق تو افترا کرتا ہے اللہ پر قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ کہہ اس قرآن کو اتارا ہے پاک فرشتے نے۔ پھر کہتے ہیں اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ بیشک اس کو بشر (ایک رومی کا غلام جو حضرت کے پاس احوال انبیاء سننے کو آیا کرتا تھا) سکھاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ جواب دیتا ہے، اَعْجَمِیٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِيْنٌ غور تو کرو وہ بے چارا عجمی، عربی سے نابلد اور یہ قرآن عربی مبین (سورہ نحل ع) پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

یہ آیات بھی اپنا مدعا ظاہر کرنے میں واضح ہیں کہ یہاں مواعید و اخبار کا نسخ نہیں بلکہ احکام میں مناسب تغیر و تبدل کا ذکر ہے؛

مرزائیو! یہی تمہاری دیانت ہے کہ مرزا کی تائید کے لئے قرآن پاک میں یہودیوں کی طرح خیانت کرتے ہو (اُفٍ لَّکُمْ)

تیسری مثال جو پیش کی گئی ہے وہ تو مثلہ بالا سے بھی مزیدار ہے کہاں خدا کے غلبہ و قدرت کا ذکر اور کہاں وعدوں کو ٹالنا۔ ہاں جناب خدا اپنے امر پر غالب ہے جس طرح کا تصرف چاہے کر سکتا ہے اگر ایک پکے احمدی بہشتی مقبرہ میں مدفون قطعی جنتی، کو نچلے اور بد ترین طبقہ جہنم میں ڈال دے تو غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ ہے۔ مگر یاد رکھو خدا صادق الوعد ہے۔ اِنَّ وَعْدَهٗ كَانَ مَفْعُوْلًا (ص۵۰ انجام آتھم) اور اس کا وعدہ ہو کر رہتا ہے ٹلا نہیں کرتا۔

چوتھی مثال۔ یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَ یُثْبِتُ (صفحہ ۱۲ تتمہ حقیقۃ الوحی) میں بھی اظہار قدرت ہے نہ کہ پیشگوئیوں کے نسخ و محو کا ذکر خدا کے وعدے میں تخلف نہیں ہوتا:۔

خدا کی یہ شان ہے کہ لَا یُخْلِفُ اللّٰہُ وَعْدَہٗ (سورہ روم) خدا تعالیٰ کے وعدوں میں تخلف نہیں۔" (صو جنگ مقدس تقریر مرزا صاحب) لَنْ یُّخْلِفَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ (سورہ حج)۔" وعدہ رب تو شدنی بود"۔ (ص۸ انجام آتھم) اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ (سورہ آل عمران و سورہ رعد ع و ع) خداوند چنیں نیست کہ خلاف وعدہ خود کند"۔ (ص۸۷ انجام آتھم)

مرزا صاحب کے کاذب ہونے پر دوسری دلیل

علاماتِ مسیح موعود

علامت نمبر ۱ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو مرزا صاحب ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:۔

"بخاری ص۴۹۰ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمْ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدْلًا یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں ابن مریم نازل ہوگا وہ تمہارے ہر ایک مختلف فیہ مسئلہ کا عدالت کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔"

(ص $\frac{201}{82}$ ازالہ اوہام طبع ۲)

اس حدیث پاک میں رسول کریم صلعم خدا کی قسم کھا کر آنے والے مسیح موعود کا نام ابن مریم فرماتے ہیں اور نبی صلعم کے کسی فرمان کو بغیر کسی قرینہ

کے مندرجہ احادیث و قرآن کے سو تاویل وغیرہ میں کھینچنا الحاد و زندقہ ہے۔ خاص کر جو بات خدا کا نبی قسم کھا کر بیان فرما دے اس میں تو قطعاً تاویل و استثنا جائز نہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب بھی اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ صفحہ ۱۴ پر لکھتے ہیں:۔

"وَالْقَسَمُ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ الْخَبَرَ مَحْمُوْلٌ عَلَی الظَّاهِرِ لَا تَاْوِیْلَ فِیْهِ وَلَا اِسْتِثْنَاءَ"

پس مرزا صاحب کا نام چونکہ "ابن مریم" نہیں ہے بلکہ ان کی والدہ کا نام "چراغ بی بی" تھا۔ اس لئے وہ مسیح موعود نہیں ہو سکتے۔ شاید کوئی مرزائی کسی بے خبر بھائی کو دھوکا دے کہ مرزا صاحب کا نام ابن مریم تھا اور وہی مسیح موعود ہیں۔ اس لئے ہم ذیل میں خود مرزا صاحب کی تحریر نقل کرتے ہیں:۔

"اس عاجز نے جو مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔ میں نے ہرگز دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں جو شخص یہ الزام مجھ پر لگا دے وہ مفتری اور کذاب ہے۔ بیں مثیل مسیح ہوں" (صفحہ ۱۹۰ ازالہ طبع ۱)

علامت نمبر ۲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:۔
یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَهٗ وَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ خَمْسًا وَّاَرْبَعِیْنَ سَنَةً ثُمَّ یَمُوْتُ فَیُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ۔ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے بہ تخریج ابن الجوزی اور کتاب الوفا مشکوٰۃ کے باب نزول عیسیٰ علیہ السلام میں مرقوم و مسطور ہے۔ ترجمہ اس کا یہ ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا نازل ہونگے عیسیٰ ابن مریم طرف زمین کے۔ نکاح کریں گے اولاد ہوگی۔ زمین میں ۴۵ سال رہیں گے پھر فوت ہو کر میرے مقبرہ میں دفن ہوں گے:۔

حدیث مرقومہ بالا سے صاف واضح ہے کہ حضرت ابن مریم زمین پر اتر کر نکاح کریں گے چونکہ مرزا صاحب دعویٰ مسیحیت سے پہلے نکاح کر چکے تھے اس سے اولاد بھی تھی اس لئے آپ نے حدیث ہذا کا یہ مطلب ظاہر کیا کہ اس نکاح سے جو مسیح موعود کی علامت ہے محمدی بیگم کا میرے ساتھ نکاح ہونا ہے چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:۔

"اس (محمدی بیگم کے نکاح والی) پیشگوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی فرمائی ہے کہ یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کریگا نیز صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں۔ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیشگوئی ہے اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سیاہ دل منکروں کو اس کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہونگی" (ص ۵۳ حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم)

چونکہ یہ علامت جو مسیح موعود کی رسول اللہؐ نے "ضروری" بتائی ہے مرزا صاحب میں پائی نہیں گئی اس لئے وہ مسیح موعود نہیں۔

اعتراض | نکاح کی پیشگوئی شرطی تھی انہوں نے شرط کو پورا کر دیا اس لئے نکاح نہ ہوا۔

الجواب | اس جگہ ہم پیشگوئی کی رو سے بحث نہیں کر رہے اس کی تفصیل اپنے مقام پر گذر چکی ہے بلکہ اس جگہ ہمارا اعتراض یہ ہے کہ خواہ کسی وجہ سے یہ نکاح نہ ہوا۔ یہ علامت ہے مسیح موعود کی۔ اگر مرزا صاحب

مسیح موعود ہوتے تو رسول اللہ کی بتائی ہوئی علامت ان میں ضرور پائی جاتی خواہ دنیا ادھر کی اُدھر ہو جائے ممکن نہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی غلط نکلے جو مسیح موعود ہوگا ضرور اس میں یہ علامت ہوگی:۔

علامت نمبر ۲ مذکورہ بالا حدیث شریف میں دوسری علامت مسیح موعود کی اس کے ہاں اولاد کا ہونا ہے اور مرزا صاحب اولاد سے مراد عام اولاد نہیں بلکہ وہ خاص اولاد بتاتے ہیں جس کی نسبت مرزا جی نے پیشگوئی کر رکھی تھی اور ہم اس پیشگوئی پر مفصل بحث کر کے اسے غلط ثابت کر چکے ہیں لہٰذا یہ علامت بھی مرزا صاحب میں نہیں پائی گئی۔ پس وہ مسیح موعود نہیں:۔

اعتراض مرزا صاحب کی اولاد موجود ہے خاص کر وہ لڑکا جس کے بارے میں پیشگوئی اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں کی گئی تھی۔ محمود احمد ہے:۔

الجواب اگرچہ ہم پہلے محمود احمد کا مصلح موعود نہ ہونا ثابت کر آئے ہیں تاہم مرزائیوں کا منہ بند کرنے کو مزید ثبوت دیتے ہیں۔ حدیث کی جو تشریح مرزا صاحب نے کی ہے وہ ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ صد ۵۲ پر ہے۔ اسی ضمیمہ کے صد ۱۵ پر مرزا صاحب راقم ہیں:۔

"پھر ایک اور الہام ہے جو فروری ۱۸۹۶ء[1] میں شائع ہوا تھا اور وہ یہ ہے کہ خدا تین کو چار کریگا۔ اس وقت ان تین لڑکوں کا جواب موجود ہیں نام و نشان نہ تھا اور اس الہام کے معنی یہ تھے کہ تین لڑکے ہوں گے پھر ایک اور ہوگا جو تین کو چار کریگا سو

[1] میرے پاس انجام آتھم طبع دوم ہے اس میں یہی تاریخ لکھی ہے حالانکہ اصل تاریخ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء ہے ۱۲ منہ۔

ایک بڑا حصہ اس کا پورا ہو گیا یعنی خدا نے تین لڑکے مجھ کو اس
نکاح سے عطا کئے جو تینوں موجود ہیں صرف ایک کی انتظار
ہے جو تین کو چار کریگا۔

یہ تحریر مرزا صاحب جنوری ۱۸۹۶ء کی ہے۔ جس میں چوتھے لڑکے، مصلح موعود کی انتظار لکھی ہے حالانکہ میاں محمود احمد اس وقت موجود تھے۔ محمود احمد کی پیدائش ۱۸۸۹ء میں ہوئی ہے دیکھو ص ۴۲/۹۵ تریاق ط ا۔ پس محمود وہ مصلح موعود نہیں۔

شاید مرزائی کہیں کہ گو مصلح موعود کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی تاہم، دوسرے تین لڑکے تو حسب پیشگوئی موجود ہیں۔ جواب اس کا یہ ہے جن تین لڑکوں کو مرزا صاحب نے پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے ان الفاظ "وہ تین کو چار کرے گا" اس کے معنی یہ تھے کہ تین لڑکے ہونگے، پھر ایک اور ہوگا سو ایک بڑا حصہ اس کا پورا ہو گیا یعنی تین لڑکے خدا نے مجھ کو عطا کئے" کا مصداق ٹھہرایا ہے یہ بھی ایک چالاکی ہے اشتہار ۲۰ فروری میں ہرگز صاف الفاظ میں تین لڑکوں کی پیشگوئی نہ تھی بلکہ اس وقت یہ ظاہر کیا تھا کہ:-

"وہ تین کو چار کرے گا اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے"

ناظرین کرام وثوق کے لئے اصل پیشگوئی اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو پھر ایک دفعہ پڑھیں اس میں یہ فقرات صاف موجود ہیں۔ پس اولاد ہونے کے بعد مرزا صاحب کا اسے پیشگوئی بنانا اور حسب ضرورت و حسب حال اس کی تشریح و تعدیل صداقت تو درکنار الٹا مرزا صاحب کو جھوٹے اٹکل باز مدعیوں کے زمرے میں شامل کر رہا ہے۔

علامت نمبر ۴۴ ایک علامت حدیث مذکورہ میں مسیح موعود کی یہ ہے کہ وہ بعد نزول کے ۴۵ سال زمین پر رہیں گے۔ مرزا صاحب نزول سے مرنے تک ... بتاتے ہیں:-

۱۔ "میرا یہ دعویٰ تو نہیں کہ کوئی مثیل مسیح پیدا نہیں ہوگا بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ کسی آئندہ زمانہ میں خاص کر دمشق میں کوئی مثیل مسیح پیدا ہو جائے۔" (ص ۲۲۷ ازالہ طبع ۲)

۲۔ "ہاں اس بات سے انکار نہیں کہ شاید پیشگوئی کے ظاہری معنوں کے لحاظ سے کوئی اور مسیح موعود بھی آئندہ کسی وقت پیدا ہو۔" (ص ۱۶۱ ازالہ طبع ۲)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسیح دمشق میں نازل ہوگا۔ مرزا صاحب اس کا مطلب پیدائش بتاتے ہیں۔ پس بموجب حدیث کے مرزا صاحب کی عمر ۴۵ سال ہونی چاہیئے تھی اگر وہ مسیح موعود ہوتے۔ بخلاف اس کے مرزا صاحب بقول خود ۷۵ اور ۸۵ کے اندر عمر پا کر مرتے ہیں لہٰذا مسیح موعود نہیں۔ پھر اگر نزول سے مراد سن دعویٰ مسیحیت لیا جائے جیسا کہ ایک جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

...صحیح مسلم کی حدیث میں جو یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اتریں گے تو ان کا لباس زرد رنگ کا ہوگا۔ اس کی یہ معقول تعبیر ہوگی کہ حضرت مسیح اپنے ظہور کے وقت یعنی اس وقت کہ جب وہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کریں گے بیمار ہوں گے۔ (ص ۸۱/۴۴ ازالہ طبع ۲)

اس عبارت میں نزول مسیح سے مراد سن دعویٰ لیا ہے اور مرزا صاحب نے دعویٰ مسیحیت ازالہ اوہام میں کیا ہے جو ۱۸۹۱ء مطابق ۱۳۰۸ھ میں تصنیف ہوا۔

اس لحاظ سے بھی مرزا صاحب کو ۱۳۰۸ + ۴۵ = ۱۳۵۳ھ تک دنیا میں رہنا چاہیئے تھا حالانکہ آپ ۱۳۲۶ھ میں مر گئے پس وہ اپنے اقوال کی رو سے بھی کاذب مسیح ثابت ہوتے ہیں۔

علامت نمبر ۵ حدیث منقولہ بالا میں ایک علامت مسیح موعود کی یہ ہے کہ وہ میرے مقبرے میں دفن ہوگا، مگر مرزا صاحب مقبرہ نبوی میں دفن ہونا تو کیا، زیارتِ مقبرہ سے بھی مشرف نہ ہوئے۔

اعتراض۔ حدیث میں "یُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ" لکھا ہے یعنی مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا اور نبی صلعم کی قبر کو پھاڑ کر مسیح کو اس میں دفن کرنا آنحضرت کی اہانت ہے۔ پس اس سے مراد روحانی قبر ہے۔

ایک جگہ مرزا صاحب اس حدیث کا مطلب یہ بتاتے ہیں:۔
"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا یعنی وہ میں ہی ہوں۔" (ص۱۵ کشتی نوح)

الجواب یہاں قبر بمعنے مقبرہ ہے۔ ایک حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے ملا علی قاری فرماتے ہیں وَقَدْ جَاءَ اَنَّ عِیْسٰی یَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ یَحُجُّ وَیَعُوْدُ فَیَمُوْتُ بَیْنَ مَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃِ فَیُحْمَلُ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ فَیُدْفَنُ فِی الْحُجْرَۃِ الشَّرِیْفَۃِ

(حاشیہ مشکوٰۃ مجتبائی ص۴۸۰ کتاب الفتن) عیسیٰ علیہ السلام زمین میں ایک زمانہ گزار کر حج کرنے جائیں گے اور پھر واپس آئیں گے اور مکہ و مدینہ کے درمیان فوت ہوں گے اور پھر وہاں سے مدینہ کی طرف ان کو اٹھایا جائے گا اور پھر آنحضرت صلعم کے حجرہ میں دفن کیا جائیگا۔ (ص۲۰ احمدیہ پاکٹ بک)

مرزائیو! دیکھا خدا کی قدرت کہ کس طرح خود تمہارے ہاتھوں تمہیں جھوٹا ثابت فرما رہا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

نوٹ: خیال زاغ کو بلبل کی ہمسری کا ہے
غلام زادے کو دعویٰ پیمبری کا ہے

یہ تحریر صاف فیصلہ کر رہی ہے کہ "قبر" کے معنی حجرہ مزار نبی صلعم ہے

اعتراض ۱ ہم احمدیہ پاکٹ بک والے کی روایت کو نہیں مانتے :۔

الجواب نمبر ۱ اہل عرب قبر بمعنی مقبرہ بھی استعمال کرتے ہیں اور یہ چیز ان کے ہاں بول چال میں عام تھی :۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اُدْ فِنُوْنِیْ فِیْ قَبْرِ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ (ابن ابی شیبہ : کتاب الجنائز ع ۱۴۳)

دوسری روایت ہے :۔

عَنْ مُعَاوِیَةَ بْنِ هِشَامٍ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ رَجُلٍ اَنَّ خَیْثَمَةَ اَوْصٰی اَنْ یُّدْفَنَ فِیْ مَقْبَرَةِ فُقَرَاءِ قَوْمِهٖ

(حوالہ مذکور)

ان دونوں روایتوں سے یہ معلوم ہوگیا کہ "قبر" اور "مقبرہ" ایک مضمون میں بھی استعمال ہوتے ہیں :۔

الجواب نمبر ۲ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے معنی مقبرہ بتائے ہوئے ہیں۔ ملاحظہ ہو حدیث ذیل :

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَرٰی اَنِّیْ اَعِیْشُ بَعْدَكَ فَتَاْذَنُ اَنْ اُدْفَنَ اِلٰی جَنْبِكَ فَقَالَ وَاَنّٰی لِیْ بِذٰلِكَ الْمَوْضِعِ مَا فِیْهِ اِلَّا مَوْضِعُ قَبْرِیْ وَقَبْرِ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ عم (کنز العمال بر حاشیہ مسند احمد جلد ۶ ص ۵۷)

جناب عائشہ صدیقہ رضی نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ میں ایسا معلوم کر رہی ہوں کہ آپ کے بعد زندہ رہوں گی لہٰذا مجھے اجازت مرحمت فرمائیے کہ میں آپ کے پہلو میں دفن کی جاؤں۔ فرمایا میرا اس جگہ پر اختیار نہیں کیونکہ وہاں چار قبروں میری، ابوبکر رض، عمر رض، عیسیٰ ع کے سوا اور جگہ ہی نہیں

یہ حدیث فیصلہ فرما رہی ہے کہ جناب مسیح ابن مریم نبی صلعم کے

متیو میں دفن ہوں گے اور مرزا صاحب قادیان میں براج رہے ہیں پس وہ مسیح موعود نہیں ہو سکتے۔

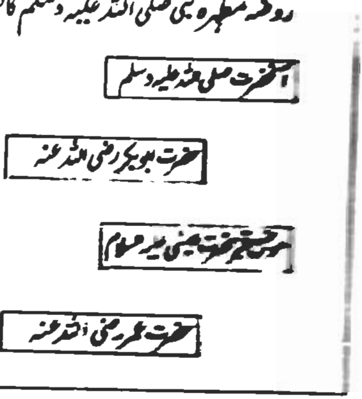
الجواب نمبر ۳ فی قبری سے مراد میری قبر کے پاس ہیں فی سے مراد کبھی قرب کے ہوتے ہیں جیسے فرمایا بُورِكَ مَنْ فِي النَّارِ (سورہ نمل) یعنے موسیٰ علیہ السلام پر برکت نازل کی گئی جو آگ کے قریب تھا۔ ذکرنا۔ چنانچہ علامہ رازی فرماتے ہیں وھٰذا اقرب لان القرب من الشیء قد یقال انه فیه تفسیر کبیر جلد سادس صہ تفسیر آیۃ مذکورہ۔

مرزا صاحب بھی اس معنی کی تائید کرتے ہیں لکھتے ہیں:۔

"ممکن ہے کہ کوئی مثیل مسیح ایسا بھی آجائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے پاس مدفون ہو" (ازالہ اوہام صہ ۱۹۶ طبع دوم)

اس حوالہ سے قبر بمعنے روضۃ (مقبرہ) بھی مانا گیا ہے اور پاس دفن ہونا بھی مانا گیا ہے۔

روضہ مطہرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشہ حسب ذیل ہے:۔



علامت نمبر ۶ احمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۴۸۲ کی روایت درج کی جا چکی ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت مسیح موعود ابن مریمؑ حج کریں گے اس کی تائید مرزا صاحب کے قول ذیل سے ہوتی ہے:۔

"ہمارا حج تو اس وقت ہوگا جب دجال بھی کفر اور دجل سے باز آکر طواف بیت اللہ کریگا کیونکہ بموجب حدیث صحیح کے وہی وقت مسیح موعود کے حج کا ہوگا" (ص ۱۶۹ ایام الصلح اردو)

چونکہ مرزا صاحب نے حج نہ کیا جو موجب صحیح حدیث کے مسیح موعود کی نشانی ہے اس لئے وہ مسیح موعود نہیں:۔

علامت نمبر ۷ از روئے احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام:۔

(الف) اس پر اتفاق ہو گیا ہے کہ مسیح کے نزول کے وقت اسلام دنیا میں بکثرت پھیل جائیگا اور ملل باطلہ ہلاک ہو جائیں گے" (ص ۱۳۶ ایام الصلح اردو)

(ب) "ہر ایک چیز اپنی علت غائی سے شناخت کی جاتی ہے" (مفہوم ص ۵۵۳/۲۲۹ ازالہ طبع ۱/۲) اور علت غائی مسیح موعود کے آنے کی کسر صلیب ہے" (تحفہ گولڑہ ص ۲۰)

(ج) "نہایت واضح اور کھلا اور موٹا نشان (جو احادیث میں مسیح موعود کے بارے میں لکھا گیا ہے۔ وہ کسر صلیب ہے" (انجام آتھم ص ۴۶)

(د) "حدیث نے مسیح موعود کی پہلی علامت یہ بتلائی ہے کہ اس کے ہاتھ پر کسر صلیب ہوگا" (ص ۴۷ انجام آتھم)

(ہ) "مسیح موعود کا نزول اس غرض سے ہے کہ تا دین کے خیالات کو محو کر کے پھر ایک خدا کا جلال دنیا میں ظاہر کرے" (صفحہ ج اشتہار چندہ منارۃ المسیح)

(و) "میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔ مسلمانوں کے لئے یہ کہ وہ

سچے مسلمان ہوں اور عیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو اور ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آوے دنیا ان کو بھول جاوے۔" (اخبار الحکم ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء)

(س) "عیسائی مذہب کا استیصال ہو جائیگا" (اخبار الحکم ع ۱۶ جلد ۸ ص ۲ کالم ع ۳)

(ش) أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ کے لفظ رجیم سے نکتہ چھانٹتے ہیں کہ "واشارہ است سوئے ایں امر کہ دجال را خواہد کشت چنانچہ لفظ رجیم فہمید میشود وآں زمانہ می آید کہ باطل دراں ہلاک خواہد شد و دروغ نہ خواہد ماند و بجز اسلام ہمہ ملتہا چوں مردہ خواہند گردید۔" (ص ۸۳ اعجاز المسیح)

(ص) "مسیح کے ہاتھ پر ملتوں کی ہلاکت مقدر ہے" (ص ۹۵ رپورٹ جلسہ قادیان ۱۸۹۷ء تقریر مرزا)

(ض) "مسیح موعود کی توجہ خاص اس طرف تھی کہ وہ تثلیث کو براہین قطعیہ سے معدوم کرے" (ص ۴۴ حاشیہ ایام الصلح)

(ط) "خدا نے اس فعل کی کہ تمام قومیں ایک مذہب پر ہو جائیں — تکمیل کے لئے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے۔ (ص ۸۲ چشمہ معرفت ملخصاً بلفظہ)

ان جملہ تحریرات میں مرزا صاحب نے بتمسک احادیث مسیح موعود کا یہ کام تسلیم کیا ہے کہ وہ ظاہر ہو کر دیگا اس کے ہاتھوں تمام ملتیں فنا ہو جائیں گی وہ تمام قومیں ایک ہی مذہب پر آجائیں گی۔ مسلمان حقیقی معنوں میں مسلمان ہو جائیں گے وہ عیسائیوں کی صلیب ٹوٹ جائے گی۔ ان کا بکلی استیصال ہو جائیگا۔ تثلیث کا مسئلہ معدوم ہو کر اعتقاد الوہیت مسیح تو اس طرح دنیا کی صفحہ سے مٹ جائیگا کہ لوگوں کے ذہنوں سے بھلایا جائے گا وغیرہ پھر اس نظام

کاموں کو اپنی علّت غائی اور حقیقی علامت قرار دیا ہے اور یہ بھی مرزا صاحب نے اپنی مسیحیت کا ذکر کرتے ہوئے فرما رکھا ہے:۔

"جو لوگ خدا کی طرف سے آتے ہیں وہ اپنے مبعوث ہونے کی علت غائی کو پالیتے ہیں اور نہیں مرتے جب تک ان کی بعثت کی غرض ظہور میں نہ آجائے" (اخبار بدر ۱۹، جولائی ۱۹۰۶ء)

چونکہ مرزا صاحب اگر چلے بھی گئے اور دنیا اسی طرح کفر و کافری میں مبتلا، اور تثلیث پرست اپنے معتقدات پہ شیدا نظر آتے ہیں اس لیے مرزا صاحب مسیح موعود نہیں ؎

قادیانی جواب "مسیح موعود کے زمانہ میں وحدت مذہبی ہونی مقدر ہے۔ مسیح موعود نے خود ہی اس کے لئے تین صدیاں مقرر کی ہیں لہٰذا اس سے قبل اس کی تکذیب کرنا جہالت ہے۔" (ص ۱۰ تجلیات رحمانیہ۔ اللہ دتا مرزائی)

محمدی جواب مرزا صاحب نے اس کام کو اپنی علت غائی اور حقیقی علامت اور اپنی مسیحیت کا موٹا اور واضح نشان قرار دیا ہے۔ اگر اس علامت کے ظہور کے لئے تین صدیاں مقرر ہیں تو پھر کسی شخص کا قبل از مشاہدہ علامت ہذا مرزا کو ماننا پرلے درجے کی جہالت اور نادانی ہے۔ مگر ٹھہرئیے۔ ہم دور کیوں جائیں خود مرزا صاحب کی تحریرات سے ثابت ہے۔ یہ کام ان کی علت غائی ہے اور یہ بھی کہ خدا والے لوگ اپنی علت غائی کو پورا کئے بغیر نہیں مرتے۔ جس کا مطلب صاف ہے کہ یہ کام ان کی زندگی میں ہو گا ؎

علامت نمبر ۸۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

"ممکن ہے کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جن پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں کیونکہ یہ عاجز اس،

دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں

آیا (صفحہ ۸۲۲ ازالہ طبع ۱)

چونکہ مسیح موعود بموجب احادیث ظاہری حکومت کے ساتھ آئے گا جیسا کہ حَکَماً عَدَلاً اور مرزا صاحب کا اعتراف مذکورہ بالا دال ہیں اگر مرزا صاحب خود یاجوج و ماجوج کے غلام بلکہ ان کو اپنے اولی الامر سمجھتے تھے (صفحہ ۲۳ ضرورۃ الامام) اس لئے وہ مسیح موعود نہیں۔

علامت نمبر ۹ مرزا صاحب اپنی صداقت پر احادیث سے تمسک کرتے ہوئے حضرت مولوی محمد حسین بٹالوی کو طعنہ دیتے ہیں کہ تمہارے نزدیک یہ حدیث بھی غلط، وہ بھی غلط حتٰی کہ:۔

"لکھا تھا کہ مسیح موعود کے وقت میں اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی اور اس میں یہ بھی اشارہ تھا کہ اس زمانہ میں مدینہ کی طرف سے مکہ تک ریل کی سواری ہو جائے گی۔ مگر آپ کے نزدیک یہ حدیث بھی غلط جبکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں آپ کے نزدیک غلط ہیں تو میری پیشگوئیوں کو غلط کہنے کے وقت آپ کیوں شرم کرنے لگے" (صفحہ ۱۱۶/۱۱۷ ضمیمہ نصرۃ الحق طبع ۱)

حضور! ہماری توبہ اگر ہم ان حدیثوں کو غلط کہیں۔ ہم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جملہ احادیث کو سر آنکھوں پر رکھتے ہیں۔ مگر گستاخی معاف انہی حدیث سے ثابت ہے کہ آپ کاذب مسیح ہیں۔ کیونکہ آپ کو دنیا سے رخصت ہوئے اتنا عرصہ ہو گیا مگر مکہ اور مدینہ کے درمیان آج تک ریل نہیں بنی۔

علامت نمبر ۱۰ مکہ مدینہ کے درمیان ریل کا جاری ہونا اور اونٹوں کا متروک ہونا تو جو پردہ دکھایا گیا ہے کہ ابھی تک نہیں ہوا۔ مرزا صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ باقی ممالک میں بھی اونٹ بیکار ہوں گے:۔

"آنحضرت کی پیشگوئی میں یہ بھی تھا کہ مسیح کے وقت میں اونٹ

بیکار ہو جائیں گے۔ یہ ریل کی طرف اشارہ تھا سو ریل کے جاری ہونے پر بھی پچاس سال گزر گئے۔" (ص۱۰۹ ایام الصلح اردو) "ایسا ہی حاکم (نام کتاب حدیث) وغیرہ میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ ان دنوں میں ایک نئی سواری پیدا ہوگی جو رات دن صدہا کوس چلے گی۔ ان دنوں میں اونٹ بیکار ہو جائیں گے۔" (ص۱۵۲ ایام الصلح) "ایک اور نشان اس زمانہ کا وہ نئی سواری تھی جس نے اونٹوں کو بیکار کر دینا تھا۔ قرآن شریف نے وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ کہہ کر اس زمانہ کا پتہ بتلایا، چند سالوں میں اونٹ کی سواری کا نام و نشان نہ ملے گا۔" (ص۲۰۱ ریویو جلد ۳ ع۶ تقریر مرزا، ۲۰ مئی ۱۹۰۴ء)

ناظرین کرام! تمام دنیا کے شہر و دیہات، سندھ، سارواڑ، بلوچستان افغانستان، مصر و سوڈان وغیرہ تو درکنار اپنے ملک پنجاب کے شہروں میں نظر دوڑا کر دیکھیں کہ کیا اونٹ بیکار ہو چکے؟ ان پر کوئی سوار نہیں ہوتا؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ مرزا مسیح صادق ہے یا کاذب؟

بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

مرزائیوں کا عذر:۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل کا جاری ہونا مرزا صاحب کا اپنا مذہب نہیں بلکہ مسلم اخبارات کی نقل ہے۔ اگر دیگر ممالک میں اونٹ بیکار ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ تیز رفتاری کے لئے اونٹ استعمال نہیں ہونگے حدیث میں فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا کا لفظ یعنی کوئی ان کو نہیں دوڑائیگا۔ پس ریل کی تیاری نے تیز رفتاری کے لحاظ سے اونٹ بیکار کر دیئے۔

الجواب: مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل کا جاری ہونا گو کسی مسلم اخبار

سے بھی لکھا ہوتا ہم مرزا صاحب اس سے انکاری نہیں ہم جو تحریر مرزا صاحب کی اس بارے میں درج کر چکے ہیں اس میں صاف لفظ حدیث رسول اللہ کا موجود ہے۔ دیگر ممالک کے متعلق گذارش ہے۔ اونٹوں کی سواری صرف تیز رفتاری کے لحاظ سے متروک نہیں کی گئی۔ بلکہ مرزا صاحب کے نزدیک بھی نشان۔ اونٹوں کی سواری کا مٹ جانا ہے۔ ریویو کی منقولہ بالا عبارت بغور ملاحظہ فرمائیں۔ خدا تمہیں رہنمائی دے ؛

مرزا صاحب کے کاذب ہونے پر تیسری دلیل

منہاجِ نبوت

مرزائی صاحبان ہمیشہ مناظرات میں ڈینگ مارا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کو معیار انبیاء پر پرکھ لو خود مرزا صاحب بھی لکھتے ہیں:۔

"میں اپنے دعویٰ کو منہاج نبوت پر پیش کرتا ہوں منہاج نبوت پر جو طریق ثبوت کا رکھا ہوا ہے وہ مجھ سے جس کا جی چاہے لے لے"۔ (صفحہ ۳۱۱/۳۱۴ منظور الٰہی بحوالہ اخبار الحکم، جلد ۷ ص۷)

"میرا سلسلہ منہاج نبوت پر قائم ہوا ہے اس منہاج کو چھوڑ کر جو اس کو آزمانا چاہے وہ غلطی کرتا ہے" (الحکم ۱۲ جلد ۸ ص۷)

معیار اوّل ۱ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ - الآیہ

ترجمہ: مانا رسول نے جو اس پر نازل ہوا اور مومنوں نے سب کے سب

ایمان لائے ہیں ساتھ اللہ کے اور فرشتوں کے اور کتابوں کے اور رسولوں کے آیت ہذا شاہد ہے کہ سب سے پہلے رسول اپنی وحی پر ایمان لاتا ہے خاص کر عہدۂ رسالت پر۔ اور بات بھی معقول ہے کہ جب تک کسی شخص کو اپنے عہدہ اور حیثیت پر خود اطلاع نہ ہو وہ اپنے اختیارات کو کیا برت سکتا ہے۔ یہ بات تو نہایت ہی بودی بلکہ لغو ہے کہ گورنمنٹ کسی کو وائسرائے تو بنا دے اور اسے ڈیوٹی پر کھڑا بھی کر دے مگر اسے اس کے عہدہ پر اطلاع نہ دے یا وہ خود اپنی حیثیت کو نہ سمجھتا ہو۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

"نبی کے لئے اس کے دعویٰ اور تعلیم کی مثال ایسی ہے جیسا کہ قریب سے آنکھ چیزوں کو دیکھتی ہے اور ان میں غلطی نہیں کرتی اور بعض اجتہادی امور میں غلطی ایسی ہے جیسے دور کی چیزوں کو دیکھتی ہے (ص۲۶) اصل بات یہ ہے کہ جس یقین کو نبی کے دل میں اس کی نبوت کے بارے میں بٹھایا جاتا ہے وہ دلائل تو آفتاب کی طرح چمک اٹھتے ہیں اور اس قدر تواتر سے جمع ہوئے ہیں کہ وہ امر بدیہی ہو جاتا ہے۔ پھر بعض دوسری جزئیات میں اگر اجتہادی غلطی ہو بھی تو وہ اس یقین کو مضر نہیں ہوتی۔ نبیوں اور رسولوں کو ان کے دعویٰ کے متعلق بہت نزدیک سے دکھایا جاتا ہے اور اس میں اس قدر تواتر ہوتا ہے جس میں کچھ شک باقی نہیں رہتا"

(ص۲۶ اعجاز احمدی مصنفہ مرزا و ص۴۲۶ احمدیہ پاکٹ بک)

اس عبارت سے مہر نیم روز کی طرح روشن کہ انبیاء کرام کو اپنی نبوت کے بارے میں ہرگز ہرگز کسی قسم کا شک و شبہ نہیں رہتا۔ بخلاف اس کے مرزا صاحب کا یہ حال ہے کہ انہیں ابتدا سے ہی نبی اور رسول کہا گیا ہے جیسا کہ لکھتے ہیں:۔

"براہین احمدیہ میں بھی یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں۔ چنانچہ ص۴۹۸

میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا پھر اسی کتاب میں یہ وحی ہے کہ خدا کا رسول نبیوں کے حلوں میں۔ پھر اسی کتاب میں یہ وحی اللہ ہے محمد رسول اللہ الخ اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی اسی طرح کئی جگہ رسول کے لفظ سے اس عاجز کو یاد کیا گیا،، (ایک غلطی کا ازالہ صہ۱)

مگر مرزا صاحب برابر نبوت سے انکار کرتے رہے۔ بلکہ برملا کہتے رہے کہ مدعی نبوت:۔

۔ مسیلمہ کذاب کا بھائی، کافر خبیث ہے" (صہ ۲۸ انجام آتھم)

۔ ہم مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔ وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت کے ہم قائل ہیں۔ (اشتہار جنوری ۱۸۹۷ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۶ صہ۲)

۔ میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" (صہ۳ فیصلہ آسمانی)

۔ تمام مسلمانوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح اسلام۔ توضیح المرام۔ ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنے سے نبی ہوتا ہے۔ یا محدثیت جزوی نبوت یا ناقص نبوت ہے یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رو سے بیان کئے گئے ہیں ورنہ حاشا وکلا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعوی نہیں بلکہ میرا یقین ہے کہ ہمارے سید و مولا محمد مصطفےٰ خاتم الانبیاء ہیں۔ سو تمام مسلمان اگر ان لفظوں سے ناراض ہیں (جن میں جزوی نبوت وغیرہ کا دعوی ہے) تو ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ اللہ خوب

جانتا ہے کہ لفظ نبی سے مراد صرف محدث ہے جس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متکلم مراد لئے ہیں قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء اور لفظ نبی کو کاٹا ہوا خیال فرمائیں۔" اشتہار مرزا اور حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۹۱ مصنفہ میاں محمود احمد)

ان تمام مذکورہ بالا تحریرات سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب باوجود بقول خود نبی ہونے کے اپنی نبوت سے انکاری رہے۔ میاں محمود احمد پسر مرزا خلیفہ قادیانی اپنی کتاب حقیقۃ النبوۃ پر لکھتے ہیں:۔

"آپ کو براہین احمدیہ کے زمانہ سے جو وحی ہو رہی تھی اس میں آپ کو ایک دفعہ بھی مسیح (ابن مریم علیہ السلام نبی اللہ و رسول اللہ) سے کم نہیں کہا گیا بلکہ افضل ہی بتایا گیا تھا۔ لیکن آپ چونکہ اپنے آپ کو غیر نبی سمجھتے تھے اس کے معنی اور کرتے رہے بعد کی وحیوں نے آپ کی توجہ اس طرف پھیری کہ ان (پہلی) وحیوں کا یہی مطلب تھا کہ آپ مسیح سے افضل اور نبی ہیں" (صفحہ ۱۲۱ پر راقم ہیں)۔ "نبوت کا مسئلہ آپ پر ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء میں کھلا ہے۔ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدے میں تبدیلی کی ہے۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں۔" (ملخصاً بلفظہٖ)

خلاصہ یہ کہ انبیاء کرام کو اپنے دعویٰ نبوت میں کبھی اور کسی قسم کا شک نہیں ہو سکتا۔ مگر مرزا صاحب نت نئے رنگ بدلتے رہے پس وہ معیار نبوت پر پورے نہیں اترے ۔

دوسرا معیار۔ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۔ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ (سورۃ القیامۃ ۱۶-۱۹)

نہ حرکت دے اس وحی کے پڑھنے پر اپنی زبان کو کہ جلدی سیکھ لے اس کو بے شک اس وحی کو تیرے دل میں بٹھانا اور تجھ کو یاد کرانا ہمارے ذمہ ہے۔ پس جب یہ جبرائیلؑ پڑھے تو اس کے ساتھ پڑھ لیا کر۔ پھر ہمارے ذمہ ہے اس کو کھول کر بیان کرنا:

یہ آیت مقدسہ گواہ ہے کہ نبی پر جو وحی اترتی ہے۔ اس کی وضاحت تمام خدا کے ذمہ ہے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ نبی اپنی وحی کو نہ سمجھ سکے۔ چونکہ مرزا صاحب اپنے دعوٰی نبوت کو منہاج نبوت پر پیش کرنے کے علاوہ اپنی وحی کو قسم کھا کر اسی رنگ کی کہتے ہیں:۔

"جس رنگ کا مکالمہ آدمؑ سے ہوا پھر شیثؑ پھر نوحؑ پھر ابراہیمؑ پھر اسحٰقؑ پھر اسمٰعیلؑ پھر یعقوبؑ پھر یوسفؑ اور موسٰیؑ۔ داؤدؑ و سلیمانؑ۔ عیسٰیؑ بن مریم۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔" (ملخص ص۵۰ نزول المسیح)

بلکہ فرماتے ہیں:۔

"مَا اَنَا اِلَّا كَالْقُرْاٰنِ الخ (ص۱۱۹ البشرٰی جلد ۱) میں تو بس قرآن ہی کی طرح ہوں۔"

ماسوا اس کے مرزا صاحب کا دعوٰی محمد صلعم ہونے کا بھی ہے جیسا کہ ہم ثابت دے چکے ہیں۔ اس لئے لازم ہے کہ ان کی وحی اس معیار پر پوری ہو مگر افسوس ہے کہ ایسا نہیں۔ مرزا صاحب کی ساری عمر انہی چالوں میں بسر ہوئی کہ مداریوں کی طرح ایک آدھ فقرہ بیہودہ گھڑ لیا کرتے۔ جس کا نہ سر ہوتا نہ پیر گول مول سو کی تاک جدھر چاہا پھیر لیا جو چاہا اس سے نکال لیا۔ الہام سناتے وقت کہہ دیتے

کہ مجھے اس کی سمجھ نہیں آئی۔ خدا جانے کیا معنی ہیں پھر لطف یہ کہ صدہا الہام ایسے ہیں کہ ساری عمران کی کوئی تشریح و تعیین نہیں کی بطور نمونہ چند ایک الہام ہدیہ خدمت ہیں

۱۔ "اَحْسَنُ الْخَلِیْقِیْنَ (تشریح از مرزا) مراد زمانہ حال کے لوگ ہیں یا آئندہ زمانہ کے واللہ اعلم بالصواب" (ص۱۵ البشریٰ)

۲۔ "پریشن۔ عمر براطوس۔ یا پلاطوس۔ آخری لفظ پڑ طوس ہے یا پلاطوس بباعث سرعت الہام معلوم نہیں ہوا۔" (البشریٰ جلد ۱ ص۵۱)

۳۔ "ایعدا۱۔ انشاء اللہ" (تشریح از مرزا) اس کی تفہیم نہیں ہوئی کہ ۱۱ سے کیا مراد ہے" (ص۲۶ البشریٰ جلد ۲)

۴۔ "لَا يَمُوْتُ اَحَدٌ مِّنْ رِّجَالِكُمْ تمہارے مردوں میں سے کوئی نہیں مرے گا۔ اس کے حقیقی معنی تو نہیں ہو سکتے مگر مفہوم کا پتہ نہیں۔ شاید کوئی اور معنی ہوں۔ (ص۷ البشریٰ جلد ۲)

۵۔ "بلا نازل یا حادثہ یا .... معلوم نہیں کس کی طرف اشارہ ہے"، ص۸۲

۶۔ "میں ان کو سزا دوں گا۔ میں اس عورت کو سزا دوں گا"، معلوم نہیں یہ کس کے متعلق ہے۔ ص۹۷

۷۔ "عورت کی چال۔ ایلی ایلی لما سبقتانی۔ بریت"، خیال گذرتا ہے۔ واللہ اعلم کوئی شخص زمانہ طور پر مکر کرے۔ یہ صرف اجتہادی رائے ہے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اس کے کیا معنی ہیں"، ص۱۰۷

۸۔ "امراض پھیلائی جائیں گی اور جانیں ضائع کی جائیں گی"، معلوم نہیں قادیان کے متعلق ہے یا پنجاب ص۱۱۱

۹۔ "موت تیرہ ماہ حال کو"، قطعی طور پر معلوم نہیں کس کے متعلق"،

ہے صفحہ ۱۲۰

۲۔ "پس پاشندہ جوم۔" "افسوسناک خبر آئی" اس الہام پر ذہن کا انتقال بعض لاہور کے دوستوں کی طرف ہوا۔ مگر یہ انتقال ذہن بعد مزید لری ہوا۔ الہام بھی شاید اس کے متعلق ہو۔ صفحہ ۱۲۴

۵۔ "کمتر ہیں کا بیڑا غرق ہوگیا" کسی کے قول کی طرف اشارہ ہے شاید کمتر ہیں سے مراد کوئی شریر مخالف ہے "(صفحہ ۱۲۱ احمدیہ پاکٹ بک)

۶۔ "میں سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا" ایک ناپاک روح کی آواز آئی صفحہ ۱۴۲ احمدیہ پاکٹ بک)

۷۔ "غَثَم غَثَم غَثَم۔ دُفِعَ اِلَيْهِ مِنْ مَالِہٖ دیا گیا اس کو مال اس کا اچانک" (صفحہ ۱۲۱ پاکٹ بک)

۸۔ "ایک ہفتہ تک کوئی باقی نہیں رہے گا"

کوئی پتہ نہیں کہ اس کا مطلب و منشا ملہم کیا ہے۔ کیا مرزا صاحب کے اہل وعیال سے ہفتہ تک کوئی نہ رہے گا۔ یا عام مرزائیوں سے۔ یا کل ملک ہندوستان سے۔ یا کل روئے زمین سے!

مصنف مرزائی پاکٹ بک کہتا ہے کہ خدا کا دن ہزار سال کے برابر ہے اور عمر دنیا کل سات ہزار ہے پس مراد ایک ہفتہ سے سات ہزار سال ہے۔

جواب! مرزا صاحب کہتے تھے۔ ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا۔ (اشتہار ۲۔ اگست ۱۸۹۹ء)

پس جب وہ خود اس کے معنی و تشریح نہیں کر گئے تو آپ کون ہیں دخل در معقولات دینے والے۔ حسب منشا تشریح پوری کرنے سے کیا فائدہ؟ علاوہ ازیں ہمارا اعتراض

تو مرزا صاحب پر ہے کہ وہ اس کی کوئی تشریح نہیں کر گئے نہ کہ تم پر۔ پھر یہ بھی غلط ہے کہ عمر دنیا سات ہزار سال ہے۔ قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (زخرف رکوع آخر) میاں محمود احمد لکھتے ہیں:۔

تجب آپ (مرزا) دنیا کی عمر سات ہزار سال بتاتے ہیں اور اس کے بعد قیامت بتاتے ہیں تو اس قیامت سے اور قیامت مراد ہے۔ اس سے مراد اس دنیا کی نسل کا ایک دور ہے جو ختم ہوگا آپ (مرزا) پہلے دور کے خاتمے پر آئے۔ میرا عقیدہ یہی ہے کہ (آپ) اس دور کے خاتم ہیں اور اگلے دور کے آدم بھی آپ ہیں۔ پہلا دور سات ہزار سال کا آپ پر ختم ہوا اور اگلا دور آپ سے شروع ہوا (ضمیمہ اخبار الفضل ۱۴ فروری ۱۹۲۸ء)

اندریں صورت احمدیہ پاکٹ بک کے مصنف کی تاویل قطعاً باطل ثابت ہوتی ہے۔ اگر سات ہزار میں کل بنی آدم کا خاتمہ تھا تو پھر مرزا صاحب جن پر یہ دور ختم ہوا کیسے بچے؟ اسی طرح دیگر لاکھوں انسان کیوں بچے؟ پس یہ الہام از مرزا یا جھوٹا ہے جو اصول قرآن کے خلاف ہے۔

۱۵۔ "الہام ایلی اوس باعث سرعت ورود مشتبہ رہا اور دکچھ معنی کھلے"۔ (ص۳۶ البشریٰ جلد ا)

مرزائی پاکٹ بک کا مصنف کہتا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں وہ ہیں، ہمیں اس پر بحث نہیں۔ خود ملہم کہتا ہے مجھے معلوم نہیں۔ لہذا آپ کے معانی اگر فی الواقع بھی صحیح ہوں ہمارے اعتراض کو نہیں اٹھاتے۔

۱۶۔ ھُوَشَعْنَا نَعْسَا یہ الہام شاید عبرانی ہے جس کے معنی، (اصل مفہوم نہیں کھلے) اس کے لفظی معنی ہیں بچا... دسے (ص۴۳ البشریٰ جلد ا)

محمدیہ پاکٹ بک کا مصنف بھی اس کے معنی "نجات دے" وغیرہ کرتا ہے ہمارا سوال اصل مفہوم پر ہے۔ جس کے متعلق مرزا صاحب کا اقرار ہے کہ "معنی نہیں کھلے" خلاصہ یہ کہ ہم بآیت قرآن مجید ثابت کر آئے ہیں کہ اپنی وحی کو بعد نزول سمجھنا خدا کا ذمہ ہے۔ بخلاف اس کے مرزا صاحب ان الہامات کے معنی نہیں جانتے تھے۔ پس وہ منہاج نبوت پر پورے نہیں اترے۔

معیار تیسرا ناظرین انبیاء کرام کو ہمیشہ ان کی مادری زبان میں وحی ہوتی ہے بخلاف اس کے مرزا صاحب خود مانتے ہیں کہ

"بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ" (ص۵۷ نزول المسیح)

پس مرزا صاحب از روئے منہاج نبوت بھی غیر صادق ثابت ہوئے قرآن مجید (سورہ ابراہیم) میں ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کا ہم زبان تاکہ انہیں واضح کرے۔

اعتراض اس آیت سے ہر رسول کا ہم زبان ہونا ثابت ہے مگر یہ ثابت نہیں کہ اس پر وحی بھی قوم کی زبان میں ہوتی ہو۔

الجواب یہ عذر بالکل لغو ہے کیونکہ مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے کہ "یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو اور الہام کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا کیونکہ اس میں تکلیف مالا یطاق ہے۔ اور ایسے الہام سے فائدہ کیا ہوا جو انسان کی زبان سے بالاتر ہو" (چشمہ معرفت ص۲۰۹) دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے بوضاحت فرمایا (سورہ حم سجدہ پ۲۵) وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ اگر ہم اس قرآن کو اوپری

زبان میں بناتے تو کفار معترض ہوتے کہ اس کی آیات کھول کر کیوں نہ بیان کی گئیں۔ یہ کیا بات ہے کہ عجمی الہام اور عربی مخاطب، یہ آیت صاف ثبوت ہے اس امر کا کہ الہام الٰہی مخاطبوں کی مادری زبان میں ہوتا ہے:

اعتراض] قرآن مجید میں آتا ہے حضرت سلیمانؑ کہتے ہیں عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ (سورہ نمل) خدا نے ہم کو جانوروں کی بولی سکھائی گویا ان کو کوؤں، چیلوں، کبوتروں، بٹیروں اور تمام جانوروں کی زبان نہیں الہام ہوا:

الجواب] کہاں یہ امر کہ انبیاء علیہم السلام پر جو الہام لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل ہوتا ہے وہ ان کی اپنی زبان میں ہوتا ہے اور یہ جواب کہ حضرت سلیمانؑ کو خدا نے جانوروں کی بولی بھی سکھائی ہاں اگر تم قرآن مجید سے یہ ثابت کرتے کہ حضرت سلیمانؑ کو جو الہام انسانوں کی ہدایت کے لئے ہوتا تھا وہ ان کی اپنی زبان اور ان کی قومی زبان میں نہ تھا۔ تو البتہ دلیل ہو سکتی تھی عُلِّمْنَا کا لفظ الہام کے لئے مخصوص نہیں بلکہ طبعی فہم و تفہیم بھی اس میں داخل ہے سو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کی فطرت میں اپنی قدرت سے یہ طاقت ودیعت کر دی کہ وہ جانوروں کی بولی سمجھنے لگ گئے:

نوٹ] اعتراض کسی بولی کے سکھانے پر نہیں۔ اعتراض یہ ہے کہ جس زبان کو نبی نہیں جانتا، اس میں الہام خلاف عادت اللہ اور خلاف سنت انبیاء ہے، اور مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے الہام ان زبانوں میں ہوتا ہے جنہیں میں نہیں جانتا فَتَدَبَّرْ

چوتھا معیار] مرزا صاحب اپنی نبوت کو مجاز اور استعارہ قرار دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:۔

آسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ہوشیار رہنا چاہیے کہ اس جگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن اور رسول بجز محمد صلعم اور دین بجز اسلام کے نہیں ہم ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے"
(خبار الحکم ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

ظاہر ہے کہ مرزا صاحب مذکورہ بالا منہاج پر پورے نہیں۔ پس وہ نبی نہیں بلکہ متنبی ہیں ؛

عذر ۔ مرزائی دھوکہ دینے کو کہا کرتے ہیں اس معیار پر بعض سابقہ نبی بھی پورے نہیں اترے ؛

الجواب :۔ سابقہ نبی سب کے سب صاحب شریعت ۔ براہ راست خدا سے فیض پانے والے تھے ۔ کسی نبی کی اتباع سے درجہ نبوت پر فائز نہیں ہوتے دیکھو مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

(۱) "جس قدر نبی گزرے ہیں ان سب کو خدا نے براہ راست چن لیا تھا ۔ حضرت موسیٰ وغیرہ کا اس میں کچھ دخل نہیں تھا۔"
(حاشیہ ص۹۷ حقیقۃ الوحی)

(۲) حضرت عیسیٰ بلکہ تمام انبیاء ان ہدایتوں کے پیرو تھے جو ان پر [illegible] ہوئی تھیں اور براہ راست خدا نے ان پر [illegible] تھی سے کر نہ اٹھانے لگا۔ کتابیں دی تھیں اور ان کو ہدایت تھی کہ ان پر عمل کریں اور کروائیں جیسا کہ قرآن شریف اس پر

گواہ ہے" (صفحہ ۱۹۲/۱۸۹ ضمیمہ نصرۃ الحق طبع ۱)

پانچواں معیار } قرآن مجید میں ہے اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ میں صرف اپنی وحی کی پیروی کرتا ہوں (پ ع) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ (پ۵ ع۹) نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر مطاع بنا کر۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ نبی اپنی وحی کا متبع ہوتا ہے (دوسروں کی وحی کو اسی صورت میں مانتا ہے کہ اس کی وحی کے خلاف نہ ہو یا اس کی وحی کا حکم ہو کہ فلاں بات پہلی وحی کی مانو) نبی کسی دوسرے انسان کا مطیع نہیں ہوتا۔ چنانچہ مرزا صاحب بھی اقرار کرتے ہیں :-

"خدا تعالٰے قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ کوئی رسول دنیا میں مطیع اور محکوم ہو کر نہیں آتا بلکہ وہ مطاع اور صرف اپنی وحی کا متبع ہوتا ہے" (صفحہ ۵۶۹ ازالہ طبع ۱۔ صفحہ ۲۲۸ ازالہ طبع ۲)۔

بخلاف اس کے مرزا صاحب بقول خود امتی نبی۔ مطیع اور محکوم رسول تھے۔ اور اپنی وحی کو بجز "مطابقت" قرآن کے نہیں مانتے تھے۔ پس وہ منہاج نبوت کی رو سے "بدعتی رسول" ہیں۔

چھٹا معیار } مرزا صاحب اپنی کتاب تحفہ گولڑہ میں لکھتے ہیں کہ "نبی کے لئے ضروری ہے کہ چالیس سالہ عمر میں مامور ہو" (صفحہ ۱۰۰ تحفہ گولڑہ) بخلاف اس کے مرزا صاحب کی پیدائش مندرجہ ذیل تحریر کی رو سے ۱۲۶۸ھ ثابت ہوتی ہے :-

"بہت سے اکابر امت گزرے ہیں جنہوں نے میرے لئے پیشگوئی کی اور پتہ بھی بتایا بعض نے تاریخ پیدائش بھی بتائی ہے، جو چراغ دین ۱۲۶۸ھ ہے" (الحکم ۱۰۔ اپریل

سنہ :-

اور سنہ بعثت مرزا ان کی ایک تحریر کی رو سے ۱۲۹۰ھ ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے :-

"ٹھیک بارہ سو نوے ہجری میں یہ عاجز شرف مکالمہ و مخاطبہ پاچکا تھا۔ (ص۱۹۹ حقیقۃ الوحی)۔

اس حساب بوقت بعثت مرزا صاحب کی عمر کل ۲۲ سال ثابت ہوتی ہے۔ حالانکہ از روئے معیار مسلمہ مرزا انبیاء کے لئے سنت الٰہی یہی ہے کہ وہ چالیس سالہ عمر میں مبعوث ہوں۔

نوٹ :- مرزا صاحب نے "اکابر امت کی پیشگوئی" کی رو سے اپنی تاریخ پیدائش ۱۲۶۸ھ لکھی ہے اور یہ بھی مرزا صاحب کا مذہب ہے "مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى کے درجہ پر جب تک انسان نہ پہنچے اس وقت تک اسے پیشگوئی کی قوت نہیں مل سکتی۔ (ص۲۱۶ ملفوظات احمدیہ حصہ اول بحوالہ الحکم جلد ۵ ص۹ تقریر مرزا ۲۸ دسمبر ۱۸۹۹ء)۔

پس مرزائی یہ نہیں کہہ سکتے کہ "اکابر امت کی پیشگوئی" میں تاریخ پیدائش میں غلطی ہے +

ساتواں معیار { فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (پ ۱ ع ۱۲) یہ قرآن جبرئیل نے تیرے قلب مبارک پر نازل کیا

ہے۔ مرزا صاحب بھی اقراری ہیں کہ :-

(۱) "ممکن نہیں کہ دنیا میں ایک رسول اصلاح خلق کے لئے آئے اور اس کے ساتھ وحی الٰہی اور جبرائیل نہ ہو" ازالہ اوہام ص۵۷۹ ط ۱۔ ازالہ اوہام ص۲۳۹ ط ۲)۔

(۲) "رسولوں کی تعلیم اور اعلام کے لئے یہی سنت اللہ اور قدیم سے

جاری ہے جو بواسطہ جبرائیل کے بذریعہ نزول آیات ربانی اور کلام رحمانی سکھلائے جاتے ہیں" (ص ۵۴۴ ازالہ طبع ۱)

صاف عیاں ہے کہ ہر ایک نبی پر نزول جبرائیل بوحی الٰہی لازمی ہے حالانکہ:۔

الف "یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد جبرائیلؑ کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمد و رفت شروع ہو جائے" (ازالہ حوالہ بالا)۔

ب "صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرائیلؑ لادیں اور پھر چپ ہو جادیں یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے" (ص ۵۷۷ ازالہ طبع ۱)۔

نتیجہ صاف ہے کہ مرزا صاحب اس سنت انبیاء اور معیار رسالت سے باصول خود کورے ہیں۔

آٹھواں معیار (۱) "کوئی بھی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے لئے ہجرت نہ ہو" (ص ۵ ملفوظات احمدیہ جلد ۳ بحوالہ الحکم جلد ۵ ۲۲)

(۲) "انبیاء علیہم السلام کی نسبت یہ بھی ایک سنت اللہ ہے کہ وہ اپنے ملک سے ہجرت کرتے ہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں بھی موجود ہے الخ (ص ۱۸۰ ضمیمہ نصرۃ الحق طبع ۱)

مرزا صاحب نے ہجرت نہیں کی۔

نواں معیار یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ والی آیت (جس میں ہر ایک شخص کی وفات کے بعد اس کی اولاد کو وارث قرار دیا گیا۔ ناقل) میں جو استثناء ہے وہ آپؐ کی ایک صحیح حدیث کی وجہ سے ہے جو بخاری و مسلم بلکہ تمام صحاح میں مذکور ہے اور وہ نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِیَاءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ ہے (یعنی ہم نبیوں کا گروہ نہ کسی کا وارث ہوتا ہے نہ ہمارا کوئی وارث

ہوتا ہے۔ ناقل) اگر کہا جائے کہ یہ حدیث اس لئے صحیح نہیں
کہ قرآن شریف کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں وَوَرِثَ
سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ (النمل ع۲) فَہَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا
یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ (مریم ع۱) آیا ہے اس کا
جواب یہ ہے کہ ان آیات میں روحانی ورثہ مراد ہے نہ کہ
مالی ورثہ" (ص۲۲۵ احمدیہ پاکٹ بک)۔

عبارت بالا سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام نہ تو خود اپنے والدین کے مال کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ہی آگے ان کی اولاد ان کی جائداد کی وارث ہوتی ہے حالانکہ مرزا صاحب نے اپنے والد کی جائداد کا ورثہ بھی پایا، ملاحظہ ہو سیرت مسیح موعود مصنفہ محمود احمد و ص۲۲۸ آئینہ کمالات۔ اور آگے ان کی اولاد بھی وارث ہوئی۔ پس مرزا صاحب اس معیار نبوت پر بھی پورے نہیں اُترے +

دسواں معیار } مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ایک صحیح حدیث ہے:۔
اِنَّہٗ لَمْ یَکُنْ نَبِیٌّ اِلَّا عَاشَ نِصْفَ
الَّذِیْ قَبْلَہٗ وَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ
عَاشَ عِشْرِیْنَ وَمِائَۃَ سَنَۃٍ فَلَا اُرَانِیْ اِلَّا ذَاہِبًا عَلٰی
رَأْسِ سِتِّیْنَ وَالْحُکْمُ اَیُّہَا الْاِخْوَانُ اَنَّ ہٰذَا الْحَدِیْثَ
صَحِیْحٌ وَرِجَالُہٗ ثِقَاتٌ لَہٗ طُرُقٌ (آنحضرتؐ نے فرمایا مجھے جبرائیل
نے خبر دی ہے) کہ ہر ایک نبی اپنے سے پہلے نبی سے نصف
عمر پاتا رہا ہے اور اس نے مجھے بتلایا کہ عیسیٰ ایک سو بیس سال
زندہ رہا پس میں خیال کرتا ہوں کہ ساٹھ سال کا میں اس جہان سے
رحلت کر جاؤں گا (مرزا صاحب فرماتے ہیں) بھائیو! یہ حدیث
بالکل صحیح ہے اور اس کے سب راوی بالکل ثقہ ہیں۔ اور

معتبر ہیں اور اس کی بہت سی سندیں ہیں" (صلا حمامۃ البشریٰ مترجم اردو)۔

اس بیان کی رو سے جبکہ آنحضرت صلعم کی عمر ساٹھ سال ہوئی۔ تو مرزا صاحب کی اگر وہ صادق نبی ہوتے تو کل عمر تیس سال ہونی چاہیئے تھی چونکہ وہ ۶۹ برس کے ہو کر مرے، لہذا وہ اپنے ہی اس مسلمہ معیارِ نبوت کی رو سے کاذب ہیں ؏

اعتراض } یہ تمام انبیاء کے متعلق نہیں، صرف حضرت عیسےٰ اور آنحضرت کے متعلق ہے ؏

الجواب ۔ حدیث کے الفاظ عام ہیں، کوئی تخصیص نہیں ؏

مرزا صاحب کے کاذب ہونے پر چوتھی دلیل

اختلافات مرزا

لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (قرآن)

(۱) صرف محدث غیر نبی

"اس عاجز کے رسالہ فتح الاسلام۔ توضیح المرام۔ ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں سے بیان کئے گئے ہیں مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں۔ سو مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں تو وہ ان کو ترمیم شدہ

تصور فرماکر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ ابتدار سے میری نیت جس کو اللہ خوب جانتا ہے اس لفظ سے مراد نبوت حقیقی نہیں بلکہ صرف محدث مراد ہے۔ جس کے معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکلّم مراد لئے ہیں یعنی محدثوں کی نسبت فرمایا قَدْ کَانَ فِیْمَنْ قَبْلَکُمْ مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ رِجَالٌ یُکَلَّمُوْنَ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّکُوْنُوْا اَنْبِیَاءَ (اشتہار مرزا در ص ۹۱/۹۲ حقیقۃ النبوۃ مصنفہ میاں محمود احمد)۔

عبارت مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کا دعوی بموجب حدیث رسول کریم صلعم کے صرف محدث ہونے کا ہے جو غیر نبی ہوتا ہے ایک دوسری جگہ مرزا صاحب نے لکھا ہے :۔

"نبوت کا دعوےٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوی ہے جو بحکم خدا کیا گیا ہے" (ص ۴۲۲/۱۴۸ ازالہ طبع ۱)۔

اس کے خلاف صرف محدث ہونیسے انکار

ان (بروزی اور ظلی) معنوں کی رو سے مجھے نبوت اور رسالت سے انکار نہیں۔ اسی لحاظ سے صحیح مسلم میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبر پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے اگر کہو کہ اس کا نام (صرف) محدث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں مگر نبوت کے معنی اظہار غیب ہے (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ ص ۳)

اس عبارت میں صرف محدث ہونے کا انکار اور ظلی بروزی یعنی بہ فیضان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہونے کا اقرار ہے۔

۲۔ غیر تشریعی نبوت کا دعوے

(الف) "جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اسی کا نام پا کر اسی کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا سو اب بھی میں انہی معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا" الخ (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ ص۷)۔

(ب) "اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو پس اس بنا پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی" (تجلیات الٰہیہ ص۲۵)۔

اس کے خلاف تشریعی نبوت کا ادّعاء

"اگر کہو کہ صاحب الشریعۃ افترا کر کے ہلاک ہوتا ہے۔ نہ ہر ایک مفتری تو اول یہ دعوے بے دلیل ہے خدا نے افترار کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کیلئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعۃ

ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔" (ص ۶-۷ رسالہ اربعین ۴)

جتنجات نمبر ا کی عبارت میں اپنے دعوے کو لغوی غیر حقیقی نبی کہہ کر صرف محدث حقیقی ہونے کا اقرار کیا وہ بھی از خود نہیں بلکہ بخاری شریف کی حدیث کی رو سے۔ اس کے بعد "صرف محدث ہونے کا انکار کیا" اور ہفوات نمبر ۲ کی پہلی تحریر میں بغیر شریعت کے نبی ہونے کا دعویٰ کیا مگر اربعین نمبر ۴ کی حوالہ والی تحریر میں صاحب الشریعۃ ہونے کے مدعی بن گئے +

۲۔ میرے انکار سے کوئی کافر نہیں ہو جاتا

الف: "ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا۔" (تریاق القلوب ص ۱۳۰/۳۲۵ طبع ۱)

ب: "مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا نہیں جو ہماری ایمانیات کی جزو یا ہمارے دین کے رکنوں میں ہو۔ بلکہ صدہا پیشگوئیوں میں سے ایک پیشگوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں جس زمانہ تک یہ پیشگوئی بیان نہیں کی گئی تھی اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہیں تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہو گیا۔" (ازالہ اوہام ص ۱۴۰ طبع ۱)

نوٹ: یہ تحریر بھی مجھے نے دیتی ہے کہ اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں، لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث گزرے ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں۔ ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا (تریاق القلوب [illegible])

(ج) ''اس جگہ تو × × انقلاب کا دعویٰ نہیں وہی اسلام ہے جو پہلے تھا۔ وہی نمازیں ہیں جو پہلے تھیں۔ دین میں سے کوئی بات چھوڑنی نہیں پڑی جس سے اس قدر حیرانی ہو۔ مسیح موعود کا دعویٰ اس حالت میں گراں اور قابل احتیاط ہوتا جبکہ اس کے ساتھ دین کے احکام کی کمی بیشی ہوتی اور ہماری عملی حالت دوسرے مسلمانوں سے کچھ فرق رکھتی'' (آئینہ کمالات ص۳۲۹ ط ۱)

مرزا کا دعویٰ تھا۔ کہ میں وہ مسیح ہوں جس کے متعلق رسول کریم صلعم نے وعدہ دیا کہ وہ آئے گا۔ عبارات بالا میں مرزا صاحب صاف مانتے ہیں کہ مسیح موعود کا اقرار وانکار ایمانیات میں داخل نہیں۔ کوئی شخص میرے انکار کی وجہ سے کافر نہیں ہو جاتا۔ اس کے خلاف ملاحظہ ہو۔

میرا منکر جہنمی، کافر غیر ناجی ہے!

(الف) ''ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے'' (مکتوب مرزا بنام ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب مندرجہ الذکر الحکیم ۴ ص۲۳ مصدقہ مرزا در حقیقۃ الوحی ص۱۶۳)

(ب) ''جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا ورسول کی پیشگوئی موجود ہے'' (ص۱۶۳ حقیقۃ الوحی)

(ج) ''(اے مرزا) جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا اور بیعت میں داخل نہ ہوگا۔ وہ خدا رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے'' (ص۸ رسالہ معیار الاخیار۔ الہام مرزا)

(د) ''اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوحؑ کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے اس کو مدار نجات ٹھہرایا''

(صہ حاشیہ اربعین عہ)

مرزا کا دعویٰ تھا کہ میں وہ مسیح ہوں جس کے بارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کی ہے بایں ہمہ پہلی تحریرات میں صاف لکھا کہ مسیح موعود کا انکار و اقرار ایمانیات میں داخل نہیں، میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔ میری تعلیم میں کوئی انقلاب نہیں۔ ہماری عملی حالت دیگر مسلمانوں جیسی ہے۔ بخلاف اس کے دوسری تحریرات میں مسیح موعود یعنی بزعم خود۔ خود بدولت کے انکار کو خدا اور رسول کی پیشگوئی کا منکر کافر، بیعت نہ کرنے والے کو اور پیروی سے باہر رہنے والے کو جہنمی، اپنی تعلیم کو مدارِ نجات ٹھہرایا ہے۔

بعض مرزائی جواب دیا کرتے ہیں کہ یہ کوئی اختلاف نہیں:۔

"جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر ظاہر نہ کر دیا گیا۔ آپ انکار فرماتے رہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ [illegible] توضیح فرما دی آپ نے بھی اعلان فرما دیا" (صہ ۲۲۳ تفہیمات ربانیہ)

الجواب } یہاں اختلاف دعویٰ کے متعلق ہے اور ہم پہلے مرزا صاحب کی تحریرات سے ثابت کر آئے ہیں کہ براہین احمدیہ کے زمانہ سے ہی مرزا صاحب بقول خود خدا کے نزدیک نبی و رسول تھے اور یہ بھی کہ انبیاء ارکوان کے دعویٰ میں غلطی نہیں ہو سکتی (ملاحظہ ہو ۲۶ اعجاز احمدی)۔ پس مرزا صاحب کا باوجود "نبی اللہ" ہونے کے یہ کہنا کہ "میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی کافر نہیں ہو سکتا" اور پھر کافر کہنا دلیل ہے اس بات کی کہ مرزا صاحب خدا کے نبی ہرگز نہ تھے بلکہ ایک مراقی یا حسب موقع و ضرورت خود۔ گرگٹ کی طرح رنگ بدل لینے والے تھے۔

۴۔ مسیح ابن مریم دوبارہ نازل ہوگا

هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ کا ملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ مسیح کے ذریعے ظہور میں آئے گا۔ مسیحؑ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ ان کے ہاتھ سے اسلام جمیع آفاق میں پھیل جائے گا۔ (ملخص براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ و ۴۹۹)

اس کے خلاف

”قرآن شریف قطعی طور پہ اپنی آیات بینات میں مسیح کے فوت ہو جانے کا قائل ہے۔“ (صفحہ ۲۲۴ ازالہ طبع ۱)

”قرآن شریف مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں۔“ (صفحہ ۱۴۶ ایام الصلح اُردو)

مقدم الذکر تحریر میں از روئے قرآن مسیحؑ کی دوبارہ آمد بتائی اور مؤخر الذکر عبارت میں از روئے قرآن انکار کیا اس سے نہ صرف اختلاف ثابت ہوا بلکہ مرزا صاحب کی قرآن دانی بھی معلوم ہوگئی۔

اعتراض } پہلے مرزا صاحب نے رسمی عقیدہ کی وجہ سے حیات مسیح تسلیم کی بعد میں بوحی الٰہی اس عقیدہ کو چھوڑ دیا۔

جواب } مرزا صاحب بقول خود براہین احمدیہ کے زمانہ میں ”نبی اللہ“ تھے اور ”مامور الٰہی“ اور خاص کر مامور بھی اس لئے کئے گئے کہ ”قرآن کی اصلی تعلیم“ بیان کریں لہٰذا مرزا کا ایک ایسے عقیدہ کو رسمی نہیں بلکہ بمنشائے قرآن لکھنا جو آئندہ ان کے اصلی دعوے کے مخالف بننے والا تھا۔

۱؎ صفحہ ۱۵ ازالہ اوہام ۱

صاف ثابت کر رہا ہے کہ وہ مفتری علی اللہ تھے۔ انبیاء کو ان کے دعویٰ میں غلطی نہیں ہو سکتی۔ ماسوا اس کے مرزا صاحب کا یہ بھی مذہب ہے کہ:۔

"انبیاء اپنے کل اقوال و افعال میں خدا کے ترجمان ہوتے ہیں ان کی اپنی ہستی کچھ نہیں ہوتی، ایک کٹھ پتلی کی طرح بلکہ ایک مردہ کی مانند خدا کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔" (ص۱۲ ریویو جلد دوم مفہوم)

پس براہین احمدیہ والا عقیدہ کبھی غلط نہیں جانا جا سکتا تاوقتیکہ انہیں مفتری علی اللہ نہ سمجھا جائے پھر مرزا صاحب کا یہ بھی قول ہے "روح القدس کی قدسیت۔ ہر وقت۔ ہر دم، ہر لحظہ بلا فصل۔ ملہم کے تمام قویٰ میں کام کرتی رہتی ہے۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے) (ص۹۳ حاشیہ آئینہ کمالات) خاص کر براہین احمدیہ تو وہ کتاب ہے جو بقول مرزا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں رجسٹری ہو چکی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں "خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام قطبی رکھا" (مفہوم ص۲۴۸، ۲۴۹ براہین احمدیہ)

ہاں ہاں۔ براہین احمدیہ وہ کتاب ہے جو بقول مرزا "مؤلف نے ملہم و مامور ہو کر بغرض اصلاح و تجدید دین تالیف کیا"۔ (اشتہار براہین ملحقہ آخر رسالہ سرمہ چشم آریہ)

پس یہ میں اصلاح کی بجائے مسیحیت پاش۔ مرزائیت سوز بارود ثابت ہو کر مرزا کے کاذب ہونے کی شہادت ہے۔

حضرت مسیحؑ کی بادشاہت

حضرت عیسیٰ کو خدا نے خبر دی تھی کہ تو بادشاہ ہو گا انہوں نے اس خبر کو ظاہری معنی سے دنیا کی بادشاہی سمجھ لی۔ اسی بناپر ہتھیار باندھنے کا حکم دیا کہ کپڑے بیچ کر ہتھیار خرید لو۔ مگر آخر معلوم ہوا کہ حضرت

عیسیٰؑ کی غلط فہمی تھی اور بادشاہت سے مراد آسمانی بادشاہت تھی۔ اس پر ناحق نکتہ چینی کرنا شرارت اور بے ایمانی اور ہٹ دھرمی ہے۔" (ضمیمہ نصرۃ الحق صہ ۹۶ ملخص)

اس کے خلاف

"یہ ناخداترس نام کے مولوی کہتے ہیں کہ کوئی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ حضرت عیسیٰؑ کی نسبت بھی یہودیوں کا یہی حال ہے۔ حال میں ایک یہودی کی تالیف شائع ہوئی ہے جو میرے پاس اس وقت موجود ہے؎ گویا وہ محمد حسین بٹالوی (رحمۃ اللہ علیہ) یا ثناءاللہ (فاتح قادیان امرتسری) کی تالیف ہے جو اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ اس شخص یعنی عیسیٰؑ سے ایک معجزہ بھی ظہور میں نہیں آیا اور نہ کوئی پیشگوئی اس کی سچی نکلی وہ کہتا تھا کہ داؤد کا تخت مجھے ملے گا۔ کہاں ملا؟ اب جلاؤ اس یہودی اور مولوی محمد حسین اور میاں ثناءاللہ کا دل تشابہ ہیں یا نہیں میری کسی پیشگوئی کے خلاف ہونے کی نسبت کس قدر جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ ایک پیشگوئی بھی جھوٹی نہیں نکلی۔ مگر جو اس فاضل یہودی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر اعتراض کئے ہیں وہ نہایت سخت اعتراض ہیں۔ کہ ان کا تو ہمیں بھی جواب نہیں آتا۔ اگر مولوی ثناءاللہ یا محمد حسین یا کوئی پادری صاحبوں میں سے ان کا جواب دے

؎ معلوم ہوا کہ مرزا اور اس کے مرید جو ڈینگیں مارتے ہیں کہ ہم نے اپنے خداداد علم کلام سے عیسائیت کو توڑ دیا یہ سب جھوٹ ہے بلکہ جو چند اعتراض عیسائیوں پر کئے ہیں۔ سب یہود کی تتے خوردہ ہے۔ منہ

ملے تو ہم ایک سو روپیہ بطور انعام اس کے حوالہ کریں گے"
(ص۵ اعجاز احمدی) "یہود تو حضرت عیسیٰ کے معاملہ میں اور ان
کی پیشگوئیوں کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ
ہم بھی ان کا جواب دینے میں حیران ہیں" (ص۱۳ اعجاز احمدی)
ناظرین کرام! غور فرمائیے کہ نصرۃ الحق کی عبارت میں انجیل کی بادشاہت
والی پیشگوئی کو تا دیل پوری ہو چکی ظاہر کرکے اس پر اعتراض کرنے والے کو
بے ایمان، شریر، ہٹ دھرم کا خطاب دیا ہے۔ مگر جونہی اپنی جھوٹی پیشگوئی کی رد
سے زیر ہوئے۔ غصہ و آتش جھٹ سے یہود نامسعود کے رنگ میں رنگین ہو کر انہی
کے ہاں میں ہاں ملا دی کہ "مسیح کی کوئی پیشگوئی سچی نہ نکلی"۔ وہ بھی اس انداز
میں کہ "یہودیوں کے اعتراض ایسے قوی ہیں کہ ہم سے بھی ان کا جواب نہیں
بن پڑتا"۔ گویا مسیح کی پیشگوئی سچ مچ اور یقینی طور پر جھوٹی نکلی (اف رے ظلم)
اس ظلم پر ستم یہ کرتے ہیں کہ "ایسی پیشگوئیوں پر تو نسخ بھی جاری نہیں ہو سکتا
تا یہ خیال کیا جائے کہ وہ منسوخ ہو گئی تھیں"۔ (ص۵) "دراصل یہودا اسکریوطی
کے مرتد ہونے کا بھی یہی سبب تھا کہ علانیہ ہتھیار بھی خریدے گئے مگر بات
سب کچی رہی اور داؤد کے تخت والی پیشگوئی پوری نہ ہوئی" (ص۶ اعجاز
احمدی)

حضرت مسیحؑ کے اخلاق پر حملہ

حضرت مسیح علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا انجیر
کے درخت کو بغیر پھل کے دیکھ کر اس پر بد دعا کی اور دوسروں
کو اخلاق سکھایا۔ دوسروں کو یہ بھی حکم دیا کہ تم کسی کو احمق مت
کہو مگر خود اس قدر بدزبانی میں بڑھ گئے کہ یہودی بزرگوں کو ولد الحرام

سے یہ [illegible] ہوتا ہے!

تک کہہ دیا اور ہر ایک وعظ میں یہودی علماء کو سخت سخت گالیاں دیں اور بڑے بڑے نام ان کے رکھے۔ اخلاقی معلم کا فرض یہ ہے کہ پہلے آپ اخلاق کریمہ دکھلا دے۔ (صہ ۹ چشمہ مسیحی)

اس کے خلاف

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اکثر سخت لفظ اپنے مخاطبین کے حق میں استعمال کئے ہیں۔ جیسا کہ سؤر، کتے، بے ایمان، بدکار وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ نعوذ باللہ آپ اخلاق فاضلہ سے بے بہرہ تھے۔ کیونکہ وہ تو خود اخلاق سکھلاتے اور نرمی کی تاکید کرتے ہیں یہ لفظ جو اکثر آپ کے منہ پر جاری رہتے تھے یہ غصہ کے جوش اور مجنونانہ طیش سے نہیں نکلتے تھے بلکہ اپنے محل پر یہ الفاظ چسپاں کئے جاتے تھے،، صہ ضرورۃ الامام۔

پہلی عبارت میں انجیل کے سخت الفاظ کو حضرت عیسیٰؑ کے بنا کر جناب مسیح علیہ السلام کو بداخلاق بدزبان۔ اخلاقی معلم مگر خود اخلاق سے بے بہرہ قرار دیا ہے اور دوسری تحریر میں انہی سخت الفاظ کو عین موقع و محل کے مطابق لکھ کر حضرت عیسیٰؑ کو صاحب اخلاق کریمہ لکھا ہے۔

عذر مرزائیہ پہلا بیان اس بنا پر ہے کہ عیسائی آنحضرت صلعم کی حسب موقع و محل سخت گوئی پر اعتراض کرتے ہیں۔ انہیں جواب دیا گیا ہے کہ پھر اس طرح مسیح پر اعتراض ہو سکتا ہے۔ مگر دوسرا بیان اسلامی نقطہ نگاہ کی رو سے ہے (مفہوم رسالہ تجلیات رحمانیہ صہ ۵۳)

الجواب: رسالہ چشمہ مسیح (جس میں حضرت عیسیٰؑ کو بدزبان لکھا گیا ہے) میں عیسائیوں کا آنحضرتؐ پر سخت گوئی کا اعتراض نقل کر کے یہ جواب نہیں دیا

گیا۔ یہ سراسر جھوٹ، فریب اور بہتان ہے۔ چشمہ مسیحی تو ایک مسلمان ساکن بانس بریلی کے خط کا جواب ہے (ملاحظہ ہو ص۱ چشمہ مسیحی) اس نے لکھا تھا کہ عیسائیوں کی کتاب ینابیع الاسلام سے مسلمانوں کو ضرر کا احتمال ہے مرزا صاحب اس کے جواب میں انجیل کے نقائص بیان کرتے ہیں۔ اسی ضمن میں انجیل کی سختی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام .. کی طرف منسوب کر کے انہیں "بداخلاق بدزبان" قرار دیے بخلاف اس کے ضرورۃ الامام کی تصنیف میں اپنی سخت گوئی پر پردہ ڈالنے کے لئے انجیل کے انہی سخت الفاظ کو اپنی پشت پناہ بنا کر عین اخلاق مناسب موقع و محل ظاہر کرتے ہیں۔ پس مرزائی جواب نفس واقع کی بنا پر نہیں بلکہ مرزا صاحب سے اعتراض ہٹانے کو ایک ذہنی و خیالی جوڑ توڑ ہے۔

۷۔ انجیل کی تعلیم حلم منجانب اللہ نہ تھی

"حضرت عیسیٰ نے یہودی علماء کو سخت گالیاں دیں۔ پس کیا ایسی تعلیم ناقص جس پر انہوں نے آپ بھی عمل نہ کیا خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو سکتی ہے" یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔" ص۹ چشمہ مسیحی۔

اس کے خلاف

مرزا صاحب قرآنی تعلیم کو مناسب فطرت اور عالمگیر تعلیم ہر حال زندگی پر موقع [illegible] کے لئے لکھتے ہیں:-

"انجیل کی تعلیم اس کمال کے مرتبہ سے جس نے نظام عالم، [illegible] سے تربیت فرض ہے۔ اس تعلیم کو کامل خیال

بھی بھاری غلطی ہے یہ ان ایام کی تدبیر ہے کہ جب قوم بنی اسرائیل کا اندرونی رحم بہت کم ہو گیا تھا اور خدا کو منظور تھا کہ جیسا وہ لوگ مبالغہ سے کینہ کشی کی طرف مائل تھے ایسا ہی بمبالغہ تمام رحم اور درگذر کی طرف مائل کیا جاوے لیکن یہ رحم اور درگزر کی تعلیم ایسی تعلیم نہ تھی جو ہمیشہ کے لئے قائم رہ سکتی بلکہ مختص المقام چندروزہ انتظام تھا۔ (ملخص براہین احمدیہ حاشیہ صـ۵ تا صـ۲۵۹)

ایسا ہی احمدیہ پاکٹ بک والے نے بھی صـ۹ پر لکھا ہے۔ حاصل یہ کہ حضرت عیسیٰ کی عبارت میں انجیل کی تعلیم حلم و درگذر کو غیر منجانب اللہ لکھا مگر براہین میں من عند اللہ۔

۸۔ ختمِ نبوت

(۱) "چونکہ ہمارے سید و رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت صلعم کوئی نبی نہیں آسکتا، اس لیے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں (شہادۃ القرآن صـ۲۸)

(۲) "قرآن شریف سے ثابت ہوا کہ اس امت میں سلسلہ خلافت دائمی کا اسی طور پر قائم کیا گیا ہے جو حضرت موسیٰ کی شریعت میں قائم تھا، صرف اسی قدر لفظی فرق رہا کہ اس وقت تائید دین کے لیے نبی آتے تھے، اور اب محدث آتے ہیں" (شہادۃ القرآن صـ۶۱ ملخصاً بلفظہ)

(۳) نہ مجھے دعویٰ نبوت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں آنجناب

کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا اور قرآن شریف کا ایک نقطہ یا شعشہ منسوخ نہیں ہو گا ہاں محدث آئیں گے جو اللہ سے ہم کلام ہوتے ہیں اور نبوت تامہ کے بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں اور بلحاظ بعض وجوہ شان نبوت کے رنگ سے رنگین کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک میں ہوں (گویا ایسے بہت سے ہوتے ہیں۔ ناقل)۔ (ص۲۸ شہادۃ الملہمین نشان آسمانی)۔

ایسا ہی ہم ہفوات مرزا ملا میں اشتہار مرزا نقل کر آئے ہیں کہ مرزا ختم نبوت کا قائل اور دعویٰ نبوت سے انکاری ہے اور "صرف محدث غیر نبی" ہونے کا مدعی ہے۔

اس کے خلاف

"درحقیقت یہ لوگ اسلام کے دشمن ہیں ختم نبوت کے ایسے معنی کرتے ہیں جس سے نبوت ہی باطل ہوتی ہے۔ کیا ہم ختم نبوت کے یہ معنی کرسکتے ہیں کہ وہ تمام برکات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ملنی چاہئیں تھیں وہ سب بند ہوگئے (ص۱۳ ، خدا کا یہ قول وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے لئے مہر ٹھہرائے گئے ہیں۔ یعنی آئندہ کوئی نبوت کا کمال بجز آپ کی پیروی کی مہر کے کسی کو حاصل نہیں ہوگا غرض اس آیت کے یہ معنی تھے جن کو الٹا کر نبوت کے آئندہ فیض سے انکار کر دیا۔ نبی کا کمال یہ ہے کہ وہ دوسرے کو ظلی طور پر نبوت کے کمالات سے متمتع کر دے۔ (ص۲۶ چشمہ مسیحی)

"ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں" (اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

پہلی تحریرات میں ختم نبوت کا اقرار ہے دوسری میں انکار:

۹۔ مسیح نیک تھا

(۱) "حضرت مسیح تو ایسے خدا کے متواضع اور حلیم اور عاجز اور بےنفس بندے تھے جو انہوں نے یہ بھی روا نہ رکھا جو کوئی ان کو نیک آدمی کہے۔" (ص۱۰۴ حاشیہ براہین احمدیہ)

(۲) حضرت مسیح تو وہ بے نفس انسان تھے جنہوں نے یہ بھی نہ چاہا کہ کوئی ان کو نیک انسان کہے۔ (چشمہ مسیحی ص۲۴)

اس کے خلاف

"یسوع اس لئے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی کبابی ہے اور خراب چال چلن۔" (حاشیہ ست بچن ص۱۷۲)

مرزائی عذر ست بچن میں کفارہ کے ابطال میں انجیل سے الزامی جواب دیا ہے۔ چنانچہ جس عبارت پر حاشیہ ہے اس کے یہ الفاظ ہیں:۔

"یسوع کے مصلوب ہونے سے اس پر ایمان لانے والے گناہ سے رک نہیں سکتے۔" الخ

الجواب ہمارا اعتراض یہ نہیں کہ کفارہ پر ایمان لانے سے عیسائی گناہ سے بچے یا نہ۔ ہمارا اعتراض تو یہ ہے کہ انجیل کا ایک ہی فقرہ ہے جسے حضرت یسوع مسیح کے انکسار و تواضع کا ثبوت بھی بنایا گیا

ہے اور دوسری جگہ اپنی نفسانی عادت "دشنام طرازی" کے ماتحت اسی فقرہ کو مورد اعتراض بتایا ہے ۔

۱۰۔ یسوع کی روح والا انسان شریر مکار

"ایک شریر مکار نے جس میں سراسر یسوع کی روح تھی ۔" (ص حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم)

اس کے خلاف

"مجھے (خدا نے) یسوع مسیح کے رنگ میں پیدا کیا اور توارد طبع کے لحاظ سے یسوع کی روح میرے اندر رکھی ۔" (تحفہ قیصریہ ص ۱۵)

مرزائیوں کی رسول دشمنی

کلماتِ نبویہ میں اختلاف ثابت کرنے کی ناپاک سعی

اعتراض اوّل: "آنحضرت نے فرمایا مجھ کو موسیٰ سے اچھا نہ کہو" (بخاری فی الخصومات باب ما یذکر فی الاشخاص)

مگر حدیث میں "آنحضرت صلعم نے فرمایا میں تمام انبیاء کا سردار ہوں" (مشکوٰۃ ... ص ۴۹)

الجواب: ... معترض کا یہ کہنا کہ حدیث "مجھ کو موسیٰ سے اچھا نہ کہو" ... تو ... کہ میں یونس بن متی سے بڑا ہوں" وہ جھوٹ ... حدیث میں آپ نے یہ فرمایا "میں تمام انبیاء کا سردار

ہوں"۔ مرزائی معترض ثبوت پیش کرے اور بتائے کہ کہاں لکھا ہے کہ پہلی دو حدیثیں پہلے بیان فرمائیں۔ اور تیسری بعد میں بیان فرمائی۔ ہم کہتے ہیں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "میں تمام انبیاء کا سردار ہوں" پہلے فرمایا اور پھر خاص واقعات کی بنا پر، چند افراد کے دلوں سے گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے خلاف جذبات نفرت وحقارت دور کرنے کی خاطر فرمایا کہ "موسیٰ سے مجھ کو اچھا نہ کہو" اس کا مقصد صرف اسقدر ہے کہ انبیاء سابقین کے متعلق بھی لوگ نیک جذبات رکھیں اور کہیں مقابلے میں ان کے متعلق گستاخانہ کلمہ منہ سے نہ نکالیں۔ ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے لے کر وصال الٰہی تک بالیقین اسی عقیدہ پر قائم رہے کہ آپ تمام انبیاء کے سردار ہیں جیسا کہ قرآن مجید کی اکثر آیات شاہد ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کی خصوصیت نہیں حضورؐ نے دیگر انبیاء کے متعلق بھی ایسا ہی فرمایا کہ ان میں سے کسی کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو مَنْ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى فَقَدْ كَذَبَ (بخاری کتاب التفسیر۔ سورۃ نساء)

لاریب ایک نبی اللہ کا نام لے کر دوسرے کو اس پر فضیلت دینا ممنوع ہے لیکن بصورت تعییر، کیونکہ اس طرح باہمی انبیاء میں منافرت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور اسلام آیا ہے تمام انبیاء کے احترام کو قائم کرنے کے لئے لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ بات یہ ہے کہ اظہار فضیلت بصورت تعییر اور شئے ہے اور بطور اظہار حقیقت کے شئی دیگر۔ ممنوع پہلا حصہ ہے نہ دوسرا۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ انبیاء کرام آپس میں فی الحقیقت بھی ایک درجے کے ہیں۔ قرآن پاک شاہد ہے کہ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (پ۳ ع) جماعت انبیاء سے ہم بعض کو بعض پر فضیلت دے چکے ہیں۔

"خاص کر نبی کریمؐ کی تو وہ شان ہے کہ تمام انبیاء سے آپ پر ایمان

لانے اور آپؐ کی مدد پر کمر بستہ ہونے کا وعدہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہوا ہے۔ (حقیقۃ الوحی مصنفہ مرزا ص۱۳۰)

۴۔ بڑے کو گھر تک پہنچانے کے لئے ہم اسی جواب پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ مرزا صاحب کے ہاتھ سے مرزائیوں کے کذب پر مہر تصدیق ثبت کراتے ہیں سنیئے اور گوش ہوش سے سنیئے:۔

(وَمِنْ بَيْنَ لَنَا دِينِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ) کی تفسیر میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

"اس آیت میں ان نادان موحدوں کا رد ہے جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں جو ہمارے نبی صلعم کی دوسرے انبیاء پر فضیلت کلی ثابت نہیں اور ضعیف حدیثوں کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مجھ کو یونس بن متی سے بھی زیادہ فضیلت دی جائے۔ یہ نادان نہیں سمجھتے کہ اگر وہ حدیث صحیح بھی ہو تب وہ بطور انکسار اور تذلل ہے جو ہمیشہ ہمارے سید و مولیٰ صلعم کی عادت تھی ہر ایک بات کا ایک موقع اور محل ہوتا ہے اگر کوئی صالح اپنے خط کے نیچے" احقر عباد "لکھے تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ شخص درحقیقت تمام دنیا یہاں تک کہ بت پرستوں اور تمام فاسقوں سے بدتر ہے اور خود اقرار کرتا ہے کہ وہ احقر عباد اللہ ہے کس قدر نادانی اور شرارت نفس ہے" (آئینہ کمالات اسلام ص۱۶۳ طبع ۲، ص۱۶۵ طبع ۱ مطبوعہ احمدی سلسلہ تصنیفات ص۱۹۳ جلد ۵۔)

مرزا صاحب کے قول کے بموجب معترض میں نادانی اور شرارت نفس ہی تو بھی ہے۔

اعتراض دوم:۔ بخاری شریف میں ایک حدیث ہے قَالَ النَّبِیُّ صلعم

بَنِیْ حَارِثَۃَ فَقَالَ یَا بَنِیْ حَارِثَۃَ قَدْ خَرَجْتُمْ مِنَ الْحَرَمِ ثُمَّ الْتَفَتَ فَقَالَ بَلْ اَنْتُمْ فِیْہِ (بخاری کتاب الحج باب حرم المدینہ) یعنی نبی کریم صلعم قبیلہ بنی حارثہ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور فرمایا، اے بنی حارثہ تم لوگ حرم سے باہر نکل گئے ہو پھر آپؐ نے ادھر ادھر دیکھ کر فرمایا، نہیں تم حرم کے اندر ہو،، اب قَدْ خَرَجْتُمْ مِنَ الحرم اور بَلْ اَنْتُمْ فِیْہِ میں تناقض ہے یا نہیں؟" (ص۴۹۲ احمدیہ پاکٹ بک)

الجواب اس حدیث میں تو مرزائی معترض مصنف مرزائی پاکٹ بک کی یہودیانہ تحریف نے یہودیوں کے بھی خصائص مردود یہ کو مات کر دیا ہے۔ جو لفظ اس کی تحریف کا اظہار کرنے والا تھا، اسے ہضم ہی کر گیا۔ حدیث میں اُرَاکُمْ قَدْ خَرَجْتُمْ مِنَ الْحَرَمِ ہے یعنی میں گمان کرتا ہوں کہ تم حرم سے نکل گئے ہو۔ اُرَاکُمْ مجہول کا ایسا صیغہ ہے جو ظن و گمان کے معنی دیتا ہے۔ ملاحظہ ہو کتب لغت حدیث مثل نہایہ ابن اثیر وغیرہ۔ اسی لئے بخاری شریف کے حاشیہ پر اس کے تحت میں لکھا ہے:

جَزَمَ بِمَا غَلَبَ عَلٰی ظَنِّہٖ

پس ابتداءً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظن و گمان کے تحت فرمایا کہ تم حرم سے نکل گئے ہو۔ مگر بعد میں جب آپؐ نے "ادھر ادھر" دیکھا اور معلوم کیا کہ وہ حرم سے نہیں نکلے تو فرمایا نہیں تم اندر ہی ہو۔ یہ تناقض کہاں ہوا۔ فَبَطَلَ مَا کَانُوْا یَفْکُوْنَ آہ ؎

الٹی سمجھ کسی کو بھی ہرگز خدا نہ دے
دے آدمی کو موت پر یہ بدادا نہ دے

تیسرا اعتراض "بعض دفعہ ناسمجھی سے معترض تناقض سمجھ بیٹھتا ہے حالانکہ در اصل تناقض نہیں ہوتا۔ جیسا کہ قرآن مجید کی آیت وَجَدَکَ ضَالًّا فَھَدٰی اور مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ

دماغوں میں۔

الجواب یہ سیاہ باطن انسان کیسی چالیں چل رہا ہے۔ کفر باطنی تو جوش مارتا ہے کہ کھلے ہاتھوں قرآن پر بھی ہاتھ صاف کرکے مرزائی نبوت کے ساتھ اسے بھی دنیا میں ذلیل کردوں۔ مگر قرآنی آہنی دیوار سے سر ٹکرانا باعث ہلاکت سمجھ کر نادانی اور ناسمجھی کے قلعہ میں پناہ گزین ہوتا ہے:

جس طرح یہ صحیح ہے کہ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ اسی طرح یہ بھی درست ہے کہ ایک مراقی انسان کے پیرووں میں بھی مراق کا اثر ہو۔ احمدیہ پاکٹ بک کا مصنف مرزا صاحب کے ہفوات کی مدافعت کرتا کرتا خود ہی تخالف ذہنیت کے گہرے کنوئیں میں اوندھے بل گرا ہے:

اب مرزا صاحب کے قلم سے اس کا مطلب سنیئے اور اپنے ملحدانہ عقائد سے توبہ کیجئے:۔

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى اب ظاہر ہے کہ ضال کے معنی مشہور اور متعارف جو اہل لغت کے منہ پر چڑھے ہوئے ہیں۔ گمراہ کے ہیں جس کے اعتبار سے آیت کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے (اے رسول اللہ) تجھ کو گمراہ پایا اور ہدایت دی حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی گمراہ نہیں ہوئے اور جو شخص مسلمان ہو کر یہ اعتقاد رکھے کہ کبھی آنحضرت صلعم نے اپنی عمر میں ضلالت کا عمل کیا تھا تو کافر بے دین حد شرعی کے لائق ہے بلکہ آیت کے اس جگہ وہ معنی لینے چاہئیں جو آیت کے سیاق و سباق سے ملتے

حاشیہ حصہ سوم ۲۰۰، لغۃ ضلالت حکثر المعنی ہے منجد میں ہے الضللۃ الحیرۃ لغویہ و خو۔ دشمن کا فرنبی صلعم کو شہر کے معنوں میں ضال کہتے تھے بخلاف ووجدک ضالا فہدی میں ضال کے معنی طالب خیر اور عاشق حق و صداقت ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے پہلے آنحضرت صلعم کی نسبت فرمایا۔ اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی یعنی خدا نے تجھے یتیم اور بے کس پایا اور اپنے پاس جگہ دی اور تجھ کو ضال (یعنی عاشق وجہ اللہ) پایا پس اپنی طرف کھینچ لایا اور تجھے درویش پایا پس غنی کر دیا۔" آئینہ کمالات اسلام ص ۱۵۹، ۱۷۱ طبع لاہور سلسلہ ج ۵ طبع اول ۱۹۲۵ء

کذب مرزا پر پانچویں دلیل

کذبات مرزا

پہلا جھوٹ "اول تم میں سے مولوی اسماعیل علیگڑھی نے میرے مقابل پر کہا کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا سو دس سال کے قریب ہو چکے وہ مرگیا۔" (ص ۲۱ نزول المسیح)

مولوی اسمٰعیل نے یہ کہیں نہیں لکھا اور نہ کہا۔ ثبوت بذمہ مدعی ہے۔

دوسرا جھوٹ "دیکھو خدا تعالیٰ قرآن کریم میں صاف فرماتا ہے کہ جو میرے پر افترا کرے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں اور میں جلد مفتری کو پکڑتا ہوں اور اس کو مہلت نہیں دیتا۔" ص ۴۲ شہادۃ الملہمین)

ایسا ہی صفحہ ۴۹، ۵۰، ۶۳، ۱۰ انجام آتھم میں لکھا ہے حالانکہ قرآن پاک میں کہیں نہیں لکھا کہ میں مفتری کو جلد ہلاک کرتا ہوں۔ بلکہ اس کے الٹ ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ۔ مَتَاعٌ

فِی الاٰخِرَۃِ (سورہ یونس ع۴) جو لوگ خدا پر افترا کرتے ہیں وہ نجات نہیں پائیں گے ' ہاں دنیا میں انہیں نفع ہو تو ہو۔ ماسوا اس کے خود مرزا صاحب کو اقرار ہے کہ مفتری کو ۲۳ سال تک مہلت مل سکتی ہے زیادہ نہیں ملاحظہ ہو ص۶۔ اربعین ۴ وص۲۔ ضمیمہ اربعین ۳۔۴ وغیرہ ؟

تیسرا جھوٹ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی ؟ تو آپ نے فرمایا کہ آج کی تاریخ سے سو برس تک تمام بنی آدم پر قیامت آجائے گی (ص۲۵۲ ازالہ طبع ۱) ، صریح جھوٹ ہے۔ بہتان ہے افترا ہے۔ کسی حدیث میں نہیں کہ تمام بنی آدم پر سو سال تک قیامت آجائے گی ؟

چوتھا جھوٹ - انبیاء گزشتہ کے کشوف نے اس بات پر مہر لگا دی کہ وہ (مسیح موعود) چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہوگا اور نیز یہ کہ پنجاب میں ہوگا " (اربعین ۲ ص۲۳) کسی نبی کا ایسا کشف موجود نہیں جس میں یہ لکھا ہو ؟

پانچواں جھوٹ - بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس (مسیح موعود خلیفہ) کے لئے آواز آئے گی ھٰذَا خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ الْمَھْدِیُّ (شہادۃ القرآن ص۴۱ طبع ۱)

بخاری میں یہ حدیث نہیں ہے۔

مرزائی کہا کرتے ہیں فلاں امام نے فلاں حدیث بحوالہ بخاری لکھی جو اس میں نہیں ہے۔ لہٰذا یہ بھی اسی طرح کی غلطی ہے ؟

جواب اس کا یہ ہے کہ ان کا دعویٰ مرزا کی طرح یہ نہیں تھا کہ روح القدس کی قدسیت ہر وقت، ہر دم ہر لحظہ بلا فصل ملہم (خود بدولت) کے تمام قویٰ میں کام کرتی رہتی ہے (ص۹۳ حاشیہ آئینہ کمالات)

چھٹا جھوٹ - تفسیر ثنائی میں لکھا ہے کہ ابوہریرہؓ فہم قرآن میں

ناقص تھا اور اسکی درایت پر محدثین کو اعتراض ہے۔ ابو ہریرہؓ میں نقل کرنے کا مادہ تھا اور درایت اور فہم سے بہت ہی کم حصہ رکھتا تھا" (حاشیہ ۲ ضمیمہ نصرۃ الحق پا)

یہ بھی ایک گندہ اور ناپاک جھوٹ ہے ہرگز تفسیر ثنائی میں یہ نہیں لکھا ہے:۔

ساتواں جھوٹ: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی شہر میں وبا نازل ہو تو اس شہر کے لوگوں کو چاہیے کہ بلا توقف اس شہر کو چھوڑ دیں ورنہ وہ خدا تعالیٰ سے لڑائی کرنے والے ٹھہریں گے" (اشتہار تمام مریدوں کے لئے عام ہدایت مندرجہ اخبار الحکم ۲۴۔ اگست ۱۹۰۷ء)

یہ بھی رسول اللہ صلعم پر افترا ہے:۔

آٹھواں جھوٹ "امیری پیشگوئی عبداللہ آتھم) میں یہ بیان تھا فریقین میں سے جو شخص اپنے عقیدہ کی رو سے جھوٹا ہے وہ پہلے مریگا۔ سو مجھ سے وہ پہلے مر گیا" (کشتی نوح صد)

حالانکہ پیش گوئی میں تھا کہ جو شخص غلط عقیدہ پر ہے وہ پندرہ ماہ میں مرجائیگا۔ مگر مرزا صاحب اس جگہ پندرہ ماہ کی قید اڑا کر پیش گوئی کو وسیع کر رہے ہیں۔

نواں جھوٹ "احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئیگا اور وہ چودھویں صدی کا امام ہوگا" (ضمیمہ نصرۃ الحق ص ۱۸۸/۱۸۴ ط ۱)

یہ بھی جھوٹ ہے کسی حدیث میں مسیح کا چودھویں صدی میں آنا نہیں لکھا:۔

دسواں جھوٹ | "تین ہزار بار یا اس سے بھی زیادہ اس عاجز کے الہامات کی مبارک پیشگوئیاں جو امنِ عامہ کے مخالف نہیں پوری ہو چکی ہیں۔" (حقیقت المہدی ص۶ طبع ۱۸۹۹ء)

حالانکہ اس کے بعد ۱۹۰۱ء میں مرزا صاحب "ایک غلطی کا ازالہ" کے ص پر لکھتے ہیں:۔

"پس میں جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں۔"

جھوٹوں پر مرزا صاحب کا فتویٰ

(۱) "وہ کنجر جو ولدالزنا کہلاتے ہیں وہ بھی جھوٹ بولتے ہوئے شرماتے ہیں۔ مگر اس آریہ میں اس قدر بھی شرم باقی نہ رہی۔" (شحنہ حق طبع دوم ص۶۰ مصنفہ مرزا صاحب)

(۲) "جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں۔" (حاشیہ ص۲۴ اربعین ۳)

(۳) "جھوٹ بولنا اور گوہ کھانا ایک برابر ہے۔" (ص۲۰۶ حقیقۃ الوحی)

(۴) "جھوٹ ام الخبائث ہے۔" (اشتہار مرزا در تبلیغ رسالت جلد ۶ ص۲۵)۔

(۵) "جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔" (چشمہ معرفت ص۲۲۲)

لعنت ہے مفتری پر خدا کی کتاب میں
عزت نہیں ہے ذرہ بھی اس کی جناب میں
(ص نصرۃ الحق مصنفہ مرزا)

مرزائی پاکٹ بک کے جھوٹے اعتراضوں کا جواب

(۱) ''صحیح ترمذی کتاب المناقب میں ہے۔ حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ ایک دن آنحضرتؐ نے مجھے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھ کو قرآن پڑھ کے سناؤں چنانچہ آنحضرتؐ نے لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا والی سورت پڑھی اور اس میں یہ بھی پڑھا اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْحَنِیْفِیَّۃُ الْمُسْلِمَۃُ لَا الْیَھُوْدِیَّۃُ اب اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرتؐ نے ان الدین عند اللہ الی الاخر کو قرآن مجید لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا والی سورت کی آیات قرار دیا ہے۔ ذرا کوئی مولوی لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ والی سورت تو کجا سارے قرآن میں سے کسی جگہ نکال کر دکھا دیں۔'' (ملخص صفحہ ۴۶۱، ۴۶۲ پاکٹ بک)

الجواب | قرآن پاک عربی مبین میں ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ عربی نژاد ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو ان پر آیات پڑھنے کا حکم دیا۔ اس کی کیا وجہ! کیا وہ خود ان آیات کا لفظی ترجمہ نہیں جان سکتے تھے؟ یقیناً۔ پھر بات کیا ہے؟ قرآن پاک شاہد ہے کہ گروہ صحابہ میں سے ایک طائفہ تبلیغ و تفہیم قرآن کے لئے بالخصوص مخصوص تھا جن میں حضرت ابی بن کعبؓ بھی تھے پس آنحضرتؐ کا بحکم خدا ان پر آیات کی تلاوت کرنا تعلیم الفاظ و کیفیت آداب و مواضع الوقوف کی تفہیم و مطالب قرآنیہ کی تشریح کے لئے تھا۔ لہٰذا صاف عیاں ہے کہ الفاظ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْحَنِیْفِیَّۃُ بطور تفسیر ہیں:۔

خود حضرت ابی بن کعبؓ کا فرمانا کہ حضورؐ نے مجھ پر سورہ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ پڑھی اور اس میں یہ بھی پڑھا۔ صاف دال ہے کہ وہ خود بھی ان الفاظ کو قرآن نہیں بلکہ تفسیر سمجھتے تھے۔

مرزائی صاحب چونکہ دل سے جانتے ہیں کہ حقیقت یہی ہے اس لئے بموجب ضرب المثل "چور کی داڑھی میں تنکا" آگے چل کر بطور خود جواب بھی دیتے ہیں کہ:-

"یاد رکھنا چاہیے کہ حدیث مذکورہ بالا میں لفظ قَرَأَ فِیْھَا ہے یعنی آنحضرتؐ نے اس سورت میں یہ عبارت پڑھی تھی اس کو سورت کی تفسیر نہیں قرار دیا جاسکتا۔ ورنہ قَالَ فِیْھَا کہنا چاہیئے تھا۔" (ص۴۶۲ مرزائی پاکٹ بک)

گویا معترض ان الفاظ کو تفسیر ماننے کو تیار ہے اگر قَالَ فِیْھَا ہوتا۔ بہت خوب ؎

راہ پر آگیا ہے وہ خود باتوں میں

اور کھل جائیگا دو چار ملاقاتوں میں

قَرَأَ کا لفظ قرآن کے لئے مخصوص نہیں۔ دیگر گفتگو پر بھی آتا ہے بخاری کتاب العلم باب القراءۃ والعرض علی المحدث کو غور سے پڑھیئے آپ کو معلوم ہوجائیگا کہ مفہوم قرآن پر بھی قرأۃ کا لفظ اہل عرب (بالخصوص جملہ محدثینؒ) کے نزدیک مستعمل ہے چنانچہ امام المحدثین امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ الباری مفہوم اور معانی قرآن پر قرأت کا لفظ استعمال کرتے ہیں ضمام بن ثعلبۃ انہ قَالَ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اٰمَرَکَ اَنْ نُصَلِّیَ الصلوۃ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَھٰذِہٖ قرأۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (بخاری کتاب العلم باب مذکورہ) ضمام بن ثعلبہ کا واقعہ ہے کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ وسلم سے عرض کی آللّٰہ اَمَرَکَ کیا خدا نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم نماز پڑھیں فرمایا ہاں: امام جدیؒ فرماتے ہیں یہ قرأت علی النبی صلعم ہے۔ فرمایئے آللّٰہ اَمَرَکَ قرآن کے لفظ ہیں؟ نہیں۔ پھر دیکھئے اس

پر امام المحدثین قرأۃ کا لفظ بولتے ہیں یا نہیں؟ اس پر بھی زنگ دل دور نہ ہو تو سنیئے قرآن پاک سے مثال دیتا ہوں قیامت کے دن جب دشمنان دین معاندین رسول۔ دست و پابستہ دربار خداوندی میں حاضر کئے جائیں گے تو انہیں فرمان ہوگا۔ اِقْرَاْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (بنی اسرائیل ع ۲) بدبخت آج تو خود ہی اپنے نامۂ اعمال کو پڑھ لے۔

فریب خوردہ انسان! کیا اس دن خدا پر بھی اعتراض کریگا کہ قَرَاَ کا لفظ تو صرف قرآن پر مخصوص ہے۔ اے تو میرے سیاہ نامے پر اسے کیوں استعمال کر رہا ہے، غالباً نہیں، یقیناً جواب یہی ملے گا کہ ع:۔

تو آشنائے حقیقت نۂ خطا اینجاست

ایک اور طرز سے حضرت ابی بن کعبؓ ان مبارک ہستیوں میں سے ہیں، جنہیں عہد نبوی میں جمع قرآن کی خدمت سپرد ہوئی تھی عَنْ اَنَسٍ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنَ الْاَنْصَارِ اُبَيٌّ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَاَبُوْ زَيْدٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ (بخاری باب مناقب ابی بن کعبؓ) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ عہد نبوی صلعم میں چار بزرگوار انسان انصاری، جمع قرآن کی خدمت پر مامور تھے۔ ابی بن کعبؓ۔ معاذ بن جبلؓ۔ ابوزیدؓ و زید بن ثابتؓ اور خود آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے خُذُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَسَالِمٍ مَوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ (حوالہ مذکورہ) قرآن چار شخصوں سے سیکھو جن میں ایک ابی بن کعبؓ ہیں۔ اندریں حالات اگر زیر بحث الفاظ قرآن کے سوتے یا حضرت ابی بن کعبؓ انہیں قرآن میں شمار کرتے تو پھر کم از کم ان کے جمع کردہ قرآن میں

تو ان الفاظ کو موجود و مرقوم ہونا چاہیئے تھا۔ چونکہ ایسا نہیں۔ اس لیئے نیم روز کی طرح روشن ہے کہ نہ تو نبی کریم صلعم نے ان الفاظ کو قرآن ظاہر کیا اور نہ ہی حضرت ابی ابن کعب رضؓ نے انہیں قرآن سمجھا۔ پس مرزائی اعتراض سراسر کور چشمی بلکہ سیاہ قلبی پر مبنی ہے :۔

جھوٹ نمبر ۲۔

"بخاری (کتاب الفتن باب ذکر الدجال) میں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہر نبی نے کانے دجال سے اپنی امت کو ڈرایا ہے۔ ہر ایک نبی کا فرداً فرداً اپنی اپنی قوم کو جن کتابوں میں دجال سے ڈرانا لکھا ہے وہ کتابیں پیش کرو" (ص۲۹۴ پاکٹ بک)

جواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوحی اللہ ہر نبی کا دجال سے ڈرانا فرمایا ہے۔ ہاں اگر کسی کتاب کا نام لے کر آپؐ ایسا فرماتے اور اس کتاب میں نہ ہوتا تو البتہ ایک بات تھی۔ مگر اب تو یہ اعتراض بعینہٖ یہ معنی رکھتا ہے

کَمْ مِنْ عَائِبٍ قَوْلًا صَحِیْحًا
وَآفَتُهٗ مِنَ الْفَهْمِ السَّقِیْمِ

یعنی ؎

عیب است سعدی و در چشم دشمناں خار است

نیز جس حوالہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بابہام ابنی کسی نبی کی کتاب کا نام نہیں لیتے تو ہمیں اس وقت تک اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا جب تک کہ بسند معتبر اس نبی کی کتاب کو پیش کر کے اس میں اسکی عدم موجودگی نہ ثابت کر دے۔ نیز اگر تم میں ہمت ہے تو انبیاء سابقہ کی اصلی کتابیں لاؤ ہم ان میں سے دکھا دیں گے کہ ہر ایک نے دجال سے ڈرایا ہے۔

[illegible]

ے شیعہ و نیچیری بھی ے پہلوں پر بھی اعتراض کر دیا کرتے ہیں ۱۲ منہ۔

النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ

جھوٹ نمبر ۲۔ حدیث ابراہیمی پر اعتراض اور اس کا جواب:-

قرآن پاک میں ہے کہ جناب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفار کے بتوں کو توڑا فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ کر دیا ان کو ٹکڑے ٹکڑے مگر بڑے بت کو چھوڑ دیا تاکہ وہ اس کی طرف رجوع ہوں جب وہ بت خانے میں آئے اور اپنے معبودوں کی درگت دیکھی تو قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا۔ بولے ہمارے خداؤں کی یہ درگت کس نے بنائی ہے کس نے کہا ابراہیم نے۔ تب حضور کو بلا کر کہنے لگے ءَاَنْتَ فَعَلْتَ کیا یہ تو نے کیا ہے؟ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فرمایا بلکہ ان کے اس بڑے بت نے کیا ہے (سورۃ الانبیاء ع ۵)

ایسا ہی ایک واقعہ سورۃ والصّٰفّٰت میں مرقوم ہے کہ کفار نے آپ کو اپنے ساتھ آنے کی درخواست کی چونکہ آپ تہیہ فرما چکے تھے کہ آج ان کے بتوں کو توڑ دوں گا۔ اس لئے آپ نے انہیں یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اِنِّیْ سَقِیْمٌ میں بیمار ہوں۔ اسی طرح ایک یہ واقعہ ہے کہ آپ نے اپنی بیوی کو بہن کہہ دیا۔

ان تین واقعات میں پہلے دو واقعات تو سراسر ہمدردی مخلوق پر مبنی ہیں یعنی گمراہ ہوئی قوم کے لئے بتوں کو توڑنا وہ بھی اس طرح کہ آپ پہلے سے کہہ چکے تھے وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ (سورۃ انبیاء) خدا کی قسم جب تم چلے جاؤ گے میں تمہارے بتوں سے ایک گہری تدبیر کروں گا۔ جب انہوں نے ساتھ چلنے کو کہا۔ تو فرمایا میں بیمار ہوں (یعنی تمہاری گمراہی میرے لئے روگ بن رہی ہے جب تک اسے دور نہ کر لوں تمہارا میرا ساتھ نہیں نبھ سکتا) پھر جب وہ چلے گئے تو بتوں کو توڑ دیا اور بڑے بت کو رہنے دیا۔ جب انہوں نے اس بارے میں سوال کیا تو فرمایا اس بڑے بت نے توڑا ہے فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ

كَانُوا يَنْطِقُونَ ان سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہیں۔ اب بھلا بت کیا بولتے۔
مٹی کے مجسموں میں طاقت گویائی کہاں؟ اور یہی مطلب حضرت ابراہیمؑ کا تھا کہ وہ
غور کریں جب یہ بول نہیں سکتے تو ہماری مدد کیا کریں گے۔ ہدایت و گمراہی کا
انحصار تو سعادت اور شقاوت قلبی پر موقوف ہے ۔ ہم جناب ابراہیمؑ کی تدبیر
کا فوری اثر ان پر یہ ہوا کہ وہ اپنی گمراہی پر مطلع ہو گئے ان کے ضمیر نے انہیں مجبور
کردیا کہ اقرار کریں کہ ہماری یہ غلطی تھی۔ فَرَجَعُوا إِلَىٰ أَنْفُسِهِمْ فَقَالُوا
إِنَّكُمْ أَنْتُمُ الظَّالِمُونَ پس انہوں نے رجوع کیا ایک دوسرے کی طرف
اور بولے کہ بے شک ہم ظالم ہیں اور یہی مطلب اس تدبیر سے حضرت خلیل اللہ کا
تھا:

باقی رہا تیسرا واقعہ سو اس میں ایک کافر ظالم کے دست تظلم سے بچنے کی خاطر
ایک ظاہر اور انسانی تدبیر تھی کہ یہ میری بہن ہے اور واقعی ہر انسان بحیثیت
انسان ہونے کے اور ہر مومن بحیثیت اپنے ایمان کے ایک دوسرے کا بھائی
ہے جیسا کہ خود اسی حدیث میں حضرت ابراہیمؑ نے یہی مطلب بتایا ہے یہ تینوں باتیں
تعریضی ہیں جیسا کہ امام نووی اور حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے
کہ حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کی یہ تینوں باتیں تعریضی ہیں جن کی حقیقت کذب
کی نہیں ہے۔ سو تو یہ مقصود ہے اس لئے حدیث میں صاف وارد ہوا کہ یہ
سب خدا کے لئے تھیں۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف خدا کے
لئے ایسی تعریضی باتیں کہیں۔ آپؑ نے ہرگز نہیں جھوٹ بولا۔ اور امام
بخاریؒ نے دوسرے موقع پر ایک باب خاص اسی مسئلہ تعریض کے متعلق
[illegible] ہے اَلْمَعَارِيضُ مَنْدُوحَةٌ عَنِ الْكِذْبِ
[illegible] یعنی تعریضات حقیقۃً جھوٹ نہیں ہوتیں۔ نیز مرزا صاحب ا[illegible]
[illegible] کتاب دافع الوساوس ص ۵۹۸ و ص ۵۹۹ میں واقعات ابراہیمی پر اعتراض
کرنے والے کو خبیث، متکبر اور شیطان کہتے ہیں:

اسلام ہیں ، ہاں خدا کے سچے مذہب اسلام میں کسی قسم کا دل چھل یا ہیر پھیر نہیں ہے اس لئے بانیٔ اسلام علیہ السلام نے اس میں کوئی ہیر پھیر نہیں کیا اور ان واقعات کو کذب ہی قرار دیا ہے۔ بتلائیے اس میں کیا گناہ کیا۔ اب سنیئے ہم اس بارے میں مرزا صاحب کے کلمات پیش کرتے ہیں وہ بھی ان واقعات کو بظاہر دروغ گوئی میں داخل سمجھتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں :-

"یاد رہے کہ اکثر ایسے اسرار دقیقہ بصورت افعال یا اقوال انبیاء سے ظہور میں آتے رہتے ہیں کہ جو نادانوں کی نظر میں سخت بیہودہ اور شرمناک کام تھے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مصریوں کے برتن اور پارچات مانگ کر لے جانا اور پھر اپنے مصرف میں لانا اور حضرت مسیحؑ کا کسی فاحشہ کے گھر چلے جانا اور اس کا عطر پیش کردہ جو کسی حلال وجہ سے نہیں تھا استعمال کرنا اور اس کے لگانے سے روکنے نہ دینا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تین مرتبہ ایسے طور پر کلام کرنا جو بظاہر دروغ گوئی میں داخل تھا پھر اگر کوئی تکبر اور خود ستائی کی راہ سے اس بنا پر حضرت موسیٰؑ کی نسبت یہ کہے کہ نعوذ باللہ وہ مال حرام کھانے والے تھے یا حضرت مسیحؑ کی نسبت یہ زبان پر لاوے کہ وہ طوائف کے گندہ مال کو اپنے کام میں لایا یا حضرت ابراہیمؑ کی نسبت یہ تحریر شائع کرے کہ مجھے جس قدر بد گمانی ہے اس کی وجہ ان کی دروغ گوئی ہے تو ایسے خبیث کی نسبت اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اس کی فطرت ان پاک لوگوں کی فطرت سے مغائر پڑی ہوئی ہے اور شیطان کی فطرت کے موافق اس پلید کا مادہ اور خمیر ہے

(آئینہ کمالات مصنفہ مرزا صفحہ ۵۹۱،۵۹۰ طبع اول صفحہ ۵۹۸ ، ۵۹۷ طبع دوم)

اس تحریر میں صاف اقرار ہے کہ حضرت ابراہیم نے تین مرتبہ ایسے طور پر کلام کیا تھا جو بظاہر دروغ گوئی تھا گو نیز اس دروغ گوئی پر اعتراض کرنے والوں کو خبیث وغیرہ القاب دیئے ہیں۔

جھوٹ نمبر ۴۔ ہم کذبات میں درج کر آئے ہیں کہ مرزا صاحب نے رسول خدا پر جھوٹ باندھا ہے کہ آپ نے فرمایا تھا سو سال تک تمام بنی آدم پر قیامت آجائے گی۔ اس کے متعلق مصنف مرزائی پاکٹ بک لکھتا ہے:۔

"یہ حدیث متعدد کتب میں ہے اور ابو سعید (خدری رض) کہتے ہیں کہ جب ہم جنگ تبوک سے واپس آئے تو ایک شخص نے آنحضرت ص سے دریافت کیا کہ کب قیامت ہو گی۔ حضور نے فرمایا کہ تمام بنی آدم پر سو سال نہ گزرے گا مگر آج زندوں میں سے ایک بھی روئے زمین پر نہ ہو گا" (مرزائی پاکٹ بک صفحہ ۲۶۸ بحوالہ المعجم صغیر طبرانی صفحہ ۱۵۱)

اس روایت کے ترجمہ میں مصنف پاکٹ بک نے عجب ہوشیاری سے کام لیا ہے الفاظ روایت لَا یَاتِیْ عَلَی النَّاسِ مِائَۃُ سَنَۃٍ وَّعَلَی الْاَرْضِ نَفْسٌ مَّنْفُوْسَۃٌ الْیَوْمَ الخ۔ کا ترجمہ یہ کیا ہے "تمام بنی آدم پر سو سال نہ گزرے گا۔ مگر آج زندوں میں سے ایک بھی روئے زمین پر نہ ہو گا۔ کیسا دجل آمیز ترجمہ ہے "آج" اور "زندہ نہ ہو گا" یہ ترجمہ کیسے؟ صحیح ترجمہ یہ ہے۔ سو سال نہ گزرے گا مگر آج کے زندوں میں سے کوئی روئے زمین پر نہ ہو گا۔ (تجلیات رحمانیہ اللہ دتا مرزائی)

الجواب اب سنیئے بفرض محال ہم مان لیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور بلا کمی بیشی حدیث کے الفاظ ایسے ہی ہیں تو بھی اس سے مرزائی کذب دھویا نہیں جاتا۔ حدیث کے جو الفاظ مرزائی نے نقل کئے ہیں یہ ہیں لَا یَاتِیْ عَلَی النَّاسِ مِائَۃُ سَنَۃٍ وَّعَلَی الْاَرْضِ نَفْسٌ مَّنْفُوْسَۃٌ الْیَوْمَ الخ

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آج کے دن جتنے لوگ زمین پر ہیں سو سال نہ گزرے گا کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہے گا۔ معاملہ صاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجودہ لوگوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ سو سال تک ان میں سے کوئی زمین پر نہ رہے گا۔ بتلائیے اس میں تمام بنی آدم پر قیامت کا ذکر کہاں ہے اس کی مزید وضاحت مسلم کی وہ حدیث کر رہی ہے جو مصنف نے ص ۶۹ پر نقل کی ہے اور اس کا ترجمہ بھی خود کیا ہے کہ :۔

"سو سال نہیں گزریگا کہ آج کے زندوں میں سے کوئی بھی زندہ جان باقی ہو۔" (ص ۱۲ جلد ۲ کنز العمال و مسلم کتاب الفتن)

یہ حدیث تو پہلی سے بھی صاف ہے کہ قیامت ذکر نہیں صرف موجودہ لوگوں کے سو سال تک زندہ نہ رہنے کا تذکرہ ہے۔ اس سے بھی زیادہ وضاحت وہ حدیث کر رہی ہے جسے مصنف نے دوسرے نمبر پر ترمذی کتاب الفتن سے نقل کیا ہے۔ مگر ایک تو اس کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ دوم خیانت کی ہے۔ یعنی حدیث کا آدھا ٹکڑا نقل کیا ہے اور آدھا جو مرزائی استدلال کی جڑ کاٹ رہا تھا چھوڑ دیا ہے بہرحال ہم پہلے اسی ٹکڑے کو زیر بحث لاتے ہیں جسے مرزائی نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے:

فَقَالَ اَرَاَیْتَکُمْ لَیْلَتَکُمْ هٰذِهٖ عَلٰی رَأْسِ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا لَا یَبْقٰی مِمَّنْ هُوَ عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ

"آنحضرتؐ نے فرمایا کہ آج کی رات سے سو سال نہ گزرے گا کہ روئے زمین پر کوئی باقی نہ رہے گا۔"

جن لوگوں کو زبان عربی سے ذرہ بھر بھی مس ہے وہ مرزائی دجالیت پر مطلع ہو گئے ہونگے دیکھئے کیسے واضح الفاظ ہیں کہ لَا یَبْقٰی مِمَّنْ هُوَ عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ۔ نہیں باقی رہے گا جو اس وقت زمین پر موجود ہے۔ مگر مرزائی خائن نے صحیح ترجمہ بھی نہ کیا اور لکھ دیا کہ سو سال نہ گزرے گا کہ زمین پر

کوئی باقی نہ رہے گا۔ اللہ اکبر چوری اور سینہ زوری کی اس سے بڑھ کر مثال نہ ملے گی عالم کو خدا سے شرم نہ آئی کہ مرزا کے منہ سے سیاہی دھونے کو رسول اللہ کی نبوت پر حملہ کر دیا بھلا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہوتا کہ سو سال کے اختتام پر قوم پر قیامت آجائے گی اور نہ آتی جیسا کہ نہیں آئی تو معاذ اللہ آپ کے غیر صادق ہونے میں کیا شک رہ سکتا ہے۔ افسوس لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ الْمُفْتَرِیْنَ

اب سنیئے دوسرا حصہ اس حدیث کا جو آئینہ کی طرح صاف ہے۔

قَالَ ابْنُ عُمَرَ رض فَوَھَلَ النَّاسُ فِیْ مَقَالَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تِلْکَ فِیْمَا یَتَحَدَّثُوْنَہٗ بِھٰذِہِ الْاَحَادِیْثِ

لوگوں کو اس حدیث سے حیرانی ہوئی (حضرت ابن عمر رض فرماتے ہیں حیرانی کی کیا وجہ) اِنَّمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بے شک و شبہ رسول اللہ نے یہی فرمایا ہے کہ لَا یَبْقٰی مِمَّنْ ھُوَ الْیَوْمَ عَلٰی ظَھْرِ الْاَرْضِ آج جو لوگ زمین پر ہیں ان میں سے سو سال تک کوئی باقی نہیں رہیگا یُرِیْدُ بِذٰلِکَ اَنْ یَّنْخَرِمَ ذٰلِکَ الْقَرْنُ یقیناً رسول اللہ کا ارادہ اس حدیث میں یہی ہے کہ موجودہ قرن کے لوگ سو سال تک نہ بچیں گے۔

ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ

اسی ترمذی شریف کے اسی باب میں ایک اور حدیث ہیں اس سے بھی توضیح و صراحت ہے عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا عَلَی الْاَرْضِ نَفْسٌ مَنْفُوْسَۃٌ یَعْنِی الْیَوْمَ یَاْتِیْ عَلَیْھَا مِائَۃُ سَنَۃٍ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آج کے دن جو بھی جاندار زمین پر ہے سو سال تک نہ رہے گا۔ دیکھئے اس جگہ خود نبی صلعم نے یعنی کا لفظ کہہ کر الیوم کی قید لگا دی۔ پس مرزائی فریب ہباءً منثوراً ہو گیا مختصر یہ کہ مرزا نے ازالہ اوہام میں رسول اللہ صلعم پر بہتان باندھا ہے کہ سو سال تک قیامت،

آ جائے گی :

مرزائیو! اپنے تمام علماء کو اکٹھے کر د اور یہ حدیث دکھا دو اگر نہ دکھا سکو اور ہرگز نہ دکھا سکو گے تو پھر اللہ سے ڈر کر مفتری کذاب کو چھوڑ دو ورنہ یاد رکھو تم قیامت کے دن بھی تمہارے گلوں میں رسہ ڈال لیں گے اور حضور باری اس کا جواب مانگیں گے۔ فَاتَّقُوا اللّٰہَ

مرزا صاحب کے کاذب ہونے پر چھٹی دلیل

مراقِ مرزا

تعریفِ مراق (۱) "نَوْعٌ من المالیخولیا یسمی المراقی
مراق مالیخولیا کی ایک نوع ہے"

(شرح اسباب جلد اول صفحہ ۷۴)

(۲) "مراق مالیخولیا کی ایک شاخ ہے" (بیاض حکیم نور دین خلیفہ اول قادیانی جزو اول مطبع وزیر ہند پریس دسمبر ۱۹۲۸ء صفحہ ۲۱۱)

(۳) قَالَ الشَّیْخُ اِنَّمَا یُقَالُ مَالِیْخُوْلِیَا لِمَا کَانَ حُدُوْثُہٗ عَنْ سَوْدَاءٍ غَیْرِ مُحْتَرِقَۃٍ تَسْمِیَۃً لَّہٗ بِاسْمِ السَّبَبِ لِاَنَّ مَعْنَاہُ بِالْیُوْنَانِیَّۃِ الْخِلْطُ الْاَسْوَدُ وَقَالَ یُوْحَنَّا بْنُ سَرَابِیُوْنَ مَعْنَاہُ الْفَزَعُ فَیَکُوْنُ تَسْمِیَۃً بِاسْمِ عَرَضِہٖ (حدود الامراض مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۵)

شیخ الرئیس فرماتے ہیں اس کو مالیخولیا اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا حدوث غیر محترقہ سودا سے ہوتا ہے اور یوحنا ابن سرافیون نے کہا ہے کہ اس

کے معنی ڈر۔ خوف کے ہیں (یہ اس کے عوارض ہیں) اس لئے بسبب ان عوارض کے اس کا نام مراقی رکھا گیا ہے۔

حقیقت واسباب واقسام مرض۔

(۱) تَغَیُّرُ الظُّنُوْنِ وَالْفِکْرِ عَنِ الْمَجْرٰی الطَّبْعِیِّ اِلَی الْفَسَادِ وَالْخَوْفِ لِمِزَاجٍ سَوْدَاوِیٍّ وَتَوَحُّشُ الرُّوْحِ وَتَفَزُّعُہٗ وَلَا یُؤْذِیْ اَحَدًا بِخِلَافِ جُنُوْنِ السَّبُعِیِّ وَنَوْعٌ مِنْہُ یُقَالُ لَہُ الْمَرَاقِیُّ وَہُوَ اَنْ یَکُوْنَ بِشِرْکَۃِ الْمَرَاقِ۔ (مخزن الامراض مذکورہ ص۵۱)

سوداوی مزاج انسان کے ظنون وافکار طبعی۔ خوف وفساد کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ اس کا روح وحشت وخوف محسوس کرتا ہے یہ مرض کسی کو کوئی ایذا نہیں دیتی بخلاف جنون سبعی کے (کہ وہ مریض کو سخت تکلیف دیتا ہے) مالیخولیا کی ایک قسم وہ ہے جسے مالیخولیا مراقی کہتے ہیں یہ مرض مراق کی شرکت سے ہوتا ہے۔

(۲) مالیخولیا بسبب محل سبب تین قسم پر ہے اول دماغی جس کا محل وقوع دماغ ہے۔ اطبا اس کو شر الاصناف کہتے ہیں۔ دوم قلب اور دماغ کے سوا جس کا محل تمام بدن ہو۔ بخارات دماغ کی طرف چڑھیں۔ سوم معدہ میں ردیہ فضلات سے یا معدہ کے سوداوی ورم سے یا تلی کے ورم سے یا جگر اور امعاء دونوں سے یا عروق دقاق ماساریقا کے سوداوی یا ورم سدہ سے یا ماساریقا کے ورم سے بخارات متعفنہ مراق تک پہنچیں اور مراق سے اٹھ کر دماغ کی طرف جائیں اور جمع ہو کر اس کو مالیخولیا مراقی کہتے ہیں چونکہ مالیخولیا جنون کا ایک شعبہ ہے اور یہ ایک شعبہ اور مالیخولیا مراقی میں دماغ کو ایذا پہنچتی ہے

اس لئے مراق کو سر کے امراض میں لکھا ہے" (بیاض حکیم نور دین جزاول صفحہ ۲۱۱)

مرزا صاحب کو مراق تھا

(۱) "دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت نے پیشگوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی ہے۔ آپ نے فرمایا تھا۔ کہ مسیح جب آسمان سے اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہوں گی سو اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں ایک اوپر کے دھڑ کی یعنی مراق اور (ایک نیچے کے دھڑ کی) کثرت بول"۔ (رسالہ تشحیذ الاذہان جون ۱۹۰۶ء جلد ۱ ڈائری مرزا۔ واخبار بدر جلد ۲ نمبر ۲۳ مورخہ ۷ جون ۱۹۰۶ء صفحہ ۵)

(۲) "میرا تو یہ حال ہے کہ دو بیماریوں میں ہمیشہ مبتلا رہتا ہوں تاہم مصروفیت کا یہ حال ہے کہ بڑی بڑی رات تک بیٹھا کام کرتا رہتا ہوں۔ حالانکہ زیادہ جاگنے سے مراق کی بیماری ترقی کرتی ہے اور دوران سر کا دورہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ تاہم میں اس بات کی پرواہ نہیں کرتا اور اس کام کو کئے جاتا ہوں"۔ (کتاب منظور الٰہی مرتبہ منظور الٰہی مرزائی صفحہ ۳۴۴ و اخبار الحکم جلد ۵ نمبر ۴۰ مورخہ ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۱ء)

(۳) "حضرت مسیح موعود نے بیشک مراق کا لفظ اپنی نسبت بولا ہے"۔ (صفحہ ۴۹۰ احمدیہ پاکٹ بک)

مراقی نبی نہیں ہو سکتا اور نہ اسکی کوئی بات قابل اعتبار ہے

مرزا صاحب حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے عقیدہ پر لکھتے ہیں:۔

(۱) "یہ بات تو بالکل جھوٹا منصوبہ ہے اور یا کسی مراقی عورت کا وہم"۔ (حاشیہ کتاب البریت صفحہ ۲۳۸ / ۲۳۹)

صاف عیاں ہے کہ مراقی شخص کی کسی بات کا اعتبار نہیں اسکی باتیں وہم ہی وہم ہوتی ہیں نہ حقیقت

(۲) ڈاکٹر شاہ نواز مرزائی رسالہ ریویو اگست ۱۹۲۶ء پر راقم ہیں:۔

"ایک مدعی الہام کے متعلق اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس کو ہسٹریا مالیخولیا یا مرگی کا مرض تھا تو اس کے دعویٰ کی تردید کے لئے کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ یہ ایک ایسی چوٹ ہے جو اس کی صداقت کی عمارت کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیتی ہے۔"

(۳) "اس مرض میں تخیل بڑھ جاتا ہے اور مرگی اور ہسٹریا والوں کیطرح مریض کو اپنے جذبات اور خیالات پر قابو نہیں رہتا" (ریویو اگست ۱۹۲۶ء صہ ۶)

(۴) "نبی میں اجتماع توجہ بالارادہ ہوتا ہے جذبات پر قابو ہوتا ہے" (صہ ۳۰ رسالہ ریویو بابت ماہ مئی ۱۹۲۷ء از ڈاکٹر شاہ نواز احمدی)

مرزا صاحب کو مراق کے علاوہ ہسٹریا کے دورے بھی پڑا کرتے تھے

مرزا صاحب کا بیٹا مرزا بشیر ایم ۔ اے کتاب "سیرۃ المہدی" حصہ اوّل صہ ۱۳ پر لکھتا ہے:۔

"بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہلی دفعہ دوران سر اور ہسٹریا کا دورہ بشیر اول کی وفات کے چند دن بعد ہوا تھا۔ رات کو سوتے ہوئے آپ کو اتھو آیا پھر اسکے کچھ عرصہ بعد طبیعت خراب ہو گئی مگر یہ دورہ خفیف تھا پھر اسکے کچھ عرصہ بعد طبیعت خراب ہو گئی (فرمایا)، میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ کوئی کالی کالی چیز میرے سامنے سے اٹھی ہے اور آسمان تک چلی گئی ہے پھر میں چیخ مار کر زمین پر گر گیا۔ اور غشی کی سی حالت ہو گئی۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں اس کے بعد سے آپ کو باقاعدہ دورے پڑنے شروع ہو گئے۔"

مرزائی عذر | مراق والا حوالہ ڈائری کا ہے۔ اس لئے قابل اعتبار نہیں۔

الجواب | یہ عبارت مرزا صاحب کی زندگی میں ان کے سامنے ان کے اپنے اخباروں میں شائع ہوئی اور مرزا صاحب کے قلم سے، جیسا کہ صیغہ متکلم سے ظاہر ہے۔ اگر یہ افترا ہوتا۔ تو یقیناً مرزا صاحب اس کی تردید کر دیتے، چونکہ مرزا صاحب نے اس کی تردید نہیں کی لہٰذا یہ انہی کے الفاظ ہیں اس کے علاوہ اس تحریر کی تردید ان کی جماعت میں سے بھی کسی نے نہ کی حتیٰ کہ خلیفہ نور دین کا زمانہ بھی گزر گیا۔

(۲) ڈائری کی عبارت قابل اعتبار اسلئے ہے کہ مرزا محمود خلیفہ قادیانی نے بھی اپنی کتاب "حقیقت النبوۃ" میں جابجا ڈائری کے حوالے بطور شہادت نقل کئے ہیں، اگر ڈائری ناقابل اعتبار تھی تو پھر خلیفہ ثانی جیسا ذمہ دار آدمی یوں اس جرم کا مرتکب ہوا (دیکھو حقیقت النبوت صفحہ ۲۶۰،۲۵، ۷۱، ۷۲ حصہ اول ۱۹۱۵ء مطبع ضیا الاسلام قادیان)۔

مرزائی عذر | "حضرت نے بیشک مراق کا لفظ اپنی نسبت بولا ہے مگر اس سے مراد سوائے دوران سر کے اور کچھ نہیں۔ حضرت نے کب کہا ہے کہ مجھے ہسٹریا ہے۔ میاں بشیر احمد نے حضرت ام المومنین کی زبانی ہسٹریا لکھا ہے۔ مگر آپ کوئی ڈاکٹر نہیں ہیں کہ جو ترجمہ مراق کا کیا ہے وہ درست ہو۔ ڈاکٹر شاہ نواز ایم۔ بی۔ بی۔ ایس نے ریویو اگست ۱۹۲۶ء میں لکھا ہے بلکہ ثابت کیا ہے کہ مراق کا ترجمہ قطعاً ہسٹریا نہیں۔ ڈاکٹر شاہ نواز نے طبی نقطہ نگاہ سے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت کو قطعاً ہسٹریا نہ تھا۔"

(پاکٹ بک صفحہ ۹)

الجواب | مرزا صاحب کو دوران سر بھی تھا اور مراق بھی۔ دونوں کو ایک بنانا نہ صرف علم طب سے کورا پن ہے بلکہ خود تحریرات مرزا کے بھی

خلاف ہے۔ کتاب منظور الٰہی کی تحریر جو ہم پہلے نقل کر آئے ہیں۔ دیکھو
بغور پڑھو۔ مرزا صاحب اپنے حق میں مراق اور دوران سر دونوں بیماریاں
لکھتے ہیں۔ ڈاکٹر شاہ نواز بھی یوں لکھتے ہیں کہ:۔

"واضح ہے کہ حضرت صاحب کی تمام تکلیف مثلاً دوران سر سردرد۔ کمی خواب۔ تشنج دل اور بد ہضمی۔ اسہال، کثرت پیشاب اور مراق وغیرہ کا صرف ایک ہی باعث کمزوری تھا،، (ریویو جلد ۲۶ نمبرہ ص۲۶)

دیکھئے مسٹر ڈاکٹر صاحب دوران سر اور مراق کو علیحدہ علیحدہ مرض شمار کرتے ہیں:۔

(۲) آپ کی ام المومنین بیشک ڈاکٹر نہیں ہوں گی۔ مگر مرزا صاحب تو حکیم تھے اور حکیم بھی بقول خود ایسے کہ ہزار سے زیادہ کتب طب پڑھے ہوئے تھے۔ جیسا کہ لکھتے ہیں:۔

"میں نے خود طب کی کتابیں پڑھی ہیں اور ان کتابوں کو ہمیشہ دیکھتا رہا اس لئے میں اپنی "ذاتی واقفیت" سے بیان کرتا ہوں کہ ہزار کتاب سے زیادہ ایسی کتاب ہوگی جن میں مرہم عیسیٰ کا ذکر ہے (یہ قطعاً جھوٹ دروغ بیفروغ ہے مرزائی اگر سچے ہیں تو ہزار کتب طب کا نام بتادیں جن میں ایسا لکھا ہے ناقل) اور ان میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ مرہم حضرت عیسیٰ کے لئے بنائی تھی ہر حاشیہ راز حقیقت ص۶)

اس کے علاوہ مرزا صاحب کی اپنی اہلیہ محترمہ بھی اسی مراق کی مرض میں مبتلا تھیں (بحوالہ منظور الٰہی ص۲۴۴ بحوالہ الحکم جلد ۵ ص۲۹) اس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب مراق کی حقیقت اور اصلیت سے بخوبی واقف تھے اور اس مرض کے متعلق ان کا علم تجربے پر مبنی تھا۔

پس آپ کی ام المؤمنین نے جو ۔ ڈاکٹر نہیں ۔ ضرور مرزا صاحب سے ہسٹریا کا نام سنا ہے ماسوا اس کے جب خود مرزا صاحب مانتے ہیں کہ مجھے مراق کی بیماری ہے تو معاملہ بالکل صاف ہو جاتا ہے ۔

(۳) مراق کا ترجمہ ہسٹریا ہو یا نہ ہو ۔ یہ سوال تو یہاں پیدا ہی نہیں ہوتا جبکہ مرزا صاحب خود مانتے ہیں کہ مجھے مراق ہے اور ان کی بیوی راوی ہے کہ ہسٹریا کے دورے بکثرت پڑا کرتے تھے ۔ نتیجہ ظاہر ہے ۔

(۴) گر ڈاکٹر شاہ نواز نے طبی نقطۂ نگاہ سے ثابت کر دیا تھا کہ مرزا صاحب کو ہسٹریا نہ تھا تو آپ نے اس قیمتی نقطۂ نگاہ کو پاکٹ بک میں درج کیوں نہ کر دیا کہ لوگ اس کی حقیقت پر مطلع ہو جاتے ۔ اے جناب دنیا کو دھوکا مت دو ، وہ بیچارے باوجود ہاتھ پیر مارنے کے رتی بھر اپنے دعویٰ کو مدلل نہیں کر سکے ۔ علاوہ جب خود مرزا صاحب کی بیوی راوی ہے کہ ہسٹریا تھا تو اب کسی اور غیر واقف حال کا خواہ مخواہ ہسٹریا سے بچانے کی ناکام سعی کرنا وہی بات ہے کہ

پدر نتواند پسر تمام کند

عذر ۔ آنحضرت صلعم پر بھی کفار نے ایسے ایسے طومار باندھے تھے ۔

الجواب | کجا کسی کا بہتان باندھنا اور کجا خود مرزا صاحب کا اپنی نسبت مراق کا لکھنا اور علی وجہ البصیرت اقرار کرنا ۔

عذر ۔ ہسٹریا مردوں کو نہیں ہوا کرتا صرف عورتوں کو ہوا کرتا ہے

جواب ۔ مرزا صاحب مرد تھے اور ان کو ہسٹریا تھا ۔

کتاب مخزن حکمت طبع چہارم ص ۹۶۹ جلد دوم میں لکھا ہے :-

"یہ مرض عموماً عورتوں کو ہوا کرتا ہے اگرچہ شاذ و نادر مرد بھی اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں ،،

"جن مردوں کو یہ مرض ہسٹریا ہو ان کو مراقی کہتے ہیں " محمد اللطیف

۳۰ اپریل سنہ ۱۹۲۲ء تا سنہ ۱۹۲۳ء جلد ۸۴)

ایک اور طرز سے

چونکہ مراق ایک ایسا مرض ہے جو بعض دفعہ کئی پشتوں تک اپنا اثر پہنچاتا ہے اس لئے اس جگہ بھی خدا تعالیٰ نے مرزا صاحب کا مراقی ہونا ہر طور سے ثابت کرنے کے لئے انکی ہم جنس بیوی صاحبہ اور اولاد کو بھی اس میں بتلا کر دیا تاکہ اور نہیں تو اسی دلیل سے مرزا صاحب کا مراقی ہونا پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے۔

"ایں خانہ ہمہ آفتاب است"

مرزا صاحب تو مراقی تھے ہی، مگر آپ کی بیوی بچہ مراقی ہے اسلئے اگر ہم مرزا صاحب کے خاندان کو "مراقی کنبہ" کے نام سے یاد کریں تو غلط نہیں۔

مرزا صاحب کی بیوی کو بھی مراق تھا

مرزا صاحب کا اپنے جدی بھائیوں کے ساتھ مقدمہ تھا انہوں نے بطور گواہ مرزا صاحب کا بیان عدالت میں دلوایا۔ آپ نے اس میں یہ بھی فرمایا۔

"میری بیوی کو مراق کی بیماری ہے۔ کبھی کبھی وہ میرے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ طبی اصول کے مطابق اس کے لئے چہل قدمی مفید ہے۔" (منظور الٰہی صفحہ ۲۴۴ بحوالہ الحکم جلد ۵ ۲۹)

مرزا صاحب کے فرزند خلیفہ قادیان بھی مراقی ہیں:۔

رسالہ ریویو آف ریلیجنز جلد ۲۵ نمبر ۸ بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۲۶ء صہ ۱۱ پر ڈاکٹر شاہ نواز مرزائی لکھتے ہیں:۔

جب خاندان سے اس کی ابتدا ہو چکی تو پھر اگلی نسل میں بیشک یہ مرض منتقل ہوا چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے فرمایا کہ مجھ کو بھی کبھی کبھی مراق کا دورہ ہوتا ہے۔"

مرزا صاحب کے کاذب ہونے پر ساتویں دلیل

تہذیبِ مرزا

یوں تو مرزا صاحب نے اپنے ارادتمندوں کو پھنسائے رکھنے اور عوام کو مغالطہ دینے کو بجرات و مرات اپنا صاحب اخلاق ہونا جتلایا ہے۔ "خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول یعنی اس عاجز کو تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا"۔ (اربعین ۳ صفحہ ۴۲) اور یہ بھی لکھا کہ "گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں"۔ (اربعین ۴ کا ضمیمہ صفحہ ۵) نیز اپنے مریدوں کو نصیحت کی "اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو"۔ (کشتی نوح صفحہ ۱۱) اور خود اپنے متعلق لکھا۔ "میں نے جوابی طور پر بھی کسی کو گالی[1] نہیں دی" (مواہب الرحمٰن صفحہ ۱۸) مگر بقول شخصے ہر ایک برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس کے اندر ہے۔ (صفحہ ۱ چشمۂ معرفت)

لہٰذا ہم مرزا صاحب کے برتن قلب کا ڈھکنا اٹھا کر ناظرین کے روبرو پلیش کر دیتے ہیں وہ خود ملاحظہ فرمالیں کہ اس میں کیا کچھ بھرا ہے:۔

[1] یہ بھی جھوٹ ہے کہ مرزا صاحب نے جواباً گالیاں نہ دیں وہ خود لکھتے ہیں کہ: "میرے سخت الفاظ جوابی طور پر ہیں"۔ صفحہ ۱۱ کتاب البریت و تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۱۶۵ و اشتہار واجب الاظہار) ۱۲ منہ۔

(۱)

کسی شخص کا حرامی یا حلال زادہ ہونا اس کے والدین کے ملاپ غیر صحیحہ یا صحیحہ پر مبنی ہے۔ بخلاف اس کے مرزا صاحب لکھتے ہیں :۔

کل مسلم یقبلنی و یصدق دعوتی الا ذریۃ البغایا

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۷ ط ۱ ، ۵۴۸ ط ۲)

ترجمہ۔ کل مسلمانوں نے مجھے مان لیا ہے اور تصدیق کی ہے مگر کنجریوں کی اولاد نے مجھے نہیں مانا۔

(۲)

آذیتنی خبثاً فلست بصادق
ان لم تمت بالخزی یا ابن بغاء

مرا بخباثتِ خود ایذا دادی پس من صادق نیستم اگر تو اے نسلِ بدکاراں بذلت نمیری۔ (انجام آتھم ص۲۸۱)

(سعد اللہ) تو نے مجھے اپنی خباثت سے دُکھ دیا ہے پس میں صادق نہ ہوں گا اگر تو ذلت کی موت نہ مرے اے کنجری کے بیٹے (اردو ترجمہ از مؤلف)

لفظ البغاء۔ بغیا کے معنی | "سعد اللہ حرام زادہ ہے" (اخبار الفضل ۲۲۔ جولائی ۱۹۲۳ء از ملک عبد الرحمان خادم گجراتی)

وما کانت امک بغیا (سورہ مریم) اے مریم تو زنا کی مرتکب کیوں ہوئی جبکہ تیری ماں پاک دامن تھی زانیہ نہیں تھی (حاشیہ احمدیہ پاکٹ بک)

نحن منہم و نحمد ربنا و لیس من [illegible] خبثنا
ہم ان میں سے ہیں اور ہم اپنے رب کا شکر کرتے ہیں اور خدا [illegible] کی نسل سے نہیں ہے [illegible] (ترجمہ حسب حال مصنف مرزا صاحب)

وَ ثَبَتَ مِنَ الْاِنْجِیْلِ اَنَّہٗ اَدْنٰی عُنُقَہٗ بَغِیَّۃٍ وَ
وگذاشتہ ازانجیل ثابت است کہ او زنے بدکار را نزد خود جا
دادوان زنا کار د سخت فاحشہ بود وکذلک اقبل علی
بغیۃ اُخریٰ وہمچنیں یسوع دریک مرتبہ بازن بدکار دیگر
گفتگو کرد۔ (ص۹ البلاغ فریاد درد مصنفہ مرزا)

وَ الضَّحْکُ وَ الْقَہْقَہَۃُ بِاِبْدَاءِ النَّوَاجِذِ وَ
وَ الثَّنَایَا وَ الشَّوْقُ اِلٰی رَقْصِ الْبَغَایَا
وَ بَوْسُہُنَّ وَ عِنَاقُہُنَّ

فارسی ترجمہ از مرزا صاحب :۔

وخندہ و قہقہہ بظاہر کردن وندان پسین و درو دندان پیشین و
شوق کردن سوئے رقص زنانِ بازاری و بوسہ گرفتن ایشاں وبغل گری

(اردو ترجمہ از مرزا صاحب)

اور ہنسی اور قہقہہ مار کر ہنسنا پچھلے دانتوں کے نکلنے سے اور
اگلے دو دانتوں کے نکلنے سے اور شوق کرنا بازاری عورتوں
کے رقص کی طرف اور ان کا بوسہ اور گلے لگانا (خطبہ الہامیہ
ص۲۱ مطبوعہ سنہ ۱۹۰۲ء)

تنبیہ ناظرین آگاہ رہیں کہ یہ تمام ترجمے بھی مرزا صاحب کے اپنے
قلم سے ہیں۔ مرزائی کہیں گے کہ یہ ترجمے مرزا صاحب نے خود نہیں کئے
بلکہ دوسرے لوگوں نے کئے ہیں۔ سو مرزائی دکھائیں کہ مرزا صاحب نے
کہاں لکھا ہے کہ کتاب تو میری ہے اور ترجمہ کسی دوسرے کا ؟

(۳)

"اگر عبداللہ آتھم قسم نہ کھا جائے یا قسم کی سزا میعاد کے اندر نہ دیکھ

ملہ اہل علم حضرات کے لئے قابل غور ہے۔

لے تو ہم سچے اور ہمارے الہام سچے۔ پھر بھی اگر کوئی تحکم سے ہماری تکذیب کرے اور اس معیار کی طرف متوجہ نہ ہو تو بیشک وہ ولدالحلال اور نیک ذات نہیں ہوگا۔" (صہ۲۹)

"اب جو شخص زبان درازی سے باز نہیں آئے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جاوے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے۔ "حرام زادہ کی یہی نشانی ہے کہ سیدھی راہ اختیار نہ کرے۔" صہ۳۰ انوار الاسلام مصنفہ مرزا)

عیسائیوں نے یقیناً سچ کہا تھا کہ ؎

"ڈھیٹ اور بے شرم بھی عالم میں ہوتے ہیں مگر
سب پہ سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی

(الہامات مرزا صہ۳ ط چہارم)

(۴)

آریوں کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:۔

"ایسے ایسے حرام زادے جو سفلہ طبع دشمن ہیں۔" صہ۵۴ رسالہ آریہ دھرم)

(۵)

اِنَّ الْعِدَا صَارُوْا خَنَازِیْرَ الْفَلَا
وَنِسَاءُ ھُمْ مِنْ دُوْنِھِنَّ الْاَکْلُبٗ

(صہ۱۰ رسالہ نجم الہدیٰ مصنفہ مرزا) میرے دشمن جنگلوں کے سؤر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ کر ہیں۔

نام بنام علماء اسلام کو گالیاں

(۶) توہین حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رح

"مخبط الحواس نذیر حسین (صفحہ ۳۰ استفتاء) نالائق صفحہ ۳۰ انجام آتھم)
نذیر حسین کے دجالانہ فتویٰ (صفحہ ۵۱ انجام آتھم) مَاتَ ضَالًّا
هَائِمًا (مواہب الرحمان صفحہ ۱۲۶) مرگیا گمراہی میں حیران ہو کر۔

(۷) فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مدظلہ

"ابوجہل (صفحہ ۲۱ تتمہ حقیقۃ الوحی) کفن فروش (صفحہ ۴۳ اعجاز احمدی)
کتا (صفحہ ۲۳/۱۴۳ اعجاز احمدی)" ابن ہوا۔ مُدار (صفحہ ۳۲/۱۴۲ اعجاز احمدی)
کتے مردار خور، (صفحہ ۲۵ حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم)۔

(۸) حضرت مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مرحوم

يَا شَيْخُ أَرْضِ الْخَبِيْثِ أَرْضِ بَطَالَتِنَا اے شیخ
زمین پلید۔ زمین بطالت (صفحہ ۲۶۹ انجام آتھم) فرعون (صفحہ ۲۲
استفتاء) بدبخت، دین فروش (صفحہ ۲۱ ضیاء الحق) آئندہ
اس کی گندی اور ناپاک تحریروں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس
شیخ، بے ادب، تیز مزاج (صفحہ ۸۶/۲۰۶) پلید۔ بے حیا۔ سفلہ گندی
کاروائی، گندے اخلاق، نخوت اور ناپاک شیوہ (صفحہ ۱۳۳/۲۲۱)
ژاژخا، بیہودہ (صفحہ ۸۳/۱۹۹) تریاق القلوب طبع اول)

(۹) مولوی سعد اللہ مرحوم لدھیانوی

ہندوزادہ (ص۳۰ ضیاء الحق ص۲۵ انوار الاسلام) کمبخت (ص۹ ضیاء الحق) بدبخت دین فروش (ضیاء الحق ص۳۰) شیطان فطرت نادان عدو الدین (انوار الاسلام ص۲۶) غول لئیم۔ فاسق۔ شیطان ملعون۔ نطفۂ سفہاء۔ خبیث مفسد مزوّر۔ منحوس (ص۲۸۱، ۲۸۲ انجام آتھم) مردار عدو اللہ (اشتہار انعامی چار ہزار ص۱۲) کنجری کا بیٹا۔ (ص۲۸۱، ۲۸۲ انجام آتھم)

(۱۰) حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی

میرے مقابل بیٹھ جاتے تا دروغگو۔ بے حیا کا منہ ایک ہی ساعت میں سیاہ ہو جاتا (ص۶۲ نزول المسیح) ان لعنتوں کو کیوں ہضم کر لیا جو در حالت سکوت ہماری طرف سے آپ کی نذر ہوئیں (ص۶۲) یہ گوہ کھانا ہے اے جاہل بے حیا (۶۳) خبیث طبع (ص۶۳) نجاست پیر صاحب کے منہ میں کھلائی (ص۸۰ نزول المسیح) کذاب دروغ گو۔ مزوّر، خبیث، بچھو کی طرح نیش زن اے گولڑہ کی زمین تجھ پر خدا کی لعنت تو ملعون کے سبب ملعون ہو گئی (ص۷۵) فرومایہ، کمینہ، گمراہی کے شیخ، دیو، بدبخت (ص۷۶)

(۱۱) مولانا علی الحائری لاہوری مجتہد فرقہ شیعہ

جاہو تو حسین کی عبادت کرتے رہو۔ دیو، کھوٹی آنکھ والا۔ یک چشم (ص۳۷ اعجاز احمدی) خبیث۔ شیخ ضال نجفی (ص۲۱ تتمہ) شیخ، سانپ (تتمہ ص۶)

(۱۲) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

(۱) "بعض نادان صحابی" (صفحہ ۱۲۰ ضمیمہ نصرۃ الحق)

(۲) "ابوہریرہؓ غبی تھا درائت اچھی نہیں رکھتا تھا" (صفحہ ۱۸ اعجاز احمدی)

(۳) "بعض ایک دو کم سمجھ صحابہ جن کی درایت عمدہ نہ تھی" (صفحہ ۱۸ اعجاز احمدی)

(۴) ابوہریرہؓ فہم قرآن میں ناقص ہے اس کی درایت پر محدثین کو اعتراض ہے۔ ابوہریرہؓ میں نقل کرنے کا مادہ تھا اور درایت اور فہم سے بہت ہی کم حصہ رکھتا تھا" (ضمیمہ نصرۃ الحق)۔

(۱۳) مولوی عبدالحق غزنوی مرحوم

"بھائی مر اس کی بیوہ کو اپنی طرف کھینچ لیا داہ رے شیخ چلی کے بھائی (صفحہ ۲۹ انوار الاسلام) مر اے شیطان کے بندے موسوم بہ عبدالحق (صفحہ ۵ ضمیمہ انجام آتھم) عبدالحق نے اشتہار دیا تھا کہ اس کے گھر لڑکا پیدا ہوگا (یہ بالکل جھوٹ ہے ناقل) وہ لڑکا کہاں گیا کیا اندر ہی اندر تحلیل پا گیا۔ پھر رجعت قہقری کر کے نطفہ بن گیا؟ (صفحہ ۲۷ ضمیمہ انجام آتھم و صفحہ ۲۵ تحفہ غزنویہ) اگر عبدالحق ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو اس کو ولدالحرام بننے کا شوق ہے (صفحہ ۳۰ انوار الاسلام)

ناظرین کرام! یہ مختصر سا خاکہ ہے ان گالیوں کا جو مرزا نے نام لے کر علمائے کرام کو دیں حالانکہ خود انہی مرزا صاحب کا قول ہے:
"کسی شخص کو جاہل، نادان، دنیا پرست، ہتکار، فریبی، گنوار، متکبر وغیرہ الفاظ کہنے والا شریفوں اور منصفوں کے اور نیک سرشت

لوگوں کے نزدیک گندہ طبع اور بدزبان ہوتا ہے" (مفہوم اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۵ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۴ صفحہ ۱۴)

اسی طرح محمد احسن امروہی مرزا صاحب کے مقرب حواری لکھتے ہیں کہ کسی خاص شخص کو بے حیا وغیرہ کہنا خلاف تہذیب ہے (صفحہ ۱۹ اعلام الناس حصہ دوم)

(۱۴) عام علماء کرام کو گالیاں

بدبخت مفترِیو۔ نہ معلوم یہ وحشی فرقہ شرم و حیا سے کیوں کام نہیں لیتا مخالف مولویوں کا منہ کالا (صفحہ ۵ ضمیمہ انجام آتھم) اے بد ذات فرقہ مولویاں (صفحہ ۲۱ حاشیہ) نالائق مولوی نفاق زدہ یہودی سیرت (صفحہ ۲۲ حاشیہ انجام آتھم) بعض خبیث طبع مولوی جو یہودیت کا خمیر اپنے اندر رکھتے ہیں۔ دنیا میں سب جانداروں سے زیادہ پلید خنزیر ہے مگر خنزیر سے زیادہ پلید وہ لوگ ہیں اے مردار خور مولویو! اور گندی روحو! (صفحہ ۲۱ ضمیمہ انجام آتھم) یک چشم مولوی (صفحہ ۲۲ ضمیمہ انجام آتھم) بعض مولوی دنیا کے کتے (صفحہ ۲ استفتاء) کم بخت متعصب (صفحہ ۱) پلید طبع (صفحہ ۴) یہودی صفت (صفحہ ۲۴ سراج منیر) یہودی صفت (سراج منیر) ملہم (چشمہ مسیحی) اندھے (تبلیغ رسالت جلد ۴ صفحہ ۹) نابکار (صفحہ ۲) متوکر (یولہ) خنزیر کتوں کی طرح (صفحہ ۲۵۲ تریاق القلوب) دنیا پرست (صفحہ ۲) فطرتی صفات۔ سیاہ دل (صفحہ ۲) اے شریر مولویو! اور ان کے چیلو اور غزنی کے تیرہ سکھر (صفحہ ۳) بخیل طبع (صفحہ ۳ ضیاء الحق) بد ذات مولوی (صفحہ ۶ ضمیمہ تحفہ) بے ایمانو۔ نیم عیسائیو۔ دجال کے ہمراہیو (صفحہ ۵ اشتہار انعامی تین سو روپیہ)

(۱۵) عام قوم اہل اسلام و دیگر مخالفین کو

"کوئی متعصب بھی ہو تو اس کے لئے چارہ نہیں کہ میرے دعویٰ کو اسی طرح مان لے جیسا کہ اس نے آنحضرت صلعم کی نبوت کو مان لیا ہے" (صفحہ ۳۵ تذکرۃ الشہادتین)

نادان بدبخت شقی (صلا اعجاز احمدی) ظالم طبع مخالفوں نے جھوٹ کی نجاست کھائی (صلا نزول المسیح) بعض ڈوموں کی طرح (تبلیغ رسالت جلد ا صلا) بعض کتوں کی طرح، بعض بھیڑیوں کی طرح، بعض سوروں کی طرح بعض سانپوں کی طرح ڈنگ مارتے ہیں (صلا خطبہ الہامیہ) اے بے حیا قوم (صلا سراج منیر) خبیث طبع لوگ (صلا سراج منیر) اے نادانو! عقل کے اندھو (صلا حقیقۃ الوحی)

(۱۶) آریہ قوم کے رشی دیانند کو گالیاں

مرزا صاحب جہاں اپنے دعاوی کے اتار چڑھاؤ میں مشتاق تھے وہاں نفاق گوئی میں بھی شہرہ آفاق تھے۔ کہیں تو یہ مصلحانہ روش اور غریبانہ اور عاجزانہ انکساری ہے کہ:۔

(ا) "ہم قادیان کو چھوڑ دیں گے کیونکہ بخدا ہم دشمنوں (آریوں کے دلوں کو بھی تنگ کرنا نہیں چاہتے"۔ (صلا شحنہ حق)

(ب) ایک شخص جو کسی کے باپ کو گندی گالیاں دیتا ہے اور پھر چاہتا ہے کہ اس کا بیٹا اس سے خوش ہو یہ کیونکر ہو سکتا ہے جو لوگ محض زبان سے صلح کے لئے زور دیتے ہیں ان کو چاہیئے صلح کے کام دکھلائیں اے ہم وطن پیارو ہم ایک ہی ملک میں رہتے ہیں چاہیئے کہ باہم محبت کریں مگر یاد رکھو منافقانہ محبت نہیں ایک زہریلا تخم ہے بدزبانی اور صلح کاری جمع نہیں ہو سکتے"۔ (صلا ضمیمہ چشمہ معرفت ملخصاً بلفظہٖ)

مگر دوسری طرف یہ بہانہ بنا کر کہ آریوں کے روحانی باپ نے گرو نانک کو برا کہا ہے سوامی جی کو یوں کوسا:۔

"آریوں کے پنڈت دیانند اس خداترس بزرگ (گورونانک) کی نسبت گستاخی سے کلمے ستیارتھ پرکاش میں لکھے ہیں۔ درحقیقت یہ شخص سیاہ دل، جاہل، ناحق شناس، ظالم پنڈت، نالائق، یاوہ گو،

بدزبان، پرلے درجے کا متکبر، ریاکار، خود بین، نفسانی اغراض سے
بھرا ہوا، خبیث مادہ، سخت کلام، خشک دماغ، موٹی سمجھ
کا آدمی نا اہل" (صفحہ ۹ ست بچن)

احمدی دوستو! مرزا نے گورونانک کی طرف سے جو اتنے القاب
سوامی دیانند کو دیئے۔ اگر کوئی آریہ انہی القابات خبیثہ سے مرزا
جی کو ملقب کرے تو تم اسے بدتہذیب تو نہ کہو گے ع

بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

اور سنو! مرزا جی سوامی جی کے حق میں لکھتے ہیں:۔

"گندہ نامعقول (صفحہ ۱) دیانتداری فریب (صفحہ ۴۲) دیانند ستیارتھ
پرکاش میں اپنے بدبودار جہالت کا گند چھوڑ گیا (صفحہ ۴۲) سراسر
جعلسازی سے جو اس کی رگ رگ میں بھری ہوئی تھی (حاشیہ
متعلقہ صفحہ ۴۲ ملحقہ اخیر کتاب شحنہ حق) اب تو دیانند کی جان کو رونا
چاہیئے" (صفحہ ۴۲ شحنہ حق)

ناظرین! اس سخت گوئی کو دیکھیے اور دوسری طرف براہین احمدیہ صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲
تک کو اپنے سامنے رکھیے جہاں بزرگانِ مذہب کی توہین کو خبث عظیم قرار دیا
ہے تو آپ کی منصف طبیعت ضرور فتویٰ دے گی کہ ؎

رسولِ قادیانی کی رسالت بطالت ہے ضلالت ہے جہالت

(۱۷) وید اور مرزا صاحب

"ویدوں میں بجز آفتاب پرستی، ناپاک رسموں کے اور کچھ نہیں
تمام گندی تعلیموں کا مبدأ وید ہی ہے۔" (صفحہ ست بچن)

"ویدمندی ویدک دھرموں میں چار چار بیٹے کو خراب ہوتے پھرتے
بعد بیٹوں کے سہارے [illegible]"

ہیں خاک کے نیچے دبی پڑی ہے (صہ۱ شحنہ حق) قربان جائیں ایسے ویدوں پر (صہ۳۳) یہ بید بے ثمر کی تہذیب ہے (صہ۴۵) ویدوں کا بھانڈا پھوٹ گیا (صہ۵۸ شحنہ حق) حالانکہ یہ وہ وید ہیں جنہیں آخری عمر میں مرزا صاحب نے یہ کہہ کر مان لیا :-

"ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں سو وید انسان کا افترا نہیں"
(صہ۱۱ پیغام صلح مولفہ مرزا صاحب)

مرزائی کہا کرتے ہیں کہ جن ویدوں کی تردید کی گئی ہے وہ دیانندی موجودہ وید ہیں حالانکہ شحنہ حق صہ۶۳ و ۸۱ و ۲۷ پر قدیمی ویدوں کو انسانی پست خیالات کا مجموعہ قرار دیا گیا ہے :-

(۱۸) آریوں کا پرمیشر

"بد نصیب پرمیشر" (صہ۲۹) "دیانند کی گواہی سے ثابت ہو گیا کہ پرمیشر کبھی رام چندر بنا کبھی کرشن کبھی مچھ پر ایک مرتبہ تو خوک یعنی سؤر بن گیا" (صہ۶۹ شحنہ حق)

(۱۹) عام آریہ قوم

یوں تو مرزا صاحب نے بڑے ہی شریفانہ لہجہ میں لکھا ہے :-

"لعنت بازی کرنا صدیقوں کا کام نہیں۔ مومن لعان نہیں ہوتا۔"
(صہ۶۶۰ ازالہ طا ۱ صہ۲۶۹ ازالہ طبع ۲)

مگر ان کی اپنی روش اس کے سراسر خلاف تھی ان کی کتابیں جا بجا لعنتوں سے بھری ہوئی ہیں بطور نمونہ مسلمانوں کے حق میں دیکھنی ہوں تو صہ۲۵ اعجاز احمدی دیکھئے اور عیسائیوں کے بارے میں دیکھنی ہوں تو نور الحق حصہ اول کے صہ۱۱۸ سے ۱۲۲ تک ملاحظہ کریں پورے چار صفحات صرف لعنت، لعنت، لعنت، لعنت سے بھرے ہیں جن کی تعداد ایک ہزار ہے۔ آریوں کے حق میں مشت نمونہ از

خود ادرے ذیل میں ملاحظہ کریں :۔

"لعنت ، لعنت ، لعنت ، لعنت ، لعنت ، لعنت ، لعنت ، لعنت ، لعنت ، لعنت " (صہ۵ شحنہ حق)

اسی طرح صفحہ ۶۰ پر پوری دس لعنتیں سطر وار لکھی ہیں۔ لعنتوں کے علاوہ دیگر خوش کلامی ملاحظہ ہو :۔

"شکم پرست پنڈتوں کے چیلے " (صہ۱ شحنہ حق)

کھوپری میں بجز بخارات تعصب و عناد (صہ۱) بیل نہ کودا کودی گاؤں (حاشیہ صہ۲) بیہودا اسکر لوملی یا بگڑے ہوئے سکھ کی دم وہی سے (صہ۳ حاشیہ) کیا رام سنگھ کو کوئی روح ان میں کہیں گھس نہیں آتی (صہ۴) تیمن بکائن اور لالہ جی باغ میں ، (صہ۵) بزاخفش ، کھڑپنچ (صہ۱۳) دیکھا نہ بھالا صدقے گئی خالہ (صہ۱۵) آریہ اوباشوں ، دیانندی تانتیا بھیل (صہ۳۸) کنجر و لدالزنا جھوٹ بولتے ہوئے شرماتے ہیں مگر اس آریہ میں اس قدر شرم بھی باقی نہ رہی (صہ۶) لیکھرام کی کھوپری (صہ۱۰) ایک آریہ نے مرزا کوڑی کوڑی کو لاچار ہے ۔ اس کے جواب میں کس قدر تپے سے باہر ہو گئے کہ :۔

"حیرت ہے لالہ صاحبوں کو ہمارے قرض کی فکر کیوں پڑ گئی؟ ایک قوم ہنود میں ایسی بھی ہے کہ ان کی یہ عادت ہے کہ جب وہ اپنی دختر کا ناطہ کسی جگہ کرنا چاہتے ہیں تو پہلے چپکے چپکے اس گاؤں میں چلے جاتے ہیں جہاں اپنی دختر کی نسبت کا ارادہ ہوتا ہے ۔ تب اس گاؤں میں پہنچ کر پٹواری کی کھیوٹ اور گرداوری اور سونامہ سے دریافت کر لیتے ہیں کہ اس شخص کی کتنی زمین ہے ۔ پڑتال کے بعد اپنی دختر دے دیتے ہیں لیکن اس جگہ تو ان امور میں سے کوئی بات نہیں " (صہ۱۹ شحنہ حق)

(۲۰) عیسائیوں کے بارے میں

"بزرگانِ مذہب کی توہین خبث عظیم ہے۔" (ص۱۰۲ براہین احمدیہ)
"عیسائیوں کی مشرکانہ تعلیم کا تمام مدار اس شریر انسان کی باتوں پر ہے جس کا نام پولس تھا۔" (ص۵ اشتہار تمیقنا بوحی اللہ القہار)
"اس زمانہ کے پادری دجال کذاب ہیں" (ص۵۹) "دجالی فرقہ" (ص۳ اشتہار انعامی ۲ ہزار) "ہزار لعنت کی ذلت کا رسہ گلے میں پڑے گا" (ص۱۶) "پادری ہی دجال ہیں" (ص۴۴ نورالاسلام) "بدگو بے اعتدال بیہودہ، بدذاتی (ص۹) نادان پادری" (ص۱۵) "تمام بزرگ عیسائی قسم کا خنزیر کھاتے رہے" (ص۱۹ ضیاء الحق مصنفہ مرزا صاحب)

(۲۱) خدا کی توہین

مسلمانوں کا بالاتفاق اعتقاد ہے کہ "اب وحی رسالت تا بقیامت منقطع ہے۔" (ص۶۱۴ ازالہ طبع ا صفحہ ۲۵۲ - ازالہ ط ۲)

مرزا صاحب اس اعتقاد پر اعتراض کرتے ہیں:-
کوئی عقلمند اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ اس زمانہ میں خدا سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں پھر بعد اس کے سوال ہو گا کہ کیوں نہیں بولتا؟ کیا زبان پر کوئی مرض لاحق ہو گئی؟ (ص۱۴۵ ضمیمہ نصرۃ الحق) (معاذ اللہ)

مرزا صاحب کی شان تقدیس

"میں اپنے نفس پر اتنا قابو رکھتا ہوں اور خدا نے میرے نفس کو ایسا مسلمان بنایا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک سال بھر میرے سامنے میرے نفس

کو گندی گالیاں دیتا رہے آخر وہی شرمندہ ہوگا اور اسے اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ میرے پاؤں جگہ سے اکھاڑ نہ سکا" (ص ۱۹۰ منظور الٰہی، بروایت مولوی عبدالکریم احمدی امام الصلوٰۃ مرزا)

احمدی بھائیو! اس تحریر کو پڑھ کر ذرا اس تحریر پر نظر ڈالو جس میں ایک آریہ نے صرف اتنا اعتراض کیا تھا کہ "آپ کوڑی کوڑی کو لاچار ہیں" اور مرزا صاحب نے اسے لڑکی دینے کا قصہ سنایا۔

مرزا صاحب کے سخت گو ہونے پر دو عدالتوں کی رائے

رائے چندولال صاحب مجسٹریٹ ضلع گورداسپور کی عدالت میں بمقدمہ حکیم فضل دین بنام مولوی کرم الدین جہلمی۔ مرزا صاحب نے اپنے بیان میں لکھوایا۔

"عین الیقین اور حق الیقین عدالت کے ذریعہ سے میسر آتے ہیں"

(ص ۱۴۱ رو کداد مقدمہ مرتبہ مولوی کرم الدین صاحب جہلمی)

اب ہم عدالت کا فیصلہ بحق مرزا نقل کرتے ہیں امید ہے کہ احمدی حضرات اس "حق الیقین" پر "عین الیقین" کریں گے۔

نقل حکم مسٹر ڈگلس صاحب مؤرخہ ۲۳ اگست ۱۸۹۷ء

"مرزا غلام احمد کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ جو تحریرات عدالت میں پیش کی گئی ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ وہ فتنہ انگیز ہیں ان کی تحریرات اس قسم کی ہیں کہ انہوں نے بلاشبہ طبائع کو اشتعال کی طرف مائل کر رکھا ہے پس ان کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ مناسب اور ملائم الفاظ میں اپنی تحریرات کو استعمال کریں ورنہ بحیثیت حاکم صاحب مجسٹریٹ ضلع ہم کو مزید کارروائی کرنی پڑے گی۔

(صفحہ ۴۴ روئیداد مقدمہ)

عدالت لالہ آتما رام مہتہ بی۔اے ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور کا فیصلہ ۸ ر اکتوبر ۱۹۰۴ء

"ملزم نمبرا (مرزا صاحب) اس امر میں مشہور ہے کہ وہ سخت اشتعال دہ تحریرات اپنے مخالفوں کے برخلاف لکھا کرتا ہے اگر اس کے اس میلان طبع کو نہ روکا گیا تو غالباً امن عامہ میں نقص پیدا ہوگا۔ ۱۸۹۷ء میں کپتان ڈگلس صاحب نے ملزم کو ہر قسم تحریرات سے باز رہنے کیلئے فہمائش کی تھی پھر ۱۸۹۹ء میں مسٹر ڈوئی صاحب مجسٹریٹ نے اس سے اقرار نامہ لیا کہ ہر قسم نقص امن والے فعلوں سے باز رہے گا۔" (ص۱۶۰ روئداد مذکورہ)

عدالت کا بیان مظہر ہے کہ مرزا صاحب طبعاً گندہ دہان ہونے میں مشہور تھے اور اس سے پہلے دو عدالتیں انہیں روک بھی چکی ہیں چنانچہ خود مرزا صاحب راقم ہیں کہ:۔

"ہم نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے سامنے یہ عہد کر لیا ہے کہ آئندہ ہم سخت الفاظ سے پہلے کام نہ لیں گے۔" (اشتہار مرزا صاحب۔ ۲۰ ستمبر ۹۷ء مندرجہ کتاب البریت دیباچہ ص۱۳ مصنفہ مرزا صاحب)

اس عبارت میں مرزا صاحب اپنی سخت گوئی کا اقرار کرتے ہیں اور آئندہ اس سے احتراز کا وعدہ کرتے ہیں مگر ۱۹۰۴ء میں لالہ مہتہ رام کی عدالت کا فیصلہ ہے کہ مرزا صاحب اپنے وعدہ پر قائم نہ رہے اور ۱۸۹۷ء کے بعد برابر بدگوئی کو کام میں لاتے رہے آہ ؂

نہیں وہ بات کا پورا ہمیشہ قول دے دے کر
جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پہ مارا تو کیا مارا

ہمارے ناظرین حیران ہونگے کہ آخر مرزا صاحب کو اس سخت گوئی سے فائدہ

کی حماس کا ایک جواب تو عدالت دے چکی ہے یعنی "میلان طبع"۔ دوسرا جواب مرزا صاحب کے بیٹے نے دیا ہے کہ:۔

"جب انسان دلائل سے شکست کھاتا ہے اور ہار جاتا ہے تو گالیاں دینی شروع کرتا ہے اور جس قدر کوئی زیادہ گالیاں دیتا ہے اسی قدر اپنی شکست کو ثابت کرتا ہے" (ص۱۵ انوار خلافت مصنفہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان):

عذراتِ مرزائیہ اور اُن کا جواب

مرزائی کہا کرتے ہیں کہ:۔

"نبی دنیا کے سامنے جج کی حیثیت میں پیش ہوتا ہے اور اس کا فرض ہوتا ہے کہ تاریکی کے فرزندوں پر فرد جرم لگانے سے پہلے ان کے جرموں سے ان کو آگاہ کر دے"

الجواب جج کا کام ان کی غلطیوں پر آگاہ ہو کر انہیں سزا دینا بیشک ہے مگر جج اغلاط کا اظہار کرنے کے خود اسی غلطی میں یا جرم میں مبتلا نہیں ہوا کرتا، علاوہ ازیں جج مقدمہ پیش ہو چکنے کے بعد یہ انتظار نہیں کیا کرتا کہ اب یہ میری پگڑی بھی اچھالیں تو انہیں سزا دوں ورنہ چھوڑ دوں۔ اگر مرزا صاحب جج تھے تو پھر باوجود لوگوں کی گالیاں سننے کے بقول خود عرصہ دراز تک اپنے اختیارات کو کیوں کام میں نہ لائے جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں کہ:۔

"میں نے اس (سعد اللہ) کی بدزبانی پر بہت صبر کیا اور اپنے تئیں روکا لیکن وہ حد سے گذر گیا تب میں نے نیک نیتی سے وہ الفاظ استعمال کئے" (صفحہ۱۲ تجلیات رحمانیہ بحوالہ صفحہ۲۰ تتمہ حقیقۃ الوحی)

یہ تحریر کہہ رہی ہے کہ مرزا جج وغیرہ کچھ نہیں تھا۔ اس کی گالیاں کچھ تو اپنی شکست کو چھپانے کے لئے تھیں اور کچھ اپنی توہین کا بدلہ لینے کے لئے:

نبی کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو ان کی غلطیوں سے بچنے کی ہدایت کرے خود ان غلطیوں میں مبتلا نہیں ہو جایا کرتا۔ خود مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ:۔
"گالی کے جواب میں گالی دینے والا کتا ہوتا ہے۔" (تقریر مرزا مندرجہ صفحہ ۹۹ رپورٹ جلسہ قادیان ۱۸۹۷ء)

قرآن کریم سے نج کی مثال

ہم لکھ آئے ہیں کہ نج مجرموں پر فرد جرم عائد کرتا ہے جس سے لوگ نصیحت پکڑتے ہیں کہ فلاں جرم قابل مؤاخذہ ہے اس سے اجتناب کریں۔ بعینہٖ یہی مثال قرآن پاک سے ملتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بوحی خدا لوگوں کو ہدایت فرماتے ہیں:۔

وَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ لوگو! صداقت کے جھٹلانیوالوں کی اطاعت نہ کرنا۔ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ۔ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيْمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ۔ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ الآیۃ۔ (سورہ قلم پ۲۹)

نہ کہا مانو بڑے جھوٹے۔ طعن کرنے والے۔ چغل خور۔ خیر کے کام سے منع کرنے والے۔ حد سے نکلے ہوئے۔ بدعمل۔ متکبر۔ نسل بدلنے والے کا:۔
دیکھئے! یہ طریقہ ہدایت کا یعنی برے اشخاص سے پرے رہنے کا وعظ مرزا صاحب کہا کرتے ہیں کہ اس آیت میں کافروں کو زنیم یعنی حرام زادہ کہا گیا ہے حالانکہ یہ غلط ہے جس نے یہ معنی کئے ہیں یہ اس کی اپنی رائے ہے:۔
لغوی معنی ہیں، دَعِیٌّ فِی الْقَوْمِ لَیْسَ مِنْھُمْ ایک ایسا شخص جس کا باپ کسی دوسرے قبیلہ کا ہو مگر (وہ) کسی دوسرے قبیلے اور قوم کی طرف منسوب ہوتا ہو۔ (ص۲۷۶ مرزائی پاکٹ بک)
مثلاً مرزا صاحب مغل تھے (ص۳ تذکرۃ الشہادتین) مگر بنتے تھے فارسی الاصل (ص۱ تحفہ گولڑویہ) ماسوا اس کے اگر ہم یہی مان لیں تو بھی کوئی اعتراض نہیں کیونکہ اس

آیت میں کسی کا نام لے کر اس کو حرامزادہ نہیں کہا گیا بلکہ مومنوں کو ہدایت ہے کہ ایسے لوگوں سے بچو اور انکی اطاعت نہ کیا کرو، کیا بروں کی مجلس سے اجتناب کی تلقین کسی کو گالی ہے؟

عذر قرآن میں مخالفوں کو شَرُّ الْبَرِیَّۃِ یعنا بدتر مخلوق " (۶۷۴ مرزائی پاکٹ بک) کہا ہے۔

الجواب اول تو شرالبریہ کوئی گالی ہی نہیں۔ شر غیر مفید در مضر چیز کو کہتے ہیں اور لاریب جو شخص خدا کا منکر ہو اور صداقت کا دشمن، وہ نقصان رساں ہی ہے اور یقیناً جملہ مخلوق سے نقصان دہ ہے اب آئیے قرآن پاک سے دیکھیں کہ ایسا کس کو کہا گیا۔ ہے ملاحظہ ہو اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ عَاھَدْتَّ مِنْھُمْ ثُمَّ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَھُمْ۔الاٰیۃ (انفال ع) سب جاندار چیزوں سے زیادہ مضروہ ہیں جو منکر ہوئے اور ایمان نہیں لائے یہ وہ لوگ ہیں جن سے تو نے عہد باندھا پھر انہوں نے توڑ دیا اس عہد کو۔

ناظرین کرام! میں خدا کے نام پر آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ کسی بدعہد کو نقصان دینے والا کہنا گالی ہے؟ یہ تہذیب کے[1] ؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر یہ مرزئیوں کی ہی بدفہمی ہے کہ وہ تہذیب سے تو کورے ہیں۔ تہذیب کی تعریف بھی نہیں جانتے؟

عذر:۔ قرآن میں مخالفین کو کالانعام کہا گیا ہے۔

جواب ہم قرآن مجید کے الفاظ سامنے رکھ دیتے ہیں۔ ناظرین خود اندازہ لگا لیں اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوٰىہُ اَفَاَنْتَ تَکُوْنُ عَلَیْہِ وَکِیْلًا۔ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَکْثَرَھُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ اِنْ ھُمْ

[1] دیکھئے مسٹر صاحب نے باوجود صدق دل سے گالیوں سے اجتناب کا عہد کرنے کے پھر گالیاں نکالیں جس کا شاہد مقدمہ ہوا۔ وہ فریقین کے بنام محمدیہ کا نقصان ہوا اور منافرت بڑھی ۱۲ منہ

إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا (الفرقان ع ۴) بھلا دیکھو تو اس آدمی کا حال جو اپنی خواہشات کا پجاری ہے۔ کیا تو ایسے شخص کا ذمہ دار ہو سکتا ہے یا کیا تو خیال کرتا ہے کہ ایسے اشخاص سننے سمجھنے والے ہوتے ہیں؟ نہیں ایسے لوگ تو چارپایوں کی مانند ہوتے ہیں۔

معزز و منصف قارئین! اللہ کے لئے بتلاؤ اس آیت میں کونسی بداخلاقی ہے، کیا سخت گوئی ہے، کسی کو برا بھلا کہا گیا ہے؟ انصاف!

عذر:۔ قرآن نے کفار کو سؤر اور خنزیر کہا۔

جواب:۔ یہ بہتان ہے ہاں ایک گذشتہ واقعہ کی حکایت ضرور ہے کہ بنی اسرائیل کے بعض بداعمال و نافرمان لوگوں کو ان کی بار بار کی بداعمالی کے سبب ان کی شکلیں مسخ کی گئیں۔ کیا یہ گالی ہے؟

میں کہتا ہوں اگر ایسے ایسے غلط اعتراضات کی وجہ سے جو خدا اور اس کے صادق و مصدوق رسول علیہ السلام کی ذات والاصفات پر مرزائیوں کی طرف سے ہوتے ہیں۔ خدا کا غضب ان پر بھڑکے اور ان کی شکلیں مسخ کر دے اور کوئی مؤرخ اس واقعہ کو اپنی کتاب میں درج کرے۔ کیا کوئی عقلمند اس نقل کی وجہ سے مؤرخ کو بداخلاق، بدزبان کہے گا یقیناً نہیں۔

عذر ”اگر کوئی کسی کو کانا کہے تو دوسرے کا حق ہے کہ کہے میں کانا نہیں تم خود اندھے ہو، تمہیں میری آنکھ نظر نہیں آتی“ (احمدیہ پاکٹ بک مرزائیہ)

الجواب مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔
”ایک بزرگ کو کتے نے کاٹا اس کی لڑکی بولی آپ نے کیوں نہ کاٹ کھایا۔ جواب دیا بیٹی انسان سے کتا پن نہیں ہوتا۔ ایسا ہی انسان کو چاہیے کہ جب کوئی شریر گالی دے تو مومن کو لازم ہے کہ اعراض کرے نہیں تو وہی کتا پن کی مثال صادق آئے گی“

(تقریر مرزا مندرجہ رپورٹ جلسہ سالانہ منعقدہ قادیان ۱۸۹۷ء ص۹۹)

ملاحظہ ہو مرزا صاحب تو اس جگہ فعل ؑ سے بری ہونا چاہتے ہیں مگر ہمارے احمدی دوست ہیں کہ خواہ مخواہ مرزا صاحب کو اس صف میں لانا چاہتے ہیں جہاں ایسے نادان دوست ہوں وہاں مرزا صاحب کی دانا دشمنوں سے حفاظت بعینہ ایسی ہوگی فَرَّ مِنَ الْمَطَرِ وَ قَامَ تَحْتَ الْمِيزَابِ یعنی مینہ سے بھاگا اور پرنالے کے نیچے جا کھڑا ہوا مرزا صاحب کی روح یقیناً آپ کو کہتی ہوگی ؎

کئے لاکھوں ستم اس پیار میں بھی آپ نے ہم پر
خدانخواستہ گر خشمگیں ہوتے تو کیا ہوتا

عذر | گالی اور امرِ واقع میں فرق ہے۔ مطلب یہ کہ مرزا نے جو کچھ کہا ہے واقعی لوگ اس کے حقدار ہیں۔

الجواب | ۱۔ یہ مرزا صاحب کی گالیوں سے بھی بڑھ کر گالی ہے یعنی علماء اسلام فضلاء انام کو سچ مچ سؤر، کتے، بے ایمان، دجال وغیرہ بنانا مرزائیو! اللہ سے ڈرو۔ یقین جانو اس طرح مخالفوں کو بھی حق ہے کہ وہ ان جملہ القاب کا آپ کے مسیح موعود اور جملہ علماء احمدیہ کو حقیقی مصداق قرار دیں اور یقیناً امرِ واقع یہی ہے سا ایمان سے کہو اس سے تمہیں کچھ رنج ہوا ہے یا نہیں؟ اگر ہوا ہے تو یہی سمجھ لو کہ جن کے مسلم بزرگوں کو تمہارے مسیح موعود، نبی اللہ، رسول اللہ نے غیر شریفانہ طرز میں گالیاں دی ہیں:۔

(۲) الزامی جواب۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ کی سچی اطاعت اور نوع انسان کی بھلائی وہی شخص بجا لا سکتا ہے جو وقت شناس ہو ورنہ نہیں، مثلاً ایک شخص گو دُرست گو ہے مگر اپنی راستی کو حکمت کے ساتھ ملا کر استعمال نہیں کرتا بلکہ دیوانوں کی طرح بکتا ہے اور بے تمیزی سے ایک شریف خصلت

کو بے محل کام میں لاتا ہے تو وہ ایک حکیم منش کے نزدیک ہرگز قابل تعریف نہیں ٹھیرتا ایسے کو جاہل نیک بخت کہیں گے نہ دانا نیک بخت اگر کوئی اندھے کو اندھا اندھا کر کے پکارے اور پھر کسی کے منع کرنے پر یہ کہے کہ میاں کیا میں جھوٹ بولتا ہوں تو اسے یہی کہا جائیگا کہ بیشک تو راست گو ہے مگر احمق یا شریر کہ جس راستی کے اظہار کی تجھے ضرورت ہی نہیں اس کو واجب الاظہار سمجھتا ہے اور اپنے بھائی کے دل کو دکھاتا ہے۔" (شحنۂ حق صفحہ ۲۷ طاول سلسلہ تصنیفات لاہوری جلد ۲ صفحہ ۵۸)

مرزا صاحب کے کاذب ہونے پر آٹھویں دلیل

مرزا صاحب کے مغالطے

مرزا صاحب کی ساری عمر انہی چالوں میں گزری کہ عجب طرح کے بے تکے گول مول فقرات بنام الہامات مبنی بر پیشگوئیاں گھڑا کرتے تھے جیسا کہ ہم شروع میں اس کی متعدد امثلہ درج کر آئے ہیں۔ اس "کوڑھ پر کھاج" یہ کہ اس عیار عطار کی مانند جو بیماری کے دنوں میں ایک ہی بوتل سے ہر طرح کے شربت دیا کرتا ہے۔ کسی کو نیلوفر کی ضرورت ہوتی تو اسی سے نکال دیا کوئی بنفشہ لینے آیا تو اسی سے دے دیا۔ کوئی سکنجبین مانگے تو اسی سے الٹ دیا وغیرہ۔ مرزا صاحب بھی اپنے الہامات سے اسی طرح کام لیا کرتے تھے ایک ہی الہام ہوتا تھا حسب ضرورت اسے جگہ بہ جگہ چسپاں کر دیا کرتے تھے بطور نمونہ چند امثلہ درج کی جاتی ہیں:۔

مثال نمبر ۱ "۹ جنوری ۱۹۰۳ء قُتِلَ خَیْبَۃً وَّزِیْدَ ھَیْبَۃً ایک شخص جو مخالف از کچھ امید رکھتا تھا۔

وہ نا امیدی سے ہلاک ہو گیا اور اس کا مرنا ہیبت ناک ہو گا۔"
(ص البشریٰ جلد ۲ بحوالہ البدر جلد ۱ ص۱۲)
اس الہام میں عجب دورنگی ہے قتل صیغہ واحد مذکر غائب مجہول فعل ماضی ہے جس کے معنی ہیں مارا جا چکا زمانہ گزشتہ میں۔ چنانچہ مرزا جی بھی اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں "نا امیدی سے ہلاک ہو گیا" مگر آگے چل کر لکھتے ہیں "اس کا مرنا ہیبت ناک ہو گا" یعنی آئندہ۔ خیر اس میں تطبیق ہو سکتی ہے کہ مر تو گیا ہے مگر اس کی موت کا نتیجہ آئندہ برا اثر ڈالے گا۔ مگر مرزا صاحب کے ذہن میں یہ مفہوم نہ تھا بلکہ دورنگی تھی جو آگے آتی ہے بہر حال اس الہام میں کسی کے نامراد و ناکام مرنے کا ذکر ہے گورا دلوں کی طرح گول مول اور بلا تعین ہے آگے چلیے خدا کی قدرت اس الہام کے دو چار دن بعد ہی ایک غریب ماشکی جو مرزا صاحب کا ملازم تھا مر گیا تو مرزا صاحب نے ہاں ان مرزا صاحب نے جن کا دعویٰ تھا کہ:۔

"میں نبی ہوں۔ اور نبیوں کے جملہ افعال و اقوال اور خیالات سب تصرف باری سے ہوتے ہیں (ص ریویو جلد دوم)

یوں فرمایا:۔

"ایک سقہ مر گیا اسی دن اس کی شادی تھی آپ نے فرمایا مجھے خیال ہے کہ قُتِلَ خَيْبَةً وَزِيْدَ هَيْبَةً جو وحی ہوئی تھی وہ اسی کی طرف شارہ ہے" (اخبار بدر ص جلد ۲ مؤرخہ ۱۰ فروری ۱۹۰۳ء ڈائری ۴ جنوری ۱۹۰۳ء)

تبصرہ: دراصل اس الہام میں کسی مخالف کی گزشتہ ناکام موت کا ذکر تھا۔ مگر اس جگہ مرزا نے عجب ہوشیاری سے اسے ماشکی پر لگا دیا ہے خیر یہ تو ان کی ایک معمولی عادت تھی۔ آگے چلیے۔ ملک کابل میں مرزا صاحب کے دو مرید میاں عبدالرحمن و مولوی عبداللطیف سنگسار کیے گئے تو مرزا صاحب نے رسالہ تذکرۃ الشہادتین ص حاشیہ پر مؤرخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو لکھا:۔

"اس سے پہلے ایک صریح وحی الٰہی مولوی عبداللطیف کی نسبت ہوئی تھی یہ وحی البدر ۱۶ جنوری ۱۹۰۳ء کالم ۲ میں شائع ہو چکی ہے جو مولوی صاحب کے مارے جانے کے بارے میں ہے اور وہ یہ ہے قُتِلَ خَیْبَۃً وَّزِیْدَ ھَیْبَۃً یعنی ایسی حالت میں مارا گیا کہ اس کی بات کو کسی نے نہ سنا۔ اور اس کا مارا جانا ہیبت ناک امر تھا یعنی لوگوں کو بہت ہیبت ناک معلوم ہوا اور اس کا بڑا اثر دلوں پر ہوا۔"

برادران! مرزا صاحب کی چالاکیوں اور مغالطوں پر غور کیجئے۔ کہاں ایک گول مول بے تکا فقرہ بے تعیین اور جس میں کسی مخالف کی گزشتہ موت کا حوالہ تھا پھر کہاں قادیان کا ایک بے ضرر غریب ماشکی جو مرزا کے گھر پانی بھرا کرتا تھا اور کہاں عبداللطیف کابلی مرزائی جو نہ مخالف مرزا تھا اور نہ اس کی موت ناکام و نامراد تھی بلکہ اگر مرزا صاحب صادق تھے تو اس کی موت اعلیٰ شہادت تھی نہ کہ نامرادی کی۔ پھر مرزا یہ کہتے ہیں۔ عبداللطیف کی موت کا صریح الہام تھا:

مثال نمبر ۲ ۱۸۸۲ء، ۱۸۸۴ء کے درمیانی زمانہ میں بوقت تالیف براہین احمدیہ، مرزا صاحب نے ایک الہام سنایا تھا:-

شَاتَانِ تُذْبَحَانِ وَکُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ

دو بکریاں ذبح کی جائیں گی اور زمین پر کوئی نہیں جو مرنے سے بچ جائے گا۔ کوئی چار روز پہلے اس دنیا کو چھوڑ گیا کوئی پیچھے سے چلا گیا۔" (ص ۵۱۰ حاشیہ ۳ براہین احمدیہ)

دیکھیے تعیین و تخصیص عام رنگ کا الہام ہے دنیا میں ہر روز ہزارہا بکرے ذبح ہوتے ہیں۔ خود مرزا صاحب کو ایک "الہام" ہوا "تین بکرے ذبح کیے جائیں گے" آپ نے تین بکرے اس کے بعد ذبح کر دیئے (ص ۱۰۵ البشریٰ جلد ۲)

جو ایک معمولی بات ہے مگر چونکہ مرزا صاحب کا مطلب ان جیسے الہاموں کے گھڑنے سے کچھ اور ہی تھا۔ چنانچہ اس الہام پر جب قریباً ۱۵ برس گزر گئے تو منکوحہ آسمانی کی پیشگوئی کے دوران میں آپ کو یہ یاد آیا۔ پھر کیا تھا نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ آپ نے جھٹ سے اس الہام کو آسمانی خسر اور زمینی رقیب مرزا احمد بیگ و سلطان محمد پر لگا دیا کہ دو بکریوں سے یہ مراد ہیں جو یقیناً ذبح ہوں گی (ص۵ ضمیمہ انجام آتھم)

چونکہ قدرت کو مرزا کا کذب منظور تھا وہ بھی اچھی طرح ذلت و خواری کے بعد اس لئے سلطان محمد نہ مرا اور یہ الہام جوں کا توں رہ گیا آخر سوچتے سوچتے ۱۹۰۳ء میں اسے بھی عبداللطیف و عبدالرحمٰن کابلی مقتولوں پر چسپاں کرنے کی سوجی۔ چنانچہ آپ نے بکمال "شان نبوت" اس الہام کو ان کی موت پر لگا دیا:۔

"خدا تعالیٰ (براہین احمدیہ میں) فرماتا ہے دو بکریاں ذبح کی جائینگی یہ پیشگوئی مولوی عبداللطیف اور ان کے شاگرد عبدالرحمٰن کے بارے میں ہے جو پورے تیئس برس بعد پوری ہوئی" (ص۷۰ تذکرۃ الشہادتین)

ہندو۔ مسلم۔ سکھ اور مسیح بھائیو! کہو "غلام احمد کی جے"

مثال نمبر ۳ ۱۔۲۔مئی ۱۹۰۴ء کے اخبار الحکم صفحہ ۹ پر مرزا صاحب کے کئی الہام درج ہیں۔ ان میں سے بکم جون ۱۹۰۴ء کا الہام یہ ہے:۔

عَفَتِ الدِّیَارُ مَحَلُّهَا وَمُقَامُهَا

خطوط وحدانی کے اندر اس کے آگے لکھا ہے (متعلق طاعون) اسی کی ضمیمہ مزید تشبیہ طاعونیت۔ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱۰ ص۷ تا ص۸ میں یوں کی

لہ یہ بھی مرزا صاحب کا ایک الہام ہے۔ ملاحظہ ہو ص۴۲ مکاشفات۔ مرزا۔ ۱۲ منہ

گئی ہے :۔

دوستو! میں نے خدا کی طرف سے اطلاع پاکر یہ وحی شائع کرائی تھی عَفَتِ الدِّیَارُ مَحَلُّھَا وَمُقَامُھَا دیکھو اخبار الحکم ۳۰۔مئی ۱۹۰۴ء (غلط ہے صحیح ۳۱۔مئی ہے ناقل) نمبر ۱۸ جلد ۸ کالم ۲ (یہ بھی جھوٹ ہے کالم ۴ میں ہے) قرآن میں بھی آتا ہے کہ طاعون اس کثرت سے ہوگی کہ کوئی جگہ پناہ کی نہ رہیگی میرے الہام عفت الدیار محلھا و مقامھا کے یہی معنی ہیں"

معلوم ہوا کہ اس الہام میں طاعون کی پیشگوئی ہے مگر اب مرزا صاحب کی استادی دیکھو کہ ۴۔اپریل ۱۹۰۵ء کو پنجاب میں زلزلہ عظیم آیا تو مرزا صاحب نے جھٹ سے الہام کو بیالاک عطار کی طرح اس زلزلے پر لگا دیا چنانچہ اشتہار "الانذار" مؤرخہ ۸۔اپریل ۱۹۰۵ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۸ پر یوں لکھا:۔

"دیکھو وہ نشان کیسا پورا ہوا۔ پیشگوئی اس زلزلہ سے پہلے شائع کر دی گئی۔ پیشگوئی یہ ہے عفت الدیار محلھا و مقامھا اے عزیز و اس کے یہی معنی ہیں کہ محلوں اور مقاموں کا نام و نشان نہ رہیگا۔ (سبحان اللہ کیا عربی دانی ہے لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل) طاعون تو صرف صاحب خانہ کو لیتی ہے مگر جس حادثہ کی اس وحی میں خبر دی گئی تھی اس کے معنی تو یہی ہیں نہ خانہ رہے گا نہ صاحب خانہ سو خدا کا فرمودہ پورا ہوا"

دیکھا جناب کہ ایک ہی الہام سے طاعون مراد لی اور وہ بھی بصورت حصر اور قرآن کی تائید سے، اور پھر اسی سے زلزلہ بھی :۔

مغالطہ در مغالطہ | اس الہام کو سناتے وقت تو اسے متعلقہ طاعون بتلایا کیا اور اس کے بعد اشتہار الوصیت میں بھی

بڑے زور سے "یہی" کے لفظ سے طاعون کے بارے میں کہا مگر جب زلزلہ پڑ گیا اور لوگوں نے اس پر اعتراض کیا کہ پہلے آپ اسے طاعون کے متعلق کہہ چکے ہیں تو جواب دیا کہ:-

"اسے طاعون کے متعلق لکھنا ایڈیٹر الحکم کی غلطی ہے اور اجتہادی غلطی انبیاء سے بھی ہو جاتی رہی ہے" (ص۵ ضمیمہ نصرۃ الحق)

کس قدر مغالطہ ہے ایڈیٹر الحکم کی کیا مجال کہ وہ "حضرت مسیح موعود نبی اللہ" کی زندگی میں ان کے پاس رہتے ہوئے از خود ان کے ایک گول مول الہام کو متعین کر دے۔ اسے بھی چھوڑو بھلا اخبار الحکم کے الفاظ پر تو یہ عذر کر دیا۔ مگر ہاتھی کے کانوں جتنے لمبے طویل طویل اشتہار "الوصیت" میں بھی ایڈیٹر الحکم نے اسے طاعون کے متعلق لکھا ہے؟ وہ تو خود مرزا صاحب کا اشتہار ہے۔ کہئے اس کی کیا تاویل ہے؟

مثال نمبر ۴ البشریٰ جلد ۲ ص۹۹ پر الہام:- "خدا نے اس کو اچھا کرنا ہی نہیں تھا الخ"

گو ایک سابقہ مرید کی صحت پر لگایا ہے مگر صفحہ ۲۶ تتمہ حقیقۃ الوحی کہا گیا "مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کی موت کے بارے میں یہ الہام تھا"

مثال نمبر ۵ ایسا ہی البشریٰ جلد ۲ ص۱۰ پر الہام درج ہے "۷۴ سال کی عمر انا اللہ" اور اخبار الحکم ۱۰ ستمبر ۰۳ء میں لکھا کہ یہ الہام اس شخص کے متعلق ہے جس کا خط آیا ہے کہ میں نے ۷۴ سال یونہی عیاشیوں میں تندرستی خراب کر دی۔ مگر تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۶ پر اسے بھی مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کی موت پر چسپاں کر دیا۔

اس قسم کے مغالطوں کی بیسیوں مثالیں الہامات مرزا میں موجود ہیں مگر بخوف طوالت اسی پر بس کر کے چند ایک دوسری قسم کے مرزا صاحب کے متعلق مغالطے دیئے جاتے ہیں کہ صاحب مخالف لوگ بھولے سے مرزا صاحب کے غیر

صادق ہونے کو ملاحظہ فرمالیں:۔

مثال نمبر ۶ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے موعود حضرت مسیح ابن مریم علیہما السلام کو فرمایا ہے چونکہ مرزا صاحب کا نام غلام احمد اور ماں کا نام چراغ بی بی تھا اس لئے آپ نے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کو یہ چال چلی کہ بعض " اکابر صوفیہ " کی کتابوں میں تصرف کر کے کہا کہ آنے والا مسیح صرف بروزی رنگ میں ہے نہ کہ حقیقی۔ چنانچہ ایک شخص نے مرزا جی سے سوال کیا کہ " صرف الفاظ عیسٰی یا مسیح اگر احادیث میں ہوتا تو مثل کی گنجائش تھی لیکن ابن مریم سے اصل ہی کا آنا ثابت ہوتا ہے " جواباً مرزا جی نے لکھا:۔

"ہم بھی کہتے ہیں مثیل آیا۔ مگر بطور بروز۔ دیکھو تو اقتباس "نام کتاب جس میں لکھی ہیں یہ تمام رموز۔ روحانیت کمل گاہے بر ارباب ریاضت چناں تصرف میفرماید کہ فاعل افعال شان میگردد و ایں مرتبہ را صوفیا بروز میگویند و بعضے برانند کہ روح عیسٰی در مہدی بروز کند و نزول عبارت ازیں بروز است مطابق ایں حدیث لا مَهْدِیَ اِلَّا عِیْسٰی (ایام الصلح اردو حاشیہ صفحہ ۱۳۵)

اسی کتاب کے صفحہ ۱۴۸ پر لکھتے ہیں:۔

"کتاب اقتباس الانوار میں جو تصنیف شیخ محمد اکبر صابری ہے۔ جس کو صوفیوں میں بڑی عزت سے دیکھا جاتا ہے یہ عبارت لکھی ہے"

تحریر مذکورہ میں مرزا صاحب نے " حضرت شیخ محمد اکرم صابری " کی مقدس وذی حرمت ہستی کا سکہ بٹھاتے ہوئے اپنی من گھڑت " تاویل (آمد مسیح بصورت بروز) کی تائید میں ان کی کتاب کو پیش کیا ہے۔ حالانکہ کتاب اقتباس الانوار میں اس بروز وغیرہ کے عقیدے کو بغایت بودا لکھا ہے۔ چنانچہ عبارت ذیل ملاحظہ

بجوہ۔

"وبعضے برآنند کہ روح عیسیٰ در مہدی بروز کنند و نزول عبارت ازیں بروز است مطابق حدیث لا مہدی الا عیسیٰ و ایں مقدمہ بغایت ضعیف است۔" (ص۵۲)

آگے چل کر صفحہ ۷۲ پر فرماتے ہیں:۔

"یک فرقہ برآں رفتہ اند کہ مہدی آخرالزمان عیسیٰ ابن مریم است و ایں روایت بغایت ضعیف است زیراکہ اکثر احادیث صحیح و متواتر از حضرت رسالت پناہ در ود یافتہ کہ مہدی از بنی فاطمہ خواہد بود و عیسیٰ بن مریم باو اقتدا کردہ نماز خواہد گزارد و جمیع عارفین صاحب تمکین بریں متفق اند!"

حضرات! ملاحظہ ہو اس تحریر میں بالفاظ اصرح حضرت شیخ محمد اکرم صاحب صابری جن کے نام پر مرزا صاحب نے عوام کو مغالطہ دیا ہے اس قول کو مردود قرار دیتے ہیں اور حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کے نزول کو احادیث صحیحہ و متواترہ سے مدلل و مبرہن بتا کر جمیع عارفان با تمکین کا متحدہ و متفقہ عقیدہ ظاہر فرماتے ہیں:۔

بھائیو! یہ ہے دیانت اور ایمانداری مرزا صاحب مدعی نبوت و رسالت کی کہ جس کو بتلاتے ہیں شیخ محمد اکرم صاحب کے نام کی اور اقوال وہ پیش کرتے ہیں جنہیں خود شیخ موصوف مردود کہہ چکے ہیں۔ قطع نظر اس منصوبہ مرزا کے شیخ موصوف کی عبارت سے واضح ہے کہ روایت لا مہدی الا عیسیٰ بغایت ضعیف ہے۔

احمدی دوستو! دیکھو تمہارے نبی کے مسلمہ بزرگ کی زبان سے ثابت ہو گیا ہے کہ مرزا صاحب مہدی و مسیح کو ایک بتاتے اور روایت لا مہدی الا عیسیٰ کو صحیح سمجھنے میں جھوٹے ہیں کہو تم اس اکابر صوفیا متاخرین

یووہ اندہ کے قول پر ایمان لاتے ہو یا ان کی بزرگی و للٰہیت کا انکار کر کے مرزا صاحب کی تکذیب پر آمادہ ہو سہ

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مثال نمبر۲ مرزا صاحب نے تو ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی امرتسری سے پندرہ دن مباحثہ کرنے کے بعد یہ محسوس کرتے ہوئے کہ میرے آسمانی عجائبات، روحانی معارف، قادیانی علم کلام سے ایک بھنگی بھی متاثر نہیں ہوا۔ آخری روز یہ پیشگوئی جڑ دی کہ میرا حریف اور مدمقابل پندرہ ماہ میں بسزائے موت ہاویہ میں گرے گا۔ ایسا نہ ہو تو مجھے لعنتی ٹھیرا کر پھانسی کے تختے پر لٹکا دینا وغیرہ۔

قدرت کے بھی عجیب کام ہیں کہ وہ سال خوردہ بڈھا جو قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا۔ ان پندرہ ماہ میں شکار موت تو درکنار معمولی معمولی امراض زکام وغیرہ سے بھی محفوظ و مامون رہا۔ جس سے قادیانی قصر نبوت میں تہلکہ مچ گیا۔ بڑے بڑے منفرب حواری جو آہنی میخوں اور چوبی شہتیروں کی مانند اس کے مامن و ملجا اور زینت و آرائش تھے، ڈگمگا اٹھے اور کئی ایک مریدان باصفا عیسائی ہو گئے [۱]۔

تب مرزا صاحب نے یہ "عذر گناہ بدتر از گناہ" پیش کیا کہ وہ عبداللہ آتھم دل میں ڈر گیا ہے۔ چنانچہ میرے ملہم نے مجھے اس کی اطلاع دی ہے۔ اگر آتھم انکاری ہو تو حلف مؤکد بعذاب میعادی ایک سال اٹھا دے۔

مقصود اس سے مرزا جی کا یہ تھا کہ بصورت قسم کھانے عبداللہ آتھم کے اول تو پہلی رسوائی دور ہو جائیگی۔ دوم آئندہ ایک سال کے لئے مہلت بڑھ جائیگی جس کے دوران میں اگر اتفاقاً مر گیا تو چاندی ہے ورنہ اور حیال ہیاں گے

[۱] ملاحظہ ہو صفحہ ۲۷ انوار الاسلام مصنفہ مرزا صاحب۔

اور یہ دیر لگے رجوع بحق کی شرط الہام میں موجود ہے۔ سو عبداللہ آتھم نے قسم کھانے سے انکار کر کے رجوع ثابت کر دیا۔ کیونکہ عیسائی مذہب میں قسم کھانا ممنوع ہے اور آتھم نے قسم نہ کھا کر ترک عیسائیت کا ثبوت دیا ہے۔

فہم محجوب

مرزائی صاحب! آتھم اپنے مذہب سے پورا ماہر، دوربین، نکتہ شناس تھا۔ وہ جو قسم کھلوا رہے تھے ... نے والا تھا۔ اس نے صاف کہہ دیا کہ حضرت عیسیٰ ... میں تو ... نہیں ... نے والا نہیں ہوں۔ کیا آپ کے خونی فرشتوں کو پہلے موقع ... نے ... میں لائے ... ایک سال کی مہلت مانگتے ہو۔ باقی رہا ... ہے کہ ... سو جبکہ میرے مذہب میں ممنوع ہے تو میں کیسے ... سکتا ہوں۔

تو مرزا صاحب نے باوجود یہ جاننے کے کہ واقعی آتھم کے مذہب میں قسم کھانا ناروا ہے، اپنے مریدوں اور عامہ اہل اسلام اور متبعین کو یہ دھوکا دینے کو یہ مغالطہ دیا کہ

(۱) وہ ایک جھوٹا عذر کر رہے ہیں کہ ہمارے مذہب میں قسم کھانا ممنوع ہے۔" (اشتہار انعامی چار ہزار صـ۲)

(ب) سب جھوٹے رسالے میں کہ قسم کھانا ممنوع ہے" (تریاق القلوب صـ۹۸)

یہ کس قدر شوخی ہے کہ ایک صحیح بات سے انکار کر کے عوام کو دھوکہ دیا ہے۔

مرزائی دوستو! اگر اس تحریر کی بنا پر تم کسی مجلس مناظرہ یا پرائیویٹ گفتگو میں عبداللہ آتھم کے اس عذر "ہمارے مذہب میں قسم کھانا ممنوع ہے" کو جھوٹا بتاؤ کہ اٹھو اور مخاطب علاوہ انجیل کے خود تمہارے مجدد مسیح قادیانی مرزا صاحب قادیان کی کتاب کشتی نوح کا صفحہ ۲ نکال کر تمہارے روبرو پیش کر دے جس میں مرزا صاحب صاف اقراری ہیں کہ:-

"قرآن انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ ہرگز قسم نہ کھاؤ"۔
تو بتلاؤ اور ایمانداری سے بتلاؤ کہ اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی؟

مثال نمبر ۸ مرزا صاحب ابتداءً ایک مسلم الہام یافتہ کی حیثیت میں ظاہر ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے اس کے اوپر کے زینہ پر قدم رکھا یعنی اپنی وحی کو انبیاء کرامؑ کی وحی کی مانند قرار دیا۔ تب بقول مرزا صاحب بعض علماء نے اس قسم کی وحی کے نزول سے انکار کیا۔ جس کے جواب میں مرزا جی نے حضرت مجدد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر اپنی تائید میں بایں الفاظ پیش کی:۔

"امام ربانی اپنے مکتوبات میں صاف لکھتے ہیں کہ غیر نبی بھی مکالمات حضرت احدیت سے مشرف ہو جاتا ہے اور ایسا شخص محدث کے نام سے موسوم ہوتا ہے اور انبیاء کرام کے مرتبہ سے اس کا مرتبہ قریب واقع ہوتا ہے (براہین احمدیہ صفحہ ۵۴۶)

حضرت مجدد صاحب کی تحریر کے جن کے الفاظ غیر نبی، محدث کو ہم نے نمایاں کر کے لکھا ہے۔ ناظرین انہیں یاد رکھیں۔ اس کے بعد جب مرزا جی نے کھلم کھلا نبوت کا دعویٰ کیا تو انہی حضرت مجدد صاحب کی اسی تحریر کو یوں نقل کیا:۔

مجدد سرہندیؒ نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے وہ نبی کہلاتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیے اس جگہ مرزا صاحب نے ایسے صریح

الفاظ میں عوام کو مغالطہ دیا ہے کہ لفظ غیر نبی محدث کو اڑا کر نبی کا لفظ لکھ دیا وہ بھی بایں طرز کہ جن الفاظ کو حضرت مجددؒ صاحب کی طرف منسوب کیا ہے ان پر خود معنی دیئے گویا اصل الفاظ حضرت موصوف کے ہیں۔ معاذ اللہ کتنی مجرمانہ جرأت اور بے باکانہ جسارت ہے کہ بے خبر لوگوں کو مغالطہ دینے کے لئے دعویٰ نبوت کاذبہ کو منوانے کے لئے مقبولانِ خدا کی تحریروں میں خیانت کی جاتی ہے اور بس

زمیں پہ ہے نہ پہنچے گا تمہاری ستم کیشی کو
تحریف جو کر چکے ہیں تم سے پہلے فتنہ گر لاکھوں

مثال نمبر ۹ صوفیائے عظام میں ایک بزرگ شیخ ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب "فصوص الحکم" میں ایک پیشگوئی کی ہے کہ:

"بنی نوع انسان میں ایک آخری لڑکا ہوگا جس کے بعد (انسانی نسل منقطع) [illegible] چنانچہ لوگ اس وقت بکثرت نکاح کریں گے مگر ان کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوگی۔ اس لڑکے کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوگی جو اس سے پہلے نکلے گی اور وہ بعد پیدا ہوگا۔ اس کا سر اس لڑکی کے پاؤں کے ساتھ ملا ہوگا۔ وہ لڑکا ملک چین میں پیدا ہوگا۔ اس کی بولی بھی چینی ہوگی وہ لوگوں کو خدا کی طرف [illegible] [illegible]"

[illegible] چین میں پیدا ہو کر [illegible] مرزا صاحب نے [illegible]

[illegible] ہو تو ہے

[illegible] [illegible] پیدائش چین میں [illegible] مرزا صاحب بلکہ ان کا

ملہم بشرطیکہ کوئی ہو چین کی زبان سے اتنا ہی نابلد تھا جتنا ایک گھاس خور راس کے ذائقہ سے۔

اس لئے مرزا صاحب نے اپنی مایہ ناز کتاب حقیقۃ الوحی میں لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کو شیخ موصوف کی پیشگوئی میں یوں تحریف کی کہ:-

"شیخ ابن عربی نے لکھا ہے کہ وہ چینی الاصل ہوگا۔" (ص۲۰۱)

صاحبانِ دیانت غور فرمائیں کہ شیخ موصوف تو لکھتے ہیں یکون مولدہ بالصین اس کی ولادت سرزمین چین میں ہوگی وَ لُغَتُہٗ بَلَدِیۃٌ اس کی بولی اس شہر کی ہوگی۔ مگر مرزا صاحب کس دلیری سے ان کی عبارت میں تحریف بلکہ مکمل تبدیلی کرتے ہیں کہ ابن عربی نے لکھا ہے وہ چینی الاصل ہوگا واہ رے تیری مسیحائی! مطلب اس تحریف سے مرزا جی کا یہ تھا کہ اس پیشگوئی کو وسعت دی جائے۔ چنانچہ بعد تحریف کے اسکو اپنے وجود پر یوں لگایا ہے:

"اس پیشگوئی سے مطلب یہ ہے کہ اس خاندان میں ترک کا خون ملا ہوگا۔ ہمارا خاندان جو بلحاظ شہرت کے لحاظ سے مغلیہ خاندان کہلاتا ہے اس پیشگوئی کا مصداق ہے۔" (حقیقۃ الوحی حاشیہ ص۲۰۱)

اس پر سینہ زوری کہ یہ عالم ہے کہ تحت ترین مکروہ اور فریبی انداز میں لکھتے ہیں:-

"کوئی نرا بے حیا نہ ہو تو اس کے لئے اس سے چارہ نہیں کہ میرے دعویٰ کو اسی طرح مان لے جیسا کہ اس نے آنحضرت صلعم کی نبوت کو مانا ہے۔" (ص۴۱ تذکرۃ الشہادتین)

بڑی باریک ہیں واعظ کی چالیں

مثال نمبر ۱ ۱۸۸۶ء میں مرزا صاحب کی بیوی حاملہ تھی۔ تب آپ نے ۲۰ فروری کو بطور پیشگوئی اشتہار دیا کہ ہمارے گھر لڑکا پیدا ہوگا جو گویا ایسا ہوگا جیسا خدا آسمانوں سے اتر آیا وغیرہ:

اس حمل سے تو لڑکی پیدا ہوئی۔ مگر بعض کے دوسرے حمل سے موزخہ

۷۔ اگست ۱۸۸۶ء کو ایک لڑکا پیدا ہوا جسے مرزا صاحب نے مصلح موعود ظاہر کیا۔ خدا کی قدرت سے کہ وہ لڑکا اپنی عمر کے سولھویں مہینے میں واپس بلایا گیا۔ (ص ۱ حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر۔ سبز اشتہار)

پھر کیا تھا مولوم لعین نے مرزا صاحب کو دھر رگڑا اور گرما گرم تحریرات سے ان کے سینہ مملو از کینہ کو خوب جلایا۔ جواباً مرزا صاحب نے بھی علاوہ ایک ایسا ہی دس دس سنانے کے یہ بھی گل کھلایا کہ:۔

"حضرت موسیٰ نے بعض پیشگوئیوں کے سمجھنے میں اجتہادی طور پر غلطی کھائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خیال اجتہادی غلطی تھا۔"
(ص ۵ سبز اشتہار رحاشیہ)

اس سے بھی بڑھ کر آپ نے اپنی نفسانی باد سموم سے گلستان رسالت کو جلانے کی یوں ناپاک کوشش کی کہ:۔

"بائیبل میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل کے چار سو **نبی نے ایک بادشاہ کی فتح کی نسبت خبر دی اور وہ غلط نکلی** مگر اس عاجز کی پیشگوئی میں کوئی الہامی غلطی نہیں" (حوالہ مذکور)

اس تحریر پُر تزویر کو مان کر کون ملانا ہے جو سلسلہ انبیاء کرام کو بنظر عزت و تکریم دیکھے گا:

اف قہر نبوت پر کس غضب کا بم مارا ہے کہ چار سو نبی کی خبر غلط نکلی معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ مگر کیا یہ صحیح ہے؟ نہیں ہرگز نہیں! سو ہزار بار نہیں! مرزا صاحب نے اس جگہ دجل سے کام لے کر اس مقام کی بنا پر لوگوں کو مغالطہ دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ نبی خدا کے نبی نہ تھے بلکہ کاذب پرست تھے جو مرزا صاحب کی طرح اپنے آپ کو نبی کہلاتے تھے چنانچہ ہم یہ عبارت بائیبل سے آگے چل کر نقل کریں گے (ملاحظہ ہو ص ۳۳۳)

مرزائی صاحبان نے اس صریح جھوٹ اور بدیہی مغالطہ کو صحیح بنانے

کی حتی الامکان پوری کوشش کی ہے اس لئے ہم ان کی قدر کرنے کو ان کے جملہ عذرات آپ کے سامنے پیش کر کے ان کا جواب دیتے ہیں :۔

ہم نے اخبار اہلحدیث مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۲۱ء میں مرزا صاحب کے نہائی مغالطہ باز ہونے پر یہ قصہ بطور دلیل پیش کیا تھا جس کے جواب میں مولوی اللہ دتا قادیانی مبلغ نے قلم اٹھایا چنانچہ انہوں نے جو لکھا ہے درج ذیل ہے:

قادیانی مجیب کا پہلا عذر یہ ہے کہ :۔

"بائیبل کے چار سو نبی بائیبلی محاورہ کے مطابق نبی تھے اور یہ بات عیسائیوں اور یہود پر حجت ہے (حضرت مرزا صاحب کے بیان کا یہی مقصد ہے۔" (الفضل ۱۰ نومبر ۱۹۲۱ء)

اس عبارت کا بظاہر یہی مفہوم ہے کہ مرزا صاحب انہیں خود تو نبی نہیں سمجھتے تھے البتہ بطور حجت ملزم کے یہود و نصاریٰ کا منہ بند کیا گیا ہے حالانکہ صریح غلط بیانی ہے مرزا صاحب یقیناً انہیں صادق نبی اللہ ظاہر کرتے تھے اسی لئے تو انہوں نے سبز اشتہار کی عبارت میں اپنی جھوٹی پیشگوئی کی نظیر میں ان کی غلط خبر کو پیش کیا ہے وہ بھی یوں کہ ان کے مقابلہ پر اپنے لئے "عاجز" کا لفظ استعمال کرتے ہوئے۔ ناظرین کرام! آپ ورق الٹ کر اس مقام کی عبارت کو دوبارہ ملاحظہ فرمائیں مزید وضاحت کیلئے ہم مرزا صاحب کی دو ایک اور تحریریں بھی پیش کرتے ہیں جن سے ہر ایک منصف مزاج اور متدین شخص پر بخوبی عیاں ہو جائے گا کہ مرزا جی نے ان اشخاص کو صادق انبیاء کی شکل میں یہود و نصاریٰ ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کے سامنے پیش کیا ہے ملاحظہ ہو مرزا صاحب راقم ہیں :۔

(۱) مولوی محی الدین صاحب لکھو کی اور مولوی عبدالحق صاحب غزنوی نے مرزا صاحب کو بہ تمسک اپنے الہامات کے ملحد و کافر و جہنمی لکھا تو ان کے جواب میں مرزا صاحب نے کہا :۔

کہ الہام رحمانی بھی ہوتا ہے اور شیطانی بھی ۔ ۔ ۔ یہ دخل کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے مگر بلا توقف نکالا جاتا ہے اسی کی طرف اللہ جل شانہ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّا اِذَا تَمَنّٰی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْٓ اُمْنِیَّتِهٖ[1] اور ایسا ہی انجیل میں بھی لکھا ہے کہ شیطان اپنی شکل نوری فرشتوں کے ساتھ بنا کر بعض لوگوں کے پاس آجاتا ہے دیکھو خط دوم قرنتیوں ۱۱ باب آیت ۱۴ اور مجموعہ توریت میں سے سلاطین اول ۲۲ باب آیت ۱۹ میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیشگوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اسی میدان میں مرگیا اس کا سبب یہ تھا کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا ۔ ۔

[1] یوں تو مرزا کا دعویٰ تھا کہ میرا ہر قول و فعل وحی الٰہی سے ہے منقول از ریویو جلد ۲ ۔ مگر حالت یہ ہے کہ دیگر صدہا اغلاط تو درکنار خود قرآن پاک کی بیسیوں آیات غلط لکھیں ۔ اسی جگہ دیکھیے ایک آیت میں دو غلطیاں پہلے تو لفظ مِنْ قَبْلِكَ ہضم پھر لا ندارد ۔ صحیح آیت یوں ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓی پ ۱۷ ع ۱۳ ۔ اس پر طرفہ یہ کہ اس سے دوسرے روز کتاب حقیقت المہدی لکھی جس کے صفحہ ۹۲ پر باوجود یہ ڈینگ مارنے کے روح القدس کی قدسیت ہر وقت ، ہر دم ، ہر لحظہ ، بلا فصل ملہم کے تمام قویٰ میں کام کرتی ہے ۔

حقیقت المہدی صفحہ ۲۲ پر اسی آیت کو پھر غلط ہی لکھا ۔ وہاں بھی یہ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ حافظ بنگیا میں تمیں برس سے ۔

ان نبیوں نے دھوکا کھا کر زبانی سمجھ لیا تھا گویا وہ نبی تو صادق تھے۔ مگر انہیں دھوکا لگا) صفحہ ۶۱۹ ازالہ اوہام و صفحہ ۲۷۴ طبع ۲

(ب) "جو شخص شیطانی الہام کا منکر ہے وہ انبیاء علیہم السلام کی تمام تعلیموں کا انکاری ہے اور نبوت کے تمام سلسلہ کا منکر ہے بائیبل میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ چار سو نبی کو شیطانی الہام ہوا[1] تھا اور انہوں نے الہام کے ذریعہ سے جو ایک سفید جن کا کرتب تھا ایک بادشاہ کی فتح کی پیشگوئی کی آخر وہ بڑی ذلت سے مارا گیا"، الخ (صفحہ ۱ ضرورۃ الامام)

ان تحریروں سے صاف عیاں ہے کہ مرزا صاحب ان چار سو اشخاص کو درحقیقت نبی اللہ جانتے اور مانتے تھے اور یہ بھی کہ مرزا جی ان کی مثال اہل اسلام کے سامنے پیش کر رہے ہیں نہ کہ یہود و نصاریٰ کے روبرو۔ پس مرزائی مولوی کا مغالطہ قابل افسوس ہے۔

ناظرین کرام! چونکہ یہ اعتقاد سخت گندہ ہے کہ یوں کھلے بندوں انبیاء کرام کی ایک کثیر تعداد کو شیطانی پھندے میں پھنسا ہوا تسلیم کیا جائے وہ بھی اس رنگ میں کہ آخری وقت تک وہ اپنی کذب گوئی پر مصر بلکہ حسب بیان بائیبل لڑنے مرنے پر نظر آئیں اور یہ لڑائی بھی ایک صادق نبی کے ساتھ ہو جو رو در رو کہہ رہا ہے کہ یہ پیشگوئی جھوٹی ہے (جیسا کہ آگے چل کر ہم یہ تمام واقعہ نقل کریں گے) اس لئے مرزائی مجیب اس مقام پر فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ کا زندہ نمونہ بن رہا ہے۔ اگر وہ ان کو نبی تسلیم کرتا ہے تو علم و دیانت پر چھری پھرے

[1] یہ بھی مرزا صاحب کا جھوٹ ہے بائیبل میں صاف مرقوم ہے کہ وہ الہام ایک روح یعنی فرشتہ کی طرف سے بدعاء الٰہی "تھا تاکہ شاہ اخی اب ذلت کی موت مرنے کو میدان میں نکلے ۱۲ منہ۔

کے علاوہ اس کا ضمیر بھی اسے ملامت کرتا ہے اور اگر نبی نہیں مانتا تو مرزا صاحب کی نبوت جو ذریعہ معاش ہے ہاتھ سے چھوٹی جاتی ہے۔ بیچارہ کرے تو کیا کرے آخر بعد غور و فکر ان لوگوں کی راہ چلتا ہے۔ جن کے حق میں وارد ہے:

"وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا"

ایک تیسری صورت نکالتا ہے کہ وہ اشخاص نہ نبی تھے نہ متنبی بلکہ:

"وہ صرف محدث کے درجے پر تھے۔ ان کی وحی دخل شیطان سے پاک نہ تھی۔ بموجب آیت وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَّلَا نَبِيٍّ صرف انبیاء کی وحی دخل شیطان سے پاک کی جاتی ہے (مفہوم الفضل ۲۰ نومبر ۴۲ء)

معلوم ہوتا ہے کہ مرزائی مجیب اپنے دل میں سمجھ رہا ہے کہ میرے مضامین پڑھنے والے مرزائی ہی تو ہیں جو ایمان و اسلام کے علاوہ عدل و انصاف سے بھی مبرا ہیں۔ اس لئے جو چاہوں لکھوں۔ مرزا صاحب نے سچ فرمایا ہے کہ:

"جب انسان حیا کو چھوڑ دیتا ہے تو جو چاہے بکے کون اس کو روکتا ہے" (صد۳ اعجاز احمدی)

مگر جناب ہم تو جھوٹے کو گھر تک پہنچا کر چھوڑیں گے۔ سنیئے صاحب! یہ اشخاص محدث بھی نہیں بنائے جا سکتے کیونکہ تمہارے نبی کے فرمان کے موجب محدث کی وحی بھی دخل شیطان سے پاک ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو تحریر ذیل:

"محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔ رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اسکی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے"

(حقیقۃ النبوۃ صد۱۸۷ بحوالہ توضیح المرام و ازالہ صد۱۰۵)

اسی طرح ایک اور مقام پر خاص اسی آیت کی رو سے جو مرزائی مجیب نے صرف انبیاء کی وحی کے متعلق لکھی ہے حسب قرأت ابن عباس، مرزا صاحب نے محدث کو بھی اسی میں داخل کیا ہے ملاحظہ ہو صد۲۳ ج۲۔ لہٰذا مرزائی صاحب

کا ان چار سو اشخاص کو محدثین میں شامل کرنا جھوٹ ہے، فریب ہے، بہتان ہے کیونکہ ان کی وحی غلطی سے پاک نہیں کی گئی۔ جیسا کہ بائیبل کے مطالعہ سے ہم نے ظاہر ہے اور خود ہمارے مخاطب نے اپنی کتاب تفہیمات ربانیہ میں تسلیم کیا ہے :-

"توریت سے ان نبیوں کا جو حال ثابت ہے وہ یہ ہے کہ وہ انتہا تک اپنی بات پر پر ضد رہے" (صفحہ ۲۸۸ / ۲۸۹)

پھر یہ بھی مرزا صاحب کے نزدیک محدث ارشاد و ہدایت خلق اللہ کے لئے مامور ہوتا ہے (حمامة البشریٰ ص ۹۳ اور ضرورۃ الامام وحقیقۃ النبوۃ بحوالہ توضیح المرام)

بخلاف اس کے یہ چار سو صاحب مامور خدا و ہادی خلق اللہ تو کیا انتہائی گمراہی پر کمربستہ نظر آرہے ہیں چنانچہ آپ خود مانتے ہیں کہ وہ اپنی غلط پیشگوئیوں پر ایسے اڑے بیٹھے تھے کہ جب ان کے روبرو ایک صادق نبی اللہ نے ان کی کذب گوئی عیاں کی تو :

"ان میں سے ایک نے میکایاہ نبی کی راستگوئی پر ایک تھپڑ بھی مار دیا۔" (صفحہ ۲۸۹ تفہیمات ربانیہ)

حیرت ہے کہ باوجود اس کافرانہ جرأت و جسارت کے بھی انہیں مامور اللہ محدث وغیرہ تسلیم کیا جاتا ہے ؎

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا\
یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

آگے چل کر اور گل کھلایا ہے کہ وہ

"بلعم بن باعور کی طرح ناتمام سالک تھے"

کہاں نبی اللہ کہاں محدث اور کہاں ناتمام سالک جو بقول مرزا آیت هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ کے تحت داخل ہیں (صفحہ ۱۳ ضرورۃ الامام)

اس کو پڑھ کر یہ لکھا ج ہ ۔ اور ملاحظہ ہو کہ یہی صاحب اپنی کتاب تفہیمات ربانیہ میں یہ بھی لکھ گئے کہ :۔

"ایلیا سے ان چار سو نبیوں کی نسبت محض معمولی کاہنوں کی حیثیت تھی" ۔ ۴۹۹

واہ رے تیری تحافت ۔ اچھا صاحب اگر یہ محض معمولی کاہنوں کی حیثیت میں تھے تو آپ نے ان کاہنوں کی کذب گوئی کو اپنی پیشگوئی پر بطور تفسیر کیوں پیش کیا اور ان کے متعلق یہ بینے کے لفظ ۔۔ جہتہ کیوں لکھا ؟ کیا مرزا صاحب ان جیسے یا ان سے بھی گئے گذرے تھے ؟ ع

میرے پہلو سے گیا یار ستمگر سے پڑا
مل گئی مرزا تجھے کفران نعمت کی سزا

مولوی صاحب آئیے آپ کے نبی کی تحریر سے تمہیں کاہنوں کی تصویر کے درشن کراؤں ۔ ہوش و حواس کو قائم کر کے اپنے ایمان کے آئینہ میں ان کا عکس جمائیے کیونکہ آخر بقول شما یہ آپ کے مسلمہ مقتدا کے ہم شکل ہیں ملاحظہ ہو مرزا صاحب فرماتے ہیں :۔

"اللہ نے جو کاہنوں اور مجنونوں کی تردید کی ہے تو اسی واسطے کہ آخر ان کو بھی بعض باتیں معلوم ہو جاتی ہیں" الحکم ۔۔ جلد (۲)

معلوم ہوا کہ کاہن زمرہ مردودین میں داخل ہیں ۔ مولوی صاحب آپ نے لکھا ہے ۔ "اہلحدیث اپنے دعوی یعنے اشخاص کے جھوٹے نبی ہونے کا ثبوت دے ۔ ہیجئے ۔ تمت ۔ بائبل کے حوالہ سے پہلے پہلے خود آپ ہی کی تحریرات سے ثابت ہے کیا کہتے ہو ؟ اگر کچھ کسر ہے تو اور سنئے خود آپ کے قلم سے حق تعالی نے لکھوا دیا ہے کہ وہ جھوٹے نبی تھے ۔ ملاحظہ ہو آپ لکھتے ہیں :۔

"حضرت (مرزا صاحب) نے بائبل کے چار سو نبیوں والے قصہ کو متعدد کتب میں ذکر فرمایا ہے ضرورۃ الامام میں ان کے الہام کو شیطانی قرار دیا (ص ۔۔) اور ازالہ اوہام میں ان کے جھوٹے

ہونے کا ذکر فرمایا ہے" (الفضل ۱۰ نومبر ۱۹۳۱ء)
کیا خوب ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

قطع نظر ان ہیرا پھیریوں کے جو مرزائی صاحب نے کی ہیں۔ ابھی یہ سوال باقی ہے کہ انہوں نے جو بلعم بن باعورہ کو ناتمام سالک لکھ کر زمرہ اولیاء واثیمہ میں داخل کیا ہے یہ کس بنا پر؟

مولوی صاحب! آپ کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ آپ کے نبی نے اسے ہلاک شدہ لکھا ہے (ص۲ ضرورۃ الامام) اس لئے آپ نے بھی ان کی اندھی تقلید میں ٹھوکر کھائی ہے۔ اے جناب غلط قصہ جات کی بنا پر کسی "ملحد" کو اخوان الشیاطین میں داخل کرنا علم و دیانت عقل و اخلاق کے منافی ہے۔ استغفر اللہ

ناظرین کرام! مرزائی تحریر کے بخئے ادھیڑنے کے بعد اب ہم بائیبل سے ثابت کرتے ہیں کہ وہ چند شخص کا فرنسب السلاطین تھے کون دونہ:-
(سلاطین اول باب ۱۶ آیت ۲۹ سے آخر سلاطین تک ملاحظہ ہو)
"اور شاہ یہوداہ کی سلطنت کے اٹھتیسویں سال اخی اب بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوا (اس نے) خداوند کے حضور بد کیا ۲۰۱۶ کیں۔ اس نے یہ سمجھ کر کہ یربعام کے گناہوں کی راہ چلنا چھوٹی (حقیر) بات ہے۔ صیدانیوں کے بادشاہ اتبعل کی بیٹی ایزبل سے بیاہ کیا اور جا کے بعل (بت) کو پوجا ۳۱۱۶ اور بعل کے گھر جو اس نے بنایا تھا بعل کے لئے ایک مذبح تیار کیا ۳۲۱۶ اور ایک گھنا باغ لگایا (ناظرین گھنے باغ کو خوب یاد رکھیں ۳۳۱۶) اس سے آگے جناب ایلیاہ "نبی اللہ" اور شاہ اخی اب کا مکالمہ درج

ہے ایلیاہ کا قحط کی پیشگوئی کر کے چلا جانا مرقوم ہے اور ایسا ہوا
کہ بہت دنوں کے بعد خداوند کا کلام ایلیاہ پر نازل ہوا کہ جا اور
اپنے تئیں اخی اب کو دکھا میں زمین پر برساؤں گا (۱۸:۱) سو ایلیاہ
روانہ ہوا (۱۸:۲) اس وقت اخی اب نے عبدیاہ کو جو اس گھر کا دیوان تھا
طلب کیا تھا (۱۸:۳) اور عبدیاہ خداوند سے بہت ڈرتا تھا کیونکہ جس وقت
(اخی اب کی کافرہ بیوی) ایزبل نے خداوند کے (صادق) نبیوں کو
قتل کیا تو عبدیاہ نے سو نبیوں کو چھپا دیا اور انہیں روٹی پانی سے
پالا ہے (۱۸:۴) (اس عبارت سے صاف واضح ہے کہ اخی اب اور اس کی
بیوی کے سامنے جتنے صادق نبی تھے وہ سب کے سب قتل کئے
گئے بجز ایک سو کے جن کو عبدیاہ نے چھپا دیا ہے۔ ناقل) اور
ایسا ہوا کہ جب (ایلیاہ) اخی اب کے سامنے آیا تو اس) نے
ایلیاہ کو کہا کیا تو ہی اسرائیل کا ایذا دینے والا ہے (۱۸:۱۷) وہ (ایلیاہ)
بولا نہیں بلکہ تو اور تیرے باپ کا گھرانا ہے کہ تم نے خداوند کے
حکموں کو ترک اور بعلیم کے پیرو ہوئے (۱۸:۱۸) اب تو لوگ بھیج اور سارے
اسرائیل کو اور بعل کے ساڑھے چار سو نبیوں کو اور گھنے باغوں
کے چار سو نبیوں کو جو ایزبل کے دستر خوان پر کھاتے ہیں
کوہ کرمل پر میرے پاس اکٹھا کر (۱۸:۱۹) (تحریر ہذا صاف مظہر ہے کہ
بعل کے ۴۵۰ نبی اور گھنے باغوں کے چار سو نبی جملہ ۸۵۰ کافر
نبی تھے کیونکہ ایزبل صادقوں کی دشمن اور قاتلہ تھی اور یہ بدبخت
اس کے دستر خوان کی مکھیاں تھے۔ ناقل) چنانچہ اخی اب نے سارے
بنی اسرائیل کو طلب کیا اور نبیوں کو کوہ کرمل پر اکٹھا کیا (۱۸:۲۰) اور
ایلیاہ نے لوگوں کے درمیان آکر کہا کہ تم کب تک دو فکروں
میں لٹکے رہو گے۔ اگر خداوند خدا ہے تو اس کے پیرو ہو۔

اگر بعل - ہے تو اس کے پیرو ہو - مگر لوگوں نے اس کے جواب میں ایک بات نہ کہی ۲۲/۱۸ تب ایلیاہ نے کہا کہ خداوند کے نبیوں میں سے میں، ہاں میں ہی اکیلا باقی ہوں (یہ بیان کھلے طور پر شاہد ہے کہ اس وقت سوائے ایلیاہ جملہ ۴۵۰ نبی خدا کے نبی تھے ناقل) پر بعل کے نبی کہلانے والے چار سو پچاس ہیں ۲۲/۱۸ سو وہ ہم کو دو بیل دیں اور اپنے لئے ان میں سے ایک پسند کر لیں اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کریں اور لکڑیوں پر دھر بس اور آگ نہ دیں اور میں دوسرا بیل لوں گا اور سے لکڑیوں پر دھروں گا اور آگ نہ دوں گا ۲۴/۱۸ تب تم اپنے خداؤں کا نام لو اور میں یہوواہ کا نام لوں گا۔ (ان الفاظ سے ثابت ہے کہ جناب (ایلیاہ کے مقابلہ پر بعل کے چار سو پچاس نبی آئے تھے دوسرے سو نبی جو اس کافرہ ایزبل کے دست نگر اور اسکے ایوانِ نعمت کے چوبے تھے وہ مقابلہ پر نہیں لائے گئے (اس سے آگے مذکور ہے کہ ۴۵۰ ہم اسمی نو بعل کے نبی بوجہ نہ دکھا سکنے معجزہ کے بذلت و خواری جناب ایلیاہ کے ہاتھوں قتل کئے گئے آگے ملاحظہ ہو) پھر اخی اب نے سب کچھ ایزبل سے اگر کہا کہ ایلیاہ نے یوں یوں کیا اور کیونکر اس نے (بعل کے) سارے نبیوں کو تہ تیغ کیا ۲/۱۹ سو ایزبل نے قاصد کی معرفت ایلیاہ کو کہلا بھیجا کہ اگر میں کل کے دن اسی وقت تجھے بھی ان میں کا ایک (یعنی مقتول) نہ کردوں تو معبود مجھے ایسا ہی بلکہ اس سے زیادہ کریں ۳/۱۹ یہ سن کر ایلیاہ وہاں سے جان بچا کر بھاگ گیا (اور) ایک غار میں گیا اور وہیں رہا اور دیکھو کہ خداوند کا کلام اس پر نازل ہوا اور اس نے کہا اے ایلیاہ تو کیا کرتا ہے ۱۰/۱۹ وہ بولا خداوند بنی اسرائیل نے تیرے نبیوں کو تلوار سے قتل کیا

اور میں ہاں میں ہی اکیلا جیتا بچا۔ سو وہ میری جان کے خواہاں ہیں
کہ اسے لیں ۱۹؎ اس کے آگے بنی اسرائیل کے بادشاہ اخی اب کی
لمبی کہانی ہے۔ اس ضمن میں جناب ایلیاہ کی پیشگوئی ہے کہ اخی اب
یوں مریگا وغیرہ آگے باب ۲۲ سے ملاحظہ ہو) بعد اس کے
تین برس تک اسرائیل اور ارام کے درمیان لڑائی نہ ہوئی
اور تیسرے سال ایسا ہوا کہ یہوداہ کا بادشاہ یہوسفط شاہ
اسرائیل کے یہاں اتر آیا ۳؎ تب شاہ اسرائیل نے اپنے
ملازموں سے کہا، تم جانتے ہو کہ رامات جلعاد ہمارا ہے کیا ہم
چپکے رہیں اور شاہ ارام کے ہاتھ سے پھر نہ لے لیں؟ ۵؎ یہوسفط
نے شاہ اسرائیل سے کہا، آج ذرا خداوند کی مرضی الہام سے دریافت
کیجئے ۶؎ تب شاہ اسرائیل نے اس روز نبیوں کو جو قریب چار
سو کے تھے اکٹھا کیا (ناظرین! یہ چار سو نبی شاہ اسرائیل
کے خوشامدی وہی پرانے ایلیاہ کے بھگانے والے بت پرست ایزبل
کے صاحب اس کے خوانِ طعام کی ہڈیاں چچوڑنے والے انسان
نما حیوان ہیں نا مل) اور ان سے پوچھا میں رامات جلعاد پر چڑھائی
کروں یا اس سے باز رہوں؟ وہ بولے چڑھ جا کہ خداوند اسے
بادشاہ کے قبضے میں کر دیگا ۷؎ پھر یہوسفط بولا کیا ان (اسنادی
نبیوں) کے سوا خداوند کا کوئی نبی نہیں ہے کہ ہم اس سے پوچھیں ۸؎ تب
شاہ اسرائیل نے یہوسفط سے کہا کہ ایک شخص املہ کا بیٹا میکایاہ
تو ہے (یہ نبی ان سو نبیوں سے ہے جن کو قتل ہونے سے بچا کر عبدیاہ نے
چھپا رکھا تھا۔ یا پھر جناب ایلیاہ کے چلے جانے کے بعد خلعت نبوت
ملنے والا الیشع ہوگا) اس (میکایاہ) سے ہم خداوند کی مشورت
پوچھ سکتے ہیں لیکن میں اس سے دشمنی رکھتا ہوں ۔

کیونکہ وہ میرے حق میں بدی کی پیش خبری کرتا ہے۔ تب یہوسفط بولا بادشاہ ایسا نہ فرمائیے ۲۲/۹ تب شاہ اسرائیل نے ایک خواجہ سرا کو حکم کیا کہ املہ کے بیٹے میکایاہ کو لا ۲۲/۱۵ سو وہ شاہ پاس آیا ۲۲/۱۹ پھر اس نے کہا کہ اس لئے کہ تم خداوند کے سخن کو سنو۔ میں نے خداوند کو کرسی پر بیٹھے دیکھا اور آسمانی لشکر اُس پاس اس کے داہنے اور اس کے بائیں ہاتھ کھڑا تھا ۲۲/۲۰ خداوند نے فرمایا کہ اخی اب کو کون ترغیب دے گا کہ وہ چڑھ جائے اور رامات جلعاد کے سامنے کھیت آئے تب ایک اس طرح سے بولا اور ایک اُس طرح سے ۲۲/۲۱ ایک روح اس وقت نکل کے خداوند کے سامنے آکھڑی ہوئی اور بولی کہ میں اسے ترغیب دوں گی ۲۲/۲۲ پھر خداوند نے فرمایا کہ کس طرح سے وہ بولی میں روانہ ہوں گی اور جھوٹی روح بن کے اس کے سارے نبیوں کے منہ میں پڑوں گی وہ بولا تو اسے ترغیب دے گی، اور غالب بھی ہوگی۔ روانہ ہو اور ایسا کر ۲۲/۲۳ (یہ بیان کر کے جناب میکایاہ نے فرمایا) سو دیکھ خداوند نے تیرے ان سب نبیوں کے منہ میں جھوٹی روح ڈالی ہے اور (مجھے) خداوند ہی نے تیری بابت بری خبر دی ہے ۲۲/۲۳ الخ

معزز قارئین کرام! بائیبل کی اس تمام عبارت سے ظاہر باہر ثابت وعیاں ہے کہ وہ چار سو اشخاص جن کو مرزا قادیانی نے خدا کے نبی قرار دیکر لوگوں کو دھوکہ دیا ہے۔ جھوٹے کافر بت پرست تھے۔ خاص کر آخری سطور میں اس آسمانی روح یعنی فرشتے کا بیان جس نے ان نبیوں کو فتح کی خبر دی اور جناب میکایاہ کے یہ الفاظ:۔

"میں جھوٹی روح بن کے اس کے نبیوں کے منہ پڑوں گی"

"خداوند نے تیرے ان نبیوں کے منہ میں جھوٹی روح ڈالی"

ہے۔

۔۔اور بھی وضاحت کر رہے ہیں کہ وہ نبی خدا کے رسول نہ تھے بلکہ شاہ اثنا عشریہ خود نبی تھے وھذا ھو المطلوب اس پر مزید بحث عصائے موسیٰ ص۱۲۹۔

مرزا صاحب کے کاذب ہونے پر نویں دلیل

توہین انبیاء کرامؑ

مرزا صاحب نے جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین کی خاص کر حضرت مسیح علیہ السلام کو تو کھلے الفاظ میں گالیاں دی ہیں۔ مسیح علیہ السلام کو کھلی کھلی گالیاں دینے کا سبب یہ تھا کہ مرزا صاحب کا دعویٰ مسیح ہونے کا تھا اور حضرت مسیح انکے دعویٰ میں روک تھے۔ اس لئے حسب قاعدہ ذیل ضروری تھا کہ حضرت مسیح کی توہین کرتے۔

"جاہلوں کا ہمیشہ سے یہی اصول ہوتا ہے کہ وہ اپنی بزرگی کی پگڑی جمنا اسی میں دیکھتے ہیں کہ بزرگوں کی خواہ مخواہ تحقیر کریں"
(ملخصاً بلفظہ ص۳ ست بچن مصنفہ مرزا)

مگر یاد رکھو:۔

"وہ (شخص) بڑا ہی خبیث اور ملعون اور بدذات ہے جو خدا کے برگزیدہ و مقدس لوگوں کو گالیاں دیتا ہے" (البلاغ المبین ص۱۹ مرزا کا آخری لیکچر لاہور)

"اسلام میں کسی نبی کی بھی تحقیر کرنا کفر ہے اور سب پر ایمان لانا فرض ہے۔" (ص۱۸ چشمہ معرفت)

مرزا صاحب کی گالیاں بحق مسیح علیہ السلام

۱- "حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا بدزبانی میں اس قدر بڑھ گئے کہ یہودی بزرگوں کو ولد الحرام تک کہہ دیا۔ اور ہر ایک وعظ میں یہودی علماء کو سخت سخت گالیاں دیں" (چشمہ مسیحی صفحہ ۹)

۲- انجیل میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے یسوع کو نیک کہا (مرقس باب ۱۰ آیت ۱۸) تو جناب نے جواب دیا۔ تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا"

مرزا صاحب کو تسلیم ہے کہ نیک نہ کہلانے والا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھا:۔

"حضرت مسیح تو وہ بے نفس انسان تھے جنہوں نے یہ بھی نہ چاہا کہ کوئی ان کو نیک کہے" (چشمہ مسیحی)

مگر جب مرزا صاحب پر غیظ و غضب کا دورہ ہوا اور حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین کا بھوت سوار ہوا تو آپ نے لکھا:۔

"یسوع اس لئے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکا کہ لوگ جانتے تھے یہ شخص شرابی کبابی ہے اور خراب چال چلن"

(حاشیہ ست بچن، صفحہ ۱۷۲)

۳- اناجیل مروجہ میں حضرت مسیح کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ آپ نے ایک بدکار عورت سے عطر ملوایا (بروایت مرزا)

مرزا صاحب مانتے ہیں کہ عطر ملوانے والا یسوع درحقیقت حضرت مسیح علیہ السلام تھا اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس فعل پر اعتراض کرنے والا شیطان طینت، بدخصلت انسان ہے۔ جیسا کہ ہم باب کذبات مرزا صاحب (رکوع)۔

بک ہذا پر آئینہ کمالات صفحہ ۵۹۷ ط۱ کے حوالہ سے لکھ آئے ہیں۔ مگر جب مرزا صاحب کو حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین مطلوب ہوئی تو اسی فعل پر یوں اعتراض کیا کہ:-

"آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگاوے زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چال چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔" (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷ حاشیہ)

۴۔ مرزا صاحب باوجود یہ ماننے کے کہ "شراب ام الخبائث ہے" (صفحہ ۲۵ نصرۃ الحق) پھر بھی لکھتے ہیں کہ:-

(ا) "عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ یا پرانی عادت کی وجہ سے مگر قرآن انجیل کی طرح شراب کو حلال نہیں ٹھہراتا۔" (صفحہ ۶۵ کشتی نوح حاشیہ)

(ب) "میرے نزدیک مسیح شراب سے پرہیز رکھنے والا نہیں تھا۔" (صفحہ ۱۱۴ ریویو جلد اسنہ ۱۹۰۲ء)

(ج) کسی نے مرزا صاحب کو مرض ذیابیطس کے علاج کے لئے افیون کھانے کا مشورہ دیا تو مرزا نے کہا:-

"میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح تو شرابی تھا دوسرا افیونی۔" (نسیم دعوت صفحہ ۶۷)

مرزائی عذر مرزا صاحب نے انجیل کے حوالہ سے ایسا لکھا ہے۔

الجواب: گو انجیل کے حوالہ سے ہی کہا ہو۔ مگر خود ان کا اپنا مذہب

بھی اس بارے میں یہی ہے۔ جیسا کہ لکھا جا چکا ہے۔

۵۔ مرزا صاحب یہ مانتے ہوئے کہ انبیاء کا خاندان ہمیشہ پاک ہوتا ہے (اعجاز احمدی صہ۱۷) پھر بھی حضرت مسیح السلام پر بدیں دریدہ دہنی زبان طعن کھولتے ہیں:۔

(ل) "آپ (یسوع) کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا" (ضمیمہ انجام حاشیہ صے)

اعتراض یہ سب اعتراضات اناجیل کے بیانات کی بنا پر ہیں اور ان میں یسوع کا ذکر ہے نہ کہ مسیح کا۔

الجواب (۱) "جن نبیوں کا اس وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دو نبی ہیں ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں" (توضیح مرام صہ۳)

(۲) "وہ ڈیوی یسوع مسیح کو خدا جانتا ہے مگر میں ایک بندہ عاجز کو نبی مانتا ہوں" (ریویو ماہ ستمبر ۱۹۰۲ء صہ۱ قول مرزا)

(۳) "حضرت عیسیٰ علیہ السلام یسوع اور جیزس یا یوز آسف کے نام سے بھی مشہور ہیں" (راز حقیقت صہ۱۹)

(۴) "یہ اعتقاد رکھنا پڑتا ہے کہ جیسا کہ ایک بندہ خدا کا عیسیٰ نام جس کو عبرانی میں یسوع کہتے ہیں تیس برس تک موسیٰ رسول اللہ کی شریعت کی پیروی کر کے خدا کا مقرب بنا۔"

(چشمہ مسیحی صہ۴ کا حاشیہ)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ یسوع مسیح اور عیسیٰ ایک ہی ہستی کا نام ہے۔

علاوہ ازیں مرزا صاحب مانتے ہیں کہ جس یسوع کی دادیوں نانیوں پر اعتراض ہے وہ حضرت مسیح علیہ السلام ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی مانتے ہیں کہ اعتراض واقعی وزنی ہے۔ ایسا وزنی کہ مجھ کو بھی اس کا جواب نہیں آتا چنانچہ عیسائیوں کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

"ہاں مسیح کی دادیوں اور نانیوں کی نسبت جو اعتراض ہے اس کا جواب بھی کبھی آپ نے سوچا ہو گا۔ ہم تو سوچ کر تھک گئے اب تک کوئی عمدہ جواب خیال میں نہیں آیا۔ کیا ہی خوب خدا ہے جس کی دادیاں نانیاں اس کمال کی ہیں؟" (نور القرآن ۲ ص ۱۲)

(۶) مرزا صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح علیہ السلام کا مقابلہ کرتے ہوئے یہاں یسوع کا نام لے کر نہیں بلکہ "حضرت مسیح" (علیہ السلام) کا نام لے کر مقابلہ کرتے ہوئے لکھا کہ:۔

"مسیح کا چال چلن کیا تھا ایک کھاؤ پیو۔ شرابی۔ نہ زاہد نہ عابد نہ حق کا پرستار۔ متکبر۔ خود بین۔ خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔" (ص ۲۱ تا ص ۲۴ مکتوبات احمدیہ جلد ۳)

(۷) جناب یسوع علیہ السلام کے معجزات پر بھی یہود نے اعتراضات کئے ہیں مرزا صاحب اقراری ہیں کہ یسوع درحقیقت حضرت عیسیٰؑ ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"عیسائیوں کو کس بات پر ناز ہے۔ اگر ان کا خدا ہے تو وہی ہے جو مدت ہوئی مر گیا اور سری نگر محلہ خان یار کشمیر میں اس کی قبر ہے۔ مگر اس کے معجزات ہیں تو دوسرے نبیوں سے بڑھ کر نہیں بلکہ الیاس نبی کے معجزات اس سے بہت زیادہ ہیں اور بموجب بیان یہودیوں کے اس سے کوئی معجزہ نہیں ہوا محض فریب و مکر تھا۔۔۔ کیا دنیا کی بادشاہت حضرت عیسیٰ کو پیشگوئی کے

موافق مل گئی" (ملخص چشمہ مسیحی ص۳)

اس بیان سے ظاہر ہے کہ عیسائی جسے خدا سمجھتے ہیں کے معجزات یہود فریب اور مکر کے الفاظ استعمال کرتے ہیں وہ حضرت عیسیٰؑ ہے۔ بہت خوب۔ ناظرین اسے ملحوظ رکھ کر یسوع ثانی کا بیان سنیں:۔

"آپ (یسوع) کے ہاتھ میں سوا مکر و فریب کے کچھ نہیں تھا۔"

(ضمیمہ انجام حاشیہ ص۷)

(۸) انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف بعض پیشگوئیاں منسوب کی گئی ہیں۔ جو بظاہر الفاظ صحیح نہیں نکلیں۔ ہمارے نزدیک تو اناجیل غیر معتبر ہیں اور مرزا صاحب بھی یہی مانتے ہیں[1]۔ مگر چونکہ خود مرزا صاحب کی اکثر پیشگوئیاں جھوٹی نکلی ہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنی کالک دھونے کی بجائے حضرات انبیاء کرام کو بھی اپنے ساتھ شامل کرنے کی ناپاک کوشش کی اور یہود نامسعود کی کتب کی بنا پر عیسائیوں کے سامنے ہی نہیں خود اہل اسلام کے مقابلہ پر بھی انجیلی غلط پیشگوئیوں کو پیش کیا چنانچہ لکھا ہے:۔

(۱) "جو اس فاضل یہودی نے حضرت عیسیٰؑ کی پیشگوئیوں پر اعتراض کئے ہیں وہ نہایت سخت اعتراض ہیں۔ بلکہ وہ ایسے اعتراض ہیں کہ ان کا تو ہمیں بھی جواب نہیں آتا۔ اگر مولوی ثناء اللہ یا مولوی محمد حسین یا کوئی پادری صاحبوں سے ان اعتراضات کا جواب دے سکے تو ہم ایک سو روپیہ نقد بطور انعام کے اس کے حوالے کریں گے۔ خدا کہلا کر پیشگوئیوں کا یہ حال ہے اس سے تو ہمیں بھی تعجب ہے ایسی پیشگوئیوں پر تو فسخ بھی جاری نہیں ہو

[1] مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ "یہ چاروں انجیلیں ایک ذرہ قابل اعتبار نہیں۔"

(ص۸۳ تریاق ط۱ ص۸۶ تریاق ۲۶)

سکتی ہیں جیسا کیا جائے اور منسوخ ہو گئیں یا وعید کی
پیشگوئیاں جیسا کہ آتھم کی پیشگوئی یا احمد بیگ کے داماد
کی نسبت کی ایسی پیشگوئیاں ہیں جن کی قرآن اور توریت
کی رو سے تاخیر بھی ہو سکتی ہے اور ان کا ملتوی ہونا ان کے کذب
کو مستلزم نہیں (اعجاز احمدی صفحہ ۳)

(ب) یہود تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماموریں ان کی پیشگوئیوں
کے بارے میں بہت قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی ان کا
جواب دینے میں حیران ہیں بغیر اس کے کہ انہیں ضرور عیسیٰ کہتے
ہوئے قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے (اعجاز احمدی صفحہ ۱۳)

(ج) ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کی تین پیشگوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں
(اعجاز احمدی صفحہ ۱۴)

برادران! دیکھیے کس یقینی انداز میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں
کو جھوٹا قرار دیا ہے حالانکہ یہی مرزا صاحب انہی مسیح علیہ السلام کے متعلق لکھ
آئے ہیں کہ:۔

۔ قرآن شریف میں ہے بلکہ توریت کے بعض صحیفوں میں بھی
ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی (یہ جھوٹ ہے
ناقل) بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی انجیل میں یہ خبر دی
ہے اور ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیشگوئیاں ٹل جائیں (کشتی نوح صفحہ ۵)

(۹) مردمی اور جرأت انسان کی صفات محمودہ میں سے ہے ہیجڑا
ہونا کوئی اچھی صفت نہیں یہ اعتراض بہت بڑا ہے کہ حضرت
مسیح علیہ السلام مردانہ صفت کی اعلیٰ ترین صفت سے بے
نصیب محض ہونے کے باعث ازواج سے سچی اور کامل حسن معاشرت

کا کوئی عملی نمونہ نہ دے سکے الخ (صلا نور القرآن ۲)

(۱۰) خدا کے نبی توحید سکھانے آتے ہیں۔ اب اگر نادان لوگ انہیں خدا بنا لیں تو اس میں انبیاء کا کوئی قصور نہیں۔ اس بنا پر نبیوں کو مورد طعن بنانے والا بددیانت انسان کہلائے گا مگر افسوس کہ مرزا صاحب اس خصوص میں بھی پیش پیش ہیں چنانچہ لکھتے ہیں :۔

"ایک دفعہ حضرت عیسیٰ زمین پر آئے تھے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ کئی کروڑ مشرک دنیا میں ہو گئے۔ دوبارہ آکر وہ کیا بنائیں گے کہ لوگ ان کے آنے کے خواہشمند ہیں" (اخبار بدر مؤرخہ ۹ مئی ۱۹۰۷ء صد۵)

معاذ اللہ۔ استغفر اللہ۔ کیسا صریح توہین آمیز بہتان ہے۔

ناظرین : یہ اقوال صرف بطور نمونہ سمجھیں۔ ورنہ اس قسم کے بیسیوں، حوالے ہیں۔ جن میں مرزا جی نے حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین کی ہے۔

مرزائی عذر :۔ یہ تحریرات جوابی طور پر لکھی گئی ہیں۔

الجواب :۔

"مسلمانوں سے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اگر کوئی پادری ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے تو ایک مسلمان اس کے عوض میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالی دے" (صد ج ضمیمہ تریاق ۳ صد ۳۲ تریاق ۲۱)

مرزائی عذر ۲ مرزا صاحب نے یسوع کو برا کہا ہے نہ کہ مسیح علیہ السلام کو۔

الجواب یہ غلط عذر ہے کیونکہ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ یسوع اور مسیح دونوں ایک ہی ہیں پھر لطف یہ کہ مرزا صاحب کی اکثر تحریریں ہم نقل کر آئے ہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام سے ہیں:۔

ماسوا اس کے اگر مان بھی لیا جائے کہ بعض جگہ اپنی کتب میں مرزا صاحب نے عیسائیوں کے کسی فرضی یسوع کو برا بھلا کہا ہے۔ تو یہ بھی خود مرزا صاحب کے نزدیک ایک گندہ طریقہ ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

(۱) اس کتاب (براہین احمدیہ) میں کوئی ایسا لفظ نہیں کہ جس میں کسی بزرگ یا پیشوا کسی فرقے کی کسرِ شان لازم آوے خود ہم ایسے الفاظ کو صراحتاً یا کنایۃً اختیار کرنا خبث عظیم سمجھتے ہیں اور مرتکب ایسے امر کو پرلے درجے کا شریر النفس خیال کرتے ہیں۔

(حاشیہ) "مختلف فرقوں کے بزرگ ہادیوں کو بدی اور بے ادبی سے یاد کرنا پرلے درجے کی خباثت اور شرارت ہے"
(براہین احمدیہ ص۱۰۲)

(ب) مولوی اللہ دتا جالندھری احمدی اپنی کتاب "تفہیمات ربانیہ، ص۲ پر لکھتا ہے:۔

"ہم دنیا کے شرفا کے سامنے اس ذہنیت پر افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ایک شخص لاکھوں انسانوں کے پیشوا جان و مال اور عزت سے بدرجہا محبوب پیشوا پر حملے کرتا ہے اور ناواجب اور سوقیانہ الفاظ استعمال کرتا ہے لاکھوں بندگانِ خدا کے دلوں کو دکھ دیتا ہے۔ اور پھر اس کو خدمتِ دین سمجھتا ہے کیا سچ مچ اسلام کا یہی منشا ہے؟ کیا بانیٔ اسلام کا یہی اسوہ ہے؟ اور پھر کیا اس طریق سے اصلاح ہو سکتی ہے؟" (تفہیماتِ ربانیہ ص۲)

ضمیمہ توہین مسیح علیہ السلام

احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تیس کذاب دجال پیدا نہ ہولیں کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیُّ اللہِ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ہر ایک ان میں سے دعویٰ نبوت کا کرے گا حالانکہ میں ختم کرنے والا نبیوں کا ہوں" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۹) میرے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ حدیث بالا کو ملحوظ رکھ کر مرزا صاحب کے حالات پر نظر ڈالیں تو صاف معلوم ہوگا کہ آپ یقیناً تیس میں کے ایک ہیں ❊

مرزا جی نے جب تک دعویٰ مسیحیت و نبوت نہ کیا تھا تب تک وہ مسلمانوں کی طرح عقائد رکھتے تھے اور معجزات انبیاء کے قائل تھے مگر جونہی انہوں نے دعویٰ رسالت کیا۔ حدیث نے اپنی صداقت کا جلوہ دکھایا کہ مرزا جی عقائد کے حصار سے نکل کر دجالوں۔ کذابوں کی ذیل کی طرف سرکنے شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ ان سے بھی دس قدم آگے بڑھ کر گئے ❊

انبیاء کرام کے معجزات کو جادو۔ شعبدہ۔ مکروفریب وغیرہ کہنا کفار کی سنت مستمرہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیات بینات لے کر آئے تو کفار نے کہا ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ (النمل ع ۱) یہ تو کھلا جادو ہے ایسا ہی :

"صریح قرآن شریف میں وارد ہوا کہ چاند دو ٹکڑے ہوگیا اور جب کافروں نے یہ نشان دیکھا تو کہا جادو ہے۔"

(سرمہ چشم آریہ مصنفہ مرزا صاحب صفحہ $\frac{۶۲}{۵۹}$ طبع ۲)

اسی طرح یہود نے نامسعود نے۔

حضرت مسیح علیہ السلام سے کئی معجزات دیکھے مگر ان سے

کوئی فائدہ نہ اٹھایا" (نصرۃ الحق مصنفہ مرزا صا۲۱)
بلکہ یہاں تک عداوت و ظلم پر اتر آئے کہ مسیح سے :-
"کوئی معجزہ نہیں ہوا محض فریب اور مکر تھا"
(چشمہ مسیحی مصنفہ مرزا صث)

بخلاف اس کے مومن باللہ انسان کبھی اس قسم کی ظالمانہ جرأت و گستاخی کے مرتکب نہیں ہوئے اور ہمیشہ اس قسم کے اتہامی کفریہ و شبہاتِ باطلہ واہیہ سے محفوظ رہے جیسے کچھ مرزا صاحب رقم ہیں۔

"جن لوگوں نے منقول معجزات کو مشاہدہ بیان کے لیے وہ نسل تمام کا موجب نہیں ٹھہر سکے کیونکہ بہت سے ایسے عجائبات بھی ہیں کہ ارباب شعبدہ بازی دکھلاتے پھرتے ہیں اور وہ مگر اور ہیں مگر اب مخالف بداندیش پر کیونکہ ثابت کر کے دکھلا دیں کہ انبیاء سے جو عجائبات ظاہر ہوئے ہیں یہ اس قسم کی دست بازیوں سے منزہ ہیں۔ یہ مشکلات جو ممکن ہے انہی زمانوں میں پیدا ہوئی ہوں مثلاً جب ہم یوحنا کی انجیل دیکھتے ہیں تو اس میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ دربیت علم میں باب بھیڑوں کے پاس ایک حوض ہے اس کے پانچ اسارے ہیں ان میں ناتوانوں لنگڑوں کی ایک بھیڑ پانی کے ہلنے کی منتظر تھی۔ ہلنے کے بعد جو کوئی پہلے اس میں اترتا کیسی ہی بیماری کیوں نہ ہو اس سے چنگا ہو جاتا وہاں ایک شخص تھا جو کہ اٹھتیس برس سے بیمار تھا یسوع نے جب اسے پڑے ہوئے دیکھا تو کہا کیا تو چاہتا ہے کہ چنگا ہو جائے۔ بیمار نے کہا کہ اے خداوند میرے پاس آدمی نہیں کہ جب پانی ہلے تو مجھے اس میں ڈال دے" یہ بیان انجیل سے نقل کر کے مرزا صاحب

لکھتے ہیں۔ ناقل) اب ظاہر ہے کہ جو شخص حضرت عیسیٰ کی نبوت کا منکر ہے اور ان کے معجزات کا انکاری ہے جب (انجیل) یوحنا کی یہ عبارت پڑھے گا تو خواہ مخواہ اس کے دل میں ایک قوی خیال پیدا ہو گا کہ حضرت کا ممدوح اسی حوض کے پانی میں کچھ تصرف کر کے ایسے خوارق دکھلاتے ہوں گے۔ یہ بات قرین قیاس ہے کہ اگر حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھ سے اندھوں لنگڑوں وغیرہ کو شفا حاصل ہوئی تو بالیقین یہ نسخہ حضرت مسیح نے اسی حوض سے اڑایا ہو گا۔ بالخصوص جبکہ یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت مسیح (انجیل میں یسوع لکھا ہے) اسی حوض پر اکثر جایا بھی کرتے تھے غرض اس بات کے ثبوت میں بہت سی مشکلات پڑتی ہیں کہ یہودیوں کی رائے کے موافق مسیح مکار و شعبدہ باز نہیں اور سچ مچ معجزات ہی دکھلائے ہیں اگرچہ قرآن شریف پر ایمان لانے کے بعد ان وساوس سے نجات حاصل ہو جاتی ہے مگر جو شخص قرآن شریف پر ایمان نہیں لایا اور یہودی یا ہندو یا عیسائی ہے وہ کیونکر ایسے وساوس سے نجات پا سکتا ہے"

(براہین احمدیہ مرزا ص ۴۲۱ تا ص ۴۱۹)

تحریر بالا مزید تشریح کی محتاج نہیں۔ صاف واضح ہے کہ انجیل کا جسے یہود مکار و شعبدہ باز کہتے تھے دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور ان کے معجزات کا انکار کرنے والا ان کے معجزات کو حوض کی تاثیر بتانے والا قرآن شریف کا منکر۔ معجزات بلکہ نبوتِ مسیح کا کافر بے ایمان ہے، بہت خوب!

آئیے اب مرزا صاحب کی تحریرات پڑھیں کہ ان میں معجزات مسیحیہ کو کس نظر سے دیکھا ہے یہ تحریر مرزا صاحب کی اس وقت کی ہے جب انہوں نے دعویٰ رسالت کا ذیہ نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے جب دعویٰ

کیا۔ اور لوگوں نے ان سے مثیل مسیح ہونے کے ثبوت میں معجزات عیسوی کی مثال مانگی۔ تو مرزا صاحب نے وہی جواب دیا جو کفار منکرین نبوت کی سنت ہے چنانچہ کہیں تو مسیحی معجزات کو ناچیز محض اسی تالاب کی وجہ سے مشکوک قرار دیا (ازالہ اوہام ص...) اور کہیں مسمریزم، عمل ترب، فطرتی طاقت خداداد بتایا۔ مگر ... کہ میں اس عمل کو مکروہ ... نفرت سمجھتا ہوں اور کہیں کھلونے ساز نجاروں کی مثال دے کر معجزات مسیحی کو مصنوعی قرار دیا (ازالہ اوہام ص... تا ص ۳۲۲) مختصر بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچ گئے کہ:۔

> عیسائیوں نے آپ (یسوع مسیح) کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ ممکن ہے آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کور وغیرہ کا علاج کیا ہو مگر بدقسمتی سے اسی زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا۔ اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا کہ آپ سے کوئی معجزہ ظاہر ہوا تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اسی تالاب کا معجزہ ہے۔ آپ کے ہاتھ میں سوائے مکر و فریب کے کچھ نہ تھا۔
>
> (ضمیمہ انجام آتھم ص ۶)

قارئین کرام: ملاحظہ فرمائیے۔ وہی یسوع مسیح انجیلی ہے وہی اس کے معجزات۔ وہی تالاب کا قصہ۔ اور وہی مرزا صاحب قادیانی۔

پہلے یہ نوٹ میں جو ... نما حالت کے ہیں۔ ان معجزات کو "سچ مچ" معجزات ... کرنے کے انکار کرنے والے کو۔ یا اسے حوض کی وجہ سے مشکوک ٹھہرانے والے کو:۔

"بد اندیش مخالف، یہودی، ہندو، منکر قرآن، خارج اسلام" قرار دیا ہے مگر اس جگہ بعد دعویٰ نبوت کے اسی یسوع کے معجزات

کو :-

"حق بات یہی ہے کہ اس سے کوئی معجزہ نہیں ہوا"
کہہ کر انہیں یہود کی طرح، مکار، فریبی لکھا ہے :-

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین

ہم سابقاً معیار انبیاء میں قرآن پاک سے ثابت کر آئے ہیں کہ یہ ناممکن ہے کہ نبی اپنی ساری عمر بھر کسی وحی الٰہی کو نہ سمجھ سکے۔

۱۔ چونکہ مرزا صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور وہ نشانیاں اور علامات جو مسیح موعود کے دفتر کی ہیں۔ آپ میں پائی نہیں گئیں اس لئے مرزا صاحب نے رسول اللہ صلعم کی رسالت پر یہ گستاخانہ حملہ کیا کہ :-

"ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت منکشف نہ ہوئی ہو۔ اور دجال کے ستر باغ کے گدھے کی اصل کیفیت نہ کھلی ہو۔ اور نہ یاجوج ماجوج دابۃ الارض کی ماہیت کماہی ظاہر فرمائی گئی" (صفحہ ۶۹۱ / ۲۸۲ ازالہ طبع ۱)

بخلاف اس کے اپنے مریدوں کا حال یہ لکھتے ہیں کہ :-

"اب رہی اپنی جماعت خدا کا شکر ہے کہ (انہوں) نے دمشق کے منارہ پر مسیح کے اترنے کی حقیقت۔ دجال کی حقیقت۔ ایسا ہی دابۃ الارض (وغیرہ کے بارے میں) خدا نے ان کو معرفت کے مقام تک پہنچا دیا ہے" (صفحہ ۱ فتاویٰ احمدیہ جلد ۱)

۲۔ مرزا صاحب "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تو صرف تین ہزار معجزات بتاتے ہیں" (صفحہ ۴۴ / ۹۲ تحفہ گولڑویہ) مگر اپنے دس لاکھ نشان۔ (صفحہ ۵۶ تذکرۃ الشہادتین)

واضح رہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک نشان اور معجزہ ایک ہی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:-

"سچا مذہب ضرور اپنے ساتھ امتیازی نشان رکھتا ہے اور اسی کا نام دوسرے لفظوں میں معجزہ اور کرامت اور خارق عادت امر ہے"۔ (ص۵۹ نصرۃ الحق)

۳ - قرآن شریف میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی کے اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا (قرآن شریف میں انگلی کا اشارہ مذکور نہیں یہ قرآن پر جھوٹ ہے۔ ناقل) اور کفار نے اس معجزہ کو دیکھا اس کے جواب میں یہ کہنا کہ ایسا وقوع میں آنا خلاف علم ہیئت ہے یہ سراسر فضول باتیں ہیں"

(ص۲۶ چشمہ معرفت حصہ دوم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ کو از قسم کسوف خسوف کہنا اس کی عظمت کو کم کرنا ہے جیسا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:-

"اگرچہ شق القمر کا معجزہ ہو تو یہ ہیئت و طبعی کے ماہر اور سائنس کے دلدادہ فی الفور اسے کسوف خسوف میں داخل کر کے اس کی عظمت کو گھٹا دیتے ہیں"۔ (ص۱۵۱ رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء تحریر مرزا)

ظاہر ہے کہ مرزا صاحب نے نہ صرف اس معجزہ نبوی کو کسوف و خسوف تک محدود کر کے بلاوجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی عظمت جتانے کی کوشش کی ہے:-

"اس کے لئے چاند کا خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا"۔ (ص۷۱ اعجاز احمدی)

۵۰

خیال زاغ کو بلبل سے برتری کا ہے
غلام زادے کو دعویٰ پیمبری کا ہے

۴۔ مرزا صاحب خطبہ الہامیہ میں رسول اللہ صلعم پر اپنی فوقیت ایک عجیب فریب میں بتاتے ہیں کہ:

"حق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت (بزنگ مرزا) چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی ان دنوں میں اقویٰ اکمل اشد ہے بلکہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ص۱۸۱ اسلام ہلال (پہلی رات کے چاند کا وضعی نام ہلال ہے) (ناقل) کی طرح شروع ہوا اور مقدر تھا کہ آخری زمانہ (یعنی مرزا کے زمانہ) میں بدر (چودھویں شب کے چاند کا وضعی نام بدر ہے۔ ناقل) کی شکل اختیار کرے۔" (ص۱۸۴ خطبہ الہامیہ)

ناظرین کرام! دیکھیے کس فریب آمیز طریق سے رسول اللہ صلعم سے بڑھ کر ہونے کا دعویٰ کیا ہے ؎

بت کریں آرزو خدائی کی
شان ہے تیری کبریائی کی

قطع نظر اس سے صاحب علم غور کریں کہ اسلام کی ابتدا جسے مرزا پہلی کے چاند جیسا لکھتے ہیں ایسی درخشندہ ہے کہ جب سے دنیا کی بنیاد پڑی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی، مٹھی بھر نہتے اور غیر مادی بے سر و سامان انسانوں نے اپنی اولوالعزمی، یک جہتی، جان نثاری اور وفاداری سے، قیصر و کسریٰ ایسے جابر و قاہر بادشاہوں کے تختوں کو الٹ دیا۔ ان کی تہذیب دینداری خدا پرستی غرض جملہ اوصاف شرافت ایسے نمایاں ہیں کہ آج غیروں میں تو کجا خود مسلمانوں میں بھی ایک شخص ڈھونڈنے سے ان جیسا نہیں ملتا پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ان سے بھی مرکزی نقطے، آپ

آپ کی روحانیت کا ٹھکانا ہی کیا۔ بقول مرزا صاحب:

آدم سے لے کر اخیر تک کسی نبی کو ایسی قوت قدسی نہیں دی گئی جو آنحضرت کو عطا کی گئی اور افسوس ہے کہ ایسی جماعت ہم کو بھی نہیں ملی۔ (اخبار بدر ۱۲ جنوری ۱۹۰۶ء)

پس مرزا صاحب کا اپنے وقت کی روحانیت کو آنحضرت صلعم کے زمانہ سے چودہ حصے بڑھ کر لکھنا سراسر خلاف واقعات اور ایک سفید جھوٹ ہے جو توہین نبوی ہے:۔

۵۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذہنی ارتقاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تھا اس زمانہ میں تمدنی ترقی زیادہ ہوئی ہے اور یہ جزوی فضیلت ہے جو حضرت مسیح موعود کو آنحضرت صلعم پر حاصل ہے۔ (قادیانی ریویو ماہ مئی ۱۹۲۹ء)

۶۔ یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ (ڈائری خلیفہ قادیان مطبوعہ اخبار الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء)

۷۔ ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔ (کلمۃ الحق میاں محمود احمد خلیفہ قادیان صفحہ ۱۱۲)

مرزا صاحب کے کاذب ہونے پر دسویں دلیل

مبالغاتِ مرزا

مثالِ اوّل مرزا صاحب مبالغہ گوئی میں اپنی مشاقی کا ثبوت دینے کو یوں راقم ہیں :-

دیکھو زمین پر ہر روز خدا کے حکم سے ایک ساعت میں کروڑہا انسان مر جاتے ہیں اور کروڑہا اس کے ارادہ سے پیدا ہو جاتے ہیں ،، (کشتی نوح ص۳۷)

اس قول میں حضرت قابض الارواح جل شانہ کی صفت اہلاک کا جس انتہائی مبالغہ آرائی سے اظہار کیا گیا ہے۔ اس کی نظیر انبیاء صادقین کی تحریروں میں تو کہاں ملے گی کسی افسانہ گو شاعر کی تالیفات میں بھی... شاذ و نادر نظر آسکے گی ؛

حساب لگائیے کہ کس وقت تک نوع انسان کی موجب تحریر مرزا ظہور کرے ... اگر ایسا ہوتا۔ تو دنیا بلکہ یقیناً دو تین دن کے اندر ہی سب جاندار دنیا کا صفایا ہو جائے۔ رہ جائیں دو دو تین تین دن کے چھوٹے چھوٹے بچے سو وہ بھی ایک دو دن میں بلبلاتے ہوئے بحر فنا میں غرق ہو جائیں اور ربع مسکون پر ایک متنفس بھی جیتا جاگتا چلتا پھرتا نظر نہ آئے۔ پناہ بخدا!

مرزائیو! تم بلکہ تمہارے اعلیٰ حضرت بھی انجیل کے اس قول پر کہ:

"بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کئے۔ اگر وے جدا جدا لکھے جاتے تو میں گمان کرتا ہوں کہ کتابیں جو لکھی جاتیں دنیا میں نہ سما سکتیں،، (یوحنا ۲۰)

چھتا رہ ... لئے مگر بڑی ترنگ میں جھوم جھوم کر زبان طعن دراز کرتے

تصدیق مدد کیا کرتے ہو۔ خدارا کبھی اپنے ان مہمل اور بے معنی مبالغات پر بھی تفر و فکر کرو۔ کیا وہی بات تو نہیں کہ:۔

"عالم کو اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا پر غیر کی آنکھ کا تنکا بھی خار بن کر اس کے سینہ میں کھٹکتا رہے"

مثالِ دوم مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں جو اشتہار دیئے وہ انگلیوں پر شمار ہو سکتے ہیں چنانچہ منشی قاسم علی احمدی نے تبلیغ رسالت جلد اول سے دس تک میں ان کو درج کیا ہے جن کی جملہ تعداد ۲۶۱ ہے مگر مرزا صاحب نے جس مبالغہ آرائی سے اس کا ذکر کیا ہے وہ قابلِ دید و شنید ہے، آپ لکھتے ہیں:۔

"میں نے چالیس کتابیں تالیف کی ہیں اور ساٹھ ہزار کے قریب اپنے دعویٰ کے ثبوت کے متعلق اشتہارات شائع کئے ہیں وہ سب میری طرف سے بطور چھوٹے چھوٹے رسالوں کے ہیں" (اربعین ۳ ص ۲۵)

مرزائیو! ایمان سے کہو اگر تم میں کچھ ایمان باقی ہے، کہ یہ سچ ہے یا دروغ بے فروغ؟ بصورت اثبات ان ساٹھ ہزار رسالوں کا ذرا ہمیں بھی درشن کرا دو بصورتِ ثانیہ افترا اور جھوٹ کی وعید شدید اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللهِ سے ڈرو۔

مثالِ سوم مرزا صاحب نے اسی کے قریب کتابیں لکھی ہیں ان سب کو اکٹھا کیا جائے تو مشکل ایک الماری بھرے گی مگر مرزا صاحب حادثانی اپنی جبلی عادت مبالغہ گوئی سے مجبور ہو کر فرماتے ہیں:۔

میری عمر کا اکثر حصہ سلطنت انگریزی کی تائید و حمایت میں گذرا ہے۔ اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات شائع کئے

ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتب ہیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس "
الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں" (تریاق القلوب صفحہ ۱۵ طبع اول)
اس اظہارِ وفاداری پر حکومت کا مرزا صاحب کو کوئی خطاب نہ دینا
پرلے درجے کی ناقدر شناسی ہے ؎

ہم کو ان سے ہے وفا کی امید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

حالانکہ مرزا صاحب نے خطاب کی آرزو میں الہام بھی گھڑ لئے اور شائع
کر دیئے کہ "لَکَ خِطَابُ الْعِزَّۃِ لَکَ خِطَابُ الْعِزَّۃِ"
(ضمیمہ تریاق القلوب صفحہ ط طبع دوم)
۲،۳
تیرے لئے عزت کا خطاب۔ تیرے لئے عزت کا خطاب۔ مگر ؎

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

مثال چہارم | ریویو بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۲۴۰ میں قول مرزا یوں مسطور ہے:-

"اب تک میرے ہاتھ پر ایک لاکھ کے قریب انسان بدی
سے توبہ کر چکے ہیں"

اس تحریر کے تین سال پانچ ماہ گیارہ دن بعد لکھتے ہیں:-

"میرے ہاتھ پر چار لاکھ کے قریب لوگوں نے معاصی سے
توبہ کی" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۵ مرقومہ ۱۵ مارچ ۱۹۰۶ء)

کس قدر مبالغہ ہے کہ ستمبر ۱۹۰۲ء سے مارچ ۱۹۰۶ء تک تین
لاکھ انسانوں نے بیعت کی۔ یعنی مرزا صاحب متواتر ساڑھے تین سال صبح
۶ بجے سے شام ۶ بجے تک ہر روز لگاتار بیعت ہی لیتے رہے۔ نقشہ جس
کا حساب یوں لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ہر ماہ میں ۷۱۴۲ یا روزانہ
میں ۲۳۸ یا فی گھنٹہ ۱۹ یا ہر تین منٹ کے عرصہ میں دس ستر الطبیعت

سنا کر اور ان پر عمل کرنے کا وعدہ لے کر ایک مرید پھانستے رہے ہیں:

مثال پنجم | مرزا صاحب اپنے مرنے سے قریباً ساڑھے چار سال پہلے فرماتے ہیں:۔

"میں وہ شخص ہوں جس کے ہاتھ پر صدہا نشان ظاہر ہوئے"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۳۴ اکتوبر ۱۹۰۳ء)

مگر مرزا صاحب کی کتنی بڑی کرامت ہے کہ اس کے لئے انہوں نے دو تین منٹ کے اندر ہی اسی کتاب اسی صفحہ میں صرف دو سطر بعد "صدہا نشان" کو "دس لاکھ" بنا ڈالا آگے چل کر صفحہ ۴۱ پر دو مشین مبالغہ کے کل پرزوں کو حرکت دی تو بیک جنبش قلم "دس لاکھ" تک نوبت پہنچا دی:

دلائل مرزائیہ کا جواب

دلیل نمبر ا پاکیزہ زندگی

اعتراض | قرآن مجید میں ہے فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (سورۂ یونس ع ۲) یعنی نبی صلعم فرماتے ہیں اے لوگو! میں تم میں ایک عرصہ تک زندگی گزار چکا ہوں۔ کیا تم نہیں سوچتے۔ اس آیت میں آنحضرتؐ نے اپنی پاکیزہ زندگی کو اپنی نبوت کی دلیل قرار دیا ہے ایسا ہی مرزا صاحب کا حال ہے۔ کوئی شخص آپ کی پہلی زندگی میں عیب نہیں نکال سکتا بلکہ آپ کے اشد ترین مخالفوں کی شہادت موجود ہے کہ آپ بڑے پاک تھے چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ کو اعتراف ہے:

الجواب (۱) بلاشبہ انبیاء کرام کی پہلی کیا ساری زندگی پاک ہوتی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس آیت میں کیا پاکیزہ زندگی کو دلیل نبوت قرار دیا ہے؟ نہیں۔ کیونکہ دنیا میں ہزارہا ایسے اشخاص ملیں گے جن کی زندگی عیوب سے خالی ہے پھر کیا وہ بھی نبی مانے جائیں؟

نبی اپنی زندگی کو کئی حیثیتوں میں پیش کر سکتا ہے اول یہ کہ میں امیر ابن امیر ہوں اور تم بخوبی جانتے ہو پھر کیا میں نے کسی لالچ کی بنا پر دعویٰ نبوت کیا ہے؟

ظاہر ہے کہ اس جگہ یہ حیثیت مقصود نہیں کیونکہ نبی کریم صلعم ایک یتیم بیکس اور غریب تھے۔

دوم یہ کہ نبی کے مخالف اس کو مجنوں وغیرہ قرار دیں (جیسا کہ آنحضرت صلعم کو بھی کہا گیا) اور اس کے جواب میں نبی خدا انہیں متوجہ کرے کہ میں تو تم میں کافی عمر گزار چکا ہوں اور تمہیں علم ہے کہ میں صحیح الدماغ ہوں پھر کیا تم نہیں سوچتے۔

مرزائی صاحبان کو مسلم ہے کہ اس جگہ یہ حیثیت بھی مراد نہیں۔

تیسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ میں نے آج تک افترا نہیں کیا پھر اب کیسے کر سکتا ہوں۔ یہ صورت بھی غیر معقول ہے کیونکہ کسی شخص کا چالیس سالہ عمر کے بعد مفتری ہو جانا محال نہیں ممکن ہے اور دلیل بھی یہ غیر معقول ہے کیونکہ محض پاکیزہ زندگی دلیل نبوت نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ مرزا صاحب راقم ہیں:۔

(۱) "پاک ناپاک ہونا بہت کچھ دل سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا حال سوائے اللہ کے کسی کو معلوم نہیں۔ پس پاک وہ ہے جس کے پاک ہونے پر خدا گواہی دے۔"

(اخبار بدر ۵ مارچ ۰۸ء صہ ۲)

(ب) ایک ظاہری راستباز کے لئے صرف یہ دعویٰ کافی نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے احکام پر چلتا ہے بلکہ اس کے لئے ایک امتیازی نشان چاہیئے جو اس کی راستبازی پر گواہ ہو۔ کیونکہ ایسا دعویٰ تو قریباً ہر ایک کر سکتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے اور اس کا دامن تمام اقسام کے فسق و فجور سے پاک ہے مگر ایسے دعویٰ پر تسلی کیونکر ہو کہ فی الحقیقت ایسا ہی امر واقع ہے اگر کسی میں مادہ سخاوت ہے تو ناموری کی غرض سے بھی ہو سکتا ہے اگر کوئی عابد زاہد ہے تو ریاکاری بھی اس کا موجب ہو سکتی ہے اگر فسق و فجور سے بچ گیا تو تہی دستی بھی اس کا موجب ہو سکتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ محض لوگوں کے لعن طعن خوف سے کوئی پارسا طبع بن بیٹھے اور عظمت الٰہی کا کچھ بھی اس کے دل پر اثر نہ ہو پس ظاہر ہے کہ عمدہ چال چلن اگر ہو بھی تاہم حقیقی پاکیزگی پر کامل ثبوت نہیں ہو سکتا شاید در پردہ کوئی اور اعمال ہوں الخ۔"
(صفحہ ۴۹ نصرۃ الحق مصنفہ مرزا صاحب)

تحریرات مرقومہ بالا شاہد ہیں کہ پاک ہونا دلیل صداقت نہیں ہو سکتا پس قرآنی دلیل بھی نہیں:۔

اب صرف ایک ہی صورت باقی ہے جس کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی پیش کی وہ یہ ہے کہ آیت زیر غور کا سیاق و سباق شاہد ہے کہ کفار آنحضرت سے کہتے تھے کہ اس قرآن کو بدل دو یا اس کے سوا کوئی اور قرآن لے آؤ جس کے جواب میں آنحضرت فرماتے ہیں کہ بھلے لوگو! غور تو کرو کہ میں تو ایک امی ان پڑھ نا خواندہ محض انسان ہوں اور تم بخوبی جانتے ہو کیونکہ میں عرصہ تک تم میں رہ چکا ہوں پھر کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے یہ مجھ ان پڑھ کی کتاب ہی نہیں ہو سکتی

کیسے سکتا ہوں :۔

نبی کریم صلعم کا ان پڑھ ہونا جملہ مخالفین کو مسلّم ہے خود مرزا صاحب کو بھی ملاحظہ ہو صفحہ ۴۷۸ تا ۴۸۰ براہین احمدیہ :۔

حاصل یہ کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اچھا جرنیل نبی ہوتا ہے تو میں کہوں گا یہ ضروری نہیں لیکن کامل نبی کے لئے اچھا جرنیل ہونا ضروری ہے اسی طرح اعلیٰ درجہ کا قاضی ضروری نہیں نبی ہو کافر بھی اچھے جج ہوتے ہیں۔ تو ہر اچھا قاضی بیشک نبی نہیں ہو سکتا۔ لیکن نبی کے لئے اچھا قاضی ہونا ضروری ہے" (قول میاں محمود احمد خلیفہ قادیان در الفضل یکم اکتوبر ۱۹۲۲ء صت)

ٹھیک اسی طرح ہم مانتے ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ ہر نبی بیشک پاک ہوتا ہے مگر ہر ایک پاک شخص نبی نہیں ہوتا۔ پس بفرض محال مرزا صاحب پاک بھی ہوں تاہم ان کی پاکیزگی نبوت کی دلیل نہیں بن سکتی :۔

باقی رہا مولانا محمد حسین بٹالوی رح اور مولانا ثناء اللہ صاحب کا مرزا پر ابتداءً حسن ظن رکھنا۔ سو گزارش ہے کہ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے سید المرسلین کو بغیر وحی الٰہی کے معلوم نہ ہو سکا کہ ہمارے اردگرد منافق بشکل مومنین منڈلاتے پھرتے ہیں وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ الآیۃ (یعنی) اہل مدینہ سے کئی منافق ہیں جنہیں اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نہیں جانتے ہم جانتے ہیں تو اس کے مقابل مذکورہ بزرگوں کا مرزا صاحب کی ظاہری شکل پر دھوکہ کھا جانا کون سی بڑی بات ہے :۔

الغرض نصرۃ الحق کی تحریر سے یہ عبارت النص ثابت ہے کہ پاک زندگی نبوت و صداقت کی دلیل نہیں بلکہ دلیل صداقت معجزات و آسمانی نشان ہیں۔ اس کی مزید تائید قول ذیل سے ہوتی ہے :۔

" سو عزیزو! یقیناً سمجھو کہ صادق کی صداقت ظاہر کرنے کیلئے

خدا تعالیٰ کے قدیم قانون میں ایک ہی راہ ہے۔ اور وہ یہ کہ آسمانی نشانوں سے ثابت کر دیوے کہ خدا تعالیٰ اس کے ساتھ ہے۔"

(شہادۃ القرآن صفحہ ۷۲)

پس ہر ایک دانا انسان پر فرض ہے کہ وہ سب سے پہلے مرزا صاحب کے روحانی کمالات آسمانی نشانات یعنی پیشگوئیاں وغیرہ دیکھے۔ اگر وہ جھوٹی ہیں تو مرزا صاحب جھوٹے۔

۲۔ معیار نبوت وہ ہے جس پر تمام انبیاء و رسل برابر اتریں۔ انبیاء السابقین کی ذاتی گذشتہ زندگی بطور معیار کے پیش کی۔ تو اس معیار پر تمام انبیاء علیہم السلام ہرگز پورے اتر سکتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے تو اس معیار کا صاف انکار کیا جب کہ فرعون نے ان کی سابقہ زندگی کو قتلِ قبطی اور احسان فراموشی وغیرہ سے متہم کیا تھا اور کہا تھا۔

قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ (الشعراء)

موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔

قَالَ فَعَلْتُهَا إِذًا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ ... (الشعراء)

مطلب یہ کہ میں اپنی صداقت میں اپنی پہلی زندگی نہیں پیش کر رہا ہوں بلکہ معجزہ و حالات پیش کرتا ہوں اور مرزا صاحب نے بھی شہادۃ القرآن صفحہ ۷۲ پر اس کی تصدیق کی ہے جس کا اقتباس اوپر درج ہے۔

۳۔ حضرت لوط علیہ السلام اہل سدوم کی طرف بھیجے گئے حالانکہ وہ خود سدوم کے باشندے نہ تھے تو سدوم والے حضرت لوط کی

پہلی زندگی سے کیونکر واقف ہو سکتے تھے؟ پس پیغمبر کی سابقہ زندگی معیار نبوت نہیں ہو سکتی۔

۳- بفرض محال اگر پیغمبر کی سابقہ زندگی معیار نبوت بھی ہو سکتی تو پھر مرزا صاحب اس پر پورے نہیں اتر سکتے کیونکہ وہ بالکل غیر معروف آدمی تھے تو وہ کیونکر اس معیار پر پورے اتر سکتے ہیں وہ خود مانتے ہیں:۔

"پھر دوسرا نشان یہ ہے کہ اس گذشتہ زمانہ میں جس کو سترہ برس گزر گئے یعنی اس زمانہ میں جبکہ یہ عاجز گوشہ گمنامی پڑا ہوا تھا اور کوئی نہ جانتا تھا کہ کون ہے اور نہ کوئی آتا تھا۔

(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم صہ ۲)

"اس بات کو عرصہ قریباً بیس برس کا گزر چکا ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ مجھ کو بجز قادیان کے چند آدمیوں کے اور کوئی نہیں جانتا تھا یہ الہام ہوا۔" (ص ۲۵ تریاق القلوب مطبوعہ ۱۹۲۲ء)

(۴) انبیاء کرام شرک و کفر سے پیدائشاً پاک ہوتے ہیں بخلاف اس کے مرزا صاحب قادیانی قبل از دعویٰ نبوت کے بقول خود مشرک تھے کیونکہ وہ عرصہ دراز (۵۲ سال) تک عقیدہ حیات مسیح کے معتقد بلکہ مشتہر و مبلغ رہے اور بعد میں آپ نے کھلے الفاظ میں اس عقیدہ کو شرک قرار دیا نتیجہ صاف ہے کہ مرزا صاحب پہلے "خود مشرک تھے"۔

اعتراض | آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰہِ فَقَدْ اَشْرَکَ (ترمذی) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خدا کے سوا کسی اور کی قسم کھانا شرک ہے مگر آپ نے دوسرے وقت ایک شخص کے باپ کی خود قسم کھائی جیسا کہ حدیث میں ہے [illegible] (مسلم [illegible] باب الایمان [illegible]) اگر اس کے باپ کی قسم اگر اس نے سچ بولا ہے تو وہ نجات پا گیا ہے۔

جواب نمبر ۱۱ اس حدیث میں ایک لفظ محذوف ہے۔ مطلب حدیث کا یہ ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ وَرَبِّ اَبِیْہِ یا اس شخص کے باپ کے رب کی قسم یہ نجات پا گیا۔ اس طرح کے یہ حذف، محذوف کلام عرب میں بکثرت ہوتے ہیں خود قرآن مجید میں بھی مواقع کثیرہ میں اس کی مثالیں ملتی ہیں بطور نمونہ ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ یوسف۔ واسئل القریۃ۔ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ "پوچھ لے قریہ سے۔ حالانکہ قریہ کوئی قابل استفسار ہستی نہیں سو اس آیت میں بھی ایک لفظ اہل محذوف ہے جس کے ملانے سے عبارت یہ ہوگی کہ "پوچھ لے بستی میں رہنے والوں سے" اور یہی صحیح ہے حاصل یہ کہ حدیث میں غیر اللہ کی قسم ہرگز نہیں کھائی گئی۔

نیز مرزا صاحب کو مسلم ہے کہ:۔

"رسول صلعم کی مقدس ذات نے کروڑہا انسانوں کو بتوں اور عیسیٰ پرستی اور مخلوق پرستی سے نجات دے کر لا الٰہ الا اللہ پر قائم کیا" (حصہ ۲ بست بچن مصنفہ مرزا صاحب)

یہ نہیں ہو سکتا کہ انبیاء جو شرک مٹانے آتے ہیں خود شرک میں مبتلا رہیں اس کی تائید مرزا صاحب سے بھی مرقوم ہے جیسا کہ لکھا ہے:۔

"اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جبکہ ان (انبیاء) کے آنے کی اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو خدا کے احکام پر چلا دیں تو گویا وہ خدا کے احکام کو عمل در آمد لانے والے ہوتے ہیں اس لئے اگر وہ خود ہی احکام کی خلاف ورزی کریں تو پھر عمل درآمد کرنے والے نہ رہے۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ نبی نہ رہے وہ خدا تعالیٰ کے مظہر اور اس کے اقوال و افعال کے مظہر ہوتے ہیں پس خدا تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی ان کی طرف منسوب بھی نہیں ہو سکتی" (ص ۱۱ ریویو جلد دہم)

نیز نبی صلعم نے باپ کی قسم کھانے سے منع کر دیا تھا:۔

(۱) من کان حالفا فلا یحلف الا باللہ وکانت قریش تحلف بآبائها فقال لا تحلفوا بآبائکم (مسلم کتاب الایمان صفحہ)

(۲) لا تحلفوا بالطواغی ولا بآبائکم (کتاب الایمان صفحہ ۱۹)

جواب نمبر ۲ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے مگر الفاظ وابیہ منقول نہیں ہیں (قد افلح ان صدق) اور یہی الفاظ مسلم کی ایک روایت میں ہیں قد افلح ان صدق) اور جس حدیث میں یہ الفاظ قد افلح وابیہ ان صدق آئے ہیں اس میں راوی کو خود شک ہے کہ نبی صلعم نے یہ الفاظ کہے یا دہ۔ لہٰذا یہ الفاظ قد افلح ان صدق) زیادہ صحیح ہیں کیونکہ یہ الفاظ امام بخاری ؒ ایسے نقاد حدیث نے نقل کئے ہیں اور مرزا صاحب کا یہ فتویٰ ہے کہ:۔

"یہ کتاب اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے"

(شہادۃ القرآن صفحہ)

بلکہ مرزا صاحب نے یہاں تک فرمایا ہے کہ جو حدیث بخاری میں نہ ہو وہ ضعیف ہے۔ مرزا صاحب حضرت عیسیٰ کے منارہ دمشق پر آنے کی حدیث کو اس لئے ضعیف قرار دیتے ہیں کہ گو وہ حدیث صحیح مسلم میں تو ہے مگر بخاری میں نہیں:۔

یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم ؒ میں امام مسلم ؒ نے لکھی ہے جس کو ضعیف سمجھ کر رئیس المحدثین امام محمد اسماعیل[1] بخاری نے چھوڑ دیا۔ (صفحہ ۹ ازالہ اوہام)

لہٰذا یہ الفاظ قد افلح وابیہ ان صدق قابل حجت نہیں۔

---

[1] مرزا صاحب نے غلط لکھا ہے اصل نام محمد بن اسمٰعیل ہے۔

کیونکہ اس کو امام بخاریؒ نے چھوڑ دیا اور صحیح الفاظ یہ ہیں قَدْ اَفْلَحَ اِنْ صَدَقَ
کیونکہ ان کو امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے۔

مرزائیوں کی دوسری دلیل

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ (الحاقہ ع۲)

کہ اگر یہ (نبی صلعم) کوئی جھوٹا الہام بنا کر میری طرف منسوب کرتے تو ہم ان کا دایاں ہاتھ پکڑ کر ان کی شاہ رگ کاٹ دیتے۔ گویا اگر کوئی جھوٹا الہام بنا کر خدا کی طرف منسوب کرے تو وہ قتل ہو جاتا ہے اور چونکہ آنحضرتؐ جو صداقت کی کسوٹی ہیں، آپ ۲۳ سال دعویٰ وحی و الہام کے بعد زندہ رہے اس لئے کوئی مدعی الہام و وحی نبوت اتنا عرصہ زندہ نہیں رہ سکتا بشرطیکہ وہ مجنون نہ ہو (ص۲۶) وہ مدعی الوہیت نہ ہو الخ (ص۲۱۷ پاکٹ بک مرزائی)

(ب) لَوْ تَقَوَّلَ سے پاگل، نفسانی خوابوں اور الہام والا، یا بد ہضمی اور گرمی کی شدت و کثرت کی وجہ سے یا شیطانی الہام والا اپنے آپ کو خدا قرار دینے والا یہ لوگ مستثنیٰ ہونے چاہئیں۔" (ریویو مئی ۱۹۳۰ء ص۲۹-۳۰ از مولوی اللہ دتا جالندھری)

الجواب الاول

مصنف مرزائی پاکٹ بک نے دلیل مذکورہ کی تائید میں بعض مفسرین کے توضیح میں پیش کئے ہیں۔ مثلاً شرح عقائد نسفی و ابن قیم کی تحریرات بھی پیش کی ہیں جن میں تحریف و خیانت مجرمانہ سے کام لیا ہے۔ مگر ہم سر دست اس بحث کو چھوڑتے ہیں کیونکہ علماء امت کے اقوال کا اگر وہی مطلب ہو

جو مرزائی لیتے ہیں تو بھی انہیں مفید اور ہمیں مضر نہیں۔ کیونکہ ہمارا اور ان کا مسلمہ ہے کہ اقوال الرجال حجت شرعی اور لائق استناد نہیں ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب تو اس بارے میں اس قدر بے باک واقع ہوئے ہیں کہ لکھتے ہیں،

(ا) "امت کا کورانہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے؟" (ص ۱۴۲/۶۵ ازالہ ط ۱، ۲)

(ب) "تفسیر کی کتابوں میں چھ چھ سات سات اقوال متضاد ہیں" (ازالہ ص ۲۲۸ ط ۲)

اب رہا اصل دلیل کا معاملہ سو بالکل واضح ہے یہ آیت نبی صلعم کے حق میں ہے اور آپ ہی اس کے مخاطب ہیں۔ اس کی نظیر وہ آیت ہے جس میں ارشاد ہے۔ وَاِنْ کَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَکَ عَنِ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْکَ لِتَفْتَرِیَ عَلَیْنَا غَیْرَہٗ ۝ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْکَ خَلِیْلًا ۝ وَلَوْلَاۤ اَنْ ثَبَّتْنٰکَ لَقَدْ کِدْتَّ تَرْکَنُ اِلَیْھِمْ شَیْئًا قَلِیْلًا ۝ اِذًا لَّاَذَقْنٰکَ ضِعْفَ الْحَیٰوۃِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ عَلَیْنَا نَصِیْرًا ۝ ..... (بنی اسرائیل ع ۸) یعنی وہ کافر تو تجھے وحی الٰہی کے خلاف لے جانے میں کوشاں ہیں جو ہم نے تجھ پر اتاری ہے تاکہ تو ہم پر افترا کرے اور وہ تجھے اس صورت میں دوست بنا لیتے۔ اگر ہم تجھے ثابت قدم نہ رکھتے تو آجاتا ان کے داؤ میں۔ اندریں صورت ہم تجھے دنیا و آخرت میں دوگنی عذاب چکھاتے اور کوئی شخص بھی تجھے ہم سے نہ بچا سکتا۔

پس جس طرح اس آیت میں خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہیں اسی طرح مرزائیوں کی پیش کردہ آیت بھی مخصوص ہے نبی صلعم سے۔ بمطلب یہ ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جن کو خدا تعالیٰ نے جملہ مخلوق سے بزرگ و برتر مراتب پر فائز کیا ہے اور اپنی تمام نعمتیں نبوت کی آپ پر تمام کردی ہیں اور دنیا کی کوئی خوبی نہیں جو آپ میں جمع نہیں کی گئی۔ باوجود اس کے بھی اگر آپ خدا پر افترا کریں اور خدا کی بھیجی ہوئی وحی میں "بعض" افتریات ملا دیں تو خدا تم فرماتا ہے ہم آپ کی قطع وتین کردیں۔

اس آیت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہر وہ شخص جو پرلے سرے کا دجال وکذاب ہے اور خدا کی رحمت سے ہزار ہا کوس دور۔ زمرۂ شیاطین کا سرتاج جس پر خدا نے اپنی رحمت و انعاماتِ روحانیہ کا قطرہ بلکہ قطرے کا ہزاروں حصہ بھی نہیں ڈالا ہے۔ وہ اگر اپنی خباثتِ طبعی کے زیر اثر خدا پر افترا کرے تو خدا اسے ہلاک کر دے گا۔ خدا تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ اکثر طور پر ضلالت و گمراہی کے بدترین فرزندوں کو جو مفتری علی اللہ اور روحانیت سے کورے دنیا جیفہ کے طالب، مدعیان کاذب ہوں، ان کو کبھی کبھی ڈھیل دیتا ہے قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ۔ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُھُمْ ثُمَّ نُذِیْقُھُمُ الْعَذَابَ الشَّدِیْدَ بِمَا کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ ٥ (یونس ع ۷) کہہ! جو لوگ خدا پر جھوٹ افترا کرنے والے ہیں وہ نجات نہیں پائیں گے۔ ہاں انہیں دنیا میں بیشک فائدہ ہے۔ مگر جب وہ ہمارے پاس آئیں گے تو ہم انہیں عذاب شدید میں مبتلا کریں گے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَہٗ اَلَیْسَ فِیْ جَھَنَّمَ مَثْوًی لِّلْکٰفِرِیْنَ ٥ (سورہ عنکبوت ع ۷) اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے کہ وہ خدا پر افترا کرے، یا سچائی کی تکذیب کرے، یہ مت سمجھنا کہ ان کا یہ ظلم بلا بالا جائے گا، کیا کافروں کا ٹھکانا جہنم نہیں! یعنی یہ ظالم جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ شَیْءٌ (الٰی) وَلَوْ تَرٰی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْھِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَکُمُ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْھُوْنِ بِمَا کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ

لہ طلاح نجات آخری صفحہ براہین احمدیہ۔

(سورہ انعام ع ۱۱) لاریب وہ بڑا ظالم ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے اور کہے کہ مجھ پر وحی ہوتی ہے حالانکہ نہ ہوتی ہو۔ اے نبی تو دیکھے ان کی درگت بنتی جب ہوتے ہیں یہ موت کی بیہوشی میں اور فرشتے پھیلا رہے ہاتھ کہ نکالو اپنی جانوں کو آج بدلہ ملیگا تم کو، عذاب ذلیل کرنے والا بسبب اس کے کہ تم خدا پر جھوٹ باندھتے تھے اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (النحل ع ۱۵) تحقیق مفتری نجات نہیں پائیں گے انہیں نفع تھوڑا ہے عذاب دردناک قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۔ حَتّٰى إِذَا رَأَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ الآیۃ (سورہ مریم ع ۵) کہدے اے نبی صلعم گمراہی کے مجرموں کو بعض اوقات خدا تعالیٰ ڈھیل دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اس عذاب موت تک پہنچ جائیں جس کا انہیں وعدہ دیا گیا ہے :

مختصر یہ کہ ان اور ان جیسی دیگر کئی آیات سے عیاں ہے کہ مدعیان نبوت کاذبہ اور مفتریان علی اللہ اخوان الشیاطین کو بحیثیت قانون مقررہ مرنے کے بعد سزا ملتی ہے الا ماشاء اللہ۔ ایک ابلیس لعین ہی کو دیکھئے کہ اس کو قیامت تک ڈھیل دی گئی ہے :۔

جواب دوم

اس کو بھی چھوڑیئے۔ آیئے ہم بطور فرض محال مان لیتے ہیں کہ آیت لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا الآیۃ عام ہے جو ہر مفتری مدعی نبوت کو شامل ہے۔ تو بھی مرزا صاحب بہ اصول خود اس آیت کی رو سے کاذب ثابت ہوتے ہیں ناظرین بغور سنیں :۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ یہ آیت مدعیان نبوت کے بارے میں ہے

(۱) خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابیں اس بات پر متفق ہیں کہ جھوٹا نبی

ہلاک کیا جاتا ہے اب اس کے مقابل پر یہ پیش کرنا کہ اکبر بادشاہ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ یا روشنی دین جالندھری نے دعویٰ کیا یا کسی اور شخص نے دعویٰ کیا اور وہ ہلاک نہیں ہوئے یہ ایک دوسری حماقت ہے جو ظاہر کی جاتی ہے بھلا اگر یہ سچ ہے کہ ان لوگوں نے نبوت کے دعوے کئے اور تئیس برس تک ہلاک نہ ہوئے تو پہلے ان لوگوں کی خاص تحریر سے ان کا دعویٰ ثابت کرنا چاہیئے اور وہ الہام پیش کرنا چاہیئے جو الہام انہوں نے خدا کے نام پر لوگوں کو سنایا یعنی یہ کہا کہ ان لفظوں کے ساتھ میرے پر وحی نازل ہوئی ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ اصل لفظ ان کی وحی کے کامل ثبوت کے ساتھ پیش کرنے چاہئیں۔ کیونکہ ہماری تمام بحث وحی نبوت میں ہے ×× غرض پہلے تو یہ ثبوت دینا چاہیئے کہ کونسا کلام الٰہی اس شخص نے پیش کیا ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ پھر بعد اس کے یہ ثبوت دینا چاہیئے کہ جو تئیس برس تک کلام الٰہی اس پر نازل ہوتا رہا وہ کیا ہے ؟ ×× جب تک ایسا ثبوت نہ ہو تب تک بے ایمانوں کی طرح قرآن شریف پر حملہ کرنا ×× شریر لوگوں کا کام ہے"

(ص۱۱ ضمیمہ اربعین ۳،۴)

(۲) "ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص جھوٹا ہو کر اور خدا پر افترا کر کے ×× تئیس برس تک مہلت پا سکے ×× ضرور ہلاک ہوگا۔"

(ص۱ اربعین ع۴)

(۳) "صادقوں کا پیمانہ عمر (تئیس سال) کاذب کو نہیں ملتا۔"

(ص۲ ضمیمہ اربعین ۳،۴)

(۴) "×× اے مومنو اگر تم ایک ایسے شخص کو پاؤ جو ×× تئیس برس

تک وحی الٰہی پانے کا دعویٰ کرتا رہا × × تو یقیناً سمجھو کہ وہ خدا کی طرف سے × × ہاں اس بات یا واقعی طور پر ثبوت ضروری ہے کہ اس شخص نے × × تئیس برس کی مدت حاصل کر لی ہے۔" (اربعین ۳ ص ۲۶-۲۷)

تحریرات مذکورہ سے ثابت ہے کہ یہ آیت مدعی نبوت کے دعویٰ سے مخصوص ہے اور زمانہ میعاد ۲۳ سال ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کب کیا اور اس کے بعد کتنے سال زندہ رہے۔ سو ہمارے مخاطبین قادیانی مرزائیوں کو مسلم ہے کہ:۔

"تریاق القلوب کی اشاعت تک جو اگست ۱۸۹۹ء سے شروع ہوئی اور ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ختم ہوئی آپ مرزا صاحب کا یہی عقیدہ تھا کہ × × آپ کو جو نبی کہا جاتا ہے یہ ایک قسم کی جزوی نبوت ہے (۱۹۰۲ء) کے بعد میں آپ (مرزا) کو خدا کی طرف سے معلوم ہوا کہ آپ نبی ہیں" (رسالہ القول الفصل ص۲۴ مصنفہ مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان۔ پسر مرزا)

عبارت مرقومہ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا نے دعویٰ نبوت ۱۹۰۲ء میں کیا اس کے بعد آپ ۱۹۰۸ء میں مر گئے۔ یعنی بعد نبوت صرف ۶ سال کے قریب زندہ رہے حالانکہ اگر وہ صادق ہوتے تو لازمی تھا کہ وہ تئیس سال دعویٰ نبوت کے بعد زندہ رہتے چنانچہ ہم ان کا قول نقل کر آئے ہیں کہ:۔

"ہرگز ممکن نہیں کہ جھوٹا تئیس برس مہلت پا سکے ضرور ہلاک ہوگا۔" (اربعین ۴ ص۶)

ناظرین کرام! اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے مرزا صاحب نے بہت سے مغالطے اور بکثرت کذب بیانیاں کی ہیں۔ کہیں اس آیت کو عام مدعیان الہام کے بارے میں لکھا ہے اور کہیں خاص مدعیان نبوت کے حق میں۔

کہیں مفتری کی سزا طبعی موت بتائی اور کہیں قتل۔ کہیں دست بدست اور جلدی فوراً مفتری کا مارا جانا قانون قرار دیا اور کہیں مدت ۲۳ سال مقرر کی پھر کسی جگہ ۵ سال لکھی تو کسی جگہ ۱۲ سال۔ کہیں ۱۴ سال کہیں سولہ سال کہیں ۲۰ سال کہیں ۲۳ سال کہیں ۲۴ سال کہیں ۲۵ اور کہیں ۳۰ بلکہ اس سے بھی زیادہ میعاد بتائی۔

اسی طرح اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق بنانے کو کتنی جگہ ایک ہی سال کی تصنیفات میں کہیں اپنی عمر ۲۰ سال لکھی ہے دوسری طرف اسی سال کی دیگر کتب میں ۲۵ سال۔ آج اگر ۱۱ سال لکھی تو چند دن بعد ۲۰ سال پھر لطف یہ کہ اس کے تھوڑا عرصہ بعد صرف ۱۵/۱۴ سال عمر بتائی غرض کئی ایک اس طرح کے فریب کھیلے ہیں

جواب سوم

بفرض محال یہ آیت عام ہو تو بھی مرزا صاحب اس کے مصداق اس وجہ سے نہیں بن سکتے کہ وہ مراقی ہیں اور بقول مولوی نورالدین خلیفہ اول قادیان مراق ایک شعبہ جنون کا سا ہے۔ ماسوا اس کے مرزا صاحب مختلف الاقوال شخص کو پاگل اور مجنون فرماتے ہیں (ست بچن) اور ان کے اقوال میں صدہا اختلاف ہیں:۔

نیز انہوں نے خدائی کا دعویٰ بھی کیا ہے جیسا کہ ثبوت دیا جا چکا ہے پس وہ مفتری کی سزا سے باہر ہیں کیونکہ مصنف مرزائی پاکٹ بک مولوی عبداللہ محمدی وغیرہ کا اقرار ہے کہ ایسا شخص تقوّل کی سزا کا مستحق نہیں مگر یہ جو کہا جائے کہ مرزا کا دعویٰ خدائی خواب ہے تو جواب یہ ہے تم مرزا کو نبی مانتے ہو اور خود تمہیں مسلم ہے کہ رؤیا الانبیاء وحی (مرزائی پاکٹ بک)

ایسا ہی مرزا صاحب نے بھی لکھا ہے :-
"پیغمبر کا کشف اور خواب وحی ہے" (صفحہ ۱۲۰ ایام الصلح)
ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

جواب چہارم

یہ استدلال کہ دعویٰ نبوت کے بعد ۲۳ سال تک زندہ رہنے والا سچا نبی ہوتا ہے بھی درست نہیں۔ کیونکہ اس قاعدے کا ذکر قرآن شریف نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی ۲۳ سال کے الفاظ قرآن مجید سے نکال سکتا ہے۔ اگر آنحضرت صلعم دعویٰ نبوت کے بعد زندہ رہے تو یہ عمر مقدر کی وجہ سے ہے اس سے عام قاعدہ مستنبط نہیں ہو سکتا۔ قادیانیوں کا یہ استدلال اس لئے بھی غلط ہے کہ کفار بنی اسرائیل نے جو حضرت یحییٰ نبی اللہ علیہ السلام کو قتل کیا تھا تو وہ دعویٰ نبوت کے بعد ۲۳ سال گزر جانے کے بعد قتل کیا تھا یا پہلے۔ اگر بعد قتل کیا گیا تھا تو اس کی سند درکار ہے جو نہیں ملے گی۔ بلکہ اس کے برخلاف ثابت ہے کہ آپ دعویٰ نبوت کے تھوڑے عرصہ بعد ہی قتل کر دیئے گئے تھے اور اگر ۲۳ سال سے پہلے قتل ہوئے تھے جو بالکل درست ہے۔ تو مرزائیوں کو دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہی ماننی پڑے گی۔ یا تو معاذ اللہ حضرت یحییٰؑ نبی صادق نہ ہوں گے یا قادیانیوں کا قاعدہ غلط ہو گا۔ چونکہ حضرت یحییٰؑ معاذ اللہ جھوٹے نبی ہرگز نہ تھے لہٰذا قاعدہ بالکل غلط ہے :

جواب پنجم

اگر یہ غلط استدلال بفرض محال صحیح ہو تو پھر بہاؤ اللہ سچا ہے کیونکہ وہ بعد از دعویٰ چالیس سال تک زندہ رہا :-

(۱) "حضرت بہاء اللہ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ۱۲۶۹ھ میں کیا۔ اور آپ ۱۳۰۹ھ تک زندہ رہے۔" (الحکم ۲۴ / اکتوبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۴)

(۲) "حضرت بہاء اللہ کا یہ دعویٰ تھا کہ مجھ پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے۔" (کتاب الفرائد صفحہ ۲۵ الحکم ۱۰، ۱۷ / نومبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۹، اوعیہ محبوب صفحہ ۲۸، الحکم ۲۴ / اکتوبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۴)

(۳) "حضرت بہاء اللہ بعد از دعویٰ وحی چالیس سال تک زندہ رہے آپ اپنے دعویٰ پر اخیر دم تک قائم رہے۔" (الحکم ۲۴ / اکتوبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۴، الحکم ۱۰، ۱۷ / نومبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۹ و کتاب الفرائد صفحہ ۲۵، صفحہ ۲۶)

مرزائیوں کی تیسری دلیل

يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ اَبْنَاءَهُمْ کہ نبی کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح باپ اپنے بیٹے کو۔ گویا جس طرح بیوی کی پاکیزگی خاوند کے لئے اس امر کی دلیل ہوتی ہے کہ پیدا ہونے والا اسی کا بچہ ہے اسی طرح مدعی نبوت کی قبل از دعویٰ پاکیزگی اس کی صداقت پر دلیل ہوتی ہے۔" (صفحہ ۲۷۵ مرزائی پاکٹ بک)

الجواب

اس استدلال میں مرزائی صاحب نے یہود نامسعود سے بھی بڑھ کر تحریف و دجالیت سے کام لیا ہے۔ آیت کا سیاق و سباق یہ ہے کہ جب حضور علیہ السلام کو بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا تو سفہاء مکہ نے اس پر اعتراض کیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَیَعْلَمُوْنَ اَنَّہُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّہِمْ الآیۃ
اور بلاشبہ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ تغیر و تنسیخ
قابلِ اعتراض نہیں کتب سابقہ اس پر شاہد ہیں کہ کبھی خدا تعالیٰ اپنے بندوں
کی ضروریات کو ملحوظ رکھ کر اور کبھی سزا کے طور پر اور کبھی ابتلا کے طور پر احکام
جدید بھیجا کرتا ہے پس اس معاملہ میں بھی وہ جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی
طرف سے حق ہے۔ اب رہے ضدی متمرد شخص سو اگر تو دنیا جہان کی نشانیاں
اور دلائل بھی ان کے روبرو پیش کرے مَا تَبِعُوْا قِبْلَتَکَ نہ چلیں تیرے
قبلے پر اور نہ پیروی کر تو ان کے منسوخ شدہ قبلے کی۔ اگر تو نے بعد اس کے
بھی ان کی ہوائے نفسانی کی اتباع کی تو بیشک تو بے انصاف ہوگا اَلَّذِیْنَ
اٰتَیْنٰہُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَہُمْ الآیۃ جن لوگوں
کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو ایسا پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں
کو اس پر دلیل یہ ہے کہ ان کی کتابوں میں مرقوم و موجود ہے کہ موسیٰؑ کے
بعد ایک اور شریعت آنے والی ہے مگر افسوس ہے ان کی حالت پر کہ وَاِنَّ
فَرِیْقًا مِّنْہُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَہُمْ یَعْلَمُوْنَ۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ
فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۝ کہ ایک فریق باوجود جاننے
بوجھنے کے عمداً حق کو چھپا رہا ہے ان کی اس کج روی پر دھیان نہ کرو۔ یہ تیرے
رب کی طرف سے حق ہے سو تم ان شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔ ایسا ہی کفار
کے جواب میں دوسری جگہ فرمایا اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ وَ
یَتْلُوْہُ شَاہِدٌ مِّنْہُ وَمِنْ قَبْلِہٖ کِتٰبُ مُوْسٰی اِمَامًا وَّ
رَحْمَۃً۔ اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ اِلٰی فَلَا تَکُ فِیْ مِرْیَۃٍ مِّنْہُ اِنَّہُ الْحَقُّ
مِنْ رَّبِّکَ الآیۃ (ہود ع ۲) بھلا جو شخص اپنے رب کی طرف سے کھلے کھلے
دلائل پا چکا ہے کہ وہ دلائل آپ اپنی صداقت پر گواہ ہیں پھر موسیٰؑ کی کتاب
بھی اس کی سچائی پر راہنما ہے (وہ کیسے شک کر سکتا ہے لاریب جو صاحب

عقل وعلم واقف تورات وانجیل ہیں) وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ پس تو کسی قسم کے شبہ میں نہ پڑ بیشک وہ خدا کی طرف سے سچ ہے ؛

ناظرین کرام! یہ ہے تفسیر القرآن بالقرآن یعنی اس آیت میں قرآن مجید کو بیٹوں کی طرح پہچاننے کا ذکر ہے۔ مگر مرزائی محرف نے اس کو یہود کی طرح الٹ پلٹ دیا ؛

دوسرا جواب

بعض مفسرین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اس آیت یَعْرِفُوْنَهٗ کی ضمیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیری ہے یعنی وہ آنحضرت صلعم کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو۔ اس صورت میں بھی مطلب واضح ہے ارشاد الٰہی ہے: اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ الآیہ ہے (الاعراف ع ۱۹) وہ لوگ جو تابعداری کرتے ہیں اس رسول ان پڑھ کی (محض تقلیداً یا کسی لالچ یا خوف کی وجہ سے نہیں بلکہ) وہ لکھا ہوا پاتے ہیں تورات وانجیل میں اس رسول صلعم کو ؛

حدیث میں ہے کہ رسول خدا صلعم نے ایک یہودی کا قرض دینا تھا)۔ اس نے ایک دن مانگا حضور نے کہا کہ اس وقت موجود نہیں۔ اس نے سخت کہا۔ یہاں تک کہ صحابہ کرامؓ میں سخت غم وغصہ اور رنج کی لہر دوڑ رہی تھی حضور نے انہیں فرمایا کہ اس پر ہاتھ اٹھانا بڑا ظلم ہے مجھے خدا نے اس سے منع فرمایا ہے۔ یہ سن کر وہ یہودی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اور اپنی ساری جائداد میں سے آدھی اللہ کی راہ میں وقف کر دی۔ پھر اپنے اس سختی اور انتہائی تقاضا کا سبب بیان کیا کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ بہ لا نظر الی نعتک [illegible]

لانظر الی نعتک فی التوراۃ محمد بن عبد اللہ مولدہ بمکۃ ومہاجرہ بطیبۃ وملکہ بالشام لیس بفظ ولا غلیظ ولا سخاب فی الاسواق ولا متزی بالفحش ولا قول الخناء (مشکوٰۃ باب فی اخلاقہ)

تا امتحان کروں میں ان امور میں آپ کا جو تورات میں مذکور ہیں محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ولادت اس کی مکہ شریف۔ ہجرت گاہ طیبہ مقدسہ ملک شام نہ وہ بدزبان ہے۔ نہ سخت دل۔ نہ بازاروں میں چلانے والا۔ نہ فحش گو۔ نہ بیہودہ قولوں کا قائل۔

اندریں حالات مطلب آیت کا یہ ہے کہ بعض یہود آنحضرتؐ کو لوجہ لکھا ہوا ہونے تورات میں خوب جانتے ہیں۔ مگر تعصب کی راہ سے حق سے اعراض کرتے ہیں۔ پس اس آیت سے خواہ مخواہ پاکیزہ زندگی کی طرف اشارہ نکالنا یہودیانہ تحریف ہے بحالیکہ خود مرزائیوں کا بنی صاف صاف لکھ گیا ہے کہ:۔

"پاک زندگی اگر ہو بھی تو پھر بھی دلیل صداقت نبوت نہیں"۔

تیسرا جواب خود مرزا صاحب کی تحریر سے

مرزا صاحب آنحضرت صلعم کی اُمیّت ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"بلا شبہ ان پر یہ بات بکمال درجہ ثابت ہو چکی تھی کہ جو کچھ آنحضرتؐ کے منہ سے نکلتا ہے وہ کسی اُمّی اور ناخواندہ کا کام نہیں × × جو ان میں سے دانا اور واقعی اہل علم تھے وہ بخوبی معلوم کر چکے تھے کہ قرآن انسانی طاقتوں سے باہر

ہے اور ان پر یقین کا دروازہ ایسا کھل گیا کہ ان کے حق میں خدا نے فرمایا یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم یعنی اس نبی کو ایسا شناخت کرتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو''
(براہین احمدیہ ص ۴۶۵ ، ۴۶۶)

برادران مرزا صاحب کی اس تحریر کو بغور پڑھیئے۔ پھر اس کے بعد مرزائی پاکٹ بک کے مصنف کی یہودیانہ تحریف اور دجالانہ دلیل بازی کو ملاحظہ فرمائیے۔ آپ پر صاف عیاں ہو جائے گا کہ اس فرقہ کے تمام چھوٹے بڑے ایمان و دیانت سے دور، حق و انصاف کے دشمن عدل و ایمان سے عاری، محض دنیا کے بندے ہیں۔ خدا ان سے تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

مرزائیوں کی چوتھی دلیل

یاصالح قد کنت فینا مرجوا قبل ھذا کہ جب حضرت صالح علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ کیا تو ان کی قوم نے کہا کہ اے صالحؑ آج سے پہلے تیرے ساتھ ہماری بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ تجھ کو کیا ہو گیا کہ تو نبی بن بیٹھا۔ یعنی جب نبی دعویٰ نہیں کرتا تو قوم اس کی مداح ہوتی ہے مگر جب دعویٰ کر دیتا ہے تو تنقیصات اس کی کرنے لگ جاتی ہیں۔ (ص ۲۶۰ احمدیہ پاکٹ بک)

الجواب: بیشک اکثر انبیاء کرام ابتداء سے ہی قوم کی امید گاہ ہوتے ہیں اکثر کا لفظ ہم نے اس لئے لکھا ہے کہ بعض انبیاء کی پیدائش کے وقت ہی ان پر بدظنی کی گئی ہے جیسا کہ مسیحؑ کے ساتھ ہوا۔ مثل مشہور ہے کہ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ لوگ ابتداء سے ہی مخالف کیوں نہ ہوں مگر اللہ والوں میں شروع سے رشد و ہدایت کا اظہار ہوتا ہے

ہاں اس کا مطلب نہیں کہ بعض بدانجام لوگوں سے ابتداً امیدیں وابستہ نہیں ہوئیں۔ دنیا کے ہر ایک نیک و بد کے بچپن میں اس کے حوالی موالی خویش و اقربا۔ ماں باپ، اس سے نیک امیدیں رکھتے ہیں۔ مگر کیا سب نیک ہی ہوتے ہیں؟ نہیں بعض نیک اور بعض آخری درجہ کے چھٹے ہوئے بدمعاش نکلتے ہیں۔ بعض شریف طبع، بعض بد اخلاق، بعض سعید، بعض شقی، عام کی امیدوں کا تو کیا ذکر۔ آئیے ہم کتب مرزا سے اس کی مثالیں پیش کریں۔ ملاحظہ ہو مرزا صاحب جو مدعی نبوت تھے، جن کا ہر قول و فعل، ہر حرکت و سکون بقولِ خود تصرفِ قدرت کے تحت تھا، بعض لوگوں کے بارے میں یہ امید رکھتے تھے:۔

(۱) "خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے "ان کے چہرہ پر نیک بختی کے نشان پاتا ہوں" (صفحہ ۳۱ حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم)

(۲) "محمد علی صاحب ایم اے پلیڈر ہیں۔ ان کے آثار بہت عمدہ پاتا ہوں الخ" (اشتہار ۴۔ اکتوبر ۹۹ء تبلیغ رسالت جلد ۸ صفحہ ۶۸)

(۳) "ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کو اصحابِ بدر کی طرح قرار دے کر تین سو تیرہ اصحابیوں میں داخل کیا" (صفحہ ۴۲ ضمیمہ انجام آتھم)

(۴) میر عباس علی لدھیانوی کے متعلق تو الہام اتارا کہ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ (صفحہ ۳۲۲/۷۹۲ ازالہ طبع ۱ و ۲)

قادیانی احمدی دوستو! یہ چاروں شخص جن سے تمہارے نبی کی بہت سی عمدہ رائیں اور امیدیں تھیں حق پر رہے؟ پہلے دو صاحب تو مدعی نبوت کو دجّال کذاب کہتے ہیں ہمارے ہمنوا اور دوسرے دو صاحب مرزا صاحب پر انگلی رکھ کر نہیں جھوٹا قرار دے گئے۔ حالانکہ یہ سب

ایک منی اللہ کے ممدوح تھے۔ پھر اگر بعض عوام مسلمانوں نے مرزا صاحب کی ابتداءً منافقانہ سعادت سے دھوکہ کھا کر انہیں نیک کہا تو کیا وہ درحقیقت نیک ہو جائیں گے۔ وَاللّٰہُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ

(سورۂ منافقون)

"تیری تکذیب کی شمس و قمر نے
ہوا ابتر اخراب انجام مرزا"

مرزائیوں کی پانچویں دلیل!

مرزا صاحب کی دو کتب اعجاز المسیح و اعجاز احمدی کا بے نظیر ہونا بتایا ہے۔

الجواب اعجاز المسیح کے متعلق مرزا صاحب نے دعویٰ کیا تھا۔ یہ میں نے ستر دن میں لکھی ہے۔ اور اعجاز احمدی پانچ دن میں، اس کا جواب بھی میعادی مانگا تھا۔ ہمارا اس پر اعتراض یہ ہے کہ نہ تو مرزا صاحب نے اعجاز المسیح ستر دن میں تالیف کی تھی اور نہ اعجاز احمدی پانچ دن میں یہ بالکل جھوٹ اور افترا اور دھوکا ہے۔ بھلا یہ کیا دلیل ہے کہ آپ تو سالہا سال کی مدت میں قصائد لکھیں یا کسی سے لکھوائیں۔ مگر مخالفوں سے ستر دن اور ۵ دن کی میعاد کے اندر جواب طلب کریں۔ کہا جاتا ہے کہ قصیدہ اعجاز احمدی مباحثہ مد کے بعد کی تصنیف ہے جیسا کہ اس کے مضمون میں اس مباحثہ کا ذکر ہے۔ اور یہ مباحثہ ۲۹-۳۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو ہوا تھا۔ وہ قصیدہ ۲۰ نومبر ۱۹۰۲ء تک تیار ہو گیا تھا (ص۳۶ اعجاز احمدی) جو بخوشی ہے کہ اس لحاظ سے بھی اگر مرزا صاحب کا یہ بیان سچا سمجھا جائے کہ موضع مد سے ۲. نومبر کو ہمارے دوست (مولانا ثناء اللہ) سے شکست کھا کر۔ ناقل) قادیان میں پہنچے اور ۷۔ نومبر ۱۹۰۲ء میں

ایک گواہی کے لئے کچہری میں گیا تھا (صفحہ ۸۹ اعجاز احمدی) تو بھی ۲۔ نومبر سے ۱۲ نومبر تک ۱۰ دن ہوتے ہیں جن میں سے ایک دن کچہری والا نکال دیں تو ۹ دن باقی رہے۔ پس پانچ دن میں کہنا صریح جھوٹ ہے۔ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ ۸ نومبر کو میں نے لکھنا شروع کیا تھا بے ثبوت بات ہے اور ہم اس میں مرزا صاحب کو سچا نہیں مانتے۔ خیر یہ تو مرزا صاحب کی دروغ گوئی کا ذکر تھا:۔

قصیدہ اعجاز احمدی عربی و اُردو ہر دو مضامین پر مشتمل ہے۔ عربی اشعار ۵۳۳ ہیں جن میں سے صرف ۹۰ شعر ایسے ہیں جن میں مباحثہ مد کا ذکر ہے ان سب میں اگر صرف معمولی سا لفظی تغیر نہ مانا جاوے تو انہیں مباحثہ مد کے بعد تصنیف شدہ کہا جا سکتا ہے۔ مگر باقی کے ۴۴۳ اشعار میں نہ تو اس مباحثہ کا ذکر ہے۔ نہ مولانا ثناء اللہ مخاطب۔ بلکہ ان میں سے ۳/۴ حصہ تو اپنی خودستائی سے بھرا ہوا ہے اور ۱/۴ حصہ مخالفین کو گالی گلوچ ائمہ مطہرین مثل حضرت حسینؓ وغیرہ کی توہین سے پُر ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ یہ سب کے سب اشعار مباحثہ مد کے پہلے سے تیار کئے ہوئے ہیں۔ جن میں بعد کو کچھ اشعار مباحثہ مد کے ساتھ ملا کر دنیا کو دھوکا دیا گیا۔

احمدی دوستو! بتلاؤ تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ سب شعر بعد مباحثہ لکھے گئے؟ ہمارا یہ اعتراض ایسا ہے جس کی اہمیت خود مرزا صاحب کو مسلّم ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"مولوی ثناء اللہ صاحب سے اگر صرف کتاب اعجاز المسیح کی نظیر طلب کی جائے تو وہ اس میں ضرور کہیں گے کہ کیونکر ثابت ہو کہ ستر دن کے اندر یہ تالیف کی گئی ہے۔ اگر وہ یہ حجت پیش کریں کہ یہ دو برس میں بنائی ہے ہمیں بھی دو برس کی مہلت ملے۔ تو مشکل ہو گا کہ ہم صفائی سے اِن

کو ستر دن کا ثبوت دے سکیں ،، (صلہ ۲۵ اعجاز احمدی)

ناظرین کرام ! مرزائی پاکٹ بک کے مصنف نے دو کتابیں بطور اعجاز پیش کی تھیں۔ جن میں سے ایک کی "ٹانگ ،، خود مرزا صاحب نے توڑ دی اور دوسری کی کمر ہم توڑ دیتے ہیں کہ اعجاز احمدی کا وہ حصہ جس میں مباحثہ کا ذکر نہیں پہلے کی تالیف ہے اور یقیناً ہمارے اس اعتراض کا جواب دینا بشرطیکہ احمدی صاحبان میں حیا ہو۔ بقول مرزا صاحب "مشکل" ہے۔ فلہ الحمد۔

دوسری طرز سے

برادران اعجاز احمدی کے دو حصے ہیں۔ ایک عربی جس کا ذکر ہو چکا، دوسرا اردو جو ۲۹ صفحات کا مضمون ہے۔ مرزا صاحب نے ۲۰ دن کی میعاد میں عربی اردو دونوں حصوں کا جواب مانگا ہے وہ بھی اس طرز میں کہ کوئی بات رہ نہ جائے "(صنہ ۹ اعجاز احمدی) پھر کمال یہ کہ ۲۰ دن صرف جواب لکھنے کے لئے نہیں بلکہ لکھ کر اور چھپوا کر مرزا صاحب کے پاس پہنچا دینے کے لئے۔ صاحبان اتنے سے ہی مرزا کی اعجاز نمائی پر مطلع ہو سکتے ہیں۔ بیس روز کی قلیل مدت میں تین چار کام کیسے ہوں۔ (۱) تصنیف کتاب مع قصیدہ طویلہ عربیہ (۲) کاتب کی کتابت (۳) مطبع کا فعل طباعت (۴) نہ بندی و سلائی (۵) مرزا صاحب کے پاس پہنچانے کے لئے ڈاک خانہ کے دن جو خود مرزا صاحب نے "تین دن" مانے ہیں (صنہ ۹۰ اعجاز احمدی)

بھائیو! انصاف کیجئے کہ مرزا صاحب کا یہ مقابلہ مخالف علماء سے تھا یا کہ کاتب اور پریس سے بھی؟ غور کرو کہ اگر ایک مصنف بڑا جلد نویس ہو تو بھی ایک ایسے مضمون کا لکھنا جس میں مخالف کی باتوں کا اور اس کی

پیشگوئیوں وغیرہ کا جواب اسی کی کتابوں کو دیکھ بھال کر دینا ہو بڑے سے بڑا پانچ صفحات روزانہ سے زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ فرض کے طور پر دس صفحات روزانہ بھی شمار کریں تو ۹۰ دن میں کتاب تیار ہوئی۔ اب کاتب کی باری آئی۔ بتلایئے ۲۶×۲۰ تقطیع کے نوسے صفحات کتنے دنوں میں لکھے گا؟ بڑا تیز نویس ہو تو بھی فی یوم ۶ صفحوں سے زیادہ نہ لکھ سکے گا۔ پس ۱۵ یوم میں کتاب ختم ہوئی۔ اس کے بعد ابھی پریس کا مسئلہ باقی ہے۔ تجربہ کار اصحاب جانتے ہیں کہ جلدی سے جلدی دیں تو دو ہفتہ تک دیں گے پھر سلائی اور تہ بندی پر کتنے یوم خرچ ہوتے ہیں فرمایئے؟ یہ مہینے سوا مہینے کا کام ۲۰ دنوں میں کس طرح ہو سکتا ہے یہ بھی ہم نے سرسری طور پر حساب لگایا ہے۔ ورنہ اعجاز احمدی میں عربی قصیدہ کے علاوہ جن باتوں کا ترتیب وار جواب مانگا گیا ہے۔ ایک انسان کی طاقت سے باہر ہے کہ وہ بیس پچیس دن میں طبع کرا دینا تو درکنار صرف جواب ہی لکھ سکے۔ ملاحظہ ہوں وہ امور یہ ہیں:۔

(۱) طاعون مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کے مطابق آئی یا نہیں؟

(۲) طلوع ستارہ ذوالسنین علامت مسیح ہے یا نہیں؟

(۳) اونٹوں کی بیکاری جو علامت مسیح موعود ہے وہ پوری ہو چکی یا نہیں؟

(۴) کسوف خسوف کی روایت صحیح ہے یا موضوع؟

(۵) بشق اول مرزا کے وقت جو کسوف و خسوف ہوا وہ اس روایت کے مطابق ہے یا نہیں؟

(۶) بشق ثانی اس روایت کا موضوع ہونا ثابت کرنا۔

(۷) پسر مصلح موعود کی پیشگوئی جو مرزا نے کی تھی اس کا رد۔

(۸) لیکھرام والی پیشگوئی کا رد۔

(۹) عبداللہ آتھم والی پیشگوئی کا جواب ۔
(۱۰) محمدی بیگم کے نکاح والی پیشگوئی کا رد ۔
(۱۱) مرزا صاحب نے جو چیلنج مباہلہ علماء کو دیا تھا اس کا جواب ۔
(۱۲) دلائل وفاتِ مسیح جو مرزا نے پیش کیں ان کا جواب ۔
(۱۳) حیاتِ مسیح کا ثبوت ۔
(۱۴) حضرتِ مسیحؑ پر جو اعتراضات مرزا نے بہ تمسک کتبِ یہود کئے ان کا جواب ۔
(۱۵) احادیث میں جو تضاد ہے ان میں تطبیق متعلقہ حیاتِ وفاتِ مسیحؑ ۔

یہ پندرہ مضمون توار دُو حصہ کے قابلِ جواب لکھے ۔ ایسے کئی مسائل عربی قصیدے میں ہیں ۔ یاد رہے کہ ان میں سے بعض مسائل ایسے ہیں جن پر سَو سَو صفحات لکھنے ضروری ہیں ۔ فرمائیے ! ایک انسان سے کہا یہ ممکن ہے ؟ پھر اس پر بھی مرزا صاحب کی چالاکی باقی ہے ۔ بفرضِ محال کوئی ایسا کر بھی لے تو مرزا صاحب جھوٹے بننے کو تیار نہیں ۔ کیونکہ جواب کے بعد ہیسیوں عذر پیش کئے جا سکتے تھے کہ ہم نے جو دس ہزار روپے کا انعامی اشتہار جواب دینے کے لئے مقرر کیا ہے وہ یونہی محض جواب دینے سے نہیں مل سکتا ۔ منصف مقرر کرد ۔ پھر منصف کے تقرر میں ایچ پیچ ، پھر جواب الجواب کا ڈھکوسلہ ۔ غرض یہ سب مرزا صاحب کی چال بازیاں ہیں ۔ جنہیں ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت مولانا صاحب نے ایک نزدیک ترین راہ سے مرزا صاحب کو پکڑا ۔ چنانچہ آپ نے ۱۷ نومبر ۱۹۰۲ء کو اشتہار دیا کہ :-

آپ پہلے ایک مجلس میں اس قصیدے اعجازیہ کو بھی غلطی سے جو میں پیش کروں صاف کر دیں ۔ تو پھر میں آپ سے زانو بہ زانو بیٹھ کر عربی نویسی کروں گا ۔ ٹھیک ۔ تب پھر آپ

گھر سے تمام زور لگا کر ایک مضمون اچھی خاصی مدت میں لکھیں اور مخاطب کو جسے آپ کی مہلت کا کوئی علم نہ ہو محدود وقت کا پابند کریں۔ اگر واقعی آپ خدا کی طرف سے ہیں اور جدھر آپ کا منہ ہے ادھر ہی خدا کا منہ ہے جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ میدان میں اگر طبع آزمائی نہ کریں بلکہ بقول حکیم سلطان محمود ساکن راولپنڈی

بنائی آڑ کیوں دیوار گھر کی
نکل دیکھیں ہم تیری شعر خوانی

"حرم سرا سے ہی گولہ باری کریں" (الہاماتِ مرزا صد ۹۶)

چونکہ مرزا صاحب اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی سے خوب واقف تھے اس لئے وہ میدان میں نہ نکلے اور گھر میں ہی شور مچاتے رہے الغرض مرزا صاحب کا اس قصیدہ کے جواب پر قلیل میعاد مقرر کرنا ہی ان کی اندرونی کمزوری پر دال ہے۔ اگر مرزا صاحب کا کلام واقعی اس خدا کی طرف سے ہے جس نے قرآنِ پاک کی مثل لانے پر کوئی میعاد مقرر نہیں کی تو مرزا صاحب کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے تھا؟

اعتراض] ایسا اس لئے نہیں کیا گیا کہ قرآنِ (پاک) کی برابری نہ ہو۔

جواب] جہاں نبی صلعم کے لئے صرف چاند کا خسوف اور اپنے لئے چاند اور سورج دونوں کا۔ نبی صلعم کے وقت میں اسلام کی حالت پہلی رات کے چاند کی طرح اور اپنے وقت میں چودھویں رات کے چاند جیسی بتائی ہے وہاں یہ ادب کیوں روا نہ رکھا گیا۔ ہاں اپنے "معجزات وکرامات" کو جہاں لوگوں کو پھنسانے کے لئے نبی صلعم کا معجزہ قرار دیا ہے وہاں اگر قرآنی برکات سے بے مثل کلام الیٰ یوم القیام کا دعویٰ

کیا یہ (ا) تو اس سے قرآن اور نبی علیہ السلام کی عزت دوبالا ہو تی، نہ کہ گھٹ جاتی۔ ہاں ہاں جب یہ دعویٰ ہے کہ:۔

"میں تو بس قرآن ہی کی طرح ہوں اور قریب ہے کہ میرے ہاتھ پر ظاہر ہو گا جو کچھ فرقان سے ظاہر ہوا۔" (ص ۱۱۹ البشریٰ جلد ۲)

پھر اس جگہ کیوں دبک گئے۔ اچھا اگر قرآن کا اتنا ہی ادب... ملحوظ تھا تو کم از کم دو چار دس پانچ سال کی میعاد تو مقرر کر دیتے۔ نہیں دس پانچ ماہ کی ہی کر دیتے۔ جس سے قرآن کا مقابلہ بھی نہ ہوتا اور رکوں پر حجت بھی قائم ہو جاتا حجت پوری ہو جاتی اصل بات یہی ہے کہ مرزا صاحب اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کو ایسی ویسی بیہودہ شرائط میں منہ چھپاتے رہے ؎

بیخودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

تیسری طرز سے

مولانا غنیمت حسین صاحب مونگیری نے اعجازِ احمدی کے جواب میں کتاب ابطالِ اعجازِ مرزا دو حصوں میں لکھی پہلے حصے میں مرزا صاحب کے اشعار کی صرفی، نحوی، عروضی اور ادبی غلطیاں ظاہر کیں اور دوسرے حصے میں چھ سو سے زائد اشعار کا عربی قصیدہ لکھا جو نہایت فصیح و بلیغ ہے اور اغلاط سے پاک۔

دیگر یہ کہ مرزا صاحب نے حضرت مولانا اصغر علی صاحب روحی سابق پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور کی گرفت و اعتراضات پر اپنے اغلاط کو خود تسلیم کر لیا کہ میں نہ عربی کا عالم ہوں نہ شاعر ہوں۔

وغیرہ وغیرہ (ملخص تحریر مرزا مندرجہ اخبار الحکم ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۵) نیز مرزا صاحب کے مقابلے میں قاضی ظفر الدین صاحب مرحوم پروفیسر عربی اورنٹیل کالج لاہور نے قصیدہ رائیہ بجواب قصیدہ مرزا لکھا اور وہ نہایت فصیح و بلیغ اور مطابق قواعد عروض و قوافی ہے۔ اور صرفی و نحوی۔ عروضی۔ ادبی اغلاط سے پاک ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب نے جب اپنا کلام مصر بھیجا تو وہاں کے ادیبوں نے اس کی دھجیاں اڑا دیں اور اسے پر از اغلاط باکر لیچر قرار دیا چنانچہ مرزا صاحب اپنی کتاب الہدیٰ میں اس کی شکایت کرتے ہیں کہ "اہل مصر نے خصوصًا مدیر "المنار" نے میرے کلام کی قدر نہیں کی" بلکہ بعض مصری جرائد و رسائل نے یہاں تک لکھ دیا کہ مرزا قادیانی کے کلام کے مطالعہ سے دماغی اور ادبی سل و دق ہو جاتی ہے۔ ان رسائل و جرائد میں "الفتح" پیش پیش ہے

مرزائیوں کی چھٹی دلیل

یہودیوں نے دعویٰ کیا تھا کہ ہم خدا کے دوست ہیں۔ خدا نے کہا اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو۔ مگر انہوں نے نہ کی پس ثابت ہوا کہ جھوٹا موت کی تمنا نہیں کرتا۔ حالانکہ مرزا صاحب نے لکھا کہ اے خدا اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھے مار دے مگر خدا نے آپکو ترقی دی پس ثابت ہوا کہ آپ سچے ہیں۔

الجواب | یہ سچ ہے کہ یہودیوں کو ایسا حکم ہوا تھا مگر اس واقعہ کو عام بنانا کس بنا پر ہے؟ ان کے متعلق تو خدا نے وعدہ دیا ہے کہ اگر وہ موت مانگیں گے تو خدا انہیں مزہ چکھائیگا۔ مگر یہ وعدہ عام تو نہیں ہے کہ جو شخص بھی اپنے حق میں موت کا عذاب طلب کریگا وہ اس میں ضرور مبتلا ہو جائیگا۔ قرآن شریف کے اس مقام کو عام قاعدہ قرار دینا یہودیانہ تحریف ہے دیکھئے کفار مکہ نے بھی تو موت مانگی تھی فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً

مِنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ (سورۃ انفال ع۴)
اے خدا ہم پر پتھر برسا یا دردناک عذاب لے آ جواب ملا مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَہُمْ وَاَنْتَ فِیْہِمْ وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَہُمْ وَہُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ۔ خدا تعالیٰ ان لوگوں پر جن میں تو موجود ہے یا جو استغفار کرنے والے ہیں عذاب نہیں بھیجے گا۔

عذر:۔

"یہ دعا ابوجہل نے کی تھی۔ جنگِ بدر میں قتل ہوا۔ خدا تعالیٰ نے اس جنگ کے متعلق وَ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ الآیہ کا ارشاد فرمایا گویا کفار آسمانی پتھروں سے ہلاک کئے گئے جو آنحضرتؐ کے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔ اس نے ڈبل بددعا کی تھی پہلی کے مطابق وہ آسمانی پتھر کا نشانہ بنا، دوسری کے مطابق مقتول ہوا" ملخص صفحہ ۳۸۱ پاکٹ بک مرزائی مطبوعہ ۱۹۳۲ء

جواب | اللہ تعالیٰ نے تو کفار کی بددعا پر عذاب کی نفی کی ہے مگر مرزائی تحریف ملاحظہ ہو کس دھڑلے سے قرآن پاک کی تکذیب پر کمربستہ ہے استغفر اللہ۔

برادران جبکہ قرآن پاک شاہد ہے کہ ان کی بددعا کے جواب میں عذاب نہ اتارنے کا وعدہ الٰہی ہے تو یقیناً ان کی موت اس بددعا کے تحت نہیں ہو سکتی خود مرزائی پاکٹ بک کا مصنف اسی کتاب کے صفحہ ۴۲۳-۴۲۸ پر اسی آیت سے استدلال کرتا ہے کہ جب سلطان محمد مرزا صاحب کی منکوحہ آسمانی کا خاوند) نے توبہ کر لی سو وہ ہلاکت سے بچ گیا

خدا توبہ کرنے والوں پر عذاب نازل نہیں کرتا۔ اسی طرح مرزا صاحب قادیانی بھی اس آیت کا یہی مطلب بتاتے ہیں:۔ سلہ
مَا کَانَ اللّٰہُ اَنْ یُّعَذِّبَہُمْ وَاَنْتَ فِیْہِمْ خدا ایسا نہیں کہ

سلہ مرزائی نے آیت کو غلط لکھا ہے صحیح لِیُعَذِّبَہُمْ ہے۔ ۱۲ منہ

مکذ بوں پر عذاب نازل کرے اور تو ان میں ہو"۔

(انوار الاسلام صد ۴۲)

مگر جب مرزائی صاحب کو مرزا جی کی نبوت بنانے کی ضرورت ہوئی تو اس مسلمہ ترجمہ سے روگردانی کرکے وعدہ الٰہی کو غلط ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کر رہا ہے۔

حاصل یہ کہ ہر بددعا مانگنے والے کی دعا قبول ہو جانے کا قاعدہ نہیں ہے۔ فہو المطلوب

مرزائیوں کی ساتویں دلیل

"قرآن میں ہے کہ ہم نے نوحؑ اور آپ کے ساتھ بیٹھنے والوں کو بچالیا۔ اس بچنے کو بطورِ صداقتِ نوحؑ نشان مقرر کیا حضرت مسیح موعود (مرزا) کے زمانہ میں آپ کی پیشگوئی کے مطابق طاعون پڑی حضور نے فرمایا کہ خدا نے مجھے فرمایا ہے اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ میں ان تمام لوگوں کو جو تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہوں گے طاعون سے محفوظ رکھوں گا خاص کر تیری ذات کو چنانچہ آج تک حضور کے گھر میں کبھی کوئی چوہا بھی نہیں مرا۔ لہٰذا آپ کی صداقت ثابت ہے"۔ (صد ۲۸۱ پاکٹ بک مرزائی)

جواب چار دیواری سے مراد مرزا صاحب کا خشت و خاک کا گھر ہی نہیں بلکہ روحانی چار دیواری ہے ملاحظہ ہو قولِ مرزا:۔

"جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وہ اس میرے گھر میں داخل ہو جاتا ہے جس کی نسبت خدا کے کلام میں یہ وعدہ ہے اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ الخ کشتی نوح صد ۱۰

نیز مرزا جی نے طاعون کو جہنم کا عذاب لکھا ہے جو صرف کافروں سے مخصوص ہے:-

"وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا یہ مسیح موعود کے زمانے کا ایک نشان ہے کہ اس دن جہنم پیش کیا جاویگا۔" جہنم سے مراد طاعون ہے (بدر ۲۳ جنوری ۱۹۰۸ء ص۳)

آئیے اب ہم دیکھیں کہ جس طرح نوحؑ کے جملہ ساتھی ایماندار بچائے گئے تھے اسی طرح یہاں بھی حسب پیشگوئی مرزا، احمدی لوگ طاعون سے محفوظ رہے؛ اور جس طرح حضرت نوحؑ کے جملہ مخالف غرق کئے گئے اسی طرح یہاں بھی مخالفینِ مرزا طاعون میں مبتلا ہوئے۔ خدا کا فضل ہے کہ آج جبکہ مرزا کو مرے ۲۶ سال ہو گئے ہیں کروڑوں کی تعداد میں مخالفینِ مرزا مرزائیوں کا سر کچلنے کو زندہ ہیں۔ خاص کر اشد ترین مخالف جن کے نام سے مرزا کی روح کانپ اٹھتی تھی۔ مثل حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری و حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی مدظلہم العالی وغیرہ صدہا علمائے اسلام سلامت بکرامت موجود ہیں۔

باقی رہی دوسری شق، سو مرزائیوں پر طاعون آئی اور ایسی آئی کہ مرزا صاحب پکار اٹھے کہ:

"اے خدا ہماری جماعت سے طاعون کو اٹھا لے۔"

(اخبار بدر ۵ مئی ۱۹۰۵ء)

پس یہ پیشگوئی صاف جھوٹی نکلی۔

مرزائیوں کی آٹھویں دلیل

اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ حزب کو دو ہی غالب ہے

اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

شیطان کا گروہ ناکام و نامراد رہتا ہے۔ اب اس بات کا فیصلہ کس طرح ہو کہ غالب گروہ کون ہے اور مغلوب گروہ کون؟ فرمایا اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا اَفَهُمُ الْغَالِبُوْنَ ۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو چاروں طرف سے کم کرتے چلے آرہے ہیں کیا اب بھی وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ غالب آجائیں گے۔ گویا کفر ایک زمین کی طرح ہیں اور خدا اس کو دن بدن چاروں طرف سے کم کرتا چلا آرہا ہے۔ پس نبی کی جماعت کا دن بدن بڑھنا نبی کے غالب اور اسکے مخالفوں کے مغلوب ہونے کی دلیل ہے۔" (ص ۲۸۱/۲۸۲)

الجواب مومنین کے غلبہ دلائل کا ذکر ہے نہ کہ کثرت جماعت کا۔ قرآن مجید شاہد ہے کہ کثرت و قلت معیار صداقت نہیں۔

اسی طرح گروہ شیطان کے خسرانِ آخرت کا تذکرہ ہے فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ الآیۃ۔ پوجو اللہ کے سوا جو چاہو اسے نبی کہہ دیجیے گھاٹا پانے والے وہی ہیں جو مع اہل وعیال قیامت میں گھاٹا پائیں۔ ان کا اوڑھنا بچھونا آگ ہے۔ جس سے اللہ ڈراتا ہے۔ اسے بندو! ڈرجاؤ (سورہ زمر ع) آیت تیسری زمین کے گھٹتے آنے والی بھی یونہی بے سمجھی سے پیش کی گئی ہے۔ اب تو مشاہدہ میں آچکا ہے کہ فی الواقع زمین کناروں سے گھٹتی چلی آرہی ہے۔ یہی منشا الٰہی ہے ناظرین اس آیت کا سیاق و سباق ملاحظہ کریں (سورہ انبیاء ع ۲/۴) کافر کہتے مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ یہ قیامت کا وعدہ کب پورا ہوگا۔ خدا فرماتا ہے ہم زمین جیسی ٹھوس مادی چیز کو ختم کرنے چلے آرہے ہیں پھر تمہیں جو خاک کی پیدائش ہو ہمیشہ زندہ رہنے کا کیا گھمنڈ ہے اسے نبی اگر کبھی مَسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۔ بلکہ جب

الٰہی سے ان کو چھو جائے تو یقیناً پکار اٹھیں کہ بیشک ہم ہی ظالم تھے :۔

بتلائیے اس جگہ کثرت قلت جماعت کا کیا ذکر ہے۔ فرضاً اس آیت کے وہی تاویلی معنے ہوں جو مرزائی کرتے ہیں۔ تو بھی اس میں جماعت کا بڑھنا دلیل صداقت نہیں گردانا گیا۔ ''خدا فرماتا ہے ہم کفر کو مٹاتے آتے ہیں کیا وہ غالب آجائیں گے،، پس اس ترجمہ کی رو سے بھی کفار کا غلبہ علی الحق بدلائل معقولہ مراد ہے نہ کہ کثرت جماعت کا غلبہ۔ کیونکہ کثرت کے لحاظ سے ہمیشہ منکرین حق زیادہ رہے اور رہیں گے۔ بخلاف اس کے مسلمان اللہ کے فضل و کرم سے قرآنِ پاک کی براہین باہرہ کی برکت سے ہمیشہ مرزائیوں پر غالب رہے اور رہیں گے۔ اور مرزائی انشاء اللہ ہمیشہ مغلوب رہیں گے جیسا کہ انہی کے دلائل سے عیاں ہے کہ انہیں مرزا کی سچائی ثابت کرنے کے لئے نہ صرف قرآن میں تحریف کرنی پڑتی ہے بلکہ خود اپنے نبی اور اپنی دستی تحریرات کی بھی خلاف ورزی کی ضرورت پڑ رہی ہے۔

برادران! مرزائی صاحبان نے جو آیات پیش کی ہیں۔ ان سے نبی کی جماعت کا دن بدن زیادہ ہوتے جانا دلیل صداقت ثابت نہیں ہوتا۔ تاہم ہمیں تسلیم ہے کہ اسلام کی صداقت کی یہ دلیل ہے کہ ایک یتیم و بیکس بے یار و مددگار۔ غریب انسان تنہا سچائی کا پیغام لے کر لاکھوں مخالفوں کے مقابلہ پر کھڑا ہوتا ہے۔ پھر مخالف بھی وہ خونخوار درندے جن کی وحشت ضرب المثل ہے اور پھر پکار کر علی الاعلان کہتا ہے کہ جملہ شیاطین الجن والانس اکٹھے ہو کر آ جاؤ اور میرے خلاف جو مکر تم سے ہو سکے کر لو۔ تاہم میں بڑھوں گا۔ پھولوں گا۔ پھلوں گا۔ تمہیں مجھے مٹا دینے کی طاقت نہ ہو گی، حالانکہ تم مسلح ہو میں نہتا ہوں۔ تم ہزاروں ہو میں اکیلا ہوں، تم لاکھوں کے مالک ہو میں غریب و نادار ہوں۔ تم وحشی چاڑ کھانے والے درندے۔ میں صاحب اخلاق کریمہ سلیم المزاج شریف الطبع بے ضرر انسان ہوں۔ باوجود اس کے وہ زمانہ نبی امی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا

وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللهِ أَفْوَاجًا
اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

پچھلے نبی چونکہ خاص خاص قوموں کی طرف اور خاص خطوں کے لئے مبعوث ہو کر آئے تھے۔ اس لئے ان کا غالب و مغلوب ہونا دلیل صدق و کذب نہیں تھا۔ چنانچہ احادیث گواہ ہیں کہ بعض نبی قیامت کے دن ایسے آئیں گے جن کے ساتھ صرف ایک ہی امتی ہو گا (بخاری و مسلم در مشکوٰۃ باب التوکل)۔ بخلاف اس کے ہمارے رسول چونکہ کافہ ناس کے لئے رسول تھے۔ کامل و مکمل شریعت کے مالک حجۃ اللہ علی الارض الی یوم القیامۃ۔ اس لئے آپ کی ترقی آناً فاناً ہوئی۔ وہ بھی ایسی کہ خاک سے اٹھ کر عرشِ افلاک تک پہنچ گئی۔ ہاں وہ جو کل تک محتاجوں کا محتاج تھا آج دنیا جہان کی حکمرانی پر فائز نظر آتا ہے۔ بالآخر اپنے جملہ مقاصد میں کامیاب و بامراد ہو کر اپنے خدا سے جا ملے۔ صلی اللہ علیہ وسلم ؛

چنانچہ مرزا صاحب بھی لکھتے ہیں:۔

"حاصل مطلب یہ کہ قرآن جس قدر نازل ہونا تھا ہو چکا۔ اور مستعد دلوں میں نہایت عجیب اور حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا کر چکا اور تربیت کو کمال تک پہنچا دیا اور اپنی نعمت کو ان پر پورا کر دیا۔ اور یہی دو رکن ضروری ہیں۔ جو ایک نبی کے آنے کی علت غائی ہوتے ہیں۔ اب دیکھو یہ آیت کس قدر زور سے بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلعم نے ہرگز اس دنیا سے کوچ نہ کیا جب تک کہ دین اسلام کو تنزیل قرآن اور تکمیل نفوس سے کامل نہ کیا گیا اور یہی ایک خاص علامت ہے منجانب اللہ ہونے کی۔ جو کاذب کو ہرگز نہیں دی جاتی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کسی صادق

نبی نے بھی اس اعلیٰ شان کے کمال کا نمونہ نہیں دکھایا ×
جس کام کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے
تھے وہ پورا ہوگیا" الخ (ص ۱۴ تا ص ۱۹ نور القرآن ۱)

اس تحریر سے کئی باتیں ثابت ہیں۔ اول دین اسلام اور تنزیل قرآن کا اصلی مقصد اور انتہائی کمال پر پہنچنا۔ پس آپؐ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والا کذاب ہے۔ دوم آنحضرت صلعم کا اپنے مقاصد میں کامیاب اور اپنی ڈیوٹی کو پورا کر کے وفات پانا۔ لہٰذا جو شخص اب کہے کہ اسلام آنحضرتؐ کے وقت صرف پہلی رات کے چاند جیسا تھا۔ مگر میرے زمانہ میں چودھویں شب کے چاند (بدرِ کامل) جیسا ہوگا اور آنحضرتؐ دین ناقص چھوڑ کر فوت ہوئے جسے میں بروزی محمد صلعم بن کر پورا کرنے آیا ہوں (خطبہ الہامیہ وتحفہ گولڑویہ) وہ بھی غلط گو ہے۔

سوم یہ کہ نبی کی علت غائی یہ ہے کہ وہ اپنے مقاصد کو پورا کر کے فوت ہو ورنہ کاذب ہوگا۔ بہت خوب!

آیئے اب ہم دیکھیں کہ مرزا صاحب کن مقاصد کو لے کر اٹھے اور وہ ان کو کہاں تک پورا کر کے مرے۔ سو سنیے مرزا صاحب راقم ہیں:۔

"میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔ مسلمان کے لئے یہ کہ وہ
سچے مسلمان ہوں۔ اور عیسائیوں کے لئے کسرِ صلیب ہو اور
ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آوے۔ دنیا اس کو بھول جاوے"۔
(اخبار الحکم ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء)

بھائیو! کیا مرزا صاحب اپنے ان مقاصد کو پورا کر کے فوت ہوئے؟ ہرگز نہیں! مسلمان پہلے سے بھی تنزل وادبار کی حالت میں ہیں۔ عیسائی دن بدن ترقی پر ہیں۔ مرزا جی بقول مرزا صاحب ان کے وقت چار لاکھ کے قریب۔ (ص ۳ تجلیات الٰہیہ ۱۹۰۶ء) تھے مگر الفضل گواہ ہے کہ

۱۹۲۱ء میں مردم شماری ہوئی تو صرف ۵۶۰۰۰ ہزار نکلے (قول محمود در الفضل ۲۶ نومبر ۱۹۳۱ء)
گویا کفر کی زمین دن بدن گھٹ رہی ہے۔" آہ ؎
کوئی بھی بات مسیحا تیری پوری نہ ہوئی
نامرادی میں ہوا تیرا آنا جانا

مرزائیوں کی ناویں دلیل

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۔ "نبی اس وقت آتا ہے جب دنیا میں کفر و ضلالت پھیل جائے۔"

جواب:۔ مرزا صاحب راقم ہیں کہ:۔

"قرآن کے زمانہ میں علاوہ فسق و فجور کے عقائد میں بھی فتور ہو گیا تھا۔ ہزارہا لوگ دہریہ تھے۔ ہزارہا وحی و الہام کے منکر تھے اور ہر قسم کی بدکاریاں زمین پر پھیل گئی تھیں۔ اور دنیا میں اعتقادی اور عملی خرابیوں کا ایک سخت طوفان برپا تھا (حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ ناقل) اگر کوئی کہے کہ فساد اور بدعقیدگی اور بداعمالیوں میں یہ زمانہ بھی تو کم نہیں۔ پھر اس میں کوئی نبی کیوں نہیں آیا۔ تو جواب یہ ہے کہ وہ زمانہ توحید اور راست روی سے بالکل خالی ہو گیا تھا اور اس زمانہ میں چالیس کروڑ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ کہنے والے موجود ہیں۔ اور اس زمانہ کو بھی خدا تعالیٰ نے مجدد کے بھیجنے سے محروم نہیں رکھا۔" (نور القرآن ص۱۰)

تحریر ہذا باآواز بلند پکار رہی ہے کہ ہمارا زمانہ کسی نبی کی مدد کا محتاج نہیں۔ باقی رہے مجدد سو خود احمدیوں کو مسلم ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد

ہر صدی کے سر پر آتے رہے اور آتے رہیں گے چونکہ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت بھی کیا ہے۔ حالانکہ خود ان کو مسلّم تھا کہ اس زمانہ میں نبی کی ضرورت نہیں بلکہ مدعی نبوت کافر ہے (ص۳ فیصلہ آسمانی) اسلئے مرزا صاحب مجدد بھی نہیں ہو سکتے بلکہ بقول خود کافر ہوئے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعان کا

مرزائیوں کی دسویں دلیل

جو خدا پر جھوٹ باندھے خدا اس کو کامیاب نہیں کرتا۔

جواب | ہم دلیل دوم کے جواب میں بآیاتِ قرآن ثابت کر آئے ہیں کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ مفتریوں کو ڈھیل دیتا ہے اور انہیں دنیاوی فوائد سے بہرہ مند کرتا ہے باسواء اس کے مرزا اپنے مقاصد میں نامراد مرا ہے۔

مرزائیوں کی گیارھویں دلیل

سوا انبیاء کے کوئی غیب پر بکثرت مطلع نہیں کیا جاتا مرزا صاحب نے لاکھوں پیشگوئیاں کیں جو پوری ہوئیں۔

جواب | مرزا صاحب کے الہامات عموماً خواب اور کشوفات ہیں اور مرزا صاحب خود فرماتے ہیں:-

"بعض فاسق اور فاجر۔ زانی غیر متدین۔ چور حرام خور خدا کے احکام کے خلاف چلنے والے بھی ایسے دیکھے گئے ہیں کہ ان کو کبھی کبھی سچی خوابیں آتی ہیں" (ص۳ حقیقۃ الوحی)

الہاموں کے متعلق مرزا صاحب لکھتے ہیں:-

"وہ کاہن جو عرب میں آنحضرت ؐ کے پہلے بکثرت تھے۔ ان

لوگوں کو بکثرت شیطانی الہام ہونے تھے۔ان کی بعض پیشگوئیاں سچی بھی ہوتی تھیں ص۳۲ ضرورۃ الامام)

پیشگوئیوں کے متعلق کہنے کو تو کہا ہے کہ مرزا کی لاکھوں پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔مگر افسوس کہ پیش کرتے وقت ایک بھی نہ کرسکے جسے پیشگوئی کہا جائے بلکہ چند گول مول بے سروپا اقوال وہ بھی صرف ۲۵ کے قریب ڈھونڈ کر اکٹھے کئے ہیں۔جن کا نمبروار جواب ملاحظہ ہو:۔

مرزا صاحب کی پیش گوئیاں

نمبر ۱: مثلاً سعد اللہ لدھیانوی کے ابتر ہونے کی پیشگوئی۔

الجواب لفظ ابتر کے کئی معانی ہو سکتے ہیں (۱) ابتر بمعنی مفلس (ص۲۴ تتمہ حقیقۃ الوحی) (۲) ناکام، زیاں کار، نامراد (ص۱۱ تتمہ ح۔وحی) (۳) بے برکت (ص۲۵ اعجاز احمدی) (۴) پوتے سے آگے اولاد نہ چلے تو بھی ابتر (ص۱۱ تتمہ حقیقۃ الوحی) ان معانی کے ہوتے ہوئے شاید ہی کوئی خوش نصیب ایسا ہوگا جو ابتر نہ بن سکے۔دیکھئے خود مرزا صاحب بوجہ نامراد مرنے کے ابتر ہوئے اور بے برکتی تو ان کی مشہور ہے بھلا اگر ابتر کے یہی معنی تھے کہ سعد اللہ کے ہاں آئندہ اولاد نہ ہوگی یا موجودہ اولاد سے آگے نسل نہ چلے گی تو کیوں مرزا جی نے مولوی محی الدین صاحب (ولد اکبر مولانا حافظ صاحب لکھوی مصنف تفسیر محمدی) کو ابتر لکھا (ص۲۵ حقیقۃ الوحی) حالانکہ اللہ کے فضل سے ان کی اولاد در اولاد موجود ہے۔

اسی طرح حضرت المکرم مولانا سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کو ابتر لکھا (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۲۲) حالانکہ ان کے بھی پوتے در پوتے موجود ہیں۔ایسا ہی اور بھی کئی ایک صاحب اولاد بزرگوں کو ابتر لکھا۔

(ص۲۳ تتمہ ح)

مولوی سعد اللہ مرحوم کے متعلق مرزا نے الہام ابتر ۱۸۹۴ء میں وضع کیا تھا۔ ملاحظہ ہو ص۱۲ اشتہار انعامی تین ہزار۔ مگر چونکہ لفظ ابتر کے کئی معنی ہو سکتے تھے اس لئے مرزا صاحب نے ہوشیاری کا سے اس جگہ کوئی معنی نہ لکھے بلکہ عربی الہام کا اردو ترجمہ بھی نہ کیا۔ پھر جب اس الہام پر قریباً تیرہ سال گذر گئے تو ۱۹۰۶ء میں:۔

"معتبر ذرائع سے یہ معلوم کر کے کہ سعد اللہ کا بیٹا مخنث ہے"
(ٹریکٹ خواجہ کمال الدین بجواب موقوت نامہ ثانی ص۱۸)

حقیقۃ الوحی میں لکھ دیا کہ سعد اللہ کے ہاں اولاد نہ ہوگی (حاشیہ صفحہ ۳۶۴)

بھائیو! یہ ہے وہ پیشگوئی جسے بڑے طمطراق سے احمدی لوگ بار بار پیش کیا کرتے ہیں۔ آہ! سچ ہے! ذالم دتنشئ فاصنع ما شئت

برادران! چونکہ اس مضمون میں مرزائی پاکٹ بک کے مصنف کی پیش کردہ پیشگوئیاں سب کی سب اسی قسم کی ہیرا پھیریوں سے مملو ہیں اس لئے مناسب ہے کہ پہلے ہم تحریر مرزا سے دکھائیں کہ پیشگوئی کس قسم کی ہونی چاہیئے جو دلیل بن سکے۔ ملاحظہ ہو مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

(۱) "پیشگوئی سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ دوسرے کیلئے بطور دلیل کے کام آ سکے۔ لیکن جب ایک پیشگوئی خود دلیل کی محتاج ہے تو کس کام کی پیشگوئی میں تو وہ امور پیش کرنے چاہئیں جن کو کھلے کھلے طور پر دنیا دیکھ سکے"
(صفحہ ۱۴۲ تحفہ گولڑویہ طبع اول ص ۲۰۰ ، ۲۰۱ ۲۵)

(۲) "ہر ایک پیشگوئی میں دیکھا ہے کہ × × × جب پیشگوئی شائع کی گئی × × تو کیا اس کے مضمون میں کوئی خارق

عادت بیان تھا جو انسانی اٹکلوں کے دائرہ سے بالاتر خیال کیا جاتا یا ایسا بیان تھا کہ ایک عقلمند علم ہیئت یا طبعی (یا طبی یا قانونی ناقل) سے مدد لے کر یا کسی اور طریقہ سے بیان کر سکتا ہے۔"

(تریاق صہ ۱۱۵/۱۹۱ طبع ۲)

نمبر ۲۔ "کرم الدین جہلمی والے مقدمہ سے بریت اور اس کا مفصل حال پہلے سے شائع کیا" (مواہب الرحمٰن صہ ۱۲۹)

"یہ مقدمہ چند دلال اور آتما رام کی کچہری میں چلتا رہا آخر کار حضرت بری ہوئے۔" (مرزائی پاکٹ بک صہ ۳۸۳)

الجواب | یہ پیشگوئی اگر ہے تو مرزا صاحب کے قانونی وکلاء کی ہے مرزا صاحب کی نہیں۔ تفصیل سنئے:۔

مرزا صاحب کے مخالفوں میں ایک صاحب مولوی محمد حسن فیضی ساکن جہلم بھی تھے۔ جنہوں نے اپنی علمی قابلیت سے مرزا کا قافیہ تنگ اور ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ چنانچہ ۱۸۹۹ء میں جبکہ مرزا صاحب سیالکوٹ میں وارد تھے۔ موصوف نے ایک عربی قصیدہ بے نقطہ منظومہ خود، مرزا کے سامنے پیش کیا کہ آپ بڑی قابلیت کے مدعی ہیں اس قصیدہ کو مجلس میں پڑھ کر سنا دو اور اس کا ترجمہ کر دو۔ چونکہ مرزا صاحب خیر سے رسمی باتوں ہی سے واقف تھے اس لئے فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ۔ بن کر رہ گئے۔ مولوی صاحب مذکور نے وہ قصیدہ رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور ماہ فروری ۱۸۹۹ء نیز سراج الاخبار جہلم ۹ مئی ۱۸۹۹ء میں شائع کر دیا اور مرزا صاحب کی لاجوابی کا بھی اظہار کیا۔ اسی طرح مولوی صاحب نے کئی دفعہ مرزا صاحب کو دعوت مقابلہ دی (ملاحظہ ہو سراج الاخبار ۱۳۔ اگست ۱۹۰۰ء وغیرہ) مگر مرزا صاحب مقابلہ

میں نہ نکلے۔ خدا کی قدرت ہے کہ مولوی صاحب اکتوبر ۱۹۰۱ء کو وفات پا گئے۔ پھر کیا تھا مرزا صاحب نے ان کی وفات کو معجزہ ظاہر کیا۔ اور اپنی تصنیفات میں حسب عادت قدیم ان کو خوب خوب گالیاں دیں۔ جس سے مشتعل ہو کر فیضی مرحوم کے عمزاد بھائی مولوی کرم الدین صاحب بھیں۔ نے مرزا صاحب کو نوٹس دیا کہ آپ پر مقدمہ کیا جائے گا۔

مرزا صاحب نے پہل کر کے اپنے ایک مرید حکیم فضل دین سے مولوی کرم دین پر مقدمہ زیر دفعہ ۳۰۴ تعزیرات ہند دائر کر دیا۔ اس کے بعد مولوی کرم الدین صاحب نے جہلم میں رائے سنسار چند صاحب کی عدالت میں مرزا صاحب پر مرحوم کی توہین کا مقدمہ قائم کیا۔ جس میں مرزا صاحب سے بذریعہ وارنٹ ضمانتی ایک ہزار روپیہ طلب ہوئے۔

پیشگوئی نمبر ۳ بابت موت ڈوئی | ڈوئی کی موت کی پیشگوئی کی کہ اگر مباہلہ کرے یا نہ کرے تب بھی اس کو اللہ ہلاک کر دے گا (صفحہ ۳۴۴)

الجواب | اس کو پیشگوئی کہنا اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے۔ اس طرح تو ہر شخص پیشگوئی کر سکتا ہے کہ مرزائی پاکٹ بک کا مصنف ہلاک ہو گا۔ خلیفہ قادیانی ہلاک ہو گا بلکہ کل مرزائی مر جائیں گے اور دوزخ میں پڑیں گے۔ کیا کوئی دانا اس کا نام پیشگوئی رکھے گا؟ ناظرین! مزا تب تھا کہ مرزا صاحب اس کی ہلاکت کی میعاد اور تاریخ بتاتے پھر اگر وہ اس کے مطابق مرجاتا۔ تو ہم صاف مان لیتے کہ:۔

"شیطانی الہام حق ہے اور شیطانی الہام ہوا کرتا ہے"

(صفحہ ۳ ضرورت الامام مصنفہ مرزا)

پیشگوئی نمبر ۴ | طاعون سے گھر محفوظ رہے گا ،، (صفحہ ۳۸۴ پاکٹ بک مرزائی بحوالہ صفحہ ۲۱۹ حقیقۃ الوحی)

جواب حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۹ پر کشتی نوح کا حوالہ دیا ہے اور کشتی نوح میں گھر سے مراد جملہ مرید بتائے ہیں سو ہم ثابت کرآئے ہیں کہ مرزا کے مرید طاعون سے مرے۔ پس یہ پیش گوئی غلط نکلی۔ (دیکھو دلیل نمبر۷ کا جواب)

پیشگوئی نمبر۵ "عبدالرحیم بن نواب محمد علی خاں کے حق میں" (حقیقۃ الوحی ص ۲۱۹)

جواب جن دنوں وہ بیمار تھا۔ مرزا صاحب نے اس کی صحت و موت ہر دو پہلو ہاتھ میں رکھے تھے۔ جب اسے آرام آنا شروع ہو گیا اور وہ تندرست ہو گیا تو کہہ دیا کہ پہلے اس کی نسبت دعا کی تھی خدا کی طرف سے مایوس کن جواب ملا۔ مگر بعد میں مجھے اس کی شفاعت کی اجازت مل گئی تھی چنانچہ وہ اسی وجہ سے راضی ہوا ہے (تفصیل ملاحظہ ہو اخبار البدر جلد ۲ ص ۴۲ و ص ۲۱۹ حقیقۃ الوحی)

پس یہ سب بعد از صحت گھڑی گئی ہیں جو قابل قبول نہیں بلکہ الٹا مرزا صاحب کے مغالطہ باز ہونے کی دلیل ہے۔

"پیشگوئی میں وہ امور پیش کرنے چاہئیں جن کو دنیا کھلے کھلے طور پر دیکھ سکے۔" (تحفہ گولڑویہ ص ۱۲۳ ط ۱)

پیشگوئی نمبر۶ "دافع البلاء" میں چراغ دین جمونی کے طاعون سے ہلاک ہونے کی پیشگوئی ہے۔ سو وہ بمعہ بیٹوں کے طاعون سے ہلاک ہو گیا۔

جواب یہ قطعاً دروغ بے فروغ ہے دافع البلاء میں اس کا طاعون سے مرنا ہرگز نہیں لکھا ہے۔ البتہ یہ گیدڑ بھبکیاں دی ہیں کہ:-

"میں فنا کردوں گا، غارت کردونگا، غضب نازل کردونگا" ص ۲۲

البشریٰ جلد ۲)

سو ایسی ویسی بے تعین پادر ہوا باتیں بیسیوں بھنگی اور چرسی تکیوں میں بیٹھے کیا کرتے ہیں، جنہیں کوئی عقلمند شائستہ اعتناد نہیں جانتا بلکہ دیوانے کی بڑ سمجھتا ہے۔ بقول مرزا ایسی ویسی پیشگوئیاں کچھ نہیں :

پیشگوئی نمبر ۷ | پیشگوئی زلزلہ کا دھکہ عَفَتِ الدِّیَارُ مَحَلُّهَا وَمُقَامُهَا یہ ۴ اپریل ۱۹۰۵ء کو کانگڑہ والے زلزلے سے واقع ہوا ؟

جواب | ۴ اپریل ۱۹۰۵ء کو جو زلزلہ آیا وہ ایسا ہولناک قیامت خیز تھا کہ پنجاب کے رہنے والے آج بھی اس کی یاد سے کانپ اٹھتے ہیں۔ بخلاف اس کے اس زلزلہ کے وقوع کے لئے جو الہام پیش کئے گئے ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ "زلزلہ کا دھکہ" مرزائی صاحب نے اس کے لفظ جو اسے بالکل معمولی واقعہ ظاہر کرتے ہیں پورے نہیں لکھے ملاحظہ ہوں وہ یہ ہیں :۔

"رویا میں دیکھا کوئی کہتا ہے زلزلہ کا دھکہ، مگر میں نے کوئی زلزلہ محسوس نہیں کیا۔ نہ دیوار نہ مکان ہلتا تھا بعد میں الہام ہوا اِنَّ اللّٰہَ لَا یَضُرُّ "اللہ تعالیٰ ضرر نہیں دیتا" (ص۹۹ البشریٰ جلد ۲) (رسالہ مکاشفات ص۲۴)

عبارت بالا میں اگر ایک طرف بلا تعیین وقت و تخصیص مدت و تحدید تپلنہ راولوں کی طرح زلزلہ کی خبر (وہ بھی اس طرح کہ نہ معلوم سابقہ زلزلہ کی حکایت ہے یا آئندہ کی پیشگوئی) دی ہے تو دوسری طرف ساتھ ہی کہہ دیا کہ یہ ایک معمولی زلزلہ ہے جس سے کوئی ضرر و نقصان حتیٰ کہ اس کا اثر عمارات پر محسوس ہی نہیں ہوتا۔ پس اسے اس قیامت خیز زلزلہ (جو شہر لا

ئ پیشگوئی سے یہ لبید بن ربیعہ کے معلقہ کا ابتدائی مصرع ہے !

واقعہ کی پیشگوئی بنانا ڈھٹائی ہے۔ ماسوا اس کے یہ الہام ۱۹۰۲ء کا ہے پس اگر کوئی زلزلہ اسی زمانہ میں آجاتا تو البتہ کہہ سکتے تھے کہ:۔

"اس درماندہ انسان کی پیشگوئیاں کیا تھیں صرف یہی زلزلے آئیں گے (زلزلہ کا دھکا) × × پس ان دلوں پر خدا کی لعنت جنہوں نے ایسی ایسی پیشگوئیاں اس کی (نبوت) کی دلیل ٹھہرائیں × × کیا ہمیشہ زلزلے نہیں آتے؟" (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص۵ مصنفہ مرزا)

مگر اب تو وہی بات ہے کہ بے حیا باش ہرچہ خواہی کن۔

دوسرا الہام جو پیش کیا ہے وہ اس سے بھی بڑھ کر فریب ہے جس میں زلزلہ وغیرہ تک کا نام نہیں۔ صرف یہی لفظ بہ صیغہ ماضی ہیں کہ "مٹ گئے رہائشی اور عارضی مکان و مقام"، پھر لطف یہ کہ مرزا صاحب نے اس الہام کو سناتے وقت اس کا اردو ترجمہ بھی نہیں کیا تاکہ آگے چل کر پھنس نہ جائیں مگر اپنے حلقہ احباب میں کہہ رکھا تھا کہ اس الہام میں طاعون کا ذکر ہے چنانچہ جس پرچہ الحکم میں یہ الہام شائع کرایا اس میں لکھا ہے "متعلقہ طاعون"، (اخبار الحکم ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء)

اب بظاہر اس سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ یہ گذشتہ طاعون کی تباہی کا تذکرہ ہے اور اسی لئے مرزا صاحب نے نہ اس کا ترجمہ کیا نہ کچھ مزید توضیح مطلب ان کا یہ تھا کہ اگر آج سے بعد مثل سابق طاعون کا کبھی زور ہوا تو کہہ دیں گے کہ پہلے سے ہم نے الہام کر رکھا تھا دیکھو وہ کیسا سچا نکلا۔ اور اگر امن رہا تو بھی کچھ ہرج نہیں۔ کیونکہ الہام بہ صیغہ ماضی ہے اور پچھلے برسوں میں طاعون زور شور سے پڑ چکی ہے۔ مگر خدا کو کچھ اور منظور تھا اس کے چند ہی ماہ بعد پھر پنجاب میں طاعون کا زور ہوا اور مرزا صاحب

لہ یہ الفاظ مرزا صاحب نے انجیل کی زلازل والی پیشگوئیوں کے حق میں لکھے ہیں جو وہ بھی اسی طرح بلے تعیین وقت ہیں ۱۲ منہ۔

نے بڑے طمطراق سے بکمال شان غیب دانی لکھا:-
"کسوف خسوف کے ساتھ قرآن شریف میں اَیْنَ الْمَفَرُّ آیا جس سے یہی مراد ہے کہ طاعون اس کثرت سے ہوگی کہ کوئی پناہ کی جگہ نہ رہے گی میرے الہام عَفَتِ الدِّیَارُ مَحَلُّهَا وَمُقَامُهَا کے یہی معنی ہیں"
(اخبار الحکم ۲۴ مئی ۱۹۰۴ء)

مگر آہ! کس قدر افسوس۔ حیرت بلکہ شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ جب اس کے بعد ۱۹۰۵ء میں زلزلہ عظیمہ آیا تو مرزا صاحب نے جھٹ سے اس الہام کو زلزلہ پر لگا دیا۔

ناظرین کرام! یہ ہے حقیقت ان پیشگوئیوں کی جو مصنف مرزائی پاکٹ بک مرزا کی نبوت پر بطور دلیل پیش کر رہا ہے۔

پیشگوئی نمبر ۸ بہار کے دنوں میں زلزلہ کی پیشگوئی "پھر بہار آئی خدا کی بات پوری ہوئی" چنانچہ ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو دہ زلزلہ آیا (ص ۳۸۴ مرزائی پاکٹ بک)

الجواب یہ پیشگوئی مرزا صاحب کی صاف غلط نکلی ہے جیسا کہ ہم مرزا صاحب کی غلط پیشگوئیوں کے ضمن انیسویں نمبر پر اس پیشگوئی کا باطل ہونا بوضاحت ثابت کر آئے ہیں۔ دیکھو ص ۱۱۱ تا ص ۱۱۷ پاکٹ بک ہذا۔

پیشگوئی نمبر ۹ پنڈت دیانند کی موت کی پیشگوئی جس کا گواہ لالہ شرم پت ہے۔ چنانچہ دیانند مر گیا۔

الجواب یہ سفید جھوٹ ہے اور دروغ بے فروغ۔ سچے ہو تو مرزا جی کی کسی تحریر سے جو دیانند کی وفات سے قبل شائع کی گئی ہو اس کا ثبوت پیش کرو۔ رسالہ شرم پت کا نام بھی یونہی جھوٹ لیا ہے اس نے

مرزائی پیشگوئیوں کی تصدیق نہیں کی بلکہ تکذیب کی ہے۔ دیکھو کلیات پنڈت لیکھ رام اور تکذیب براہین احمدیہ۔

پیشگوئی نمبر ۱۰ براہین احمدیہ میں مولوی عبداللطیف کی شہادت کی پیشگوئی کی سو ایسا ہی ظہور میں آیا۔

جواب یہ بھی کذب ہے۔ براہین میں کوئی پیشگوئی نہیں۔ ایک الہام گول مول جو موم کی ناک کی طرح ہر طرف پھیرا جائے۔ یہ تھا کہ "دو بکریاں ذبح ہوں گی۔" (ص۵۱۱) اس کے سترہ سال بعد کہا کہ ان دو بکریوں سے مراد آسمانی منکوحہ کا خاوند اور والد ہے (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۷) مگر جب یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی تو تذکرۃ الشہادتین میں لکھ دیا کہ اس سے مراد مولوی عبداللطیف و عبدالرحمٰن تھے۔

پیشگوئی نمبر ۱۱ لیکھ رام کی موت کی پیشگوئی بہت ہی واضح طور پر بیان فرمائی۔

الجواب یہ پیشگوئی صاف جھوٹی نکلی۔ تفصیل ملاحظہ ہو:۔ پنڈت لیکھ رام آریوں میں ایک سرکردہ شخص تھا۔ جب مرزا نے براہین احمدیہ باشتہار انعامی دس ہزار روپیہ شائع کی تو پنڈت مذکور نے اس کے جواب میں کتاب "تکذیب براہین احمدیہ" لکھی جس میں مرزا صاحب کی درگت بنائی جس پر مرزا صاحب کو بڑا غصہ آیا۔ دوسرا حملہ مرزا صاحب پر لیکھ رام نے یہ کیا کہ ایک اور کتاب "نسخہ خبطہ احمدیہ" میں مرزا کی خاطر تواضع کی۔ اب تو مرزا جی اور بھی گرم ہوئے۔ اسی گرمی میں اسے الہامی نشان دکھانے کو قادیان میں آنے کی دعوت دی۔ ادھر کیا دیر تھی۔ وہ آندھی اور بگولے کی طرح آیا اور آتے ہی مرزا صاحب پر چھا گیا للکارا کہ آؤ نکلو میدان میں۔ مگر مرزا صاحب کو اپنا علمی پول معلوم تھا۔ ادھر ادھر کی باتوں میں وقت ضائع کیا بالآخر اسکے تنگ کرنے پر نشان دکھانے کا

وعدہ کیا۔

دو ماہ بعد مرزا جی نے بذریعہ اشتہار یہ چال چلی کہ اس کو ڈرانے دھمکانے کی غرض سے لکھا کہ:۔

"اگر تم کو پیشگوئی کے ظاہر کرنے سے رنج پہنچے تو اس کو ظاہر نہ کیا جائے" (صہ ۱۹ استفتاء)

مگر وہ کچھ ایسا کوہ وقار مستقل مزاج تھا کہ اس نے لکھا:۔

"میں آپ کی پیشگوئیوں کو واہیات سمجھتا ہوں جو چاہو شائع کرو اجازت ہے" (صہ استفتا)

"مگر میعاد مقرر ہونی چاہیئے" (صہ نزول المسیح مصنفہ مرزا)

اس جرأت اور دلیری کو دیکھ کر مرزا قادیانی کے چھکے چھوٹ گئے ...... اور کچھ ایسا رعب چھایا کہ متواتر سال تک چپ سادھے رہے مطلب یہ تھا کہ شاید اتفاق وقت سے کوئی واقعہ عجب دنیا میں ظاہر ہو جائے یا خود لیکھرام ہی پر گردش فلک کا وار ہو جائے تو ہم اسی کو اپنی کرامت بنا کر دنیا کو دھوکا دیں۔

مگر جب کچھ نہ ہوا تو لیکھرام کے مؤاخذات اور مریدوں کے اصرار و تکرار سے گھبرا کر آپ نے ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو زبان کھولی:۔

"لیکھرام نے ایک کارڈ اس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو چاہے شائع کرو میری طرف سے اجازت ہے (یہ اشارہ اسی ۱۸۹۳ء والے خط کی طرف ہے) سو اس کی نسبت جیسا مجھ کو اطلاع دی گئی تو الہام ہوا کہ عِجْلٌ جَسَدٌ لَّهٗ خُوَارٌ لَهٗ نَصَبٌ وَّعَذَابٌ یعنی یہ ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے مکروہ آواز نکل رہی ہے اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا و رنج و عذاب مقدر ہے جو ضرور اس کو ملے گا۔

رہیگا۔ اس الہام کے بعد آج جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء ہے اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے) توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا آج کی تاریخ سے جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا ×× اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر ہیبت الٰہی رکھتا ہو تو میں خدا کی طرف سے نہیں" (اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۹۳ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۳ ص۵ منقول از نزول المسیح ص۱۸۶)

اس سے صاف واضح ہے کہ لیکھرام پر ایسا خارق عادت عذاب نازل ہوگا جو اپنی نرالی وضع سے ایک نشان کہلا سکے۔ مگر ایسا ہوا؟ ہرگز نہیں بجائے اس کے کہ اسے آسمانی نشان دکھایا جاتا مرزا صاحب کے ملہم نے کسی شیطان کے ذریعہ اس کا خون کرا دیا۔ وہ بھی کسی نرالے ڈھنگ یا انوکھے رنگ یا خارق عادت تیر و تفنگ سے نہیں۔ معمولی شہدوں کے طور پر کہ ایک شخص منافق بن کر لیکھرام کے حلقہ ارادت میں داخل ہوا۔ عرصہ تک اس کی خدمت کرتا رہا ایک موقع پر جبکہ لیکھرام اکیلا تھا اور وہ ظالم بدمعاش بھی پاس تھا۔ اس نے اس کے پیٹ میں چھری گھونپ دی اور بزدل بھاگ گیا۔ الغرض یہ پیشگوئی موت نہ تھی خارق عادت عذاب کی تھی۔ بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ لیکھرام کی موت کی پیشگوئی تھی تو بھی یہ موت ایسے طریق سے واقع ہونی چاہیئے تھی جسے خارق عادت کہا جا سکے۔ خارق عادت کی تعریف خود مرزا نے یہ کی ہے:۔

(۱) "جس امر کی کوئی نظیر نہ پائی جائے اسی کو دوسرے لفظوں میں خارق عادت بھی کہتے ہیں" (سرمہ چشم آریہ ص۱ مطبوعہ)

سنہ ۱۹۲۳ء)

(۲) خارق عادت اسی کو تو کہتے ہیں جس کی نظیر دنیا میں نہ پائی جائے"
(ص ۱۹۶ حقیقۃ الوحی)

چونکہ اس طرح کے قتل دنیا میں ہزاروں ہوتے رہتے ہیں اسلئے :-
"ظاہر ہے کہ کسی امر کی نظیر پیدا ہونے سے وہ امر بینظیر نہیں
کہلا سکتا" (ص ۹۹ ۱۱۱ بلا تحفہ گولڑہ)

پس یہ پیشگوئی مرزا کی ہر طرح سے جھوٹی - غلط - باطل - دروغ -
کذب ثابت ہوئی - فللّٰہ الحمد

پیشگوئی نمبر ۱۲ | مرزا صاحب نے کہا تھا کہ مجھے الہام ہوا کہ دور دور سے لوگ تیرے پاس آئیں گے"

الجواب | کہتے ہیں کہ کسی فریبی شخص نے مشہور کر دیا تھا کہ مجھے خدا نے الہام کیا کہ عنقریب تجھ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا جائے گا - اور ساتھ ہی اس نے اپنے مریدوں میں یہ مسئلہ بیان کر دیا کہ شراب حلال ہے اور ماں سے نکاح جائز ہے جب علماء کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس پر فتویٰ کفر لگا دیا - اب تو وہ صاحب اور اس کے چیلے چانٹے لگے بغلیں بجانے کہ دیکھو جی! ہماری پیش گوئی کیسی سچی نکلی ع

بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

ٹھیک ایسا ہی مرزا صاحب کا حال ہے کہ ایسے ایسے الہاموں کے ساتھ عجیب و غریب دعاوی کی بھرمار کر دی - اب کوئی شخص مرید ہو کر نہ سہی صرف یہ دیکھنے کو جائے کہ یہ کون ضال و مضل ہستی، گمراہ انسان، "مراقی" شخص ہے تو بھی مرزا صاحب کی پیش گوئی درست ہے - اور اگر کوئی سمجھانے بجھانے کو جائے تو بھی :-

ماسوا اس کے اس پیشگوئی کے وقت مرزا صاحب بوجہ اشتہار بازی کے کافی مشہور بھی ہو چکے تھے۔ اس لئے یہ پیشگوئی ایسی نہیں جسے کوئی اہمیت دی جائے۔

پیشگوئی نمبر ۱۳ | سر الخلافت صفحہ ۶۲ پر مخالفوں پر طاعون پڑنے کے لئے دعا کی سو طاعون پھیل گئی۔

الجواب | سر الخلافت صفحہ ۶۲ پر طاعون کا ذکر نہیں صرف رجز کا لفظ ہے اور رجز کے خود مرزا صاحب نے کئی ایک معنے کئے ہیں منجملہ ان کے ایک معنی از روئے لغت عرب یہ کئے ہیں کہ:-

"رجز لغت عرب میں ان کاموں کو کہتے ہیں جن کا نتیجہ عذاب ہو" (ایام الصلح اردو ص ۹۳)

گویا مرزا صاحب کے مخالف نیک اور پاک تھے اور باوجود مرزا کو کاذب دجال کہنے کے بھی مستحق عذاب نہیں تھے۔ تب مرزا نے بقول شما، سر الخلافت میں بد دعا کی کہ خدایا ان پر رجز نازل کر یعنی انہیں بداعمالیوں میں گرفتار کر جن کی وجہ سے وہ لائق عذاب ہو جائیں۔

ناظرین کرام! غور فرمائیں کہ جب لوگ مرزا کو کافر وغیرہ کہتے ہیں اور طرح طرح کی شوخی و تکذیب کے ہوتے ہوئے مستحق عذاب نہیں تھے تو پھر انہیں قابلِ عذاب ٹھہرانے کو مرزا کی دعا کیا اثر رکھ سکتی ہے کیا کافروں کی دعائیں ان کی نبوت کی دلیل ہوتی ہیں؟ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ

دنیا جب سے شروع ہوئی ہے تب سے ہی حسب موسم و وقت وحسبِ اعمال لوگوں کے ان پر وبائیں (طاعون، ہیضہ، ملیریا وغیرہ) وارد و نازل ہوتی رہی ہیں۔ اب رجز کے معنے محض طاعون بیان کرنا بھی کیا دلیل ہے کہ اس بد دعا مرزا کے آٹھ سال بعد جو ملک پنجاب میں طاعون پھوٹی تھی وہ مرزا کی کرامت ہے۔ کیا دنیا میں طاعون اس سے پہلے نہیں آئی۔

تھی یا مرزا کے مرنے کے بعد آج تک کبھی نہیں آئی یا آئندہ نہیں آئے گی؟ ہاں اگر یہ طاعون مرزا کی بد دعا کا اثر تھا اور یہ محض مخالفین کے لئے عذاب تھا جیسا کہ مرزا بھی کہتا ہے:-

"طاعون کا عذاب ظالموں اور فاسقوں کے لئے ہے"

(تفسیر خزینۃ العرفان جلد ۱ ص ۱۳۱)

تو پھر مرزا کے ماننے والے کیوں اس میں گرفتار ہو گئے؟ مزے کی بات ہے، بقول مرزائیوں کے مرزا نے مخالفین کیلئے طاعون کی دعا کی، مگر جب وہ آئی اور اس نے بھوکے شیر کی طرح مرزائیوں کو کھانا شروع کیا تو مرزا صاحب لگے چیخنے چلاتے کہ:-

"میں دعا مانگتا ہوں کہ خدا ہماری جماعت سے اس طاعون کو اٹھا لے" (بدر ۴ رمئی ۱۹۰۵ء)

مختصر یہ کہ کروڑ ہا مخالفین پر بد دعا کرنا وہ بھی کسی مخصوص مرض سے نہیں ذو معنی لفظ رجز سے اور ساتھ ہی "یا کسی دوسری موت سے ہلاک کر یا کوئی اور مؤاخذہ کر" (ص ۱۵۶ نزول المسیح) کے سے وسیع الفاظ میں پیش کرنا کوئی دلیل نہیں بقول حکیم نورالدین خلیفہ اوّل:-

"کال اور زلزلے اور وبا کا واقع ہونا نیچر کی ایسی عادت میں سے ہے کہ اس کی نسبت کسی ایک بلا کا بلا تعین وقت اور گول مول پیشگوئی کرنا کبھی غلط نہیں جانا جا سکتا" (فصل الخطاب مصنفہ حکیم نورالدین صاحب خلیفہ قادیان)

اسی طرح مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:-

"پس اس صورت میں حضرت مسیح علیہ السلام معاذ اللہ تھی کیا پیشگوئیاں ہی کیا تھیں، یہی کہ زلزلے آئینگے قحط پڑینگے

لڑائیاں ہونگی۔ کیا ہمیشہ زلزلے نہیں آتے؟ کیا ہمیشہ قحط نہیں پڑتے؟ کیا کہیں نہ کہیں لڑائی کا سلسلہ شروع نہیں رہتا؟" (صـ ضمیمہ انجام آتھم)

مرزائیو! کیا ہم انہی الفاظ کو الٹ کر کہہ سکتے ہیں کہ اس مرزا قادیانی کی بد دعائیں کیا تھیں؟ یہی کہ گول مول اور ذو معنی الفاظ میں وباؤں کی ڈینگ مارنا اور بلا تعین وقت زلازل کی پیشگوئیاں جڑنا وہ بھی اس رنگ میں کہ "مجھے معلوم نہیں کہ زلزلہ کے کیا معنی ہیں؟" (صـ۹۴ ضمیمہ نصرۃ الحق)

ہاں ہمارا دعویٰ ہے کہ مرزا صاحب نے جب اس بلا تعین وقت اجمال کو چھوڑ کر طاعون کے لئے مدت لگائی تو وہ سراسر جھوٹی اور شیطانی ثابت ہوئی چنانچہ ۶ فروری ۱۸۹۸ء کو جب مرزا صاحب نے پیشگوئی کی کہ:۔

"میں نے خواب میں طاعون کے درخت دیکھے ہیں مجھ پر یہ مشتبہ رہا کہ یہ آئندہ جاڑے میں بہت پھیلے گی یا اس کے بعد کے جاڑے میں" (اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء، مندرجہ صفحہ ۱۲۱ ایام الصلح)

"ابھی ہم خطرات کی حدود سے باہر نہیں آئے جب تک دو جاڑے کے موسم نہ گزر جائیں" (صـ۲۶ ایام الصلح اردو)

تو یہ پیشگوئی صریح غلط نکلی کیونکہ طاعون کا زور ان ہر دو جاڑوں میں نہیں ہوا۔ بلکہ ۱۹۰۲ء میں ہوا۔ ملاحظہ ہو تحریر ذیل مرزا صاحب خود لکھتے ہیں:۔

"چار سال ہوئے کہ میں نے پیشگوئی شائع کی تھی کہ پنجاب میں سخت طاعون آنے والی ہے × × × جس کا نتیجہ طاعون کی یہ حالت ہے جو آپ دیکھ رہے ہو" (ریویو جلد ا صـ۵۴ ۲ ۱۹۰۲ء)

پیشگوئی نمبر ۱۴ مباہلہ کے طور پر لعنت اللہ کہنے سے کئی مولوی مرزا صاحب کے مخالف مر گئے ؟

الجواب مرزا صاحب از روئے شریعت اسلام بوجہ مدعی نبوت کاذبہ ہونے کے مستحق لعنت تھے۔ اس لئے اگر کروڑہا مخالفوں نے مرزا صاحب کو ایسا لکھا تو خوب کیا۔ چونکہ وہ خدا سے ہمیشہ زندہ رہنے کا وعدہ لے کر نہیں آئے تھے اس لئے کئی ایک فوت ہو گئے۔ اور اللہ کے فضل سے کروڑہا کی تعداد میں زندہ بھی موجود ہیں حالانکہ مرزا صاحب اور ان کے ہزارہا مرید قبروں میں جا پڑے اور لعنت کا با اصول شما نشانہ بن گئے

فاعتبروا یا اولی الابصار

اگر محض لعنت کہنے سے مباہلہ منعقد ہو جاتا ہے اور لعنت کرنے والے کا مرنا اس کے ملعون ہونے کی علامت ہے تو پھر مرزا صاحب اول درجہ پر ہیں کیونکہ ان کی زبان پر تو لعنت وظیفہ کی طرح جاری تھی۔ ہر وقت مخالفوں کو لعنت لعنت کہتے رہتے۔ ملاحظہ ہو رسالہ نور الحق اول صفحات آخری، جہاں پوری ہزار لعنت گنائی گئی ہے۔ اسی طرح رسالہ سر الخلافت و تحفہ حق و اعجاز احمدی وغیرہ ؛

علاوہ ازیں مرزا صاحب نے اپنے اشد ترین مخالف حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کے لئے اپنی تحریرات میں بار بار لعنت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مثلاً صفحہ ۱۲۸ اعجاز احمدی پر سطر وار دس لعنتیں ہیں مگر خود ہی مولانا کی زندگی میں مر گئے ہیں۔ کیا تم اپنے اصول کی رو سے مرزا کو ملعون مان لو گے ؟

پیشگوئی نمبر ۱۵ : مولوی غلام دستگیر مباہلہ کے بعد ہلاک ہو گیا ؟

الجواب بلے مولوی غلام دستگیر نے مرزا صاحب کے ساتھ کبھی مباہلہ نہیں کیا یہ تمہارا سفید جھوٹ ہے۔ ہاں انہوں نے خط سے دعا

ضرور کی تھی کہ یا مرزا صاحب کو ہدایت نصیب ہو یا ہلاکت چونکہ خدا کا قانون ہے کہ وَ لَنْ يُؤَخِّرَ... لَجَاءَهُمُ الْعَذَابُ (عنکبوت) بلا وقت مقررہ عذاب نہیں بھیجا کرتا (الّا ماشاء) اس لئے مرزا کو ڈھیل دی گئی یہاں تک کہ اس کی اجل آگئی۔

مرزا صاحب مباہلہ کی تعریف لکھتے ہیں:۔

"مباہلہ کے معنی لغت عرب کی رو سے اور نیز شرعی اصطلاح کی رو سے یہ ہیں کہ دو فریق مخالف ایک دوسرے کے لئے عذاب اور خدا کی لعنت چاہیں۔" (اربعین نمبر ۲ صفحہ ۳)

اگر محض یکطرفہ دعا کا نام مباہلہ ہے تو پھر خود تمہارے قول کے مطابق مرزا صاحب نے اپنے جملہ مخالفین کے حق میں موت کی بددعائیں کیں۔ اور ظاہر ہے کہ کثیر حصہ مخالفین کا ابھی تک زندہ ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب عرصہ ہوا مر گئے ہیں۔ تو بتلایئے اور انصاف سے کام لیکر بتلایئے کہ مرزا جھوٹا ہوا یا نہ؟

پیشگوئی نمبر ۱۶ مواہب الرحمن میں محمد حسین بھیں والے کے متعلق پیشگوئی تھی سو وہ بھی مطابق وعید ہلاک ہوا۔

الجواب مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ جھوٹ بولنا گوہ کھانا برابر ہے اگر تم مواہب الرحمن سے مولوی محمد حسین صاحب مرحوم فیضی کی موت کی پیشگوئی دکھا دو تو ہم سے منہ مانگا انعام لو۔

ماسوا اس کے یہ بھی کوئی پیشگوئی ہے کہ فلاں آدمی مرجائے گا کیا انسان ہمیشہ زندہ رہا کرتے ہیں۔ غور تو کرو کہ عقلمند لوگ تمہاری اس قسم کی بیہودہ باتوں کو سن کر اور لغو مہمل پیشگوئیاں دیکھ کر سوائے اس کے کیا کہیں گے کہ اس گروہ کے پاس کوئی وزنی دلیل نہیں۔

پیشگوئی نمبر ۱۷ مرزا صاحب کو خدا نے الہام کیا تھا کہ "میں تجھ کو

لوگوں سے بچاؤں گا،،

جواب اگر سلطنت انگریزی نہ ہوتی جس کی مدح سرائی اور دن رات کی خوشامدانہ کارروائیوں میں مرزا صاحب کی عمر گذری ہے۔ اور سلطنت اسلامی ہوتی تو مرزا صاحب کا بچ رہنا ہم بھی اس آیت کے ماتحت جانتے کہ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا (سورہ مریم) بعض اوقات خدا تعالیٰ گمراہوں کو لمبی ڈھیل دیتا ہے مگر اب تو جو کچھ ہے وہ مرزائیوں کے "یاجوج ماجوج" یورپین آقاؤں کی برکت و رحمت ہے:۔

پیشگوئی نمبر ۱۸ (مرزا کا الہام تھا) اٰتَيْنَا ذِي الْقُرْبٰى اس کے یہ معنی ہیں کہ "خدا تعالیٰ کسی قدر عذاب کے بعد اس گاؤں کو اپنی پناہ میں لے لیگا،، (پاکٹ بک مرزائیہ ص ۲۸۶ بحوالہ حقیقۃ الوحی ص ۲۳۲)

جواب آوٰی کے معنی ہیں "پناہ میں لے لینا،، (ص ۲۳۲ ح) پس جس تکلیف سے خدا پناہ دیوے اس میں اسی شخص کا گرفتار ہونا قطعاً محال ہے۔ دیکھیے حضرت رسولِ کریم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے حق میں آیا ہے اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَاٰوٰى یتیموں کو تنگی اور تکلیف کے وقت ماں باپ یاد آتے ہیں یہی حالت آنحضرت ؐ کی تھی۔ مگر جب اللہ تعالیٰ آپ ؐ کا مربی ہو گیا تو یتیمی ذیہ کسی پھر کبھی آپ ؐ پر وارد نہیں ہوئی۔ اسی طرح مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ بعد و کو صلیب کے اللہ تعالیٰ نے مسیح اور اس کی والدہ کو وَاٰوَيْنٰهُمَا اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ "دونوں کو ایک بہتر پر پہنچا دیا جو سب پہاڑوں سے اونچا تھا یعنی کشمیر کا پہاڑ (ص ۲۳۲ ح) بتائیے یہودی جس ایذا دہی سے بقول مرزا خدا نے مسیح اور اس کی والدہ (علیہ السلام) کو پناہ دی، اس میں پھر وہ ذرہ بھر بھی مبتلا ہوئے؟

ایسا ہی مرزا نے تیسری مثال جو دی ہے وہ بھی ہماری موید ہے کہ:
"سورۃ کہف میں آیت ہے فَأْوُا إِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ (رَبُّكُم مِّن رَّحْمَتِهِ) (سورۃ کہف) یعنی غار کی پناہ میں آجاؤ خدا اپنی رحمت تم پر پھیلائے گا۔" (صفحہ ۲۳۲ ح)
احمدی دوستو! کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ پناہ میں آنے کے بعد ان پر پھر کوئی ظلم ہو سکتا ہے؟ ماسوا اس کے ابتدائً خود مرزا صاحب نے جب قادیان کے لئے الہام گھڑا تو یہی معنی کئے تھے:۔
"جس گاؤں میں تو ہے خدا اسے طاعون سے با اس کی آفات لاحقہ سے بچائے گا۔" (صفحہ ۱۵۶ ایام الصلح)
حالانکہ قادیان میں خوب خوب طاعون نے صفائی پھیری" ایک دفعہ کی شدت" تو خود مرزا نے مانی ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۳۲ حقیقۃ الوحی)
پس یہ الہام سراسر جھوٹا۔ بناوٹی من گھڑت۔ افترا نکلا:۔

پیشگوئی نمبر ۱۹ دلیپ سنگھ والی پیشگوئی بحوالہ صفحہ ۲۳۶ ح حقیقۃ الوحی پر جو پیشگوئی متعلقہ دلیپ سنگھ لکھی ہے وہ

جواب قطعاً جھوٹی اور بعد از وقت بناوٹ ہے۔ ہرگز ہرگز مرزا نے اس واقع سے پہلے کوئی پیش گوئی شائع نہیں کی تھی۔ اگر سچے ہو تو دکھاؤ۔
"پیشگوئی میں وہ امور پیش ہونے چاہئیں جن کو کھلے کھلے طور پر دنیا دیکھ سکے۔" (مفہوم صفحہ ۱۲۱/۱۲۲ ط اول صفحہ ۲۰۰/۲۰۱ ط ۲ تحفہ گولڑویہ)

پیشگوئی "عبدالحق غزنوی کے اصرار پر (مرزا نے مباہلہ کیا۔ جس میں) کاذب ہوں تو کاذبوں کی طرح تباہ کیا جاؤں۔ مگر صادق ہوں تو خدا میری مدد اور نصرت کرے۔" (صفحہ ۳۰۹)
جواب۔ مباہلہ کرنے کے بعد جھوٹے کی نشانی ہے وہ یہ ہے

"مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے" (اخبار الحکم ۱۰-اکتوبر ۱۹۰۷ء)

سو مرزا صاحب مباہلہ کے بعد کاذبوں کی طرح صادق کے سامنے مر گئے۔ مولوی عبدالحق عرصہ بعد تک زندہ رہے۔

پیشگوئی نمبر ۲۱ | حضرت مسیح موعود کی دعا کے مطابق پانچ لاکھ مرید ہیں۔ یہ سچائی کی دلیل ہے:۔

جواب | مرزا صاحب کے مرید ساڑھے کے سارے لاکھ کے اندر اندر ہیں جیسا کہ ہم بہ تحریر محمود احمد اس کا ثبوت دے آئے ہیں (ملاحظہ ہو جواب دلیل نمبر ۸) حالانکہ مرزا صاحب دنیا بھر کی جملہ اقوام کو اپنے دام میں لے آنے کے مدعی تھے۔ اور اسی کو اپنی آمد کا مقصد اور علت غائی ٹھیرا کر اپنی زندگی میں اس کا ظہور بتاتے تھے ملاحظہ ہو پاکٹ بک ہذا باب علامات مسیح موعود پس ایک آدھ لاکھ لوگوں کا مرزائی ہو جانا دلیل صداقت نہیں ہو سکتا سنو لکھا ہے:

"ہماری جماعت اگر بیس پچیس لاکھ ہو کر اس کی ترقی ٹھیر جائے تب بھی کچھ نہیں۔ پھر بھی یہ سلسلہ کی حقانیت کی دلیل نہیں ٹھیرتی۔ اس لئے (صداقت کی دلیل بننے کے لئے ضروری ہے کہ ساری دنیا پر پھیل جائے اور مقدار اور حجت کی رو سے غالب ہو جائے" (اخبار الحکم ۱۷ اگست ۱۹۰۵ء منقول از الفضل ۱۔ اگست ۲۲ء)

پیشگوئی نمبر ۲۲ | مولوی محمد علی کو بخار ہو گیا ظن ہوا کہ طاعون ہے مرزا نے کہا کہ اگر تم کو طاعون ہو جائے تو میں جھوٹا۔

جواب | معلوم ہوا کہ مرزا کے مریدوں کا طاعون میں مبتلا ہونا مرزا کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔ سو ہم کئی تحریرات مرزا کی نقل کر

آئے ہیں جن میں خود مرزا صاحب نے اپنے مریدوں کا طاعون میں مبتلا ہونا تسلیم کیا ہے پس مرزا جھوٹا ؛

پیشگوئی نمبر ۲۳ وہی دوبارہ پیش کی گئی ہے جو نمبر ۹ میں پیش کی تھی یعنی مولوی عبداللطیف کا کابل میں سنگسار ہونا جس کا جواب ہم دے آئے ہیں ۔

پیشگوئی نمبر ۲۴ جلسہ دھرم مہوتسو میں مرزا کی ایک تقریر کا عمدہ ہونا اور سب پر فائق ہونا لکھا ہے ؛

جواب اس جلسہ میں ہر مذہب کے لوگ پہلے سے مدعو تھے کہ اگر تقریر کریں۔ کسی کیلئے گھنٹہ وقت تھا کسی کے لئے اس سے کم و زیادہ، چونکہ تمام لیکچرار اسے ایک معمولی جلسہ سمجھ کر آئے تھے جنہوں نے وقت کی پابندی میں اپنا اپنا مضمون ختم کیا۔ بخلاف اس کے مرزا صاحب نے یہ چالاکی کی کہ گھر میں بیٹھ کر ایک طویل مضمون لکھا جس کے سنانے کیلئے بانیانِ جلسہ کو وقت مقررہ سے چار گنا وقت دینا پڑا۔ اس لئے لازمی تھا کہ بمقابلہ دیگر مضامین کے بعض جلد باز لوگ اسے فضیلت دیتے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ادھر مرزا صاحب پہلے سے ایک شگوفہ چھوڑ چکے تھے کہ مجھے الہام ہوا " یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا "

(اشتہار ۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء)

بس پھر کیا تھا آپ نے آسمان سر پر اٹھا لیا کہ دیکھو جی! ہم ایسے ہم ویسے ؛

ہم حیران ہیں کہ اس ڈھٹائی کا جواب کیا دیں۔ مرزا نبی تھا کہ باقی لکچراروں کی طرح یہ بھی قواعد جلسہ کی پابندی کرتے۔ اور وقت مقررہ میں اپنے مضمون کو ادا کرتے پھر اگر یہ مضمون فائق رہتا تو ہم علی الاعلان اعتراف کرتے کر:۔

گو مرزا صاحب کا اپنی کسی قیاسی پیشگوئی میں سچا نکلنا اس کے نبی اللہ ورسول اللہ ہونے کی دلیل نہیں کیونکہ علاوہ اس ایک ڈھکوسلے کے اس کی سب متحدیانہ پیشگوئیاں صاف جھوٹی۔ صریح۔ باطل۔ واضح۔ دروغ ثابت ہوئی ہیں۔ تاہم یہ پیشگوئی ضرور بر ضرور شیطانی الہام ہے جو بقول مرزا صاحب ہوا کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۸ ضرورۃ الامام :-

مگر اس جگہ تو اتنا بھی نہیں۔ کیونکہ وقت مقررہ کی پابندی نہ کرتے ہوئے ہر شخص جو ایڑی سے چوٹی کا زور لگا کر گھر سے مضمون اس نیت سے لکھ کر لائے کہ یہ باقی تقریروں پر غالب رہے۔ یقیناً اس کا مضمون غالب رہے گا۔ یقین نہ ہو تو مرزائی ایک اسی طرح کا جلسہ کر کے مرزا صاحب کی تردید میں مضامین سننے کو آمادہ ہوں۔ میں ابھی سے علی الاعلان پیشگوئی کرتا ہوں کہ میرا مضمون دنیا بھر کے جملہ لیکچراروں پر غالب رہے گا۔ بفضل اللہ الکریم :-

ایک اور طرح سے

مثل مشہور ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ آؤ اسی اصول سے ہم اس پیشگوئی کے دیگر لازمی پہلوؤں پر نظر ڈالیں۔ یہ صحیح اصول مسلمہ مرزا ہے:

کہ کوئی پیشگوئی اس صورت میں سچی ہو سکتی ہے جبکہ اس کے ساتھ تمام پیشگوئیاں سچی ثابت ہوں" (صلا کتاب البریت)

مرزا صاحب نے مذکورہ بالا پیشگوئی کے ساتھ اسی اشتہار کے ساتھ یہ لکھا ہے :-

"میں نے عالم کشف میں اس کے متعلق دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے ہاتھ مارا گیا اور اس ہاتھ کے چھونے سے اس محل میں سے ایک نور ساطعہ نکلا جو اردگرد پھیل گیا ہے۔"

ایک شخص بولا اللہ اکبر خربت خیبر" اس کی تعبیر

یہ ہے کہ محل سے مراد میرا دل ہے اور وہ نور قرآنی معارف ہیں خیبر سے مراد تمام خراب مذاہب ہیں جن میں شرک اور باطل کی ملونی ہے۔ سو مجھے جتلایا گیا کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کھل جائے گا۔ اور قرآنی سچائی زمین پر دن بدن پھیلتی جائے گی جب تک کہ اپنا دائرہ پورا کرلے۔"

(اشتہار مذکور)

بھائیو! کیا یہ سب کچھ ظاہر ہوگیا، کیا جھوٹے مذاہب خراب ہوگئے اور قرآنی سچائی اپنے انتہائی دائرہ پر پہنچ گئی؟ میں کہتا ہوں ایسا ہونا تو درکنار مذاہب عالم کے لوگ مرزا صاحب کے اس مضمون سے آشنا بھی ہیں؟ یقین نہ ہو تو جس جس کے پاس یہ پاکٹ بک پہنچے وہ پہلے اپنے وجود سے اس کے بعد دیگر لوگوں سے مل کر اور انہیں مرزا کی مضمون کا منشف ہی پوچھ دیکھے۔ یقیناً ہزار میں سے یک شخص واقف ہو تو ہو۔ علاوہ ازیں خود نے اپنی کئی ایک تحریروں میں لکھا ہے کہ یہ کام میری زندگی میں ہو جائیگا کما مر بیانہ۔

اور تو اور خود مرزائیوں کا یہ حال ہے کہ ایک فرقہ سے دو ہوگئے دن رات آپس میں سر پھٹول کر رہے ہیں۔ وہ انہیں ضال و مضل کہیں وہ انہیں۔ الغرض مرزا کی یہ پیش گوئی جھوٹی ہے باطل ہے۔

پیشگوئی نمبر ۲۵ "فروری ۱۹۰۶ء کو بنگالہ کی تقسیم کے متعلق پیشگوئی کی۔ پہلے بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا، اب ان کی دلجوئی ہوگی" ۱۹۱۱ء میں ملک معظم جارج پنجم اس کے پورا ہونے کا باعث بنے۔

جواب تقسیم بنگالہ پر جب اہل بنگال نے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا اور گورنمنٹ کے حضور میں درخواست پر درخواست دینے

دینے کے علاوہ بدیشی مال کا بائیکاٹ بھی کیا تو گورنمنٹ نے ان کی کچھ پرواہ نہ کی۔ ایسے وقت میں اکثر اہل عقل کا خیال تھا کہ ضرور گورنمنٹ اپنی روش کو چھوڑنے پر مجبور ہو گی۔ کیونکہ راعی رعایا کو دکھ دے کر کبھی فلاح نہیں پاتا۔ ایسے وقت میں ہمارے قادیانی مسیح نے جھٹ سے ایک وسیع المعانی فقرہ بول دیا کہ "بنگالیوں کی دلجوئی ہو گی"۔ خدا کی قدرت ہے کہ گورنمنٹ اپنے حکم کو واپس لینے پر آمادہ نہ ہوئی۔ شاید اس لئے کہ خدا تعالیٰ قادیانی صاحب کا کذب واضح کرنا چاہتا تھا:

ادھر گورنمنٹ اپنی بات منوانے پر اڑ گئی ادھر بنگالی بھی تن گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گورنر سر فلر صاحب نے استعفیٰ دے دیا۔ بنگالی اسے اپنا جانی دشمن جانتے تھے۔ اسلئے انہوں نے اسکے استعفیٰ دینے پر خوب خوب مسرت کا اظہار کیا۔ اندریں حالات مرزا صاحب کو بھی ہوش آئی کہ اب بنگالی کچھ کچھ نرم ہو چلے ہیں اس لئے اب تقسیم بنگال جیسا کہ گورنمنٹ کے عزم سے مترشح ہے، منسوخ نہ ہوگی ایسا نہ ہو ہمارا الہام برباد ہو جائے اب تو موقع ہے خدا معلوم آئندہ حالات اس سے بدترین ہو جائیں۔ آپ نے فوراً اپنے مریدوں کو حکم دیا کہ لکھو ہمار ی پیشگوئی کا اتنا ہی مطلب تھا چنانچہ ریویو ماہ ستمبر ۱۹۰۶ء میں مولوی محمد علی صاحب و خواجہ کمال الدین کی طرف سے مضمون شائع ہوا کہ:۔

"تقسیم بنگالہ بھی منسوخ نہ ہوگی اور بنگالیوں کی دلجوئی بھی ہو جائے گی"۔ (صفحہ ۳۴۴)

مطلب یہ کہ سر فلر کے استعفیٰ دینے سے بنگالیوں کی دلجوئی بھی ہو گئی ہے یہی ہماری پیشگوئی تھی۔ ع

بس ہو چکی نماز مصلیٰ اٹھائیے

قدرت کے بھی عجیب کام ہیں ادھر مرزا صاحب تو یہ تاویل کر کے چلتے بنے۔ ۱۹۱۱ء میں اللہ تعالیٰ نے ملک معظم کے دل میں یہ خیال ڈالا کہ جا کر ہندوستان میں مرزا قادیانی کے کذب کو آشکارا کرو۔ چنانچہ وہ تشریف لائے اور تقسیمِ بنگال کو منسوخ کر دیا:

مرزائیوں کی بارھویں دلیل

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب ایمان دنیا سے اٹھ جائیگا تو فارسی الاصل ایک یا کئی اشخاص اس کو واپس لائیں گے:

الجواب | قطع نظر اس کے کہ حدیث کا جو مطلب لیا گیا ہے وہ نہیں میں کہتا ہوں کہ مرزا صاحب تو مغل زادے تھے جیسا کہ وہ خود راقم ہیں:۔

"خاتم الخلفاء چینی الاصل ہوگا یعنی مغلوں میں سے۔"
(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۲۳)

پس وہ فارسی الاصل کیسے بن گئے؟

ناظرین کرام! حدیث میں آیا ہے کہ نسب بدلنے والے کی نماز چالیس دن قبول نہیں ہوتی اور قرآن پاک میں بھی سخت وعید ہے مگر ہمارے مرزا صاحب کچھ ایسے نڈر تھے کہ جہاں شیخ ابن عربی کی پیشگوئی کا مصداق اپنے آپ کو بنانا تھا وہاں مغل بن گئے۔ اور جہاں حدیث رجالٌ فارس پر قبضہ جمانا تھا وہاں فارسی الاصل بن گئے اور جہاں احادیث مہدی کا مصداق بننا تھا وہاں کہہ دیا کہ:۔

"میں اسرائیلی بھی ہوں اور فاطمی بھی" (ایک غلطی کا ازالہ مندرجہ حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۶۹)

ہم بھی قائل تیری نیرنگی کے ہیں یاد رہے او زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے

مرزائیوں کی تیرھویں دلیل

"آنحضرتؐ نے فرمایا اَلْاٰیَاتُ بَعْدَ الْمِائَتَیْنِ (مشکوٰۃ) کہ مسیح موعود و مہدی کے ظہور کی نشانیاں تیرھویں صدی کے گزرنے پر ظاہر ہونگی۔ ملا علی قاری اور نواب صدیق حسن خاں نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔"

الجواب اول تو یہ حدیث ہی ضعیف اور موضوع ہے۔ جیسا کہ ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔

دوم اس میں مسیح و مہدی کا کوئی ذکر نہیں صرف یہ الفاظ ہیں کہ نشانیاں دو سو سال بعد ہونگی۔ پس دو سو سال سے مراد تیرہ سو سال بعد لینا غلط در غلط ہے۔ جن بزرگوں نے دو سال سے مطلب ہزار سال سے دو سو سال بعد لیا ہے ان کی ذاتی رائے ہے جو حدیث کے الفاظ کے صریح خلاف ہے۔ پھر انہوں نے بھی محض ظن اور احتمال کے لفظ استعمال کئے ہیں۔ جو تحریرات ان کی پیش کی گئی ہیں ان میں وَ یَحْتَمِلُ کا لفظ موجود ہے۔

علاوہ ازیں انہوں نے تو بارہ سو برس بعد لکھا ہے مگر مرزائی محرف تیرہ سو سال بعد لکھتا ہے۔ پھر مزا یہ کہ مرزائی صاحب تیرہ سو سال کے بعد ظہور مسیح و مہدی نہیں لکھتا بلکہ یہ لکھتا ہے کہ "مسیح موعود و مہدی کے ظہور کی نشانیاں تیرھویں صدی کے گزرنے پر ظاہر ہونگی" اور کون نہیں جانتا کہ نشانیاں صدہا برس پہلے شروع ہو جاتی ہیں۔ دیکھئے صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا قیامت کی نشانیوں سے یہ ہے کہ علم اٹھایا جائے گا۔ جہالت پھیل جائیگی زنا اور شرب کی کثرت ہوگی (بخاری) جھوٹے اشخاص پیدا ہونگے مسلم اہانت

میں خیانت کی جائیگی۔ نااہل لوگ حاکم ہوں گے (بخاری) مفصل دیکھو مشکوٰۃ باب شرائط الساعۃ۔ کیا ان علامتوں سے اکثر اس زمانہ میں پائی جاتی ہیں؟ پھر کیا تمہارے قاعدے کی رو سے ابھی قیامت کو آجانا چاہیئے تھا حالانکہ خود تمہارے نبی کے اقوال کی رو سے ابھی ہزار سال کے قریب باقی ہے

(ملاحظہ ہو لیکچر سیالکوٹ صـ۶)

اور سنو! حدیث میں ہے کہ آخری زمانہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو بکثرت مال بانٹے گا اور پھر اس بے پرواہی سے کہ شمار بھی نہ کریگا (مسلم در مشکوٰۃ باب مذکورہ بالا) اور تم مانتے ہو کہ یہ آخری خلیفہ مرزا ہے۔ اب باوجودیکہ مرزا صاحب بقول شما قیامت کی نشانی ہیں پھر بھی بموجب تحریرات مرزا کئی سو سال قیامت میں باقی ہیں۔ مزید براں مرزائی دوست مانتے ہیں۔ نبی صلعم یا قرآن قیامت کی نشانی ہے۔ (صـ٣٣ مرزائی پاکٹ بک) حالانکہ حضور کے زمانہ پر ساڑھے تیرہ سو سال گذر چکا مگر قیامت نہیں آئی÷

الغرض اول تو یہ حدیث جھوٹی ہے جس سے سند نہیں لی جا سکتی اس کے جھوٹی ہونے پر واقعات نے بھی شہادت دیدی وہ یوں کہ بقول مرزا صاحب (ازالہ) ظہور مسیح کی خبر ہے (ازالہ [illegible]) اور ظہور مسیح دو سو سال بعد نبی کے ہو گیا [illegible] [illegible] صحیح بھی [illegible] اس میں مسیح و مہدی کا کوئی ذکر نہیں ہے مگر نشانیوں کا ذکر ہے چنانچہ مطابق اس کے صدہا نشانیاں ظاہر ہو چکی ہیں:

(١) دو سو سال کے بعد مسئلہ خلق قرآن کا رائج ہونا جسکی وجہ سے صدہا علمائے حقانی بیدریغ قتل کئے گئے۔

(٢) زلزلے آئے÷

(٣) طاعون پھوٹا÷

(۴) اکثر ظالم فرمانرواؤں کے ظلم سے کئی لاکھ فرزندانِ اسلام کے خون

بھاگ گئے ۔

(۵) حج کعبۃ اللہ تک باطنیوں نے بند کر دیا۔

(۶) حجر اسود اکھاڑ گیا۔

(۷) فرقہ قرامطہ و باطنیہ کے نجس ہاتھوں سے جو اہل مکہ پر مصائب آئے وہ ارباب بصیرت سے مخفی نہیں۔

(۸) معتزلہ نے جو جو گل کھلائے وہ اصحاب تاریخ پر نمایاں ہیں۔

(۹) خسف ہوئے مسخ ہوئے۔

(۱۰) تمیم ... طرح کے پڑے کہ تحفہ یوسفی کو مات کر گئے۔

(۱۱) کئی دفعہ آسمانوں سے پتھر برسے۔

(۱۲) خلیفہ مستعصم باللہ کے عہد خلافت میں مرزا کے آباؤ اجداد تاتاری مغلوں نے جو جو مظالم ڈھائے وہ اہل علم کے سامنے ہیں۔

غرض صدہا نشانیاں دو سو سال کے بعد ہوئیں اور صدہا آئندہ ہونگی پس یہ دلیل بشرط صحیح ہونے حدیث کے بھی مرزائیوں کو مفید اور ہمارے خلاف نہیں۔

مرزائیوں کی چودھویں دلیل کسوف و خسوف

حدیث میں ہے ہمارے مہدی کی صداقت کے دو نشان ہیں۔ رمضان میں چاند کو پہلی رات کو اور سورج کو درمیانے دن گرہن لگے گا۔ یہ گرہن مرزا کے وقت چاند کو ۱۳ تاریخ و سورج کو ۲۸ تاریخ لگا۔ (ملخصاً پاکٹ بک مرزائی)

الجواب یہ روایت کیا انسانی ... روایت کی رو سے اور درایت ہر دو طرح جھوٹی بناوٹی و جعلی ہے۔ روایت کی رو سے یوں کہ اس کے پہلے راوی عمرو بن شمر کو محدثین نے کذاب منکر الحدیث

متروک الحدیث۔ جھوٹی روایت کو معتبر آدمیوں کے نام پر بنانے والا وغیرہ لکھا ہے۔ دوسرے راوی جابر درنہ معلوم یہ صاحب کون ہیں اگر مراد جابر جعفی ہے تو اس کو بھی حضرت امام اعظمؒ نے کذاب کہا ہے[1] اسی طرح دیگر محدثین کے نزدیک جابر جعفی کا نام کذاب مشہور ہے حتیٰ کہ یہ فقرہ زبان زد خاص و عام ہو گیا ہے کہ فلاں شخص جابر جعفی کی طرح کذاب ہے ان ہر دو راویوں کا کذب معلوم کرنے کو دیکھو میزان الاعتدال و تہذیب التہذیب:

اس روایت کے جھوٹی ہونے پر خود مرزا صاحب و مصنف مرزائی پاکٹ بک کی شہادت ملاحظہ ہو۔ یہ روایت مہدی کے بارے میں ہے اور مرزا صاحب و مصنف مرزائی پاکٹ بک لکھتے ہیں:-

(۱) "مہدی کی حدیثیں سب ناقابلِ اعتبار اور قرآن شریف کے خلاف ہیں۔ ان میں اگر صحیح حدیث ہے تو یہی ہے کہ لَا الْمَهْدِیُّ اِلَّا عِیْسٰی (ہاں صاحب یہ صحیح کیوں نہ ہوگی مطلب جو ہوا) (اخبار الحکم ۲۳ جولائی ۱۹۰۰ء صفحہ ۵ کالم ۲)

(۲) محدثین نے باب مہدی کی سب احادیث کو مجروح قرار دیا ہے لیکن ایک حدیث صحیح ہے لا مہدی الا عیسیٰ (مرزائی پاکٹ بک صفحہ ۳۰۹)

درایت کی رو سے اس حدیث کا جھوٹا ہونا مرزا صاحب فرماتے ہیں:

"قانونِ قدرت جب سے دنیا بنی ہے اسی طرح ہے کہ چاند گرہن کیلئے ۱۳۔۱۴۔۱۵ اور سورج گرہن کیلئے ۲۷۔۲۸۔۲۹ تاریخیں مقرر ہیں یہ نظام کبھی نہیں ٹوٹ سکتا"

(مفہوم صفحہ ۴۷ ضمیمہ انجام آتھم)

[1] الا ماشاء اللہ وھو علی کل شیءٍ قدیر ۱۲ منہ

"بخلاف اس کے اس جھوٹی روایت میں یہ لکھا ہے
ینکسف القمر لاول لیلۃ من رمضان وتنکسف
الشمس فی النصف منہ (پاکٹ بک مرزائی ۲۹۸ بحوالہ دارقطنی)
یعنی رمضان شریف کے مہینے چاند کی پہلی تاریخ کو اور سورج
کو رمضان کے نصف میں گرہن ہوگا پس یہ روایت بوجہ خلاف نیچر
ہونے کے حسب قولِ مرزا مردود ہے۔ مرزا صاحب نے اس روایت
کے ضعف کو اٹھانا چاہا ہے کہ:۔
"حدیث نے آپ اپنی سچائی کو ظاہر کر دیا ہے کیونکہ اسکی
پیشگوئی پوری ہوگئی" (ضمیمہ انجام ص ۴۹)
اگر یہ صحیح ہو کہ حدیث کے مطابق یہ گرہن واقع ہوا ہے تو ہمیں
اس پر پھر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ غضب تو یہی ہے کہ مرزا صاحب کے
وقت جو گرہن ہوا ہے وہ اس روایت کے مطابق نہیں ہوا:۔
"چاند گرہن ۱۳ رمضان کو اور سورج گرہن ۲۸ رمضان کو
ہوا ہے" (پاکٹ بک مرزائی ۲۹۸ ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۶)
پس یہ کہنا کہ روایت نے آپ اپنی سچائی ظاہر کر دی ایک دجال نہ
دھوکا ہے مرزائی کہتے ہیں کہ حدیث میں قمر کا لفظ ہے اور قمر چاند کی پہلی
تاریخ کو نہیں کہا جاتا بلکہ ہلال کہا جاتا ہے۔ قمر دوسری رات یا تیسری
رات کے چاند کو کہا جاتا ہے:۔
جواباً عرض ہے کہ بفرض محال صحیح ہو تو یہی وجہ اس روایت کے
جھوٹی ہونے کی دلیل ہے کہ اس میں پہلی رات کے چاند کو قمر کہا گیا ہے
جیسا کہ الفاظ روایت ینکسف القمر لاول لیلۃ من رمضان
میں یہ شہادت ہے۔
۔۔۔ روایت کی غلطی کو نظرانداز کر کے یہی مراد لی جائے کہ

رمضان کی پہلی رات سے مراد قمر کی پہلی رات ہے تو بھی دوسری یا تیسری رمضان کو چاند گرہن ہونا چاہیئے اور سورج گرہن سکے۔ سلئے تو کوئی عذر بھی تمہارے پاس نہیں۔ صاف لفظ ہیں کہ نصف رمضان میں سورج گرہن ہوگا حالانکہ مرزا کے وقت انہی تاریخوں میں ہوا جن میں ہمیشہ ہوتا آیا ہے پس یہ گرہن روایت کے مطابق نہیں ہوا لہذا اس سے تمسک کرنے والا کذاب ہے۔ مرزائی کہتے ہیں کہ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ رمضان کی پہلی رات سے مراد گرہن لگنے کی پہلی رات ہے یعنی تیرہ رمضان اور نصف رمضان کا مطلب سورج گرہن کا درمیانی دن ہے یعنی ۲۸ رمضان۔

بے حیا آدمی جو چاہے بکے، کون اس کو روکتا ہے۔"

(اعجاز احمدی ص ۳)

ناظرین کرام! مرزائیوں کی دجالانہ چالوں پر غور فرمائیے کہ پہلے تو ایک سراسر جھوٹی و مردود روایت سے تمسک کرتے ہیں جب اتنے سے کام نہیں نکلتا تو حسب ضرورت خود تاویلات رکیکہ کے سانچہ میں ڈھال کر من مانی مرادیں لیتے ہیں۔ پھر اسے مرزائی نبوت کی دلیل ٹھہراتے ہیں۔

نوٹ:۔ یہ حدیث نبوی ہرگز نہیں بلکہ محمد علی کا موضوع قول ہے یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک مرفوع نہیں۔ اس کو حدیث رسولؐ قرار دینا ظلم عظیم ہے۔ مرزا صاحب خود ایام الصلح، اردو صفحہ ۸۰ پر مانتے ہیں کہ:۔

"خسوف × × امام باقر (محمد بن علی) سے مہدی کا نشان قرار دیا گیا ہے"

روایت کی سند کے الفاظ یہ ہیں:۔

حدثنا ابو سعید الاصطخری ثنا محمد بن عبد اللہ بن نوفل ثنا عبید بن یعیش ثنا

بن بکیر عن عمر دبن شمر عن جابر رض عن محمد بن علی قال ان لمهدینا آیتین (سنن الدارقطنی باب صفة صلوٰة الخسوف والکسوف وهیئتهما)

مرزائیوں کی پندرھویں دلیل!

ان الله یبعث لهٰذه الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لها دینها (مشکوٰۃ: کتاب العلم)

یعنی ہر صدی کے سر پر مجدد آئیگا۔ اس صدی کا مجدد مرزا صاحب کے سوا کون ہے؟

(۱) **الجواب:**۔ یہ حدیث حضرت ابوہریرۃ رضؓ سے مروی ہے اور مرزا صاحب کا ایمان تھا کہ:۔

"ابوہریرۃ رضؓ غبی تھا، درایت اچھی نہیں رکھتا تھا" (شہادۃ اعجاز احمدی)

"ابوہریرۃ رضؓ فہم قرآن میں ناقص ہے۔ اس کی درایت پر محدثین کو اعتراض ہے۔" (ضمیمہ نصرۃ الحق)

"درایت اور فہم سے بہت ہی کم حصہ رکھتا تھا۔" (ضمیمہ نصرۃ الحق)

لہٰذا وہ شخص۔ غبی، ہو اور فہم سے بہت ہی کم حصہ رکھتا ہو، وہ اس قابل نہیں کہ تم اس کی روایت پیش کرو کیونکہ وہ شخص جو غبی ہو وہ روایت کرنے میں بھی ضرور غلطی کریگا۔

(۲) یہ روایت موقوف ہے لہٰذا حجت نہیں (دیکھو ابوداؤد کتاب الملاحم جلد دوم صد۳۲)

(۳) اس حدیث کے راویوں میں ایک راوی ابن وہب ہے جو مدلس

ہے لہٰذا قابلِ اعتبار نہیں (تہذیب التہذیب)

(۴) آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۴۷۲ پر مرزا صاحب اس دمشقی منارہ والی حدیث کے غلط ہونے کی وجہ لکھتے ہیں:۔

"ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلعم کے وقت میں دمشق میں کوئی منارہ تھا۔ اس سے پایا گیا کہ آنحضرت کے بعد اگر کوئی منارہ بنا تو وہ سند نہیں ہے۔"

اسی طرح آنحضرت کے وقت میں سن ہجری نہ تھا۔ یہ سن خلافت دوم میں بنا ہے تو اس حدیث سے صدی سے سن ہجری کی صدی کیونکر مراد لی جا سکتی ہے اور آنحضرتؐ کے وقت سن "فیل" مروج تھا اور اس سن کا سن ہجری سے ۵۳ سال کا فرق ہے لہٰذا یہ حدیث "سند نہیں ہے" :۔

(۵) مرزا صاحب حضرت عیسیٰؑ کے منارہ دمشق پر آنے کی حدیث کو اس لئے ضعیف قرار دیتے ہیں کہ گو وہ حدیث صحیح مسلم میں تو ہے مگر بخاری میں نہیں:۔

"یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے جس کو ضعیف سمجھ کر رئیس المحدثین امام محمد اسماعیل بخاری نے چھوڑ دیا"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۲۲۰/۹۱ طبع ۱)

لہٰذا یہ حدیث (مجدد) صحیح بخاری میں نہیں لہٰذا قابل حجت نہیں :۔

نوٹ:۔ اس حدیث کا وجود صحاح ستہ کی پانچ کتابوں (بخاری مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی) میں بھی نہیں ہے :۔

(۶) مرزا صاحب خود گمراہ ہیں بموجب حدیث بخاری مسلم کے بوجہ مدعی نبوت ہونے کے کذاب و دجال ہیں خود مرزا صاحب کا اقرار

لہ الہام محمدیہ ... [illegible]

ہے کہ :-

"مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے" (انجام آتھم صفحہ ۲۸ حاشیہ)

لہٰذا مرزا صاحب اس کے مصداق نہیں ہو سکتے اگرچہ حدیث پر سے سارے اعتراضات بھی اٹھ جائیں ؛

(۷) بفرض محال یہ حدیث صحیح بھی ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر صدی کا مجدد شخص واحد ہی نہیں بلکہ جماعت ہے - آج اسلامی دنیا کا اندازہ کیا جائے تو یہ بات معقول معلوم ہوتی ہے - کیونکہ ممالک اسلامیہ اتنی وسعت میں اتنی دور دور ہیں کہ باوجود ریل اور تار وغیرہ کے ایک ہی مجدد تمام ممالک میں کام نہیں کر سکتا - کیا کوئی ہندوستان کا مجدد چین میں اصلاح کر سکتا ہے ؟ یا چین کا مجدد افغانستان میں کام کر سکتا ہے ؟ امکان کو جانے دیجئے واقعات اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہرگز نہیں ؛

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ مَنْ یُجَدِّدُ میں صیغہ مفرد مضارع کا ہے پھر جمع کیسے ہوگا ؟

جواب - اس کا یہ ہے کہ مَنْ بصیغہ مفرد قرآن مجید میں بکثرت آتے ہیں جہاں جمع مراد ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہے :-

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ (پ ۱) اس آیت میں مَنْ کا صلہ یَقُوْلُ صیغہ مفرد فعل مضارع ہے مگر اس کو مِنْهُمْ میں جمع دکھایا ہے اسطرح مَنْ یُجَدِّدُ کا صیغہ بظاہر مفرد ہے مگر معنی میں جمع ہے -

نتیجہ	یہ حدیث ضعیف ہے بفرض محال صحیح بھی ہو تو مجدد ہر وہ شخص ہے جو خدمت دین کرے اور توحید و سنت کا درس دے اور

خود بھی عامل ہو۔ نہ کہ مرزا صاحب جو خود ۵۲ برس مشرک رہے پھر مراق وغیرہ میں مبتلا رہے اور دعویٰ نبوت کی وجہ سے مسیلمہ کذاب کے بھائی ٹھہرے ۔:

ضمیمہ کذباتِ مرزا

"ٹیچی"

مسلمان] مرزا صاحب کے پاس آنے والے فرشتے کا نام ٹیچی تھا یعنی بوقت ضرورت عین موقع پر روپے لانے والا (حقیقۃ الوحی ص ۳۳۲) اس ٹیچی فرشتے کی بابت مرزا صاحب کا ایک بیان بھی ہے کہ مرزا صاحب نے اس سے دریافت کیا۔ تمہارا کیا نام ہے تو اس فرشتے نے کہا میرا نام کچھ بھی نہیں۔ پھر پوچھا تو کہنے لگا کہ میرا نام ٹیچی ہے یعنی بوقت ضرورت عین موقع پر پہنچنے اور کام آنے والا۔ اس بیان اس فرشتے نے بھی جھوٹ بولا کہ پہلے میرا نام کچھ نہیں پھر کہا میرا نام ٹیچی ہے اندریں حالات ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس نبی کے پاس آنے والا فرشتہ بھی جھوٹ بولتا ہو وہ صادق نبی نہیں ہو سکتا۔

مرزائی] ٹیچی فرشتے پر جو پھبتی اڑائی جاتی ہے اس کے لئے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ملک الموت کو چپیڑ ماری تو وہ کانا ہو گیا۔ پس جس طرح فرشتہ کانا ہو سکتا ہے اس طرح اس کا نام بھی ٹیچی ہو سکتا ہے۔

الجواب] کہاں فرشتے کے نام سے سوال کہ یہ کیسا نام اور اس کے اخلاقی عیب جھوٹ سے سوال کہ جھوٹ بولنے والا فرشتہ کس طرح

ہو سکتا ہے اور کہاں ملک الموت کا جسمانی عارضہ کہ آنکھ پھوٹ گئی۔ ان دونوں کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہ

نوٹ:۔ امام بیہقیؒ نے خطابیؒ سے نقل کیا ہے کہ ملحد اور بدعتی لوگ اس حدیث پر طعن کرتے ہیں پھر اس کا بہت بسوط و مدلل جواب نقل کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ صدمہ صورت بشری کی آنکھ پر وارد ہوا تھا نہ کہ صورت ملکی کی آنکھ پر۔ کیونکہ حضرت ملک الموت اس وقت حضرت موسیٰؑ کے پاس صورتِ بشری میں آئے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ کے پاس صورت بشری میں آئے تھے تو انہوں نے ان کو نہ پہچانا (ص۳۴۲ کتاب الاسماء والصفات)

مرزا صاحب کا شاعر ہونا

(وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ (یٰس: پ۲۳)

یعنی ہم نے آنحضرت کو شعر نہیں سکھایا اور نہ وہ (یعنی شعر) آپ کی شان کے لائق ہے۔ یعنی شعر گوئی کمالاتِ نبوت میں سے نہیں ہے بلکہ شانِ نبوت کے لائق بھی نہیں اور مرزا صاحب اپنے آپ کو بروز محمد (صلعم) کہتے ہیں لہٰذا آپ نبی نہیں ہیں۔ کیونکہ آپ نے اپنا کمال شعروں میں دکھایا ہے حالانکہ نبی صلعم کی عادت میں شعر نہیں پایا گیا۔ بلکہ اگر کبھی آپ نے کسی دوسرے کا شعر بطور تمثیل نقل بھی کیا تو اس میں ایسی تبدیلی ہوئی جس سے اس کا وزن درست نہ رہ سکا۔ مد اس کی مثالیں حدیث جاننے والوں سے مخفی نہیں ہیں پس جب شعر آپ کی عادت میں نہیں بلکہ دوسرے کا شعر بھی جو موزوں ہوتا پوری طرح نقل نہ کر سکتے۔ تو معلوم ہوا کہ اگر آپ کے ذہن مبارک سے کبھی کوئی موزوں کلام (انا النبی لا کذب،

نکل گیا تو وہ اتفاقی بات ہے۔ اور اصطلاح کے لحاظ سے ایسا موزون کلام جو اتفاقاً موزوں ہو جائے اور متکلم کا قصد نہ پایا جائے اسے شعر اور اس کے قائل کو شاعر نہیں کہتے۔ چنانچہ علامہ سید و منہوری مصری شرح کافی میں شعر کی تعریف میں کہتے ہیں:۔

کلام موزون قصداً بوزن عربی اور اس کے بعد ان قیود کے فوائد میں قصد پر لکھتے ہیں:۔ وخرج بقولنا قصداً ما کان وزنه اتفاقیا فلم یقصد وزنه فلا یکون شعرا کآیات شریفة اتفق وزنها ای لم یقصد وزنها بل قصد قرآنا و ذکر القوله تعالی لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون فانها وزن مجزوء الرمل المسبغ فلا تکون شعرا لاستحالة الشعریة علی القرآن قال الله تعالی ان هو الا ذکر وقرآن مبین والمرکبات نبویة اتفق وزنها ای لم یقصد وزنها بل قصد کونها ذکرا مثلا کقوله صلعم هل انت الا اصبع دمیت وفی سبیل الله ما لقیت فانه علی وزن الرجز المقطوع فلا یکون شعرا قال الله تعالی وما علمناه الشعر وما ینبغی له (شرح الاسود دمنہ)

نیز سید دمنہوری نے اسی صفحہ میں شیخ جمل رحمہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضنے فرمایا کہ جو شخص یہ کہے کہ آدم علیہ السلام نے شعر کہا تھا اس نے جھوٹ بولا۔ محمد صلعم اور دیگر انبیاء کرام (علیہم السلام) سب کے سب شعر گوئی سے پاک ہونے میں برابر ہیں۔

اسی طرح اسی صفحہ پر شیخ سجاعی سے شعر کی تعریف یوں نقل کی ہے:

والشعر هو الکلام المقفی الموزون قصداً اذا کان مقصودا الشعریة بقاسله یعنی جو کلام وزن

اور قافیہ کی رعایت سے شعریت کا قصد کر کے کہا جائے، اسے نظم یا شعر کہتے ہیں۔

اعتراض امام راغب نے فرمایا ہے کہ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ میں شعر سے مراد کذب ہے کہ لوگ آنحضرت صلعم کو اور قرآن کو جھوٹا قرار دیتے تھے۔ اس پر خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اپنے نبی کو شعر یعنی جھوٹ نہیں سکھایا :۔

الجواب اس کا حل اس طرح ہے کہ یہاں پر دو باتیں ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن شعر ہے یا نہیں۔ دیگر یہ کہ آنحضرت صلعم شاعر ہیں یا نہیں۔ سو امام راغب فرماتے ہیں کہ چونکہ قرآن شریف عیاناً نثر کلام ہیں ہے۔ اس لئے کفار کا قرآن کو شعر کہنا بمعنی کذب ہے اور اس وقت ہماری نزاع آنحضرت صلعم کے متعلق ہے۔ سو اس کی بابت امام راغب نے ہرگز نہیں کہا اور نہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلعم شعر کہا کرتے تھے کیونکہ یہ خلاف واقع بھی ہے اور قرآن مجید کی صریح نص کے خلاف بھی ہے۔ غرض تمام علمائے امت کیا محدثین اور کیا ادیب سب کے سب بالاتفاق فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم بالخصوص اور تمام انبیاء بالعموم شعر گوئی سے پاک تھے۔ امام رازی اور امام زمخشری سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔

جو شعر کے معنی کذب لئے جائیں تو پھر قرآن مجید کی آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے اپنے نبی کو کذب سکھایا اور نہ وہ اس کی شان کے لائق ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ کذب نبی کے واسطے جو ہرگز نہیں ملا ہے دوسرے لوگوں کے واسطے جائز ہے۔ ان کو حق حاصل ہے کہ کذب سے اجتناب نہ کریں۔ استغفر اللہ۔ عجب نیز اس طرح اس کا اگلی آیت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان ایک جھوٹ بولتا ہے تو اس جھوٹ کو ثابت کرنے کے لئے سو جھوٹ اور بولنے پڑتے ہیں :۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور اسکی قرآن دانی

ناظرین ہمارا دعویٰ ہے کہ مرزا صاحب کو قرآن بھی اچھی طرح نہیں آتا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کی کتب میں کثرت سے آیات قرآنی غلط لکھی ہوئی ہیں۔ آپ جس کتاب کو اٹھائیں اس میں بیشتر آیاتِ قرآنی غلط پائیں گے۔ اب مرزائیوں کی طرف سے یہ لغو عذر پیش کیا جاتا ہے کہ کتابت کی غلطیاں ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ جو ترجمہ ساتھ لکھا گیا ہے وہ بھی غلط ہے (ترجمہ غلط آیت کے مطابق ہے) کیا اس جگہ بھی کاتب کا قصور ہے؟ اگر پہلے ایڈیشن میں اغلاط تھیں تو دوسرے میں ان کی تصحیح ہو جاتی مگر آج تک وہ اغلاط موجود ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ مرزائیوں کو قرآن آتا ہے (یہ بالکل صحیح ہے اس میں ذرہ بھر مبالغہ نہیں) اور نہ ہی مرزا صاحب کو۔ حالانکہ آپ کا دعویٰ ہے:۔

"میں اپنے ذاتی تجربہ سے کہہ رہا ہوں کہ روح القدس کی قدسیت ہر وقت اور ہر دم اور ہر لحظہ بلا فصل ملہم کے تمام قویٰ میں کام کرتی رہتی ہے۔" (ص ۹۳ حاشیہ آئینہ کمالات)

مگر آپ کو اتنی خبر نہیں کہ میں قرآن کی آیات غلط لکھ رہا ہوں۔

الفاظ مرزا صاحب قادیانی	آیات قرآنی
وقل جادلہم رای جادلوا النصاریٰ بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ اور اس نے یہ تو کہا کہ عیسائیوں سے حکمت اور نیک نصیحت کے طور پر بحث کرو (ازالہ)	اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْہُمْ بِالَّتِیْ ہِیَ اَحْسَنُ (پ ۱۴ ر ۲۵ رکوع ۱۶)

	حصہ اول صفحہ ۴۶ تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۱۹۴)
هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ (پارہ ۲ رکوع ۹)	یوم یاتی ربک فی ظلل من الغمام یعنی اس دن بادلوں میں تیرا خدا آئیگا۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۴)
اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ (پارہ ۱۰ رکوع ۱۴)	الم یعلموا انہ من یحادد اللہ ورسولہ یدخلہ نارا خالدا فیہا ذلک الخزی العظیم (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۰)
قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ (پارہ ۲۸ رکوع ۱۸)	قرآن شریف میں آیت انزل ذکرا رسولا میں ہمارے نبی صلعم کو بھی نازل لکھا گیا ہے (امام الصلح اردو صفحہ ۸۰ و صفحہ ۸۱ ازالہ اوہام صفحہ ۶۴۹)
وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۱۴ / ۱۵	انا اتینک سبعا من المثانی والقران العظیم (براہین صفحہ ۴۸۸)
كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ	کل شی فان (ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۶)
فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ	فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ (نور الحق جلد ۱ صفحہ ۱۰۹ و سرمہ چشم آریہ کا حاشیہ صفحہ ۱۰ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۳۸) براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۰، ۲۹۵

اسی طرح مرزا صاحب نے حدیث نبوی میں بھی زیادتیاں کی ہیں اور غلط حوالے دیئے ہیں۔ مثلاً ازالہ اوہام (صفحہ ۱۹۰/۴۴) میں صحیح بخاری کا حوالہ دے کر کہتے ہیں کہ

آنحضرت صلعم نے مسیح موعود کی نسبت فرمایا بَلْ هُوَ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ اسی طرح اپنی کتاب شہادة القرآن میں صحیح بخاری کا حوالہ دیکر لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ امام مہدی کے ظہور کے وقت یہ آواز آسمان سے آئے گی۔ هٰذَا خَلِيْفَةُ اللهِ الْمَهْدِیْ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَطِيْعُوْهُ (۶۸)۔ پہلی حدیث میں مرزا صاحب نے بَلْ هُوَ اپنے پاس سے اپنے مطلب کے لئے بڑھالیا ہے۔ اور دوسری تو سراسر غلط ہے صحیح بخاری میں اس کا وجود ہرگز نہیں ہے۔

اعتراض تو آنحضرت صلعم نے بھی فرمایا ہے ہر نبی نے دجال کی خبر دی ہے اور یہ بات ہر نبی کی کتاب میں کہاں ہے اور نیز،

قرآن شریف نے کہا ہے کہ مسیح نے بشارت سنائی کہ میرے بعد احمد رسول آئے گا تو انجیل میں احمد کہاں لکھا ہے

الجواب اس اعتراض سے لازم آتا ہے کہ اس طرح کے غلط حوالے سب جائز ہیں اور نیز یہ کہ معاذ اللہ نبی کریمؐ بھی غلط حوالے دیا کرتے تھے اور نیز یہ کہ قرآن میں بھی غلط حوالے مندرج ہیں قرآن میں حضورؐ کے عہد مبارک سے لے کر آج تک اس میں زیر زبر کی تحریف نہیں ہوسکی اور نہ ہوسکے گی کیونکہ قرآن مجید میں خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (پ حجر) یعنی بیشک ہم نے یہ نصیحت نامہ (قرآن) اتارا ہے اور ہم ہی اس کے حافظ ہیں۔

اگر بالفرض اس کے حوالے اگلی کتابوں میں نہیں ملتے تو اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ معاذ اللہ آنحضرت صلعم اور قرآن مجید نے غلط حوالے دیئے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کتابیں محرف ومبدل ہوگئیں۔ جیسا کہ مرزا صاحب بھی چشمہ معرفت میں صاف طور پر لکھتے ہیں لیکن خدا کا شکر ہے کہ آپ کے مطالبات کو خدا تعالیٰ نے اگلی کتابوں

میں محفوظ رکھا۔ انجیل برنباس جس کی تصدیق مرزا صاحب اپنی کتاب سرمہ چشم آریہ۔۔ وغیرہ میں کرتے ہیں۔ اس میں صاف طور پر آنحضرت صلعم کا نام مبارک لکھا ہے اور پولوس کا خط بنام تھسلینکیوں باب ۲ میں دجال اکبر کا ذکر ہے۔ اور متی باب ۲۴ آیت ۲۴ میں جھوٹے مسیحوں اور نبیوں کا ذکر ہے ؎

مرزا صاحب قادیانی اور مولوی محمد علی کا اختلاف

مرزا صاحب قادیانی	مولوی محمد علی (احمدی) لاہوری
(۱) خدا کی پاک کتابیں گواہی دیتی ہیں کہ یونس خدا کے فضل سے مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا اور زندہ نکلا۔ (مسیح ہندوستان میں صفحہ ۱۴) (رسالہ ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ جنوری ۱۹۰۳ء)	قرآن مجید میں کسی جگہ مذکور نہیں کہ یونس کو مچھلی نے نگل لیا تھا۔ (بیان القرآن صفحہ ۱۲۸۰)
(۲) حضرت مسیح کا مہد میں باتیں کرنا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اور مرزا صاحب اس کی تصدیق کرتے اور فرماتے ہیں۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح نے تو صرف مہد میں باتیں کیں مگر اس لڑکے نے پیٹ	یہ زمانہ نبوت کا کلام ہے نہ پیدائش کے فوراً بعد کا (بیان القرآن صفحہ ۱۲۱۲)

مولوی محمد علی احمدی لاہوری	مرزا صاحب قادیانی
	میں دو مرتبہ باتیں کیں" (تریاق القلوب صہ ۱۴)
بعرشہا میں مراد اس تخت کی ہے جو حضرت سلیمانؑ ملکہ بلقیس کو بٹھلانے کے واسطے اپنے اہل کاروں سے علیحدہ تیار کرانا چاہتے تھے۔ پس یاتونی بعرشہا کا صحیح ترجمہ اس طرح ہے اس کے واسطے تخت لے آؤ۔ یعنی تیار کر کے یا کروا کر۔ اس سے بلقیس والا تخت مراد نہیں (انگریزی ترجمہ قرآن نوٹ نمبر ۱۸۵۱)	(۳) ۷ اپریل ۱۹۰۶ء۔ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ (میں اس تخت کو تمہارے پاس لے آؤنگا پیشتر اس کے کہ تمہاری طرف تمہاری نظر پھر آوے یہ ناقل۔) کے معنی ایک شخص نے پوچھے تو فرمایا۔ ایک پل میں عرش بلقیس کے آجانے میں استبعاد کیا ہے اصل میں ایسے اعتراض ایسے لوگوں کے دل میں اٹھتے ہیں اور وہی ایسی باتوں کی تاویل کرنے پر دوڑتے ہیں جن کا خدا تعالیٰ کی قدرتوں پر پورا یقین نہیں ہوتا (اخبار بدر قادیان ۱۹ اپریل ۱۹۰۶ء)
حضرت خضر کو اپنی وحی کو حجت قطعی ٹھہرانے سے یہ صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ رسول اور نبی تھے۔ (مرزا صاحب	(۴) وہ شخص جس نے کشتی کو توڑا اور ایک معصوم بچے کو قتل کیا جس کا ذکر قرآن شریف میں،

مرزا صاحب قادیانی	مولوی محمد علی (احمدی) لاہوری
ہے۔ وہ صرف ملہم ہی تھا نبی نہیں تھا (ازالہ اوہام حصہ اول ص ۱۵۳)	خضر کی نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ مولوی صاحب ان کو نبی بناتے ہیں (بیان القرآن جلد ۲ ص ۱۱۵۵)
(۵) آنحضرت صلعم کی جسمانی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ مگر روحانی طور پر آپ کی اولاد بہت ہوگی اور آپ نبیوں کے لئے مہر ٹھہرائے گئے یعنی آئندہ کوئی نبوت کا کمال بجز آپ کی پیروی کی مہر کے کسی کو حاصل نہیں ہوگا۔ (چشمہ مسیحی ص ۴۴، ص ۴۵)	نبیوں کے خاتم کے معنی نبیوں کی مہر نہیں بلکہ آخری نبی ہیں (بیان القرآن ص ۱۵۱۵)
(۶) حضرت مسیح سے سوال و جواب کا زمانہ روز قیامت ہے اور مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ خدا قیامت کے دن حضرت عیسےٰ کو کہیگا کہ کیا تو نے ہی لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اپنا معبود ٹھہرانا تو وہ جواب دیں گے کہ جب تک میں اپنی قوم میں تھا تو میں ان کے حالات سے مطلع تھا پھر جب تو نے مجھے	یہ کلام عالم برزخ کا ہے جو نزول قرآن سے پہلے ہو چکا ہے (ص ۶۶۱ بیان القرآن جلد اول)

مرزا صاحب قادیانی	مولوی محمد علی (احمدی) لاہوری
وفات دی تو پھر تو ہی ان کے حالات سے واقف تھا (نصرۃ الحق صفحہ ۴)	
(۷) مرزا صاحب مدعی نبوت و رسالت تھے اور آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں (اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء) ہمارے نبی ہونے کے وہی نشانات ہیں جو توریت میں مذکور ہیں۔ میں کوئی نیا نبی نہیں ہوں پہلے بھی کئی نبی گزرے ہیں جنہیں تم لوگ سچا مانتے ہو (قول مرزا اخبار بدر ۱۹ اپریل ۱۹۰۸ء)	حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ محدث ہونے کا تھا۔ آپ نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے تھے بلکہ خود ہم تحریر کرتے رہے کہ جو شخص آنحضرت صلعم کے بعد دعویٰ نبوت کرے وہ ختم نبوت کا منکر اور کذاب و دجال ہے (مقولہ مولوی محمد علی صاحب پیغام صلح جلد ۲ نمبر ۵ ص ۶ کالم نمبر ۲)
(۸) آیت وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ... کی تفسیر سے ثابت ہوتا ہے کہ آنے والی قوم میں ایک نبی ہوگا (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۷)	یہاں کسی دوسرے رسول کے آنے کی خبر نہیں (النبوۃ فی الاسلام ص ۱۲۶)
(۹) ابراہیمؑ چونکہ صادق اور خدا تعالیٰ کا وفادار بندہ تھا اس لئے ہر ایک ابتلا کے وقت خدا نے اس کی مدد کی۔ جبکہ وہ ظلم سے	کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ ابراہیمؑ آگ میں ڈالا گیا (بیان القرآن)

مولوی محمد علی (احمدی) لاہوری	مرزا صاحب قادیانی
	آگ میں ڈالا گیا۔ خدا نے آگ کو سرد کر دیا۔ (حقیقۃ الوحی ص ۵۰)۔
قرآن اور حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ مسیح بن باپ پیدا ہوئے۔ (بیان القرآن جلد ۲ ملخصاً)	(۱۰) ہمارے ایمان اور اعتقاد میں ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بن باپ تھے اور اللہ تعالیٰ کو سب طاقتیں ہیں۔ اور نیچری جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کا باپ تھا وہ بڑی غلطی پر ہیں (اخبار الحکم ۲۴ جون ۱۹۰۱ء)

جہاد فی سبیل اللہ

قرآن حکیم میں جس طرح نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ایسے فرائض اسلامی کی ادائیگی کیلیے مسلمانوں کو جا بجا صریح احکام دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح حضرت باری تعالیٰ عز اسمہٗ نے مسلمانوں کو دین مبین کی حفاظت اور اپنے ناموس جانوں اور اموال کی مدافعت کے لیے جہاد یعنی قتال فی سبیل اللہ کی تاکید کی ہے۔ اور حکمائے امت نے اس حد تک استدلال فرمایا

ے ابن ابی سرہ نے نبی کریم علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ کا کوئی باپ نہ تھا (کتاب بستان المحدثین ص ۱۱) ۱۲ منہ۔

ہے کہ تمام فرائض انفرادی اور اجتماعی یعنی نماز، روزہ، حج زکوٰۃ کا ماحصل اور نقطہ اسے قرار دیا ہے اور اس حقیقت کو ساری دنیا تسلیم کرتی ہے کہ قتال کے دفاعی حق کو استعمال کئے بغیر نہ تو دنیا میں ظلم و تعدی کا استیصال ممکن ہے اور نہ کوئی قوم عزت و آزادی کی زندگی لبسر کر سکتی ہے ارشاد ہے

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝ البتہ اللہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صف بصف ہو کر اس طرح لڑتے ہیں کہ گویا وہ سیسہ کی پگھلائی ہوئی دیواریں ہیں۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ۔ تم پر قتال فرض کر دیا گیا ہے۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ اور تم کافروں کے مقابلے میں جہاں تک تم سے ہو سکے اپنا زور تیار رکھو اور گھوڑے بندھے باندھے رکھو۔ اس سامان سے اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن ڈرتے رہیں گے (انفال ع ۸)

مرزا صاحب کا انحراف:۔

"جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے اور پھر مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا" (اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۵ حاشیہ)

"وہ گھنٹہ جو اس منارہ کے کسی حصہ دیوار میں نصب کرایا جائیگا اس کے نیچے یہ حقیقت مخفی ہے تا کہ لوگ اپنے وقت کو پہچان لیں یعنی سمجھ لیں کہ آسمان کے دروازے کھولنے کا وقت آگیا اب سے زمینی جہاد بند ہو گیا ہے اور لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا

.... سو آج سے دین کے لئے لڑنا حرام کیا گیا ہے
(تبلیغ رسالت صفحہ ۲۵-۲۶)
"میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔" (تبلیغ رسالت جلد ہفتم ص۱۷)
"میں نے مناسب سمجھا کہ اس رسالہ کو بلاد عرب یعنی حرمین اور شام اور مصر وغیرہ میں بھی بھیج دوں۔ کیونکہ اس کتاب کے صفحہ ۱۵ میں جہاد کی مخالفت میں ایک مضمون لکھا گیا ہے اور میں نے بائیس برس سے اپنے ذمہ یہ فرض کر رکھا ہے کہ ایسی کتابیں جن میں جہاد کی مخالفت ہو۔ اسلامی ممالک میں ضرور بھیج دیا کرتا ہوں" (تبلیغ رسالت جلد دہم ص۲۶)
ہر ایک شخص جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود جانتا ہے اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانے میں جہاد قطعی حرام ہے۔" (ضمیمہ رسالہ جہاد ص۷)
"چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال" (در ثمین)

"نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے"

حدیث شریف میں ہے کہ ہر ایک نبی جہاں فوت ہوتا ہے اسی جگہ اس کی قبر ہوتی ہے۔ بخلاف اس کے مرزا صاحب لاہور میں مرے اور قادیان میں دفن ہوئے۔ مدفن نبی خط الانی لکھان ... توفی فیہ

بنی کریم صلعم کا انتقال دوشنبہ کو ہوا اور غسل دیئے گئے بمشکل کو صحابہ میں اختلاف ہوا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جاوے تو حضرت ابوبکر صدیق آئے اور کہا سنا میں نے رسول صلعم سے فرماتے تھے "**نہیں دفن کیا گیا کوئی نبی مگر اس مقام میں جہاں اس کی وفات ہوئی**"۔
(باب ماجاء فی دفن المیت موطا امام مالکؒ)

اعتراض یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کا ایک راوی الحسین بن عبد اللہ مجروح ہے۔

الجواب اس حدیث میں حسین بن عبد اللہ نام کا کوئی راوی نہیں ہے۔

اعتراض ایک حدیث میں آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اپنی عمر کا زمانہ گذار کر حج کرنے جائیں گے اور پھر واپس آئیں گے اور مکہ و مدینہ کے درمیان فوت ہوں گے۔ پھر وہاں سے مدینہ کی طرف ان کو اٹھا کر لے جایا جائے گا۔ اور پھر آنحضرتؐ کے حجرہ شریف میں دفن کیا جائے گا۔

الجواب کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو یہ مرزا صاحب کے سراسر مخالف ہے کیونکہ نہ آپ نے حج کیا اور نہ مکہ اور مدینہ کے درمیان فوت ہوئے اور نہ ہی آنحضرت صلعم کے حجرہ شریف میں دفن ہوئے بلکہ آپ لاہور میں فوت ہوئے اور قادیان میں دفن ہوئے۔

اعتراض کتب یہود و نصاریٰ کے پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ کئی ایک انبیاء جہاں فوت ہوتے تھے وہاں دفن نہیں ہوئے۔

الجواب ہم نے رسول اللہ صلعم کی حدیث پیش کی ہے کہ ہر ایک نبی جہاں انتقال فرماتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے اور آپ غلط سلط اور نہایت ردی و ناقابل استنا کتب سے تمسک کرتے ہیں حضور صلعم کی حدیث کے آگے چون و چرا کرنا گناہ ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مرزا صاحب

جھوٹے تھے ورنہ وہ لاہور میں ہرگز نہ مرتے۔ یہ خدا نے اس لئے کیا کہ مرزائیوں پر اتمام حجت ہو:

مرزائیت اور عیسائیت

ناظرین! مرزا صاحب قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ مسیح جس کی نسبت احادیث میں خبر دی گئی ہے وہ میں ہوں۔ ہم نے دیکھنا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی میں مسیح موعود کے نشانات پائے جاتے ہیں یا نہیں:

(۱) ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ مسیح موعود کے زمانے میں سوائے اسلام کے کوئی دین باقی نہیں رہے گا۔ اس حدیث کو مرزا صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں:

(ا) "تمام دنیا میں اسلام ہی اسلام ہوکر وحدت قومی قائم ہو جائے گی" (چشمہ معرفت ص۸۳)

(ب) "غیر معبود اور مسیح وغیرہ کی پوجا نہ رہے گی اور خدا ئے واحد کی عبادت ہوگی" (الحکم ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء)

(۲) مشکوٰۃ شریف کی حدیث میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "مسیح موعود آکر عیسائیت کے زور کو توڑیگا"۔ مرزا صاحب اس حدیث کو بھی اپنے حق میں لیتے ہیں اور فرماتے ہیں:-

"میرا کام جس کے لئے میں اس میدان میں کھڑا ہوا ہوں یہی ہے کہ عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑ دوں" (اخبار بدر ۹ جولائی ۱۹۰۶ء)

مرزائیوں کا اپنا اخبار پیغام صلح مرزا صاحب غلام احمد ابنجہانی کے کذب پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے - اور نہایت حسرت کے ساتھ لکھتا ہے :-

"عیسائیت دن بدن ترقی کر رہی ہے" (پیغام صلح، ۶ مارچ ۱۹۲۸ء)

دور کیوں جائیں مردم شماری کی رپورٹ ہی دیکھ لیں - قادیان کے اپنے ضلع گورداسپور کی عیسائی آبادی کا نقشہ یہ ہے :-

سال	عیسائیوں کی آبادی
۱۸۹۱ء	۲۴۰۰
۱۹۰۱ء	۴۷۴۴
۱۹۱۱ء	۲۲۲۶۵
۱۹۲۱ء	۳۲۸۲۲
۱۹۳۱ء	۴۳۲۳۲

جب سے مرزائیت نے جنم لیا ہے - عیسائیت روز افزوں ترقی کر رہی ہے اس قلیل عرصہ میں صرف قادیان کے اپنے ضلع گورداسپور کے عیسائی اٹھارہ گنا بڑھ گئے ہیں - اب ناظرین مرزا غلام احمد قادیانی کے الفاظ غور سے سن لیں اور خود فیصلہ کریں :-

مرزا جی فرماتے ہیں :-

"اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود کو کرنا چاہیئے تھا - تو پھر میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مر گیا تو سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں" (بدر ۱۹ / جولائی ۱۹۰۶ء)

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

مبارک ہیں وہ لوگ جو مرزا صاحب کی ناکامی پر گواہی دیتے ہیں اور انہیں جھوٹا سمجھتے ہیں کہ عاقبت انہی کی ہے ؎

مرزا صاحب قادیانی کا توبہ نامہ

مرزا صاحب نے محدثیت، مجددیت، نبوت اور رسالت کا دعویٰ کیا ہو رکہا کہ خدا نے میرا نام محمد اور رسول رکھا ہے (ایک غلطی کا ازالہ ص۳) چنانچہ لاہوری اور قادیانی دونوں متفق ہیں کہ مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز، ظل، انعکاس اور سایہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا صرف ایک واقعہ آپ حضرات کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ کفار مکہ نے تنگ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب سے شکایت کی کہ آپ اپنے بھتیجے کو ہمارے بتوں کی مخالفت سے روک دیں۔ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیا جائے تو بھی میں اپنے تبلیغی فرائض کو نہیں چھوڑ سکتا،،

مگر دوسری جانب اس ظل اور بروز کو ملاحظہ فرمائیں کہ کس عاجزی اور بے کسی کی حالت میں ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی عدالت میں اپنا مندرجہ ذیل توبہ نامہ پیش کرتے ہیں۔ اگر مرزا صاحب کی جگہ احرار اسلام کا ایک معمولی مشیر اور رضاکار ہوتا تو وہ بھی ایسی عاجزی کا ثبوت نہ دیتا:۔

میں مرزا غلام احمد قادیانی بحضور خداوند تعالیٰ باقرار صالح اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ:۔

(۱) میں ایسی پیشگوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا جس کے یہ معنی خیال کیے جا سکیں۔ کہ کسی شخص کو یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو۔ یا عیسائی وغیرہ، ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الٰہی ہو گا۔

(۲) میں خدا کے پاس ایسی اپیل (فریاد و درخواست) کرنے سے بھی اجتناب کروں گا کہ وہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ مورد عتاب الٰہی ہے یہ ظاہر کرے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

(۳) میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا۔ جس کا یہ منشا ہو یا جو ایسا منشا رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی) ذلت اٹھائے گا۔ یا مورد عتاب الٰہی ہو گا۔

(۴) میں اس امر سے بھی باز رہوں گا کہ مولوی ابو سعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کے ساتھ مباحثہ کرنے میں کوئی دشنام آمیز فقرہ یا دل آزار لفظ استعمال کروں۔ یا کوئی ایسی تحریر یا تصویر شائع کروں۔ جس سے ان کو درد پہنچے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ ان کی ذات کی نسبت یا ان کے کسی دوست اور پیرو کی نسبت کوئی لفظ مثل دجال، کافر، کاذب۔ بطالوی نہیں لکھوں گا (بٹالوی کے ہجے بٹالوی کیے جانے چاہئیں۔ جب یہ لفظ بطالوی کر کے لکھا جاتا ہے۔ تو اس کا اطلاق باطل پر ہوتا ہے) میں ان کی پرائیویٹ زندگی یا ان کے خاندانی تعلقات کی نسبت کچھ شائع نہیں کروں گا جس سے ان کو تکلیف پہنچنے کا عقلاً احتمال ہو۔

(۵) میں اس بات سے بھی پرہیز کروں گا کہ مولوی ابو سعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو اس امر کے مقابلہ کے لئے بلاؤں

کر دے خدا کے پاس مباہلہ کی درخواست کریں۔ تا کہ وہ ظاہر کرے کہ فلاں مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ نہ میں ان کو، یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو کسی شخص کی نسبت کوئی پیشگوئی کرنے کے لئے بلاؤں گا۔

(۶) جہاں تک میرے احاطہ طاقت میں ہے۔ میں تمام اشخاص کو جن پر میرا کچھ اثر یا اختیار ہے ترغیب دوں گا کہ وہ بھی بجائے خود اسی طریق پر عمل کریں۔ جس طریق پر کار بند ہونے کا میں نے دفعہ نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶ میں اقرار کیا ہے۔

العبد
مرزا غلام احمد بقلم خود

گواہ شد۔
خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی

دستخط
جے ایم ڈوئی
ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ
ضلع گورداسپور
۲۴ ر فروری ۱۸۹۱ء

قادیانی عقائد

مسلمانوں سے قطع تعلق:۔

ہمیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑے گا۔ (حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۷)

غیر احمدیوں سے دینی امور میں الگ رہو۔

(تبلیغ رسالت / فتح المصلی ص ۳۴۲)

سوال ۔ مؤرخہ ۱۰ ؍جنوری ۱۹۰۳ء کو خان محمد عجب خان صاحب آف زیدہ کے استفسار پر کہ بعض اوقات ایسے لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے جو اس سلسلہ سے اجنبی اور ناواقف ہوتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں یا نہیں ؟ (فتاویٰ احمدیہ صہ ۱۹)

جواب میں مرزا صاحب نے فرمایا "اول تو کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں لوگ واقف نہ ہوں۔ اور جہاں ایسی صورت ہو کہ لوگ ہم سے اجنبی اور ناواقف ہوں تو ان کے سامنے اپنے سلسلہ کو پیش کرکے دیکھ لیا۔ اگر تصدیق کریں تو ان کے پیچھے نماز پڑھ لیکر ورنہ ہرگز نہیں اکیلے پڑھ لو۔ خدا تعالیٰ اس وقت چاہتا ہے کہ ایک جماعت تیار کرے۔ پھر جان بوجھ کر ان لوگوں میں گھسنا جن سے وہ الگ کرنا چاہتا ہے منشاء الٰہی کی مخالفت ہے۔" (فتاوی احمدیہ صہ ۱۹)

تمام اہل اسلام کافر اور دائرہ اسلام سے خارج

"سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں" (آئینہ صداقت صہ ۳۵ از مرزا محمود)

مسلمانوں کی اقتداء میں نماز حرام ہے۔

"خدا تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ ایک جماعت تیار کرے پھر جان بوجھ

کران لوگوں میں گھسنا جن سے وہ الگ کرنا چاہتا ہے منشاء الٰہی کی مخالفت ہے۔ میں تم کو تاکید منع کرتا ہوں کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔" (الحکم ۷ فروری ۱۹۰۲ء)

"یاد رکھو کہ جیسے خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر و مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو" (حاشیہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۷)

کسی مسلمان کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

"ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی (مرزا غلام احمد) کے منکر ہیں یہ دین کا معاملہ ہے۔ اس میں کسی کا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔" (انوار خلافت صفحہ ۹۰) (خ سے مراد مصنفہ مرزا محمود خلیفہ قادیان ہے)۔

جائز نہیں! جائز نہیں!! جائز نہیں!!!

"باہر سے لوگ بار بار پوچھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ تم جتنی دفعہ بھی پوچھو گے اتنی دفعہ میں یہی کہوں گا کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں جائز نہیں!! جائز نہیں!!!" (انوار خلافت ص ۸۹ خ)

مسلمانوں سے رشتہ و ناطہ حرام

خلیفہ قادیان لکھتا ہے کہ میرے باپ سے:-

"ایک شخص نے بار بار پوچھا۔ اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا لیکن آپ نے اس کو یہی فرمایا کہ لڑکی کو بٹھائے رکھو لیکن

لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو۔ آپ کی وفات کے بعد اس نے غیر احمدیوں میں لڑکی دے دی تو حضرت خلیفہ اول نے اس کو احمدیوں کی امامت سے ہٹا دیا اور جماعت سے خارج کر دیا اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی۔ حالانکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا،، (انوار خلافت صد ۹۴ خ)

مسلمانوں سے رشتہ و ناطہ جائز نہیں۔

" غیر احمدیوں کو لڑکی دینے سے بڑا نقصان پہنچتا ہے اور علاوہ اس کے یہ نکاح جائز ہی نہیں۔ لڑکیاں چونکہ طبعاً کمزور ہوتی ہیں اس لئے وہ جس گھر میں بیاہی جاتی ہیں اس کے خیالات و اعتقادات کو اختیار کر لیتی ہیں اور اس اپنے دین کو تباہ کر لیتی ہیں ،، (برکاتِ خلافت صد ۷۵، خ)

" حضرت مسیح موعود کا تکلم اور زبردست حکم ہے کہ کوئی احمدی غیر احمدی کو لڑکی نہ دے" (برکات خلافت خ صد ۵)

" جو شخص غیر احمدی کو رشتہ دیتا ہے وہ یقیناً مسیح موعود کو نہیں سمجھتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ احمدیت کیا چیز ہے کیا کوئی غیر احمدیوں میں ایسا بے دین ہے۔ جو کسی ہندو یا عیسائی کو اپنی لڑکی دے۔ ان لوگوں کو تم کافر کہتے ہو مگر تم سے اچھے رہے کہ کافر ہو کر بھی کسی کافر کو لڑکی نہیں دیتے۔ مگر تم احمدی کہلا کر کافر کو دیتے ہو،، (ملائکۃ اللہ خ صد ۴۶)

مسلمانوں کی نماز جنازہ ناجائز

مرزا قادیان کا اپنے فوت شدہ بیٹے سے سلوک

خلیفہ قادیان اپنے باپ کے متعلق روایت کرتا ہے :۔

"آپ کا ایک بیٹا فوت ہو گیا جو آپ کی زبانی طور پر تصدیق کرتا تھا جب وہ مرا تو مجھے یاد ہے آپ ٹہلتے جاتے اور فرماتے کہ اس نے کبھی شرارت نہیں کی تھی بلکہ میرا فرمانبردار ہی رہا ایک دفعہ میں بیمار ہوا اور شدت مرض میں مجھے غش آ گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ میرے پاس کھڑا تھا اور زار زار رو رہا ہے۔ اور یہ بھی فرماتے کہ یہ میری بڑی عزت کرتا تھا۔ لیکن آپ نے اس کا جنازہ نہ پڑھا۔ حالانکہ وہ اتنا فرمانبردار تھا کہ بعض احمدی بھی نہ ہوں گے محمدی بیگم کے متعلق جب جھگڑا ہوا تو اس کی بیوی اور اس کے رشتہ دار بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ حضرت صاحب نے ان کو فرمایا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔ اس نے طلاق لکھ کر حضرت صاحب کو بھیج دی۔ باوجود اس کے جب وہ مرا تو آپ نے اس کا جنازہ نہ پڑھا۔"

(انوار خلافت ص ۹۱)

فرمانبردار بیٹے سے جس گروہ کے بانی کا یہ سلوک ہو ایسے گروہ کو مسلمانوں سے جیسی ہمدردی ہو سکتی ہے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے پھر بھی مزید تفصیل دیکھئے۔ مرزا محمود ایک سوال پیدا کر کے اس کا جواب دیتا ہے :

"غیر احمدی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکر ہوئے اس لئے ان کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہیئے لیکن اگر کسی غیر احمدی کا چھوٹا بچہ مر جائے تو اس کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے وہ تو مسیح علیہ السلام کا مکفر نہیں۔ میں یہ سوال کرنے والے سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ درست ہے تو پھر ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا؟"
(حوالہ مذکور)

کسی مسلمان کا جنازہ مت پڑھو۔

"قرآن شریف سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص جو بظاہر اسلام لے آیا ہے۔ لیکن یقینی طور پر اس کے دل کا کفر معلوم ہو گیا ہے تو اس کا بھی جنازہ جائز نہیں (نہ معلوم یہ حکم کہاں ہے) پھر غیر احمدی کا جنازہ کس طرح پڑھنا جائز ہو سکتا ہے۔" (انوار خلافت ص ۹۲)

شعائر اللہ کی ہتک۔

تیرہ سو سال گذر چکے۔ مگر اس عرصہ میں شعائر اسلامی کی ہتک اور انتہائی توہین کی کوئی شخص جرأت نہیں کر سکا۔ مکہ و مدینہ کی فضیلت مسلّمہ چیز ہے۔ قرآن پاک نے صاف الفاظ میں ان مقامات کی عزت و حرمت بیان فرمائی مسلمانوں کی ان مقامات سے انتہائی محبت کا آج بھی یہ حال ہے کہ اطراف و اکناف عالم سے سینکڑوں نہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں، فرزندان توحید شعائر اسلامی کی زیارت اور فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے جاتے ہیں۔ کیونکہ خداوند کریم نے حج کو ایک صاحب توفیق پر فرض،

قرار دیا ہے اور صاف ارشاد فرمایا ہے۔ کہ حج میں بے شمار برکتیں ہیں۔ مگر خلیفہ قادیان اپنے خیالات کا ان الفاظ میں اظہار کرتا ہے:۔

"قادیان تمام بستیوں کی ام (ماں) ہے۔ پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جاوے گا۔ تم ڈرو کہ تم میں سے کوئی نہ کاٹا جائے۔ پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا۔ آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں"؟
(حقیقۃ الرؤیا۔ خ ص۴۶)

سالانہ جلسہ دراصل قادیانیوں کا حج ہے:۔

خلیفہ قادیان لکھتا ہے:۔

"ہمارا سالانہ جلسہ ایک قسم کا ظلی حج ہے۔" (الفضل یکم دسمبر ۱۹۳۲ء)

اب حج کا مقام صرف قادیان ہے:۔

"ہمارا جلسہ بھی حج کی طرح ہے۔ خدا تعالیٰ نے قادیان کو اس کام (حج) کے لئے مقرر کیا ہے۔" (ملخص از برکاتِ خلافت خ ص۵)

مسلمانوں سے انتہائی دشمنی کے ثبوت میں حسب ذیل حوالجات ملاحظہ فرمائیں:۔

مخالفین کو موت کے گھاٹ اتارنا:۔

انتقام لینے کا زمانہ! "اب زمانہ بدل گیا ہے دیکھو پہلے جو

مسیح آیا تھا اسے دشمنوں نے صلیب پر چڑھایا مگر اب مسیح اس لئے آیا کہ اپنے مخالفین کو موت کے گھاٹ اتارے ..... حضرت مسیح موعود نے مجھے یوسف قرار دیا ہے میں کہتا ہوں مجھے یہ نام دینے کی کیا ضرورت تھی یہی کہ پہلے یوسف کی جو ہتک کی گئی ہے۔ اس کا میرے ذریعہ ازالہ کر دیا جائے پس وہ تو ایسا یوسف تھا جسے بھائیوں نے گھر سے نکالا تھا۔ مگر اس یوسف نے اپنے دشمن بھائیوں کو گھر سے نکال دیا۔ پس میرا مقابلہ آسان نہیں،،

(عرفان الہٰی خ صہ۹۴ و صہ۹۵)

مخالفین کو سولی پر لٹکانا۔

"خدا تعالیٰ نے آپ (مرزا غلام احمد) کا نام عیسیٰ رکھا ہے تا کہ آپ سے پہلے عیسیٰ کو تو یہودیوں نے سولی پر لٹکایا تھا مگر آپ زمانہ کے یہودی صفت لوگوں کو سولی پر لٹکائیں،،

(تقدیر الہٰی خ صہ۲۹)

"بشارت اسمہ احمد،،

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ (سورہ الصف پارہ ۲۸، رکوع ۱)

اور جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے بنی اسرائیل، تحقیق

میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہوں ماننے والا اس چیز کو کہ آگے میرے ہے توریت سے اور خوشخبری دینے والا ساتھ ایک رسول کے کہ میرے بعد آویگا نام اس کا احمد ہے۔ پس جب وہ ان لوگوں کے پاس کھلی کھلی دلیلوں کے ساتھ آیا۔ تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا کھلا جادو ہے۔

ناظرین کرام: اس آیت مقدسہ میں ایک رسول کی آمد کا ذکر ہے جس کا نام احمد ہے اور اس کی تعیین ہم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کرتے ہیں۔ مگر قادیانی آپ کو اسمہ احمد والی پیشگوئی کا مصداق نہیں مانتے بلکہ ان کے نزدیک اس آیت کا مصداق مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ مگر دراصل بات اور ہے۔ یہ لوگ نہ قرآن کو مانتے ہیں نہ حدیث نبوی کو۔ رسول اللہ صلعم نے خود اس بات کی تشریح کر دی ہے کہ میں اس کا مصداق ہوں:۔

(۱) عن جبیر بن مطعم قال سمعت النبی صلعم یقول ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو اللہ بالکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب لیس بعدی نبی (ترمذی، مسلم، بخاری)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ ارشاد فرماتے تھے کہ میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد ہوں۔ میں احمد ہوں۔ اور میں ماحی ہوں مٹا دیگا اللہ میرے ساتھ کفر کو اور میں حاشر ہوں کہ جمع کئے جائیں گے لوگ میرے قدم پر۔ اور میں عاقب ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں:۔

مندرجہ بالا حدیث میں آپ نے اپنے پانچ نام بتلائے ہیں۔ مگر پہلے دو ناموں کی تشریح نہیں کی کیونکہ وہ ذاتی نام ہیں محمد اور احمد

مگر دوسرے نام صفاتی ہیں لہٰذا آپؐ نے ان کی تشریح کردی ۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح مترجم جلد ۴ باب فضائل سید المرسلین میں ایک مرفوع روایت کے الفاظ یوں ہیں :-
وَسَاُخْبِرُكُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِیْ دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَبِشَارَةُ عِيْسٰى اور اب خبر دوں تم کو ساتھ اول امر اپنے کے وہ دعا حضرت ابراہیمؑ کی ہے اور خوشخبری دینا حضرت عیسٰی علیہ السلام کا ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ فرما کر اس دعائے خلیل کی طرف اشارہ کیا ہے جو پارہ اول سورہ البقر کے رکوع ۱۵ میں یوں مذکور ہے رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اے ہمارے رب بھیج ان عربوں میں ایک رسول ان میں سے اسی طرح آپؐ نے بشارت عیسیٰ کے متعلق وبشارة عیسٰی فرما کر اس نوید مسیحا کی طرف اشارہ کیا جو سورۃ الصف میں ہے

(۳) اِسْمِیْ فِی الْقُرْاٰنِ مُحَمَّدٌ وَفِی الْاِنْجِيْلِ اَحْمَدُ میرا نام قرآن میں محمدؐ ہے اور انجیل میں احمد ہے (خصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۔ شرح الشفا جلد اول صفحہ ۲۸۹ ۔ مواہب اللدنیہ جلد اول صفحہ ۱۹۴)

خود مرزا غلام احمد قادیانی نے اس بات کو لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمدؐ تھا ۔

(۱) مسیحؑ کی گواہی قرآن کریم میں اس طرح پر لکھی ہے کہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد یعنی میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد یعنی میرے مرنے کے بعد آئے گا اور نام اس کا احمد ہو گا ۔ پس اگر مسیح اب تک

اس عالم جسمانی سے گزر نہیں گیا تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہمارے نبی صلعم بھی اب تک اس عالم میں تشریف فرما نہیں ہوئے کیونکہ نص اپنے کھلے کھلے الفاظ سے بتلا رہی ہے کہ جب مسیح اس عالم جسمانی سے رخصت ہو جائے گا۔ تب آنحضرت صلعم اس عالم جسمانی میں تشریف لائیں گے " (آئینہ کمالات اسلام مطبوعہ ۱۹۲۹ء صفحہ ۴۲۱)

(۲) "حضرت رسول خدا صلعم کا نام احمد وہ ہے جس کا ذکر حضرت مسیح نے يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ کے الفاظ میں فرمایا ہے کہ وہ نبی میرے بعد بلا فصل آئے گا۔ یعنی میرے اور اس کے درمیان اور کوئی نبی نہ ہوگا" (کتاب ملفوظات احمدیہ یعنی ڈائری ۱۹۰۱ء صفحہ ۵۱۲ اخبار الحکم مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۰۱ء)

(۳) "اور اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ اس لئے رکھا گیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے ایک محمد صلعم اور دوسرا احمد صلعم"۔ (اشتہار واجب الاظہار مورخہ ۴ نومبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۲)

(۴) رسالہ اربعین مطبوعہ ۱۹۰۱ء نمبر ۴ صفحہ ۱۵ پر لکھا ہے:۔ "تم سن چکے ہو کہ ہمارے نبی صلعم کے دو نام ہیں (۱) ایک محمد اور یہ نام توریت میں لکھا ہے × × × × دوسرا نام احمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ نام انجیل میں ہے جو ایک اجمالی رنگ میں تعلیم الٰہی ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے:۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ

نکتہ (۱) يَأْتِي مِنْ بَعْدِي کہ وہ میرے بعد آئیگا حضرت عیسیٰ نے

ایلیسا اپنے مثیل نبی کے آنے کی خبر دی ہے مگر یہ نہیں کہا کہ وہ میرے بعد آئیگا۔ اگر یہ ہوتا کہ قیامت تک کبھی آجائے۔ تو ان الفاظ یاتی من بعدی کی کوئی تعیین نہیں ہوتی بلکہ یہ بے معنی بات نعوذ باللہ قرآن نے کہہ دی اتنا کافی تھا ۔ مبشرا برسول اسمہ احمد۔

نکتہ (۲) فلما جاءھم میں جاء ماضی کا صیغہ ہے اگر کوئی کہے کہ ماضی کے معنی مستقبل کے بھی ہوتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو۔ تب تک ماضی کے معنی مستقبل ہرگز نہیں ہوسکتے۔ پھر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو اس کا مصداق ٹھہراتے ہیں۔ پھر ہم کون ہیں۔ نیز جاء کا اطلاق عام طور بر فعل ماضی پر ہوتا ہے۔ بخلاف لفظ آتی کے کہ یہ مضارع کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے

نکتہ (۳) قالوا ھذا سحر مبین میں قالوا ماضی کا صیغہ ہے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر کہتے تھے وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ ... قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (سورۃ سبا پارہ ۲۲) مگر مرزا صاحب کو تو کوئی ہندو یا عیسائی جادوگر نہیں کہتا۔ بلکہ دوسرے القاب سے یاد کرتے ہیں مثلاً دجال کذاب مفتری علی اللہ وغیرہ وغیرہ۔

نوٹ۔ مرزا صاحب کا نام غلام احمد تھا نہ کہ احمد۔ ملاحظہ ہو کتاب البریت صفحہ ۱۳۴ کا حاشیہ "میرا نام غلام احمد میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضیٰ" اسی چیز کی تصدیق مندرجہ ذیل کتاب سے ہوتی ہے تحفہ شہزادہ ویلز صفحہ ۲۹، الفضل مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۱۷ء، الحکم مورخہ ۳۰ اپریل ۱۹۰۲ء رسالہ کشف الغطا صفحہ ۲) دافع البلاء صفحہ ۱۳ ریویو آف

ریلیجنز بابت ماہ جون ۱۹۰۶ء صفحہ ۲۱۸ کا حاشیہ۔

ڈاکٹر عبدالحکیم خاں

"ہاں آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام عبدالحکیم خاں ہے اور وہ ڈاکٹر ہے اور ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے جس کا دعویٰ ہے کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جاؤں گا ۔۔۔ مگر خدا نے اس کی پیشگوئی کے مقابل پر مجھے خبر دی کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جاوے گا اور خدا اس کو ہلاک کریگا اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔ سو یہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی نظر میں صادق ہے خدا اس کی مدد کریگا" (چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۱ و صفحہ ۳۲۲ مصنفہ مرزا صاحب۔ تاریخ اشاعت ۲۰ مئی ۱۹۰۸ء)

"اور دشمن ڈاکٹر عبدالحکیم جو میری موت چاہتا ہے وہ خود میری آنکھوں کے روبرو اصحاب الفیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا" (تبصرہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء)

مندرجہ بالا تحریرات میں مرزا صاحب نے بالہام خود ڈاکٹر عبدالحکیم خاں مرحوم کی ہلاکت اپنی زندگی میں بتائی ہے۔ حالانکہ ڈاکٹر صاحب مرحوم مرزا صاحب سے کئی سال بعد فوت ہوئے۔

اعتراض ڈاکٹر عبدالحکیم اپنی پیش گوئی کو منسوخ کر چکا تھا۔

الجواب ڈاکٹر صاحب کی پیش گوئی کا ذکر نہیں۔ بلکہ مرزا صاحب کی الہامی پیش گوئی پیش کی ہے ؛
جن کا دعویٰ ہے کہ :۔
"میں امام الزمان ہوں" (صـــ۲۴ ضرورۃ الامام) اور "امام الزمان کی الہامی پیش گوئیاں اظہار علی الغیب کا مرتبہ رکھتی ہیں یعنی غیب کو ہر ایک پہلو سے اپنے قبضہ میں کر لیتے۔ جیسا کہ چابک سوار گھوڑے کو" (صـــ۱۳ ضرورۃ الامام)
کہ "خدا اس کو میری زندگی میں ہلاک کریگا اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا"
اور یہ پیشگوئی از سرتاپا جھوٹی نکلی ؛

باب دوم

ختم نبوت

مرزا صاحب کے کاذب ہونے پر گیارھویں دلیل

دنیا میں جو غرض انبیاء و رسل کی بعثت کی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی تھی وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات میں آ کے کمال کو پہنچ کر پوری ہو گئی اور جب غرض پوری ہو گئی تو اس کے بعد اب کسی نبی کے آنے کی حاجت باقی نہ رہی۔ ہدایت کے تمام پہلوؤں کو کمال بسط کے ساتھ اور تمام ضروری تفصیلات کے ساتھ محمد صلعم نے دنیا میں روشن کر دیا۔ جتنی روشنی امکانی طور پر انسان منشرِ موہبت سے حاصل کر سکتا ہے وہ سب حاصل کر لی جو کوئی ہدایت دنیا کی کسی قوم کیلئے آئندہ آنے والے کسی زمانہ کے لئے ایک قوم، ایک ملک یا ایک فرد کے ادنیٰ سے ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ سے اعلیٰ حالت تک تزکیہ اور تکمیل نفس کا کام دے سکتی ہے اس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں پہنچا دیا، نبوت اپنے کمال کو پہنچ گئی۔ نبی کی ضرورت دنیا میں تکمیل انسانی کے کسی نئے پہلو کو واضح کرنے کے لئے ہوتی تھی لیکن قرآن نے چونکہ تکمیل انسانی کے

سارے پہلوؤں کو کمال تک پہنچا دیا اس لیے کسی نئے نبی کی ضرورت بھی نہ رہی۔ نبوت کے ختم ہونے سے مراد یہ نہیں کہ ایک نعمت جو پہلے انسانوں کو ملتی تھی، اب اس کا ملنا بند ہو گیا ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ نعمت اپنے پورے کمال کے ساتھ انسانوں کو پہنچا دی گئی ہم نعمت نبوت سے محروم نہیں بلکہ وہ نعمت اپنی اعلیٰ ترین صورت میں ہمارے پاس موجود ہے، جس طرح آفتاب کے بعد چراغ کی ضرورت نہیں رہتی اس لئے کہ اس کی روشنی انسانوں کو چراغ کا محتاج نہیں چھوڑتی۔ اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے آفتاب کے طلوع ہونے کے بعد کسی چراغ نبوت کی انسانوں کو ضرورت نہیں۔" (النبوۃ فی الاسلام مصنفہ مولوی محمد علی احمدی ص ۱۲۲)

ختم نبوت کا ثبوت از قرآن

(۱) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں مگر وہ رسول اللہ ہے ختم کرنے والا نبیوں کا۔ یہ آیت صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلعم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔ (ازالہ اوہام طبع اول ص ۶۱۴ طبع دوم ص ۲۵۲ مصنفہ مرزا صاحب)

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اَلَا تَعْلَمُ اَنَّ رَبَّ الرَّحِيْمَ الْمُتَفَضِّلَ سَمّٰى نَبِيَّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ الْاَنْبِيَاءِ بِغَيْرِ اسْتِثْنَاءٍ وَفَسَّرَهٗ نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْلِهٖ

لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ بِبَیَانٍ وَاضِحٍ لِلطَّالِبِیْنَ (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۳۴ مصنفہ مرزا صاحب طبع مطبوعہ لاہور)

کیا تم نہیں جانتے (اے بے سمجھ مرزائیو) کہ خدا رحیم و کریم نے ہمارے نبی صلعم کو بغیر کسی استثناء کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے اور ہمارے نبی صلعم نے خاتم النبیین کی تفسیر لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے ساتھ فرمائی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور طالبین حق کے لیے یہ بات واضح ہے:

"حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں بھی (لا) نفی عام ہے" ایام الصلح صفحہ ۱۴۶ مصنفہ مرزا)

"ہست اوخیر الرسل خیر الانام

ہر نبوت را بروشد اختتام"۔ (سراج منیر صفحہ ۵)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا اور حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف جسکا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیۂ کریمہ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ سے بھی اس کی تصدیق کرتا ہے کہ فی الحقیقت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے"۔ (کتاب البریہ مصنفہ مرزا صفحہ ۱۸۴)

مرزا صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (مشکوٰۃ کتاب الفتن) میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں:

دوسری آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا یعنی آج میں نے قرآن کے اتارنے اور تکمیل نفوس سے

تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور اپنی (نبوت کی) نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کر لیا۔ حاصل مطلب کہ قرآن کریم جس قدر نازل ہونا تھا ہو چکا اور مستعد دلوں میں نہایت حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا کر چکا اور تربیت کو کمال تک پہنچا دیا اور اپنی نعمت کو ان پر پورا کر دیا۔" (نور القرآن ۱ ص۱۱ تا ص۱۵)

(۲) قرآن شریف جیسا کہ آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ اور آیت وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ میں صریح نبوت کو آنحضرت صلعم پر ختم کر چکا ہے اور صریح لفظوں میں فرما چکا ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں۔ (تحفہ گولڑویہ ص۲۴)

(۳) خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں صحابہؓ کو مخاطب کیا کہ میں نے تمہارے دین کو کامل کیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کی اور اس آیت کو اس طور سے نہ فرمایا کہ آج میں نے اے نبیؐ! آپ کے دین کو کامل کر دیا۔ اس میں حکمت یہ ہے تا کہ ظاہر ہو کہ صرف قرآن کی تکمیل نہیں ہوئی بلکہ ان کی بھی تکمیل ہو گئی جن کو قرآن پہنچایا گیا اور رسالت کی علت غائی کمال تک پہنچ گئی۔" (حاشیہ نور القرآن ۱ ص۱۹)

(۴) "ہم لوگ ختم ہونا وحی کا مانتے ہیں۔ گو کلام الٰہی اپنی ذات میں غیر محدود ہے لیکن چونکہ وہ مفاسد جن کی اصلاح کے لئے کلام الٰہی نازل ہوتی ہے (یا رسول آتے ہیں۔ ناقل) وہ قدر محدود سے زیادہ نہیں اس لئے کلام الٰہی بھی اسی قدر نازل ہوئی جس قدر بنی آدم کو ضرورت تھی اور قرآن ایسے زمانے

میں آیا کہ جس میں ہر طرح کی ضرورتیں جن کا پیش آنا ممکن تھا پیش آگئی تھیں۔ اس لئے قرآن شریف کی تعلیم بھی انتہائی درجہ پر نازل ہوئی پس انہی معنوں میں شریعت قرآنی مختتم و مکمل ٹھیری اور پہلی شریعتیں ناقص رہیں۔ اب قرآن اور دوسری کتابوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی کتابیں خلل سے بھی محفوظ رہتیں تاہم بوجہ ناقص ہونے کے تعلیم کے ضرور تھا کہ کسی وقت کامل تعلیم یعنی قرآن ظہور ہوتا مگر قرآن کے لئے اب یہ ضرورت در پیش نہیں کہ بعد کوئی کتاب آوے کمال کے بعد اور کوئی درجہ باقی نہیں۔ ہاں اگر فرض کیا جائے کہ اصول قرآنی وید اور انجیل کی طرح مشرکانہ بنالئے جائینگے یا مسلمان شرک اختیار کرلیں گے تو بیشک ایسی صورتوں میں دوسری شریعت اور دوسرے رسول کا آنا ضروری ہے مگر یہ دونوں قسم کے فرض محال ہیں۔ قرآن شریف کا محرف ہونا اسلئے محال ہے کہ خدا نے خود فرمایا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ یعنی اس کتاب کو ہم نے ہی نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں اور مسلمانوں کا شرک اختیار کرنا اس جہت سے ممتنعات سے ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس بارے میں بھی پیشگوئی کرکے فرمادیا وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ۔ یعنی شرک مخلوق پرستی نہ اپنی کوئی شاخ نکالیگی نہ پہلی حالت پر عود کریگی۔ پس ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ حقیقت میں خاتم مرسل ہیں۔" (حاشیہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۰۲ تا ۱۱۱)

تیسری آیت | وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (سورہ سبا رکوع ۳ پارہ ۲۲)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء اور سب رسولوں سے بہتر اور بزرگ تر تھے اور خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ جیسے آنحضرت اپنے ذاتی جوہر سے انبیاء کے سردار ہیں ایسا ظاہری خدمات کی رو سے ان کا سب سے فائق اور برتر ہونا دنیا پر ظاہر ہو جائے اس لئے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کی رسالت کو کافۂ بنی آدم کے لئے عام رکھا (براہین احمدیہ ص۵۶۱)

(۲) "جب دنیا نے اتحاد اور اجتماع کے لئے پلٹا کھایا اور ایک ملک کو دوسرے ملک سے ملاقات کرنے کے سامان پیدا ہو گئے تب وہ وقت آ گیا کہ قومی تفرقہ درمیان سے اٹھا دیا جائے اور ایک کتاب کے ماتحت سب کو کیا جائے تب خدا نے سب دنیا کیلئے ایک ہی نبی بھیجا تا کہ وہ سب قوموں کو ایک ہی مذہب پر جمع کرے اور تا جیسا کہ ابتدا میں ایک قوم تھی آخر میں بھی ایک ہی قوم بنا دے (چشمہ معرفت ص۱۳۶)

معلوم ہوا کہ نبی صلعم کا تمام بنی نوع آدم کے لئے رسول ہونا آپ کی فضیلت اور خدا کی اس حکمت کے سبب ہے کہ ابتدا کی طرح انتہا میں بھی ایک ہی قوم اور ایک ہی رسول ہو۔ پس جو شخص اس وحدت میں خلل انداز ہوتا ہے وہ نہ صرف خدا کی حکمت کو باطل کرنا چاہتا ہے بلکہ آنحضرت صلعم کی بھی سیرت کا دشمن ہے ۔

چوتھی و پانچویں آیت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام انجیل میں فرماتے ہیں کہ مجھے دوسری قوموں سے سروکار نہیں۔ قرآن شریف میں یہ نہیں لکھا کہ آنحضرت صلعم صرف قریش کے لئے بھیجے گئے بلکہ لکھا ہے کہ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ۔ میں تمام دنیا

کے لئے بھیجا گیا ہوں و مآ ارسلنک الا رحمۃ للعلمین یعنی ہم نے کسی خاص قوم پر رحمت کرنے کے لئے نہیں بھیجا بلکہ اس لئے بھیجا ہے کہ تمام جہان پر رحمت کی جاوے پس جیسا کہ خدا تمام جہان کا خدا ہے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لئے رسول ہیں اور تمام دنیا کے لئے رحمت ہیں (ضمیمہ چشمہ معرفت صہ۱۴)

پس جس طرح دوسرا خدا ماننے والا مشرک ہے اور آنحضرت صلعم کے بعد مدعی نبوت کو ماننے والا مشرک ہے اور آنحضرت صلعم کی رحمت عامہ میں حائل ہو کر لعنت میں گرفتار ہو رہا ہے ؛

چھٹی آیت | لتکون للعالمین نذیرا یعنی ہم نے تجھ کو بھیجا تاکہ تو دنیا کی تمام قوموں کو ڈرا دے "

(نور القرآن صہ۵ ملا)

جبکہ حسب قرآن پاک تمام دنیا کے لئے محمد رسول اللہ صلعم نذیر ہیں تو اب کسی دوسرے کا یہ کہنا کہ "دنیا میں ایک نذیر آیا" صریح منافی قرآن ہے ؛

ساتویں آیت | واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ الآیہ (پارہ ۳ ع ۱۷) اور یاد کر کہ جب خدا نے تمام رسولوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں۔ پھر تمہارے پاس **آخری زمانہ** میں میرا رسول آئیگا جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کریگا تمہیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور اسکی مدد کرنی ہوگی " (راجع حقیقۃ الوحی صہ۱۳۰)

مطلب ظاہر ہے کہ :-

"خدا نے × × اور رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں اور سب کے آخر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے۔" (آئینۂ الوہیت صفحہ ۱۸)

آٹھویں آیت

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ مُبَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ... (سورہ طلاق ع ۲ پ ۲۸) خدا نے اپنی کتاب (قرآن) اپنا رسول (محمدؐ) بھیجا وہ تم پر کلام الٰہی پڑھتا ہے تا وہ ایمانداروں اور نیک کرداروں کو ظلمت سے نور کی طرف نکالے۔ (براہین، محمدیہ صفحہ ۶۲)

آیت ہذا بتا رہی ہے کہ ایمانداروں، نیک کرداروں کو کفر و شرک فسق و فجور کے اندھیریوں سے نور و ہدایت، ایمان و سلامتی پر پہنچانے کو قرآن اور محمد علیہ السلام بھیجے گئے۔ اب جو کوئی بے ایمان اور بدکردار ہے وہ دوسرے کا دامن پکڑے گا۔ مومن تو اسی رسول و کتاب کے شیدائی رہیں گے:

نویں آیت

ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا اِلٰی قَوْلِہٖ وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ (سورہ جمعہ پ ۲۸) خدا وہ ہے جس نے آدمیوں میں رسول بھیجا جو خدا کی آیات ان پر پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور حکمت سکھلاتا ہے۔ اگرچہ وہ لوگ اس نبی کے ظہور سے پہلے صریح گمراہی میں پھنسے ہوئے تھے۔ اور

۱؎ عَلَیْکُمْ غلط ہے صحیح اِلَیْکُمْ ہے ۱۲ منہ۔

ان (مسلمانوں) کے گروہ میں اور ملکوں کے لوگ (جو آخری زمانہ میں ہوں گے) بھی ہیں جن کا اسلام میں داخل ہونا ابتدا سے قرار پاچکا ہے اور ابھی وہ مسلمانوں سے نہیں ملے اور خدا غالب ہے اور حکیم ہے جس کا فعل حکمت سے خالی نہیں یعنی جب وہ وقت پہنچیگا جو دوسرے ملکوں کے مسلمان ہونے کے لئے مقرر کر رکھا ہے تب وہ لوگ اسلام میں داخل ہوں گے۔" (براہین احمدیہ ص۲۲۳)

یہ آیت باواز بلند گویا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سردار کائنات جس طرح ابتدا اسلام کے وقت کے لوگوں کی طرف رسول تھے اس طرح آخرین کے لئے بھی آپ ہی رسول ہیں:

دسویں آیت

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا... تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا

(سورہ نساء پارہ ۵)

"اور جو کوئی برخلاف کرے رسول کے پیچھے اس کے کہ ظاہر ہوئی واسطے اس کے ہدایت اور پیروی کرے سوا راہ مسلمانوں کے، متوجہ کریں گے ہم اس کو جدھر متوجہ ہوا ہو اور داخل کریں گے ہم اس کو دوزخ میں اور بری جگہ ہے رہنے کی"

ناظرین غور فرمائیے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہو تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ بمقتضائے آیت مذکورہ طریق مومنین کا تابع ہوگا اور یا بمقتضائے نبوت لوگوں کو اپنے اتباع کی دعوت دیگا۔

پہلی صورت میں تو معاملہ برعکس ہو جاتا ہے کیونکہ خدا کے نبی

دنیا میں اس لئے آتے ہیں کہ لوگوں کو اپنی طرف بلائیں نہ یہ کہ لوگوں کا اتباع کرنے لگیں۔ دیکھو قرآن مجید کا ارشاد ہے:۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ

(سورۂ نساء رکوع) اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر صرف اسی لئے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ یعنی رسول دنیا میں مطیع بن کر نہیں بلکہ مطاع بن کر آتا ہے" (ازالہ اوہام)

دوسری صورت میں نبی کا وجود محض بے فائدہ اور اسکی بعثت محض بیکار رہ جاتی ہے کیونکہ بعثت نبی کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب خدا کے بندے صراط مستقیم کو چھوڑ دیں، نبی آکر ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت کرے۔

اور جب سبیل مومنین ایک ایسی مستقیم سبیل ہے کہ خداوند عالم تمام اہل عالم کو قیامت تک اس پر چلنے کی ہدایت فرماتے ہیں اور اس سے ہٹنے پر سخت وعید کرتے ہیں تو پھر فرمائیے کہ اب کسی جدید نبی کے پیدا ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

نوٹ۔ آنحضرت صلعم نے صراط مستقیم دکھا دیا ہے۔ لہٰذا اب ضرورت نہیں کہ جدید نبی کا انتظار کیا جائے۔

گیارھویں آیت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (رکوع ۸)

(پ۵) اے ایمان والو۔ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (محمد) کی اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جو تم میں سے اولی الامر ہیں۔

یہ آیت کریمہ حکم کرتی ہے کہ مسلمان اللہ کی اطاعت کریں اور اس کے رسول یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں اور پھر خلفائے اسلام اور ارباب حکومت اسلامیہ کی اطاعت کریں۔

جن لوگوں کو خدا نے عقل و فہم کا کوئی حصہ دیا ہے وہ ذرا غور کریں اگر آنحضرت صلعم کے بعد کوئی تشریعی یا غیر تشریعی، ظلی یا بروزی نبی پیدا ہونے والا تھا تو کیا یہ ضروری نہ تھا کہ آپ کے بعد بجائے اولی الامر کی اطاعت کے اس نبی کی اطاعت کا سبق دیا جاتا۔ اور یہ عجیب تماشہ ہے کہ قرآن عزیز لوگوں کو اولی الامر کی اطاعت کی طرف بلاتا ہے اور بعد میں آنے والے نبی کی اطاعت کا ذکر تک نہیں کرتا۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ظلی یا بروزی یا کسی اور قسم کا کوئی نبی ہرگز ہرگز اس امت میں پیدا نہیں ہوگا۔

بارھویں آیت | وَمَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا

(سورۃ نساء پ ۵) جس نے رسول یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے پشت پھیری (تو بلا سے) ہم نے آپ کو ان پر محافظ بنا کر نہیں بھیجا۔

اس آیت میں بھی امت محمدیہ کے لئے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت کو مطلقاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے اور اگر کوئی نبی آپ کے بعد آنے والا ہوتا تو اس کے آنے کے بعد کوئی شخص اس وقت تک خدا کا مطیع کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا تھا جب تک کہ وہ اس نبی کی طاعت نہ کرے۔

تیرھویں آیت | يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ. (سورۃ صف پ۲۸ ع۱)

اے ایمان والو! میں بتاؤں تم کو ایک سوداگری کہ بچائے تم کو دردناک عذاب سے۔ ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے ؛

اس آیۂ کریمہ میں جو منفعت بخش تجارت مسلمانوں کو سکھائی ہے وہ بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں اور اسی ایمان کو عذاب آخرت سے بچانے کا کفیل بتلایا ہے اور اس میں کہیں شرط نہیں کہ ایک بروزی، ظلی، یا لغوی نبی آئے گا اور اس پر ایمان لانا بھی شرطِ نجات ہے ؛

چودھویں آیت

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۔ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ (سورہ بقرہ پ ۱)

اور جو ایمان لاتے ہیں اس (وحی) پر جو اتاری گئی تجھ پر (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر) اور جو وحی کہ اتاری گئی تجھ سے پہلے اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ انہوں نے پائی ہے راہ اپنے رب کی اور وہی کامیاب ہیں ؛

یہ آیت بھی دو طریق سے مطلقاً ختم نبوت کی روشن دلیل ہے۔

اول یہ آیت صاف طور سے اعلان کر رہی ہے کہ صرف اس وحی پر ایمان لانا کافی اور ہدایت و نجات کے لئے ضامن ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپؐ سے پہلے انبیاء پر نازل ہوئی چنانچہ اس وحی پر ایمان رکھنے والوں کے لئے اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. کی بشارت ہے ؛

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ اگر آپؐ کے بعد بھی سلسلۂ وحی جاری ہے اور خداوند عالم کے ارشادات اہل دنیا پر نازل ہوتے رہتے ہیں، تو

اس بعد یہ وحی پر ایمان لانا بھی ایسا ہی فرض نہ ہونا چاہیئے جیسا پہلے انبیاء علیہم السلام کی وحی پر اور کیا کوئی شخص جو اس پر ایمان نہ لائے تو ایمان بالبعض اور کفر بالبعض کا ٹھیک مصداق نہ ہوگا۔ پھر وہ کیسے ہدایت اور فلاح حاصل کر سکتا ہے ؛

لہٰذا صرف انبیائے سابقین اور آنحضرت صلعم کی وحی پر ایمان لانے کو قیامت تک مدار نجات اور ہدایت و فلاح کا کفیل قرار دینا اس بات کا نہایت واضح ثبوت ہے کہ آپؐ کے بعد سلسلۂ وحی ختم ہو چکا ہے ؛

دوم۔ اگر آپؐ کے بعد بھی وحی نبوت باقی تھی تو مِنْ قَبْلِكَ کی تخصیص بے معنی ہو جائے گی ؛

اعتراض۔ آخرت سے مراد آخری وحی ہے ؛

الجواب۔ اس کا جواب تیرھویں تحریف میں درج ہے ؛

پندرھویں آیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ یعنی پرورش کرنے والا ہے بلا استثناء تمام مخلوقات کا رب ہے کوئی فرد بھی باہر نہیں۔

(۲) اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ یہ قرآن مجید تمام جہانوں کے لئے ہے قرآن مجید تمام دنیا کے لئے ہدایت ہے کسی ملک یا قوم کے ساتھ مخصوص نہیں ؛

(۳) اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ یعنی مکہ شریف تمام دنیا میں قیامت تک کے لئے مرکز ہے۔ دنیا کا کوئی حصہ اس کی مرکزیت کو چھوڑ نہیں سکتا ؛

(۴) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ہم نے کسی خاص قوم پر رحمت کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس لئے بھیجا ہے کہ تمام جہان پر رحمت کی جائے ؛

نتیجہ

جس طرح سب جہان کا خدا ایک ہے :
قرآن سب دنیا کے لئے ایک ہے تاقیامت :
قبلہ ایک ہے تمام دنیا کے لئے تاقیامت :
نبی ایک ہے تمام دنیا کے لئے تاقیامت :
تشریح خود محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دی [۱] :
یَاَیُّهَاالنَّاسُ اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَّاَبَاكُمْ وَاحِدٌ وَدِيْنُكُمْ وَاحِدٌ وَنَبِيُّكُمْ وَاحِدٌ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ (کنز العمال) کہ اے میری امت کے لوگو ! یاد رکھو تمہارا خدا ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے تمہارا دین ایک ہے تمہارا نبی بھی ایک ہی ہے اور میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

معلوم ہوا کہ جب دوسرا نبی آجائے تو امت بھی اور ہو جاتی ہے پہلے نبی کی امت نہیں رہتی۔ دوسرا نبی ماننا باعث اختلاف ہے :

نوٹ ۔ نبی کے لئے ضروری ہے کہ اس کی امت اور کتاب ہو مرزا صاحب فرماتے ہیں :۔

" جو شخص نبوت کا دعویٰ کریگا اس دعویٰ میں ضروری ہے کہ وہ خدا کی ہستی کا اقرار کرے اور نیز یہ بھی کہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوتی ہے اور خلق اللہ کو وہ کلام سنا دے جو اس پر خدا کی طرف سے نازل ہوا ہو اور ایک امت بنا دے جو اس کو نبی سمجھتی اور اس کی کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہو۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۴)

نتیجہ

جو شخص مرزا کو مانیگا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق نہ رکھے گا۔

---

[۱] تصدیق از مرزا صاحب منن الرحمان صفحہ ۲۔ تذکرہ صفحہ ۱۵۹ ۱۲ منہ۔

اگرچہ قرآن پاک میں بیسیوں آیات اور بھی موجود ہیں جو ختم نبوت پر روشنی ڈال رہی ہیں۔ مگر ہم انہی پر اکتفا کر کے چند احادیث نبویہ درج کرتے ہیں :-

پہلی حدیث عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ قَصْرٍ اُحْسِنَ بُنْيَانُهٗ تُرِكَ مِنْهُ مَوْضِعُ لَبِنَةٍ فَطَافَ بِهِ النُّظَّارُ يَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ حُسْنِ بُنْيَانِهٖ اِلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ فَكُنْتُ اَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِیَ الْبُنْيَانُ وَخُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ وَفِیْ رِوَايَةٍ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ ——— (بخاری و مسلم و مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین) ابوہریرہ رض کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اور انبیاء کی مثال مانند ایک ایسے محل کے ہے کہ اچھی بنائی گئی ہو عمارت اس کی۔ مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہو لوگ گھومتے میں اس کے گرد اور تعجب کرتے ہیں اس کی حسن عمارت پر۔ مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی دیکھ کر حیران ہوتے ہیں۔ سو میں ہوں وہ مبارک اینٹ جس نے اس جگہ کو پر کیا۔ ختم ہو گیا ہے میری ذات کے باعث ہے نبوت کا محل یعنی صورت ختم ہو گیا ہے میری ذات پر رسولوں کا سلسلہ۔ ایک روایت میں ہے کہ نبوت کی آخری اینٹ میں ہوں اور میں ہی نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں :-

دوسری حدیث وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ اُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا وَ

اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً وَّخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ (مسلم در مشکوٰۃ باب مذکور) آنحضرت صلعم نے فرمایا ہیں چھ باتوں میں جملہ انبیاء پر فضیلت دیا گیا ہوں (۱) کلمات جامع مجھے ہی ملے (۲) فتح دیا گیا ہوں ساتھ رعب کے (۳) حلال کی گئیں میرے لئے غنیمتیں (۴) تمام زمین میرے لئے سجدہ گاہ پاک بنائی گئی (۵) رسول بنایا گیا ہوں میں تمام کافہ ناس کے لئے (۶) ختم کئے گئے میرے ساتھ تمام انبیاءؑ

تیسری حدیث عَنْ ثَوْبَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم .... وَاِنَّہٗ سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیُّ اللہِ وَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (ابوداؤد ترمذی مشکوٰۃ کتاب الفتن) میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے۔ ہر ایک ان میں کا اپنے تئیں نبی ٹھیرائے گا۔ حالانکہ میں نبیوں کو ختم کر چکا ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا:

معلوم ہوا کہ امت محمدیہ میں جو نبی پیدا ہوگا کذاب ہوگا۔

اسی باب میں دوسری روایت بخاری و مسلم کی میں ان دجالوں کذابوں کا قیامت تک ہونا فرمایا ہے:

چوتھی حدیث عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَۃَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّہٗ قَالَ اِنِّیْ عِنْدَ اللہِ مَکْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ (شرح السنۃ و احمد در مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین) آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام جس زمانے میں گوندھی ہوئی مٹی کی ہیئت میں تھے میں اس وقت بھی خدا کے نزدیک نبیوں کو بند کرنے والا لکھا تھا:

پانچویں حدیث وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَلَا فَخْرَ۔ (رواہ الدارمی۔ مشکوٰۃ باب مذکورہ)

فرمایا میں قائد الانبیاء ہوں میں خاتم الانبیاء ہوں یہ فخر سے نہیں کہتا ہوں ۔

چھٹی حدیث اِنَّ لِیْ اَسْمَاءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَ اَنَا اَحْمَدُ ۔۔۔ وَ اَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ

(بخاری و مسلم ۔ مشکوٰۃ باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا میرے کئی نام ہیں میں محمدؐ ہوں ۔ احمدؐ ہوں ۔ عاقب ہوں اور عاقب سے مراد یہ ہے کہ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا ۔

ساتویں حدیث قَالَ النَّبِیُّ ۔۔۔ لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ (ترمذی مشکوٰۃ باب مناقب عمرؓ) اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا ۔

(ازالہ اوہام ص ۲۳۶ / ۹۸ ج ۲ و ص ۱۱۹ مطبوعہ ربوہ)

آٹھویں حدیث قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا عَلِیُّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (بخاری و مسلم ۔ مشکوٰۃ باب مناقب علیؓ) اے علیؓ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا ہارونؑ موسٰیؑ سے ۔ فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا ۔

نویں حدیث کَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُھُمُ الْاَنْبِیَاءُ کُلَّمَا ھَلَکَ نَبِیٌّ خَلَفَہٗ نَبِیٌّ وَ اِنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَ سَیَکُوْنُ خُلَفَاءُ فَیَکْثُرُوْنَ (بخاری ص ۴۹۱ جلد ا و مسلم کتاب الایمان ۔ مسند احمد جلد ۲ ص ۲۹۷ ابن ماجہ وغیرہ) بنی اسرائیل کی عنان سیاست انبیاء کے ہاتھ میں تھی جب ایک نبی فوت ہوتا ۔ اس کا جانشین نبی ہی ہوتا ۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا ۔ عنقریب خلفاء کا سلسلہ شروع ہوگا پس بکثرت ہوں گے ۔

اس حدیث کی تشریح قول مرزا سے یوں ہوتی ہے :۔

"وحی و رسالت ختم ہو گئی مگر ولایت و امامت و خلافت کبھی ختم نہ ہو گی الخ" (مکتوب مرزا در تشحیذ الاذہان جلد ۱ ص۱)

دسویں حدیث | اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ (ترمذی بحوالہ تحفہ بغداد مصنفہ مرزا صاحب ص ۲ ومسند احمد عن انس رض)

رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے پس میرے بعد کوئی رسول اور کوئی نبی نہیں ہو گا۔ سو اس کی بابت مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

"ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا بقیامت منقطع ہے" (ازالہ اوہام ص ۱۱۶ ج ۲ نیز سلسلہ تصنیفات لاہوری ج ۳ ص ۵۲)

نیز آئینہ کمالات میں ص ۳۷۷ پر لکھتے ہیں:۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ اَنْ يُّرْسِلَ نَبِيًّا بَعْدَ نَبِيِّنَا خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَمَا كَانَ اَنْ يُّحْدِثَ سِلْسِلَةَ النُّبُوَّةِ ثَانِيًا بَعْدَ انْقِطَاعِهَا یہ ہرگز نہیں ہو گا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نبی صلعم خاتم النبیین کے بعد کسی کو بھی نبی کر کے بھیجے اور نہ یہ ہو گا کہ سلسلہ نبوت کو اس کے منقطع ہو جانے کے بعد پھر جاری کرے"

حمامۃ البشریٰ صفحہ ۳۴ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

قَدِ انْقَطَعَ الْوَحْیُ بَعْدَ وَفَاتِهٖ وَخَتَمَ اللّٰهُ بِهِ النَّبِيِّيْنَ

بیشک آپ کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا ہے"

وَاِنَّ رَسُوْلَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَعَلَيْهِ انْقَطَعَتْ سِلْسِلَةُ الْمُرْسَلِيْنَ۔ (حقیقۃ الوحی ص ۶۴ ضمیمہ عربی)

تحقیق ہمارے رسول خاتم النبیین ہیں اور ان پر رسولوں کا

سلسلہ قطع ہو گیا۔

گیارھویں حدیث | عَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ الْاَشْعَرِیِّ کَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُسَمِّیْ لَنَا نَفْسَهٗ اَسْمَاءً فَقَالَ اَنَا مُحَمَّدٌ وَّاَحْمَدُ وَالْمُقَفِّیْ (الحدیث)

(رواہ مسلم صفحہ ۲۶۱ جلد ۲)

حضرت موسیٰ الاشعریؓ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اسمائے شریفہ ہم سے بیان فرمایا کرتے تھے چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ میں محمدؐ ہوں اور احمدؐ اور مقفی بھی ہوں۔

امام نوویؒ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لفظ مقفی کے معنی نقل کئے ہیں کہ مقفی بمعنی عاقب ہے اور عاقب کے معنی خود نص حدیث میں آخرالانبیاء بیان فرمائے ہیں۔

اور ابن الاعرابی نے مقفی کا ترجمہ هُوَ المتبع للانبیاء کیا ہے جس کے معنی بھی آخرالانبیاء ہوتے ہیں۔

اس لئے امام نوویؒ نے دونوں قول نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ فظهر ان حقیقته الاخر یعنی ثابت ہوا کہ مقفی کے معنی آخر کے ہیں۔

بارھویں حدیث | عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا ذَرٍّ اَوَّلُ الْاَنْبِیَاءِ اٰدَمُ وَاٰخِرُهُمْ مُحَمَّدٌ

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سے کہ سب انبیاء میں پہلے آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخر محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ روایت کی اس حدیث کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں نیز اپنی تاریخ میں ستر ہ کے احوال کے تحت میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں اور ابن عساکر و حکیم ترمذی وغیرہ نے بھی اسی طرح روایت

کیا ہے (دیکھو کنز العمال صفحہ ۱۲۰ جلد ۶) اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فتح الباری میں اس کی تصحیح کی ہے)

مرزا صاحب نے بھی قریب قریب یہی الفاظ اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھے ہیں چنانچہ کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۱ پر مرقوم ہے:۔

"اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو رب العلمین اور رحمٰن اور رحیم ہے جس نے زمین اور آسمان کو چھ دن میں بنایا اور آدم کو پیدا کیا اور رسول بھیجے اور سب کے آخر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل تھے"

تیرھویں حدیث | عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ الْبَاھِلِیْ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ اَنَا اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ (ابن ماجہ صفحہ ۳۰۷ باب فتنۃ الدجال وابن خزیمۃ والحاکم والضیا من منتخب الکنز)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں آخر الانبیاء ہوں اور تم سب سے آخری امت ہو۔

نوٹ:۔ لفظ آخر پر بحث لفظ "ختم" کے ضمن میں آئے گی۔

چودھویں حدیث | عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ مَرْفُوْعًا اَنَّہٗ لَمْ یَبْقَ بَعْدِیْ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ (النسائی و ابی داؤد من الفتح صفحہ نمبر ۳۶۱ جلد ۱۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ہے کہ میرے بعد سوائے رؤیائے صالحہ کے نبوت میں سے کوئی جزو باقی نہیں رہے گا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبوت کی کوئی قسم تشریعی یا غیر تشریعی یا بقول مرزا صاحب ظلی یا بروزی وغیرہ آنحضرتؐ کے بعد باقی نہیں رہ سکتی۔

پندرھویں حدیث | عَنْ ضَحَّاكِ بْنِ نَوْفَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا اُمَّةَ بَعْدَ اُمَّتِيْ (البیہقی فی کتاب الرؤیاء)

حضرت ضحاکؓ بن نوفل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور میری امت کے بعد کوئی امت نہیں ہوگی (طبرانی اور بیہقی نے روایت فرمایا ہے)

سولھویں حدیث | آپؐ نے فرمایا فَاِنِّیْ اٰخِرُ الْاَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِیْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۴۶)

کہ میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے۔ دوسری روایت میں تفصیل ہے:-

اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِیْ خَاتَمُ مَسَاجِدِ الْاَنْبِيَاءِ (رواہ الدیلمی وابن النجار والبزار من الکنز)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد مساجد انبیاء کی خاتم ہے۔

مطلب یہ ہے کہ نہ آپؐ کے بعد کوئی نبی ہوگا اور نہ کسی نبی کی مسجد بنے گی۔ جس کو مسجد نبوی کہا جائے۔

سترھویں حدیث آپؐ نے حجۃ الوداع میں قریباً ایک لاکھ ۲۴ ہزار نفوس قدسیہ کے سامنے فرمایا یَا اَیُّھَا النَّاسُ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا اُمَّۃَ بَعْدَکُمْ .... بعد میں فرمایا وَاَنْتُمْ تُسْئَلُوْنَ عَنِّیْ (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۶۱)

کہ اے لوگو خبردار رہنا اب میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا کیونکہ میں آخری نبی ہوں اور تمہارے بعد کوئی امت نہ ہوگی کیونکہ تم آخری امت ہو اور تم کو قیامت کے دن میری نسبت ہی سوال ہوگا کسی اور کی نسبت نہیں پوچھا جائیگا۔

گویا آپؐ نے آخری وصیت بھی فرما دی کہ میرے بعد کسی کو نبی نہ بنانا جو بنائے وہ آپؐ کی آخری وصیت کا بھی منکر ہے۔

اٹھارھویں حدیث ایک روایت میں اس طرح ہے:۔ لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا مَا وَسِعَہٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ (احمد و بیہقی مشکوٰۃ صفحہ ۲۹)

اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی میری پیروی اور اتباع کرتے پھر آپؐ نے فرمایا لَوْ اَتَاکُمْ یُوْسُفُ فَاتَّبَعْتُمُوْہُ وَتَرَکْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ...)

اگر یوسف علیہ السلام بھی آجائیں اور تم ان کی اتباع کرو اور میری پیروی چھوڑ دو تو البتہ ضرور گمراہ ہو جاؤ۔

مطلب صاف ہے کہ اگر آپؐ کے بعد یوسفؑ اور موسیٰ علیہ السلام جیسا کوئی نبی آئے تو بھی اس کی تابعداری گمراہی کا باعث ہے۔ لہٰذا آپؐ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں اور نہ کوئی نبی ہو سکتا ہے۔

انیسویں حدیث اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ (جمع الجوامع للسیوطی)

کہ میں تمہارے لئے باپ کی مانند ہوں میرے سوا تمہارا کوئی روحانی باپ نہیں بایہ مطلب کہ جس طرح تم اپنا باپ ایک ہی سمجھتے ہو کوئی دوسرا باپ بنانے کے لئے تیار نہیں۔ اسی طرح مجھ کو بھی سمجھو اور میری روحانی ابوت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرو۔

بیسویں حدیث عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ (رواہ البخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی کو ملا کر فرمایا کہ میں اور قیامت دونوں اس طرح ملے ہوئے بھیجے گئے ہیں جس طرح یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔ باتفاق علمائے حدیث اس سے مراد یہ ہے کہ آپؐ کے اور قیامت کے درمیان کوئی جدید نبی پیدا نہ ہوگا اور قیامت آپؐ کے ساتھ ملی ہوئی آنے سے یہی مراد ہو سکتی ہے ورنہ حدیث کا خلاف واقعہ ہونا لازم آتا ہے۔

برادران! مذکورہ پندرہ آیات قرآنیہ و بیس احادیث نبویہ سے بلا کسی قسم کی کھینچ تان کے بعبارت النص ثابت و عیاں ہے کہ صرف آنحضرت تمام انسانوں کے لئے قیامت تک ہادی ہیں اور جملہ انسان آپؐ ہی کی امت میں داخل ہیں اب آپؐ کے سوا اس امت کے لئے اور کوئی رسول نہ بنایا جائے گا بلکہ اس امت میں جو بھی نبوت کا دعوے کرے گا وہ حسب حدیث کذاب و دجال ہی ہوگا۔ نہ کہ صادق۔

اب ہم آپ کے سامنے مرزائیوں کی تحریریں جو ان آیات و احادیث کے جواب میں نیز اجرائے نبوت کے مسئلہ میں بیان کرتے

ہیں ہاں یہ کہنا ضروری ہے اور دنیا کا ہر فردِ بشر متفق ہے کہ ایک منصوص اور مبرہن ظاہر و عیاں بات کے خلاف کھینچ تان کرنا صاحب دیانت و ایماندار طبقہ کا کام نہیں اور نہ ہی ایسی کھرچ کھرچ کر پیدا شدہ باتوں کو شائستہ اعتنا سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ جو استنباط خلاف نص ہو وہ باطل اور ہوائے نفس ہوتا ہے۔ یہ قاعدہ اور اصول کل عقلاء کے نزدیک مسلّم ہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی مصنف کو جھوٹا، مغالطہ دہ وغیرہ کہے اور وہ اس پر دعویٰ کر دے۔ اور وکیل مدعی عدالت میں اس مصنف کی اعلیٰ حیثیت امیرانہ حالت حاکمانہ عہدہ وغیرہ پیش کرکے کہے کہ مدعا علیہ کے الفاظ شک میں داخل ہیں تو یقیناً عدالت اس عذر کو مردود قرار دے گی۔ کیونکہ از روئے قرآن کسی مصنف کے حق میں ان الفاظ کا لکھنا روا ہے (دیکھو مستثنیات دفعہ ۵۰۰)

بعینہٖ ہمارا اور مرزائیوں کا معاملہ ہے ہم نصوص قرآن و احادیث کی رو سے ختم نبوت کو ثابت کرتے ہیں بخلاف اس کے مرزائی محض کھینچ تان سے ان کو بگاڑنا اور اجراء نبوت کا ثبوت دینا چاہتے ہیں اس ضروری تمہید کے بعد ہم مرزائی تحریفات آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں:۔

آیت خاتم النبیین کے متعلق ہم نبی کریم صلعم کی صحیح و مسلمہ فریقین حدیث اور خود مرزا صاحب کی عبارت نقل کر آئے ہیں کہ آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء یعنی نبیوں کے بند کرنے والے ہیں۔

اعتراض خاتم نبوت کی زبر سے مہر کے معنی میں پس خاتم کا ترجمہ ختم کرنے والا نہیں ہو سکتا۔ (صفحہ ۵ پاکٹ بک مرزائیہ)

الجواب ۔ یہ بات خلاف قرآن و حدیث بلکہ خود خلاف اقوال مرزا

ہے :-

خاتم النبیین لفظ خاتم اور النبیین سے مرکب ہے اس لفظ کی قرأت پڑھنے میں اختلاف ہے سات قاریوں میں سے پانچ قاری (قرآن مجید کو عربی طرز پر پڑھنے والے) اس کو خاتَم النبیین پڑھتے ہیں یعنی ت کی زبر کے ساتھ اور صرف دو قاری (حسن اور عاصم) خاتِم نہیں پڑھتے بلکہ خاتَم پڑھتے ہیں یعنی ت کی زیر کی بجائے ت کی زبر۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اکثریت کے نزدیک درست خاتِم ہے۔ چونکہ خاتِم اور خاتَم پڑھنے سے فرق نہیں پڑتا تھا۔ اس لئے اس پر زور نہیں دیا گیا کہ ضرور خاتِم پڑھنا چاہیئے (ابن جریر جلد ۲۲ صـــ۱۱ ملخصًا)

مرزا صاحب نے ازالہ اوہام صـــ۶۱۴ طبع اول میں خاتم النبیین کے معنی "ختم کرنے والا نبیوں کا" کئے ہیں ؎

(ایک نکتہ) یہ معنی (نبیوں کی مہر) محاورات عرب کے بالکل خلاف ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ خاتم القوم کے بھی یہی معنی ہوں گے کہ اس کی مہر سے قوم بنتی ہے اور خاتم المہاجرین کے یہ معنی ہوں کہ اس کی مہر سے مہاجرین بنتے ہیں اسی طرح خاتم الاولاد کا بھی یہی مفہوم ہوگا کہ اس کی مہر سے اولاد بنتی ہے ؎

مرزائی عذر خاتم کے معنی نبیوں کو ختم کرنے والا مگر صرف صاحب شریعت نبیوں کو تمام کو نہیں ؎

"ہم خاتم النبیین کے معنے صاحب شریعت نبیوں کو ختم کرنے والا مانتے ہیں" (پاکٹ بک مرزائیہ مطبوعہ ۱۹۳۲ء صـــ۵۲۵)

الجواب اس آیت (خاتم النبیین) اور حدیث (لا نبی بعدی) میں ہر قسم کی نبوت جدیدہ کی بندش ہے جیسا کہ ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں خود مرزا صاحب کی زبان سے مزید سننا چاہو تو سنو

(۱) لَانَبِیَّ بَعْدِیْ میں (لا) نفی عام ہے" (ایام الصلح صفحہ ۱۴۶)
(۲) الا تعلم ان الرب الرحیم المتفضل سمی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء بغیر استثناء وفسرہ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ لا نبی بعدی (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲۰)
"کیا تم نہیں جانتے کہ خدا رحیم و کریم نے ہمارے نبی صلعم کو بغیر کسی استثناء کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے اور ہمارے نبی صلعم نے خاتم النبیین کی تفسیر لانبی بعدی کے ساتھ فرمائی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔"
(۳) خدا نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرتؐ پر ختم کر دیا۔" (قول مرزا الحکم ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)
(۴) "وحی رسالت ختم ہو گئی مگر ولایت و امامت و خلافت کبھی ختم نہ ہو گی۔" (مکتوب مرزا در تشحیذ الاذہان جلد ۱ صفحہ ۱)

تحقیقی جواب | اگر آیت خاتم النبیین میں تمام انبیاء علیہم السلام مراد نہیں بلکہ آپ انبیاء تشریعی کے خاتم ہیں تو کیا مرزائی دوست آیہ کریمہ:۔
(۱) وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ (سورۂ بقرہ) لیکن نیک وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور قیامت کے دن اور ملائکہ اور تمام آسمانی کتابوں پر اور تمام انبیاء پر۔
میں بھی یہی فرمائیں گے کہ تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری نہیں؟
(۲) فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ (پس اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا) کیا یہ معنی صحیح

ہو جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کو بشیر و نذیر بنایا اور بعض کو نہیں؟

وَلَا یَاْمُرَکُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰئِکَۃَ وَالنَّبِیّٖنَ اَرْبَابًا (آل عمران) (اللہ تعالیٰ تم کو اس کا حکم نہیں کرتا کہ ملائکہ اور انبیاء کو اپنا رب بنالو) کیا یہی مطلب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ بعض انبیاء کے رب بنانے کا حکم نہیں کرتا اور بعض کا کرتا ہے؟

(۴) وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ (الآیۃ) اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے عہد لیا۔ کیا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ بعض سے عہد لیا اور بعض سے نہیں؟

(۵) اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ (حدیث) میں مرسلین کا قائد ہوں کیا اس سے یہ مراد ہے کہ آپؐ بعض کے قائد ہیں اور بعض کے نہیں؟

الحاصل یہاں تمام انبیاء مراد ہیں۔
یعنی آپؐ تمام انبیاء علیہم السلام کے ختم کرنے والے ہیں۔
صرف بعض کے خاتم ماننے کی صورت میں خاتم النبیین ہونا آنحضرت صلعم کو کوئی خاص فضیلت نہیں رہتی پھر تو آدم علیہ السلام کے بعد ہر نبی اپنے سے پہلے انبیاء کا بقول مرزائیاں خاتم ہے۔ نیز آپؐ نے ختم نبوت کو باعث فضیلت علی الانبیاء گردانا ہے اب اگر بعض نبیوں کے آپؐ خاتم ہوں تو یہ فضیلت نہ رہی کیونکہ اس طرح ہر نبی کو اپنے سے سابق کا خاتم و ناسخ کہا جاسکتا ہے۔

اعتراض آیت یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ میں بعض انبیاء کیوں مراد لئے جاتے ہیں؟

الجواب اگر یہاں تمام انبیاء مراد لیں تو اس میں قرآن کریم کی تکذیب ہوگی اور آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ بنی اسرائیل تمام انبیاء

کو قتل کرتے تھے حالانکہ یہ کسی طرح درست نہیں ہو سکتی بلکہ کذب محض ہوگی۔ کیونکہ اول تو بنی اسرائیل کے زمانہ میں تمام انبیاء موجود نہ تھے۔ بہت سے ان سے پہلے گذر چکے تھے اور بعض ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ پھر ان کا تمام انبیاء کو قتل کرنا کیا معنے رکھتا ہے۔ دوم یہ بھی ثابت نہیں کہ بنی اسرائیل نے اپنے زمانہ کے تمام انبیاء موجودین کو بلا استثناء قتل ہی کر ڈالا ہو۔ بلکہ قرآن عزیز ناطق ہے فَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ جس نے صاف طور سے اعلان کر دیا کہ بنی اسرائیل نے تمام انبیاء موجودین کو بھی قتل نہیں کیا۔

لہٰذا ہم مجبور ہیں کہ یہاں بعض انبیاء مراد لیں مگر خاتم النبیین میں کونسی مجبوری حائل ہے؟

دوسرا عذر | خاتم کا لفظ ہمیشہ افضل کے معنوں میں آتا ہے جیسے خاتم الشعراء وغیرہ وغیرہ۔

الجواب | کیا خوب! کہاں تو خاتم کے معنی مہر کے کئے تھے پھر کہاں خاتم کے معنی بعض نبیوں کو بند کرنے والا اور کہاں یہ کہ "ہمیشہ افضل کے معنوں میں آتا ہے"، آہ! اذا لم تستحی فاصنع ما شئت

اس پر دلیل یہ دی ہے کہ آنحضرت نے اپنے چچا عباسؓ کو خاتم المہاجرین فرمایا اور علیؓ کو خاتم الاولیاء۔ حالانکہ عباسؓ کے بعد آج تک ہجرت جاری ہے اسی طرح ولایت بھی۔

آیات قرآن و احادیث صحیحہ واضح کے خلاف ایسی ولیسی رطب ویابس سے بھری ہوئی کتابوں کی روایات پیش کرنا مرزائی "دیانت" کا بین ثبوت ہے۔ پہلی روایت کنز العمال کی ہے جس کو سلسلہ سند حذف کرکے نقل کیا ہے۔ یہ روایت متصل سند ہی نہیں ہے مرسل

ہے:۔

عَنْ شَهَابٍ مُوْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اطْمَئِنَّ يَا عَمِّ فَاِنَّكَ خَاتَمُ الْمُهَاجِرِيْنَ الخ

دوسری روایت تفسیر صافی کی ہے جو سرے سے بے سند ہے لہٰذا حجت نہیں ؛

پہلی روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو ہمارے خلاف نہیں، بلکہ موید ہے ؛

اب حضرت عباس رضی کی ہجرت والی حدیث کا جواب سنئے کہ فتح مکہ سے پیشتر ہجرت الی المدینہ فرض تھی تاکہ تمام مسلمان مرکز اسلام یعنی مدینہ شریف میں جمع ہو کر قوت بھی پکڑ جائیں اور کفار کے مظالم سے بھی بچے رہیں۔ لیکن جب رمضان ۸ ہجری میں مکہ شریف فتح ہو گیا۔ تو اسلام غالب و قوی ہو گیا اور کفر کا زور ٹوٹ گیا تو آنحضرت صلعم نے پہلا حکم یعنی فرضیت ہجرت منسوخ کر دیا اور فرما دیا لَا هِجْرَةَ بَعْدَ فَتْحِ مَكَّةَ یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے ۔ اور حضرت عباس رض نے فتح مکہ سے قدرے ہی پیشتر ہجرت کی تھی۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رح اصابہ میں حضرت عباس رض کے متعلق لکھتے ہیں:۔

هَاجَرَ قَبْلَ الْفَتْحِ بِقَلِيْلٍ وَشَهِدَ الْفَتْحَ جلد سوم ص ۲۶۸

لے اس کا قصہ یوں ہے کہ فتح مکہ پر حضرت مجاشع بن مسعود سلمی اپنے بھائی مجالد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا کہ میرا یہ بھائی آپ کے دست مبارک پر ہجرت کی بیعت کرنا چاہتا ہے۔ آنحضرت آپ نے فرمایا : فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں لیکن میں اسلام پر اس کی بیعت لے لیتا ہوں)

(بخاری جز ۱۲ ص ۴۳۳)

مطبوعہ کلکتہ) یعنی حضرت عباس رضؓ نے فتح مکہ سے قدرے پیشتر ہجرت کی اور آپ فتح مکہ میں حاضر تھے ؛

آپ رضؓ کے ہجرت کرنے کے بعد کسی دیگر شخص کی ہجرت ثابت نہیں ہے پس حضرت عباس رضؓ آخری مہاجر ہوئے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ خاتم کے معنی آخری ہیں اور خاتم بمعنی افضل غلط ٹھیرے ؛

تنبیہ :- آنحضرت صلعم نے حضرت عباس رضؓ کو جو خاتم المہاجرین فرمایا تو اس سے آپؐ کا مقصود حضرت عباس رضؓ کی دلداری اور تسلی خاطر تھی کیونکہ حضرت عباس رضؓ نے خیال کیا کہ مجھ سے سابقیت ہجرت فوت ہوگئی ہے کیونکہ وہ ہجرت کے بہت پیچھے ایمان لائے تھے۔ پس آنحضرتؐ نے ان کی تسلی فرمائی کہ چچا جان! سابقیت کے فوت ہوجانے کا غم نہ کریں کیونکہ جس طرح سابقیت وجہ فضیلت ہو سکتی ہے اسی طرح خاتمیت بھی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ میں خاتم الانبیاء ہوں اور آپ خاتم المہاجرین ہیں۔ چنانچہ یہ بات آپؐ کے الفاظ اطْمَئِنْ یَا عَمِّ سے ظاہر ہے یعنی چچا جان آپ تسلی رکھیں ؛

(ب) ابو تمام طائی مؤلف دیوان حماسہ کی وفات پر حسن بن وہب عربی شاعر کے مرثیہ کے شعر میں جو اسے خاتم الشعراء کہا گیا ہے تو وہ شاعر کے ظن کی بنا پر ہے کہ اس کے نقطہ خیال میں ابو تمام اس کمال کا آخری مستحق تھا، پس اگر کوئی دیگر شخص ابو تمام کے برابر بلکہ اس سے بڑھ کر بھی ثابت ہو جائے تو ہو سکتا ہے کیونکہ حسن بن وہب شاعر عالم الغیب نہیں تھا۔ کہ اس کا قول غلط نہ نکلے لیکن جناب والا یہاں تو خدا تعالیٰ جو عالم الغیب ہے آنحضرت صلعم کی نسبت فرما رہا ہے کہ آپؐ خاتم النبیین ہیں اور آپؐ اس کی تفسیر آخر الانبیاء سے کرتے ہیں تو آپؐ ان دونوں (خدا تعالیٰ

اور اس کے رسولِ پاک) میں کسی کو حسن بن وہب جیسا گمان کر سکتے ہیں کہ ان کا علم ناقص و قاصر ہے اور انہیں حسن بن وہب کی طرح غیب پر اطلاع نہیں ہے؟

الزامی جواب مَاكَانَ مُحَمَّدٌ ...... وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ختم کرنے والا نبیوں کا۔ یہ آیت صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلعم کے کوئی رسول دنیا میں نہ آئے گا۔

کیا یہاں افضل کے معنوں میں ہے یا بند کرنے کے معنوں میں؟

(۲) اسی طرح پر میری پیدائش ہوئی یعنی جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوا اور میں ان کے خاتم الاولاد تھا (تریاق القلوب ص ۳۷۹)

اب مرزائی بتائیں کہ مرزا صاحب نے اپنی اس عبارت میں بند کرنے کے معنوں میں استعمال کیا ہے یا افضل کے معنوں میں؟

(۳) بنی اسرائیل کے خاتم الانبیاء کا نام جو عیسیٰ ہے (خاتمہ نصرة الحق ضمیمہ براہین احمدیہ مغرب)

بتاؤ کہ مرزا صاحب نے یہاں کن معنوں میں خاتم استعمال کیا ہے اگر مرزائی کہیں کہ یہاں خاتم کے معنی افضل کے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:۔

موسیٰ کے بعد سب کے سب نبی شریعت موسوی کے حامی اور خادم ہو کر آئے۔ (ملخصاً شہادۃ القرآن ص ۲۶)

(۴) حضرت کی کتابوں میں مسیح موعود کے کئی نام ہیں ایک نام ہے

خاتم الخلفاء ہے یعنی ایسا خلیفہ جو سب کے آخر آنے والا ہے۔"
(چشمہ معرفت ص ۳۱۸)

یہاں بھی مرزا جی نے خاتم بمعنی آخر لکھا ہے بمعنی افضل نہیں۔

(۵) "محمد صلعم کی شریعت خاتم الشرائع ہے۔" (چشمہ معرفت ص ۳۲۴)
یہاں بھی افضل مراد نہیں بلکہ بند کرنے والی شریعت مراد ہے۔

(۶) "چونکہ ہمارے سید و رسول صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت صلعم کوئی نبی نہیں آ سکتا اس لئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں۔"
(شہادت القرآن ص ۲۸)

یہاں بھی مرزا جی کو اعتراف ہے کہ خاتم بمعنی ختم کرنے والا ہے اور مرزائیوں کے من گھڑت معنی افضل کے غلط اور بے دلیل ہیں۔

(۷) "قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں خواہ وہ نیا ہو یا پرانا ہو۔" (ازالہ اوہام ص ۷۶۱)
اس جگہ بھی مرزا صاحب خاتم کے معنی بند کرنے والا مراد لیتے ہیں۔

(۸) "و ان رسولنا خاتم النبیین و علیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین" (حقیقۃ الوحی ص ۶۴ ضمیمہ عربی)

ناظرین! مندرجہ بالا حوالہ جات میں الفاظ خاتم النبیین، خاتم الاولاد، خاتم الخلفاء، خاتم الشرائع، خاتم الانبیاء وغیرہ ختم کرنے کے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں نہ کہ افضل کے معنوں میں۔

نوٹ - جب رسول خدا صلعم نے خود تفسیر کر دی کہ خاتم النبیین کے معنی لانبی بعدی ہے۔ اور مرزا صاحب اس پر صاد کرتے ہیں تو پھر دور دراز کی تاویلیں کرنا اور کبھی لوگوں کے اقوال پر از راہ شرارت

تکیہ لگانا بے ایمانی نہیں تو اور کیا ہے۔ مرزا صاحب خود فرماتے ہیں:-

"ملہم کے بیان کردہ معنوں پر کسی اور کی تشریح اور تفسیر ہرگز معتبر نہیں۔" (اشتہار مرزا ۲ اگست ۱۸۸۷ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱ صفحہ ۱۲۱)

"اصطلاحی امور میں لغت کی طرف رجوع کرنا حماقت ہے" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۸ طبع اول)

لہٰذا یہ کسی کو سزاوار نہیں کہ رسول خدا صلعم کے بیان کردہ معنوں کے آگے چوں چرا کرے اور خود ساختہ تاویلیں کرے۔

نکتہ۔ یاد رہے کہ خاتم کا استعمال سب سے پہلے قرآن مجید نے کیا ہے۔ اس سے پہلے کلام عرب میں یہ استعمال موجود نہیں۔ اور قرآن مجید کا یہ استعمال اپنے حقیقی معنوں میں ہے کیونکہ حقیقت پہلے ہے اور مجاز بعد میں۔

مرزائی عذر | خاتم القوم کا کوئی محاورہ نہیں۔

الجواب | یہ محاورہ ہو یا نہ ہو۔ خدا نے آنحضرتؐ کو خاتم النبیین کہا ہے اور آنحضرتؐ نے اس کی تفسیر لانبی بعدی کی ہے اور مرزا نے اس کے معنی نبیوں کو ختم کرنے والا لکھے ہیں لہٰذا یہ عذر بھی بے دینی کی دلیل ہے۔

مرزائی عذر | حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ تو کہو، مگر لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ نہ کہو۔

الجواب | یہ روایت بے سند محض ہے پھر بھی ہمارے خلاف نہیں جن معنوں میں یہ کہا گیا ہے ان معنوں میں ہم بھی لانبی بعدی نہیں کہتے بلکہ ان معنوں سے ہم خاتم النبیین بھی نہیں کہتے۔

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ مسیحؑ گذشتہ نبی ہیں۔ جن کی آمد قرآن و حدیث میں مذکور ہے جس پر جمیع اہل اسلام متفق ہیں۔ خاتم النبیین نئے پیدا ہونے والے نبیوں کے بارے میں ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی پیدا نہ ہوگا چنانچہ علامہ زمخشری آیت خاتم النبیین کے ذیل میں خود ہی سوال کرتے ہیں اور خود اس کا جواب دیتے ہیں (فان قلت) کیف کان اخر الانبیاء و... عیسی ینزل فی اخر الزمان (قلت) معنی کونہ اخر الانبیاء انہ لا ینبأ احد بعدہ و عیسی ممن نبی قبلہ (کشاف جلد ۲ ص۲۱۵) اگر تو کہے کہ آپ کس طرح آخری نبی ہو سکتے ہیں حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں نازل ہوں گے۔ تو اس کے جواب میں میں یہ کہتا ہوں کہ آپؐ کے آخری نبی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی شخص نبی بنایا نہیں جائے گا اور حضرت عیسیٰؑ ان میں سے ہیں جو آپؐ سے پہلے نبی بن چکے ہیں۔

مزید برآں کسی صحابی کا قول حدیث نبوی کے سامنے حجت نہیں ہے بلکہ حضرت عائشہ صدیقہؓ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت فرماتی ہیں:۔

(۱) عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لا یبقی بعدی من النبوۃ الا المبشرات قالوا یا رسول اللہ وما المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ یراھا المسلم او یری لہ (مسند احمد) حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے بعد نبوت میں سے کوئی جزو باقی نہیں رہے گا سوائے مبشرات کے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مبشرات کیا چیز ہے، آپؐ نے فرمایا کہ اچھی خواب جو کوئی مسلمان دیکھے یا اس کے لئے کوئی اور دیکھے۔

(۲) انا خاتم الانبیاء و مسجدی خاتم مساجد الانبیاء

(کنز العمال) یعنی میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد انبیاء کی مساجد میں سے آخری مسجد ہے ؛

کیا اس کے بعد بھی کسی مسلمان بلکہ منصف انسان کے لئے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر یہ افترا باندھے کہ آپؓ ختم نبوت کا انکار کرتی تھیں - ان احادیث صحیحہ کے بعد بھی ایک غیر مستند قول پیش کرنا ظلم نہیں تو اور کیا ہے ؟

مرزائی عذر دوسری آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کا یہ جواب ہے کہ :-

"تورات بھی تمام تھی مگر اس کے بعد پھر کتاب آگئی (۲) قرآن شاہد ہے کہ حضرت یوسفؑ پر بھی نعمت پوری کی گئی تھی۔ (۳) انعام صرف نبوت ہی نہیں آیت قرآن کی رو سے نبوت صدیقیت ۔ شہادت ۔ صالحیت سب انعام ہیں کیا یہ بھی بند ہیں؟ (ملخصاً صفحہ ۵۲)

الجواب (۱) تورات بیشک تمام تھی مگر اپنے وقت اور قوم کے لئے۔ گذشتہ نبی مخصوص قوموں کی طرف مبعوث ہوئے تھے ، (مرزائی پاکٹ بک صفحہ ۳۴۳) وَکَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِہٖ خَاصَّۃً وَبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّۃً (بخاری و مسلم مشکوٰۃ باب سید المرسلین) پہلے نبی اپنی اپنی قوم کی طرف آئے اور میں تمام دنیا کی طرف ۔

(۲) پس توریت اپنی ذات میں تمام تھی مگر کامل دین الٰہی اور تمام نبوت اور تعلیم عالمگیر کے رو سے ناقص تھی۔ اب قرآن شریف اور دوسری کتابوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی کتابیں اگر ہر ایک طرح کے خلل سے محفوظ بھی رہتیں پھر بھی بوجہ ناقص ہونے تعلیم کے ضرور تھا

کہ کسی وقت کامل تعلیم آوے۔ مگر قرآن شریف کے لئے اب یہ ضرورت درپیش نہیں کیونکہ کمال کے بعد اور کوئی درجہ نہیں × × تو نئی شریعت اور نئے الہام کے نازل ہونے میں بھی امتناع عقلی لازم آیا۔ آنحضرت حقیقت میں خاتم الرسل ہیں'' (براہین احمدیہ ص۱۱۱ ملخصاً بلفظہ)

اور حضرت یوسفؑ پر جو نعمت تمام ہوئی وہ اسی طرح کا اتمام تھا کَمَا اَتَمَّهَا عَلٰی اَبَوَیْکَ (یوسف ع۱) جیساکہ اس کے باپ دادوں پر ہوا تھا یعنی وقتی اور حسبِ ضرورت زمانہ۔ جیساکہ ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں)

نبوت۔ صدیقیت۔ شہادۃ۔ صالحیت بلاشبہ انعام ہے اسی طرح صاحب شریعت نبی ہونا بھی انعام ہے۔ جس کی قسمت میں ابتدائے آفرینش سے قسام ازل نے ختم نبوت کا تمغہ مقسوم رکھا تھا۔ جبکہ آدمؑ مُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِهٖ گوندھی ہوئی مٹی میں پڑے تھے۔ اس کے بعد بھی اس انعام کی توقع بلکہ تقدیر الٰہی کو الٹ دینے کی ناپاک کوشش کرنا کچھ اوندھی کھوپری والے انسانوں کو ہی سوجھتا ہے اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۔

مرزائی عذر آیات وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔ کَآفَّةً لِّلنَّاسِ ۔ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا ۔

کہ ''حضرت موسیٰؑ تمام بنی اسرائیل کی طرف رسول تھے گیا ان کے بعد بنی اسرائیل ہی کے لئے حضرت داؤدؑ۔ سلیمانؑ اور حضرت عیسیٰؑ نبی ہو کر نہیں آئے؟

الجواب ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ وہ شریعت نا تمام و ناقص تھی۔ اس لئے وقتی ضروریات کے لئے انبیاء کا آنا ضرور تھا۔ اور تورات کے متعلق قرآن شریف میں ہرگز ہرگز حضرت موسیٰؑ کا یہ دعویٰ موجود نہیں

کہ تمام بنی اسرائیل کے لئے صرف میں ہی اکیلا رسول ہوں بخلاف اسکے قرآن مجید کامل مکمل غیر متبدل اٹل قانون اور محمد رسول اللہ صلعم تمام دنیا کے لئے اکیلے رسول ہونے کے مدعی ہیں اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ۔ (صحیح مسلم) میں تمام دنیا جہان کی طرف بھیجا گیا ہوں میرے ساتھ نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اَنَا رَسُوْلُ مَنْ اَدْرَکْتُ حَیًّا وَمَنْ یُّوْلَدُ بَعْدِیْ۔ (کنز العمال جلد ۶ صہ ۲۲۹ طبقات ابن سعد جلد ۲ صہ ۱۰۱)

"خدا نے سب دنیا کے لئے ایک ہی نبی بھیجا"
(چشمہ معرفت صفحہ ۱۳۶)

احادیث نبویہ اور مرزائی اعتراضات

حضرت علیؓ کو جو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں (بخاری) اس کا جواب یہ دیا ہے کہ دوسری حدیث میں لَسْتَ نَبِیًّا آیا ہے یعنی اے علی تو میرے بعد نبی نہیں۔ یعنی نفی عام نہیں بلکہ نفی کمال ہے۔

الجواب دونوں حدیثیں باہم مخالف نہیں۔ بیشک حضرت علیؓ نبی نہ تھے اور بیشک دوسری حدیث کے مطابق آپؐ کے بعد کوئی نبی بھی نہ ہوگا۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے صاف فرما دیا ہے کہ قیامت تک تیس کذاب پیدا ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے مگر میں خاتم النبیین ہوں۔ اسی طرح امت میں مدعیان نبوت کے کذاب ہونے کی حدیث بیان کی اور اپنا کافۃ الناس کی طرف رسول ہونا فرمایا۔

پس حضرت علیؓ کو جو فرمایا گیا کہ تو نبی نہیں اس کا باعث یہ ہے کہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

دوسرا اعتراض ۔ حدیث میں لا نفی جنس نہیں بلکہ نفی کمال ہے یعنی

میرے جیسا کامل نبی نہ ہوگا ؛

الجواب اس اعتراض کی رُو سے مطلب یہ نکلا کہ اے علی تو میرے جیسا کامل نبی نہیں ہوگا مگر گھٹیا نبی ہوگا۔ ماشاء اللہ کیا علمیت ہے پھر اس جواب میں یہ بھی قباحت ہے کہ آنحضرتؐ سے پہلے ہر قسم کے نبی آئے تھے صاحب کتاب بھی اور بغیر کتاب کے بھی جیسا کہ مرزا و مرزائیوں کو مسلم ہے (اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء) اور آنحضرت صلعم نے اپنے آپ کو جملہ انبیاء کا ختم کرنے والا فرمایا ہے۔ اب اگر آپؐ کے بعد کوئی بغیر کتاب کے نبی آجائے تو آپؐ خاتم الانبیاء کیسے ہوئے اور فضیلت کیا ہوئی ؟ کیا حضرت موسیٰؑ جیسا کوئی نبی بنی اسرائیل میں ان کے بعد آیا ہے ؛ ہرگز نہیں۔ یقین نہ ہو تو اپنے نبی کی کتاب شہادۃ القرآن صفحہ ۲۶ نکال کر پڑھ لو کہ موسیٰؑ کے بعد سب کے سب نبی شریعت موسوی کے حامی خادم وغیرہ تھے۔ حاصل مطلب یہ کہ یہ جواب بھی سراسر لغو۔ لچر۔ بے ہودہ اور جاہلانہ ہے ؛

مزید برآں مرزا صاحب کو مسلم ہے کہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ نفی عام ہے " لا نبی بعدی میں (لا) نفی عام ہے پس یہ کسقدر دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے ،، (ایام الصلح صفحہ ۱۴۶)

لہٰذا ثابت ہوا کہ لا نفی کمال نہیں بلکہ عام ہے جو کہ مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے ؛

اعتراض جب کسریٰ ہلاک ہو جائیگا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب کسریٰ ہلاک ہو

جائے گا تو کوئی تاجدار ایران میں کسریٰ جیسا نہیں ہوگا ایسے ہی قیصر روم کے بعد قیصر روم ہرقل جیسا نہ ہوگا۔

الجواب | قیصر و کسریٰ سے مراد دونوں کی سلطنتیں ہیں۔ واقعات شاہد ہیں کہ جب سے کسریٰ کی سلطنت تباہ ہوئی اس وقت تک ایران کے کسی بادشاہ کا نام کسریٰ نہیں ہوا۔ جب سے قیصر کی اقلیم زیر و زبر ہوئی ہے روم کا کوئی بادشاہ ملقب بہ قیصر نہیں ہوا اور یہ پیشگوئی بالکل پوری ہوئی۔ مزید برآں جب آپ کے حکم (مرزا صاحب) نے فیصلہ کر دیا ہے کہ نفی کمال نہیں بلکہ عام ہے تو پھر اس قسم کی مثالیں دینا حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟

اعتراض | حدیث لا نبی بعدی میں لفظ بعد غیر بھی مغایرت اور مخالفت کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ فبای حدیث بعد اللہ وآیاتہ یومنون (جاثیہ رکوع ۱) اللہ اور اس کی آیات کے بعد کون سی بات پر وہ ایمان لائیں گے۔ اللہ کے بعد سے کیا مقصد ہے؟ کیا اللہ کے فوت ہو جانے کے بعد؟ (معاذ اللہ) یا اللہ کی غیر حاضری میں؟ ظاہر ہے کہ دونوں معنی باطل ہیں۔ پس یہ مطلب ہوگا کہ اللہ کے خلاف اللہ کو چھوڑ کر۔ پس یہی معنی ہیں لا نبی بعدی کے۔ یعنی مجھ کو چھوڑ کر یا میرے خلاف رہ کر کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

حدیث میں ہے آنحضرت نے فرمایا فاولتھما کذابین یخرجان بعدی فکان احدھما العنسی والآخر مسیلمۃ (بخاری کتاب المغازی وفد بنی تمیم جلد ۲)

یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ خواب میں میں نے سونے کے کنگن جو دیکھے۔ اور ان کو پھونک مار کر اڑا دیا تو اس کی تعبیر میں نے یہ کی اس سے مراد

دو کذاب ہیں جو میرے بعد نکلیں گے۔ پہلا اسود عنسی ہے اور دوسرا مسیلمہ۔ یہاں بعد سے مراد غیر حاضری یا وفات نہیں بلکہ مخالفت ہے۔ کیونکہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی دونوں آنحضرت صلعم کی زندگی ہی میں مدعی نبوت ہو کر آنحضرت صلعم کے بالمقابل کھڑے ہو گئے تھے۔

الجواب | بعد کا ترجمہ "مخالفت" خلافِ عربیت ہے۔ لغتِ عربی کی کسی کتاب میں بعد کے معنی مغایرت و مخالفت کے نہیں لکھے ہیں۔ نہ اہل زبان سے اس کی کوئی نظیر موجود ہے۔ حدیث لانبی بعدی کے معنی دوسری حدیثیں خود واضح کرتی ہیں۔ صحیح بخاری میں لم یبق من النبوۃ (مشکوٰۃ صـ۴۲۱) یہاں بعد کا لفظ موجود نہیں اور ہر قسم کی نبوت کی نفی ہے۔ کوئی نیا نبی نہ موافق آئے گا نہ مخالف۔ صحیح مسلم میں ہے انی اٰخر الانبیاء (ص جلد ۲) پس اگر کوئی نیا ہی نبی گو موافق سہی آجائے تو آپ کی آخریت باقی نہیں رہتی۔ ابوداؤد اور ترمذی میں ہے انا خاتم النبیین لا نبی بعدی (مشکوٰۃ صـ۴۶۵) یہاں لا نبی بعدی کے ساتھ وصف خاتم النبیین بھی مذکور ہے جو بعد کے بمعنی "مخالفت" کے لینے کی تردید کرتا ہے کیونکہ نئے موافق نبی کا آنا ختمِ نبوت کے منافی ہے مسند احمد اور ترمذی میں ہے ان الرسالۃ والنبوۃ انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی (ابن کثیر صـ۸۹ جلد ۸) یہاں بعد کے معنی مخالفت کے لینے کی تردید انقطعت سے ہو رہی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ (موافق و مخالف) ہر قسم کی رسالت و نبوت بند ہو گئی ہے۔ پس، میری رسالت و نبوت کے بعد نہ تو کوئی رسول ہی ہوگا اور نہ نبی؛

اب سورۂ جاثیہ کی آیت مذکورہ کی تحقیق سنئے قرآن مجید عربی زبان میں ہے۔ عربی زبان جاننے کے لئے بہت سے فنون جو قرآن کے خادم ہیں حاصل کرنے کی ضرورت ہے منجملہ ان کے ایک فن علم

معانی کا ہے۔ اس علم میں ایک باب ایجاز کا ہے جس میں لفظاً اصل مراد سے کم لیکن کافی ہوتا ہے۔ اس کی دوسری قسم ایجاز حذف ہے جس میں کچھ محذوف ہوتا ہے۔ آیت مذکورہ اسی قبیل سے ہے، اور بَعۡدَ اللّٰہِ میں بعد کا مضاف الیہ محذوف ہے۔ چنانچہ تفسیر معالم وخازن میں ہے اَیۡ بَعۡدَ کِتَابِ اللّٰہِ اور تفسیر جلالین وبیضاوی وکشاف وسراج المنیر وابوالسعود وفتح البیان وابن جریر میں ہے اَیۡ بَعۡدَ حَدِیۡثِ اللّٰہِ وَھُوَ الۡقُرۡاٰنُ اس کی تائید دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے سورہ اعراف ومرسلات میں ہے فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍ بَعۡدَہٗ یُؤۡمِنُوۡنَ (پ ۹ وپ ۲۹) بعدہٗ کا ضمیر مجرور راجع ہے حدیث کی طرف۔ یعنی کس بات پر اس بات کے بعد ایمان لائیں گے؟ اسی طرح نبی صلعم کی بعض دعائیں جو حدیثوں میں آئی ہیں ان میں بھی ایجاز حذف ہے۔ دعائے نوم میں وارد ہے اَنۡتَ الۡاٰخِرُ فَلَیۡسَ بَعۡدَکَ شَیۡءٌ (مسلم ص ۳۴۸ جلد ۲) اَیۡ بَعۡدَ اٰخِرِیَّتِکَ (مرقاۃ ص ۱۰۸ جلد ۳) فَلَا شَیۡءَ بَعۡدَہٗ (مسلم ص ۳۵ جلد ۲) اَیۡ اَمۡرُہٗ بِالۡفَنَاءِ اسی طرح حدیث لَا نُبُوَّۃَ بَعۡدِیۡ (مسلم ص ۲۷۸ جلد ۲) کے معنی ہیں لَا نُبُوَّۃَ بَعۡدَ نُبُوَّتِیۡ یعنی میری پیغمبری کے بعد کوئی پیغمبری نہیں ہے ؎

مرزائیوں کی دوسری دلیل (اسود اور مسیلمہ) کا جواب یہ ہے کہ یہاں بھی ایجاز محذوف ہے اور بعد کا مضاف الیہ محذوف ہے یعنی یخرجان بعد نبوتی (فتح الباری انصاری پ ۱۸ ص ۵۰) مطلب یہ ہے کہ اب جبکہ نبوت مجھے مل چکی ہے اس کے مل جانے کے بعد ان دونوں کا ظہور ہوگا۔ چنانچہ مسیلمہ اور اسود عنسی کا ظہور آپ کے نبی ہو چکنے کے بعد ہی ہوا ہے نہ قبل۔ اس محذوف پر قرینہ صحیح بخاری کی دوسری حدیث

جس کے الفاظ یہ ہیں اَلْکَذَّابَیْنِ الَّذَیْنِ اَنَا بَیْنَہُمَا (پ ۲۸ وپ ۲۹)
یعنی وہ دونوں جھوٹے مدعی نبوت کہ ان دونوں کے درمیان میں موجود ہوں
ہوں۔ اسی معنی کو واضح کرنے کے لئے امام بخاری نے حدیث بخرجان بعدی
کے متصل ہی اَنَا بَیْنَہُمَا کی روایت ذکر کی ہے۔ دیکھو کتاب المغازی۔

اصل بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بات بنانے پر تل جائے
تو پھر کوئی پروا نہیں کرتا کہ بات بنتی بھی ہے یا نہیں، قرآن کی مخالفت
ہو یا حدیث کی مخالفت اور عربی زبان کی مخالفت، اسے کوئی حجب
نہیں ہوتا۔ مرزا صاحب اور ان کی "امت" کا یہی حال
ہے۔

حاصل کلام یہ کہ کتاب وسنت ولغت وعرب میں لفظ "بعد"
بمعنی "مخالفت" نہیں آیا۔ وھو المراد

نوٹ:

مرزا صاحب نے بھی اس کی تائید کی ہے اور انہوں نے بھی
لا نبی بعدی کے معنے خود ہی کئے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں
آئے گا چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت ﷺ نے بار بار فرمادیا کہ میرے بعد کوئی نبی
نہیں آئے گا اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور
تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف
جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ ولکن رسول
اللہ وخاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی
الحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے"
(کتاب البریت مصنفہ مرزا صفحہ ۱۸۴)

دوسری طرز سے ۔ اس جواب میں بھی وہی بے دینی ٹپک

رہی ہے کیا حضرت علیؓ آنحضرتؐ کے مخالف تھے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ان کو یہ جواب دینا کہ گو تم میرے ساتھ وہی نسبت رکھتے ہو جو موسیٰؑ کے ساتھ ہارونؑ کو تھی مگر میرے مخالف بن کر تم نبی نہیں ہو سکتے کیا مطلب ہے؟ کیا حضرت علیؓ نے نبوت کا عہدہ مانگا تھا جو یہ جواب دیا گیا ہے؟

ناظرین کرام! غور فرمایئے حضرتؐ جنگ کو تشریف لے جا رہے ہیں حضرت علیؓ کو اپنے پیچھے چھوڑتے ہیں۔ جناب علیؓ کو اس بات کا ملال ہے کہ مجھے ساتھ کیوں نہیں لے جاتے۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ اے علیؓ میں تجھے کسی مغائرت کی خاطر چھوڑ کر نہیں جا رہا بلکہ اپنے بعد اپنا جانشین کرکے جا رہا ہوں۔ جس طرح حضرت موسیٰؑ ہارونؑ کو اپنا خلیفہ بنا گئے تھے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہارونؑ نبی تھے تم نبی نہیں اور تیرا نبی نہ ہونا بھی ہارونؑ سے کم استعدادی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ امر مقدر یوں ہی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

نیز صحیح مسلم غزوہ تبوک میں حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کی وہ حدیث جس میں لانبی بعدی کے بجائے لانبوۃ بعدی کے الفاظ موجود ہیں (باب فضائل علیؓ) جس کے معنی یہ ہیں کہ میرے بعد نبوت نہیں۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لانبی بعدی اور لانبوۃ بعدی کے ایک ہی معنی ہیں یعنی آپؐ کے بعد کسی کو نبوت نہ دی جائے گی۔

آگے چل کر بعض علمائے متقدمین کی تحریرات سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ لانبی بعدی سے مراد صرف صاحب شریعت نبی کی نفی ہے بغیر شریعت کے نبی آسکتا ہے:۔

الجواب جبکہ لانبی بعدی کے معنی بقول شما مسیلمہ کذاب وغیرہ مخالفین سے نبوت کی نفی ہے مسلمانوں سے نہیں۔ تو پھر تشریعی

اور غیر تشریعی شرط کے کیا معنی؟ کیا مخالفین یعنی مسیلمہ کذاب وغیرہ کے گروہ میں غیر تشریعی نبی کا امکان ہے؟ پھر تو مرزا صاحب ایسا ہی دعویٰ کرتے تھے (ملاحظہ ہو ص۲۵ تجلیات الٰہیہ) احمدی دوستو! غور کرو تمہاری بددیانتی تمہیں کہاں کہاں دھکے دلوا رہی ہے۔ ہاں جناب جب صرف شریعت والے انبیاء کی نفی ہے اور مرزا صاحب نے جو کہا ہے کہ وہ "لا" نفی عام ہے۔ "یہ جھوٹ اور افترا ہے" تو پھر آں حضرتؐ کی فضیلت کیا ہوئی۔ اور آپؐ بقول شما آئندہ کے نہ سہی) سابقہ انبیاء (جن میں "صدہا" بغیر کتاب" کے تھے، ان کے خاتم کیسے ہوئے! صاحبان! انصاف فرمائیے اگر جب آپؐ بغیر شریعت والے نبیوں کے خاتم ہی نہیں ہیں تو پھر مرزائیوں کا یہ کہنا کہ "آنحضرت پہلے سب نبیوں کے خاتم تھے" (مفہوم ص۱۷۱) کیا معنی رکھتا ہے! الغرض یہ عذر باطل ہے

"خدا نے اپنی تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرتؐ پر ختم کر دیا" (اخبار الحکم ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

جن علماء نے شریعت کی قید لگائی ہے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی آمد کو ملحوظ رکھ کر لگائی ہے یعنی وہ چونکہ حسب احادیث آنے والے ہیں اور ادھر آنحضرتؐ خاتم النبیین ہیں اس لئے انہوں نے تخصیص کر دی کہ شریعت والی نبوت ختم ہے اور عیسیٰ علیہ السلام بغیر شریعت کے ایک خادم کی طرح کام کریں گے۔

حالانکہ ختم نبوت کے یہ معنی ہی نہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی نیا عہدۂ نبوت نہ پائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام تو پہلے سے نبی ہیں (لا نبی بعدی لا ینبأ احد بعدی) کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی بنایا ہی نہ جائیگا

باقی رہا ابن عربی وغیرہ کی تحریروں میں نبوت کے جاری رہنے کا ذکر سو اول تو مرزائیوں کو خاص طور پر شرم کرنی چاہیئے کہ جس شخص کو مرزا صاحب

نے وحدت الوجود کا بڑا حامی قرار دیا اور "رسالہ تقریر یا ور خط" میں وحدت وجودیوں کو ملحد - زندیق وغیرہ قرار دیا ہے۔ آج اسی کی تحریر کو دلیل بنایا جاتا ہے وہ بھی نصوص قرآن اور احادیث رسول علیہ السلام کے مقابلہ پر اس پر مزید لطف یہ کہ ان کی تحریرات میں بھی خیانت معنوی کی جاتی ہے۔ ابن عربی وغیرہ صوفیاء کرام کی اصطلاح میں مرزائیوں کی طرح نبی دو قسم کے نہیں۔ ایک شریعت والے اور دوسرے بغیر شریعت کے بلکہ ان کے نزدیک جملہ نبی سب کے سب صاحب شریعت ہیں۔ ہاں اتنا فرق ہے کہ وہ جملہ انبیاء کرام کو رسول کہتے ہیں اور غیر نبی اولیاء کو تشریعی نبی۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ رسول وہ ہیں جن کو تبلیغ احکام شرعیہ کا حکم ہو جو اس پر نازل ہوتے ہیں اور نبی جس کو الہام تو ہو مگر وہ اس کی تبلیغ کے لئے مامور نہ ہو:

اَلْفَرْقُ بَیْنَهُمَا هُوَ اَنَّ النَّبِیَّ اِذَا اُلْقِیَ اِلَیْهِ الرُّوْحُ شَیْئًا اِنْتَصَرَ بِهٖ ذٰلِکَ النَّبِیُّ عَلٰی نَفْسِهٖ خَاصَّۃً وَیَحْرُمُ عَلَیْهِ اَنْ یُّبَلِّغَ غَیْرَہٗ ثُمَّ اِنْ قِیْلَ لَهٗ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ اِمَّا لِطَائِفَۃٍ مَخْصُوْصَۃٍ کَسَائِرِ الْاَنْبِیَاءِ اَوْ عَامَّۃً لَمْ یَکُنْ ذٰلِکَ اِلَّا لِمُحَمَّدٍ سُمِّیَ بِهٰذَا الْوَجْهِ رَسُوْلًا وَاِنْ لَّمْ یَخُصَّ فِیْ نَفْسِهٖ بِحُکْمٍ لَا یَکُوْنُ لِمَنْ اَلْهَمَهُمْ فَهُوَ رَسُوْلٌ لَا نَبِیٌّ وَاَعْنِیْ بِهَا نُبُوَّۃَ التَّشْرِیْعِ الَّتِیْ لَا یَکُوْنُ لِلْاَوْلِیَاءِ (الیواقیت والجواہر) ؎۲۵

نبی وہ ہے جس پر وحی خاص اس کی ذات کے لئے نازل ہو وہ اسکی تبلیغ پر مامور نہ ہو پھر اگر اس کو ایسا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس کی تبلیغ پر مامور ہوا ہے خواہ کسی خاص قوم کی طرف جیسا جملہ انبیاء کرام یا تمام دنیا

کی طرف تو وہ رسول ہے مگر تمام دنیا کی طرف رسول سوائے محمد صلعم کے اور کوئی نہیں ہوا۔ اور ہم نے جو نبوت تشریعی کا ذکر کیا ہے وہ یہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی یہ نبوت اولیاء کے لئے نہیں ہے *

قد ختم الله تعالیٰ بشرع محمد صلعم جمیع الشرائع فلا رسول بعدہ یشرع ولا نبی بعدہ یرسل الیہ بشرع یتعبد بہ فی نفسہ انما یتعبد الناس بشریعتہ الی یوم القیمۃ (الیواقیت جلد ۲)

خداتعالیٰ نے جملہ شرائع کو شریعت محمدیہ پر ختم کر دیا۔ آپؐ کے بعد نہ کوئی نبی ہی آئے گا جس پر خاص اس کی ذات کے لئے وحی ہو اور نہ رسول ہی آئے گا جو تبلیغ کے لئے مامور ہوتا ہے *

الذی اختص بہ النبی من ھذا دون الولی الوحی بالتشریع فلا یشرع الا النبی ولا یشرع الا الرسول (فتوحات مکیۃ)

یہ وہ خصوصیت ہے جو ولی میں نہیں پائی جاتی صرف نبی میں پائی جاتی ہے یعنی وحی تشریعی شرع نہیں مگر نبی کے لئے اور رسول کے لئے *

ان تحریرات سے صوفیاء کا مطلب ظاہر ہے۔ یعنی وہ جملہ انبیاء کو تو تشریعی نبی کہتے ہیں اور اولیاء امت کاملین کا انہوں نے غیر تشریعی نبوت لکھا ہے لکل ان یصطلح

مرزائی عذر حدیث اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث غریب ہے لہٰذا حجت نہیں *

الجواب کیا غریب حدیث ضعیف یا غلط ہوتی ہے؟ ہرگز نہیں صحیح ہوتی ہے چنانچہ خود مرزا صاحب نے بھی اس کو مانا ہے جیسا کہ ہم بحوالہ ازالہ اوہام صفحہ ۹۸ طبع دوم عبارت درج کر آئے ہیں اگر

حدیث غیر معتبر ہوتی تو مرزا صاحب اس کو ازالہ اوہام میں ہرگز درج نہ کرتے
کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ:۔

"لوگ آنحضرت ﷺ کی حدیثیں زید و عمر سے ڈھونڈتے ہیں اور میں بلا انتظار آپ کے منہ سے سنتا ہوں" (دافع الوساوس ص۲۵)

اعتراض | لَوْ لَمْ اُبْعَثْ لَبُعِثْتَ یَا عُمَرُ (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۵ ص۵۱۹ در حاشیہ مشکوۃ مجتبائی باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ ص۵۵۸)

یعنی اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو اے عمر تو مبعوث ہوتا۔

یا

لَوْ لَمْ اُبْعَثْ فِیْکُمْ لَبُعِثَ عُمَرُ فِیْکُمْ (کنوز الحقائق ص۱۵۲)

اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو عمر تم میں مبعوث ہو جاتا۔ خلاصہ یہ ہے "کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر" کا مطلب یہ ہے اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو تم میں عمر مبعوث ہو جاتا۔ کیونکہ حضرت صلعم مبعوث ہو گئے لہٰذا حضرت عمر نبی نہ ہو سکے"

الجواب | ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں تحت حدیث لو کان بعدی نبی لکان عمر رضی اللہ عنہ لکھا ہے (وفی بعض طرق ھذا الحدیث لو لم ابعث لبعثت یا عمر) (ص۵۳۹) لیکن مولوی صاحب نے نہ راوی حدیث کا نام لیا ہے نہ مخرج کا پتہ دیا ہے نہ الفاظ مذکورہ حدیث کی کسی معتبر یا غیر معتبر کتاب میں ملتے ہیں البتہ حافظ مناوی نے کنوز الحقائق میں اس کے ہم معنی روایت دو طریق سے نقل کی ہے۔ ایک تو ابن عدی کے حوالہ سے جس کے الفاظ یہ ہیں لو لم ابعث فیکم لبعث عمر فیکم (ص۱۵۲ جلد ۲) دوسری فردوس

دیلمی کے حوالے سے جس کے الفاظ یوں ہیں لو لم ابعث لبُعِثْتَ بعدی عمرؓ (بحوالہ مذکورہ بحوالہ مذکورہ) ملا علی قاری نے غالباً اسی روایت کو مرقات میں بالمعنی نقل کر دیا ہے۔ محدثین کے نزدیک ہر دو روایات باطل، جھوٹی اور موضوع ہیں ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں ابن عدی والی روایت کو دو سندوں سے نقل کیا ہے اور چونکہ دونوں میں راوی وضاع ہیں اس لئے دونوں کو موضوع کہا ہے چنانچہ سلسلہ اسناد ملاحظہ ہو ابن عدی کہتے ہیں حدثنا علی بن الحسین بن قدید، حدثنا زکریا بن یحیی الوقار حدثنا بشیر بن بکر عن ابی بکر بن عبد اللہ بن ابی مریم الغسانی عن ضمرۃ عن غضیف بن الحارث عن بلال بن رباح قال قال النبی صلعم لو لم ابعث فیکم لبُعِثَ عمر رضی اللہ عنہ (۲) حدثنا عمر بن الحسن بن نصر الحلبی حدثنا مصعب بن سعد ابو خیثمۃ حدثنا عبد اللہ بن واقد الحرانی حدثنا حیوۃ بن شریح عن بکر بن عمرو بن مشرح بن هاعان عن عقبۃ بن عامر قال قال صلعم لو لم ابعث فیکم لبعث عمر فیکم۔ ابن جوزی نے اس کے بعد فرمایا ہے زکریا کذاب یضع و ابن واقد الحرانی متروک ذہبی نے میزان میں خود ابن عدی سے جس نے روایت مذکورہ اپنی کتاب کامل میں درج کی ہے، نقل کیا ہے قال ابن عدی یضع الحدیث وقال صالح کان من الکذابین الکبار یعنی پہلی سند کا راوی زکریا وقار حدیثیں بناتا تھا۔ زکریا بہت بڑے جھوٹوں میں سے ہے دوسری سند کا راوی ابن واقد حرانی متروک ہے جیسا کہ ابن جوزی اور جوزجانی نے کہا ہے بلکہ میزان میں یعقوب بن اسماعیل کا قول ابن واقد حرانی کے بارے

ہیں ٹھیک نسب بھی موجود ہے یعنی یہ بھی جھوٹا ہے۔ چنانچہ اس نے ترمذی وغیرہ کی سند رجال اپنی جھوٹی روایت پر لگالی ہے۔

کنوز الحقائق کی دوسری حدیث جو بحوالہ فردوس دیلمی منقول ہے اس کی سند یوں ہے۔ قال الدیلمی انبانا ابی انبانا عبد الملک بن عبد الغفار انبانا عبد اللہ بن عیسی بن هارون انبانا عیسی بن مروان حدثنا الحسین بن عبد الرحمن بن حمران حدثنا اسحق بن نجیح الملطی عن عطاء بن میسرة الخراسانی عن ابی هریرة رضہ عن النبی صلعم انہ قال دم لم ابحث فیکم الخ یہ حدیث بھی موضوع اور باطل ہے۔ اس کی سند میں اسحٰق ملطی وضاع وکذاب ہے سو ذہبی میزان میں لکھتے ہیں قال احمد ھُوَ من اکذب الناس وقال یحیی معروف للکذب ووضع الحدیث یعنی اسحٰق بڑا جھوٹا ہے۔ جھوٹی حدیثوں کے بنانے میں مشہور ہے۔ دوسرا راوی عطاء خراسانی بھی ایسا ہی ہے۔ تہذیب میں سعید بن مسیب کا قول منقول ہے کذب عطاء امام بخاری نے بھی تاریخ صغیر میں سعید کا قول کذب نقل کیا ہے (ص ۱۵۷) یعنی عطاء جھوٹا ہے خود امام بخاری فرماتے ہیں عامۃُ احادیثہٖ مقلوبۃ (ترمذی) یعنی عطاء خراسانی کی حدیثیں الٹی پلٹی غلط ہوتی ہیں۔ امام بیہقی نے اسے کثیر الغلط کہتے ہیں (زیلعی) حاصل کلام یہ کہ کنوز الحقائق کی دونوں روایتیں باطل اور جھوٹی ہیں اور یہ کچھ ان دونوں روایتوں پر ہی موقوف نہیں ہے۔ بلکہ کامل ابن عدی اور فردوس دیلمی کی تمام روایات کا یہی حال ہے۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی عجالہ نافعہ میں طبقہ رابعہ کا بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں "احادیثے کہ نام ونشان آنہا کہ در قرون سابقہ معلوم نبود آنہا این احادیث قابل اعتماد نیستند" پھر ان کے نقل کرنے والوں میں کتاب الکامل لابن عدی اھ

فردوس دیلمی کا بھی نام گنایا ہے (صفحہ ۵۸) اور بستان المحدثین میں دیلمی کی کتاب الفردوس کے تذکرہ میں لکھتے ہیں " درسقیم وصحیح احادیث تمیز نمی کنند لہٰذا دریں کتاب از موضوعات وواہیات تودہ تودہ مندرج" (صفحہ ۶۲) یہی حال فردوس دیلمی کی اس روایت کا بھی ہے جسے مرزا ئیوں نے اپنی ڈائری کے صفحہ ۵۱ میں کنوز الحقائق کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت ؐ نے فرمایا ابوبکر افضل ھذہ الامۃ الا ان یکون نبی اور اس سے امکان نبوت کی دلیل پکڑی ہے۔ حالانکہ یہ روایت، باطل، موضوع اور جھوٹی ہے۔ اور اس کے ثبوت کے لئے اس کے جوائز میں فردوس دیلمی کا نام کافی ہے۔ حافظ مناوی نے کنوز الحقائق میں فردوس دیلمی کے حوالہ سے ہی نقل کیا ہے۔ ولعل فیہ کفایۃ

مرزائی عذر | بنی اسرائیل میں نبی سیاست کرتے رہے مگر میرے بعد خلفاء ہوں گے کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں سکوت کا لفظ نہ رد ہے جس کے معنی ہیں عنقریب میرے بعد خلفاء ہوں گے:

الجواب | معلوم نہیں کہ اس سے معترض کا مطلب کیا ہے ہاں صاحب خلافت کے معاً بعد شروع ہونے کا ذکر ہے پھر لکھا ہے:

"اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ امت میں خلافت اور نبوت جمع نہ ہوگی"

مطلب یہ کہ جو بادشاہ خلیفہ ہوگا وہ نبی نہ ہوگا اور جو نبی ہوگا وہ بادشاہ نہ ہوگا۔ کیا کہنے ہیں اس بد دیانہ تحریف کے۔

حدیث شریف کے الفاظ صاف ہیں کہ بنی اسرائیل کے بادشاہ نبی ہوتے تھے۔ جب ایک فوت ہوتا تو دوسرا نبی اس کا قائم مقام بادشاہ ہوتا۔ اب اس تقریر سے خیال پیدا ہوتا تھا کہ پھر آنحضرت ؐ کے بعد بھی بادشاہ نبی ہیں۔ لہٰذا آپ ؐ کے بعد آپ ؐ کا جانشین بھی نبی ہونا چاہیے۔

حضور ؐ نے اس خیال کو یوں حل کیا کہ چونکہ میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہونا اس

لئے میرے بعد میرے جانشین صرف خلفاء ہوں گے۔ جو عنقریب عنان خلافت سنبھالیں گے پھر بکثرت ہوں گے۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ نبوت بند اور انتظام ملکی کے لئے خلافت جاری۔

اس خلافت کے مسئلہ کو دوسری جگہ اس طرح بیان فرمایا کہ:۔

تکون النبوۃ فیکم ماشاء اللہ * * * ثم تکون۔
خلافۃ علی منہاج النبوۃ ماشاء اللہ * * * ثم تکون
ملکا عاضا فیکون ماشاء اللہ * * ثم تکون
خلافۃ علی منہاج النبوۃ (رواہ احمد والبیہقی۔ مشکوۃ کتاب الفتن)

رہیگی میری نبوت تمہارے اندر جبتک خدا چاہے پھر ہوگی خلافت منہاج نبوت پر اس کے بعد بادشاہی ہو جائیگی پھر خلافت منہاج نبوت پر ہوگی یعنی امام مہدی کے زمانہ میں یعنی جس طریق پر امور سیاسیہ کو آنحضرت صلعم نے چلایا اسی طرح مطابق آپ کی سنت کے آخری زمانہ میں امام مہدی چلائے گا۔

اور ایک روایت بیہقی میں ہے کہ اس کے بعد پھر فساد پھیل جائے گا۔ حَتّٰی یَلْقَوُا اللّٰہَ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی (مشکوٰۃ کتاب الفتن)

حاصل یہ کہ آنحضرتؐ کے بعد اس امت کے لئے سوائے درجۂ ولایت و خلافت وغیرہ کے نبوت کا اجرا نہیں ہوگا۔

بطرز دیگر سین تحقیق و قوع کے لئے ہے جیسے۔ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (آل عمران ع ۱۸) یعنی جس چیز کا وہ بخل کرتے تھے وہ قیامت کے دن ضرور بالضرور ان کے گلوں میں طوق بنا کر ڈالی جائیگی۔ ثابت یہ ہوا کہ نبوت منقطع ہو چکی ہے اور اس انقطاع نبوت کے بعد ایک چیز چھینا باقی ہے اور وہ ہے خلافت۔

اعتراض حدیث تیس دجال والی کا یہ جواب ہے کہ تیس دجال کی تعیین بتاتی ہے کہ بعد میں کچھ پیچھے بھی آئیں گے۔

جواب تیس کی تعیین اس لئے ہے کہ کذاب و دجال صرف تیس ہی ہوں گے۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ لا تقوم الساعۃ حتی یبعث ثلثون دجالون کلھم یزعم انہ رسول اللہ (ابوداود) (قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ تیس دجال و کذاب پیدا نہ ہولیں) صاف دال ہیں کہ قیامت تک تیس ہی ایسے ہونے والے ہیں ان سے زیادہ نہیں۔ خود مرزا صاحب بھی مانتے ہیں کہ یہ قیامت تک کی شرط ہے۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دنیا کے اخیر تک تیس کے قریب دجال پیدا ہوں گے۔" ازالہ اوہام ص۱۹۹ ط۱۔ ازالہ اوہام ص۱۹۸ ط۲)

باقی رہا یہ کہ کچھ پیچھے بھی ہوں گے سو اس کے جواب میں وہی الفاظ کافی ہیں جو آنحضرتؐ نے ان دجالوں کی تردید میں ساتھ ہی اس حدیث میں فرمائے ہیں لا نبی بعدی۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

دوسرا اعتراض یہ دجال آج سے پہلے پورے ہو چکے ہیں۔ جیسا اکمال الاکمال میں لکھا ہے۔

جواب حدیث میں قیامت تک شرط ہے۔ اکمال الاکمال والے کا ذاتی خیال ہے جو سند نہیں۔ بعض دفعہ انسان ایک چھوٹے دجال کو بڑا سمجھ لیتا ہے۔ اسی طرح انہوں نے اپنے خیال کے مطابق تعداد پوری سمجھ لی۔ حالانکہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت نے وضاحت کر دی کہ ابھی اس تعداد میں کسر باقی ہے۔

مزید برآں حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس

سوال کو حل کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

دلیس المراد بالحدیث من ادعی النبوۃ مطلقا فانہم لا یحصون کثرۃ نکون غالبہم ینشأ لہم ذٰلک عن جنون وسوداء وانما المراد من قامت لہ الشوکۃ (فتح: صفحہ ۲۵۵ جلد نمبر ۱۶)

اور ہر مدعی نبوت مطلقاً اس حدیث سے مراد نہیں اس لئے کہ آپؐ کے بعد مدعی نبوت تو بیشمار ہوئے ہیں کیونکہ یہ بے بنیاد دعوٰی عموماً جنون یا سوداء سے پیدا ہوتے ہیں بلکہ اس حدیث میں جن تیس دجالوں کا ذکر ہے وہ وہی ہیں جن کی شوکت قائم ہو جائے اور جن کا مذہب مانا جائے اور جن کے تبع زیادہ ہو جائیں ؛

مزید لاریاں اور ملاحظہ ہو ایک طرف تو بحوالہ اکمال الاکمال، آج سے "چار سو برس پہلے"، تیس دجال کی تعداد ختم لکھی ہے مگر آگے چل کر بحوالہ حج الکرامہ مصنفہ مولانا نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے کہ "آنحضرت نے جو اس امت میں تیس دجالوں کی آمد کی خبر دی تھی وہ پوری ہو کر ستائیس کی تعداد مکمل ہو چکی ہے۔" (صفحہ ۵۴) گویا اکمال الاکمال والے کا خیال غلط تھا۔ اس کے ساڑھے تین سو برس بعد تک بھی صرف ستائیس دجال وکذاب ہوئے ہیں۔ بہت خوب۔ حدیث میں تیس کی خبر ہے۔ جس میں بقول نواب صاحبؒ مسلمہ شمار ۲۷ ہو چکے۔ اب ان میں ایک متنبی مرزا صاحب کو ملائیں تو بھی ابھی دو کی کمی ہے ؛

یہاں تک تو مرزائی صاحب نے اس حدیث کو رسول اللہ کی مانتے ہوئے جواب دیئے۔ مگر چونکہ اس کا ضمیر گواہی دیتا ہے کہ جواب دفع الوقتی اور بد دیانتی کی کھینچ تان ہے جسے کوئی دانا قبول نہیں کر سکتا۔ اس لئے آگے چل کر عجیب دجالانہ خفگی کی ہے کہ یہ حدیث ہی ضعیف ہے۔ آہ

صحاح ستہ خاص کر صحاح ستہ میں سب کی سردار کتاب بخاری و مسلم کی حدیث
او ضعیف۔ اور پھر جرأت یہ کہ حج الکرامہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر رح
نے فتح الباری میں اس حدیث تیس دجال والی کو ضعیف لکھا ہے۔ حالانکہ
یہ سراسر جھوٹ ہے حج الکرامۃ کی جو عبارت درج کی ہے اگرچہ ساری نہیں،
درج کی گئی تاہم اس سے ہی اصل حقیقت کھل رہی ہے! ملاحظہ ہو، لکھا ہے:-
"در حدیث ابن عمر سی کذاب و در روایتی عبداللہ بن عمر نزد طبرانی است
برپا نمیشود ساعت تا آنکہ بیرون آیند ہفتاد کذاب و نحوہ عند ابی یعلی من
حدیث انس حافظ ابن حجر گفتہ کہ سند ایں ہر دو حدیث ضعیف است"
ناظرین کرام! حج الکرامۃ کی عبارت میں تین روایتوں کا ذکر ہے پہلی
ابن عمر کی تیس دجال والی دیہ تو صحیح مسلم و بخاری و ترمذی وغیرہ کی ہے۔
(بادنی تغیر) دوسری روایت عبداللہ بن عمر کی جو طبرانی میں ہے۔ ۷۰ دجال
والی اور تیسری روایت انس والی جو ابو یعلی میں ہے۔ ۷۰ دجال والی حافظ صاحب
نے پچھلی دونوں روایتوں کو ضعیف کہا ہے۔ مگر مرزائی صحیح حدیث کو بھی اسی
صف میں لاکر نہ صرف اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کر رہا ہے بلکہ حافظ ابن
حجر اور نواب صدیق حسن خاں رحمہما اللہ علیہما پر افترا کرکے اپنی مرزائیت
کا ثبوت دے رہا ہے:۔

اب آئیے! میں آپ کے سامنے حافظ ابن حجر رح کی اصل کتاب جس
کا حوالہ دیا گیا ہے پیش کروں:۔

وَفِي رِوَايَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عِنْدَ الطَّبْرَانِيِّ لَا
تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ سَبْعُوْنَ كَذَّابًا
وَسَنَدُهَا ضَعِيْفٌ وَعِنْدَ أَبِيْ يَعْلٰى مِنْ حَدِيْثِ
أَنَسٍ نَحْوُهُ وَسَنَدُهُ ضَعِيْفٌ أَيْضًا (فتح الباری
شرح صحیح بخاری مطبوعہ دہلی جز ۲۹ ص ۴۲۰)

کو عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں امام طبرانی کے نزدیک یہ وارد ہے کہ ستر کذاب نکلیں گے۔ اور اس کی سند ضعیف ہے اور ابو یعلیٰ کے نزدیک حضرت انسؓ کی حدیث سے بھی اسی طرح ہے اور اس کی سند بھی ضعیف ہے۔

حاصل یہ کہ حافظ ابن حجر رحؒ نے صرف ۷۰ دجال والی روایت کو جو دو طریق سے مروی ہے، ضعیف لکھا ہے، نہ کہ تیس دجال والی کو۔

نوٹ: اسی عبارت کو علامہ عینی حنفی نے اپنی شرح صحیح بخاری میں اسی طرح نقل کیا ہے اور مسئلے کو صاف کر دیا ہے کہ ستر کی تعداد عالی ہر دو روایات جو طبرانی اور ابو یعلےٰ نے روایت کی ہیں، وہ دونوں ضعیف ہیں۔ (عینی جلد ۱۱ ص ۳۹۸)

حدیث قصر نبوت اور مرزائی اعتراض نمبر ا

اول تو نبی صلعم کو محل کی ایک اینٹ قرار دینا آپؐ کی توہین ہے کیونکہ آپ صلعم کا درجہ بہت بلند ہے۔ پھر اس کا مطلب یہ بتایا ہے کہ آپؐ نے پہلی شرائع کو کامل کر دیا ہے اور شریعت کے محل کو مکمل کر دیا۔ حدیث میں پہلے انبیاء کا ذکر ہے بعد میں آنے والے کا نہیں۔

الجواب محل کی توہین خیال ہے۔ شریعت وغیرہ کا اس حدیث میں کوئی ذکر نہیں۔ آنحضرتؐ کو اللہ تعالےٰ نے خاتم النبیین فرمایا اور ساتھ ہی جتلا دیا کہ آئندہ کذاب و دجال پیدا ہونے والے ہیں جن میں سے کوئی تو یہ عذر کرے گا کہ میرا

نام "لا" ہے اور حدیث میں لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ آیا ہے۔ اور کوئی یہ عذر کرے گا کہ مردوں میں نبوت ختم ہے۔ میں عورت ہوں اسلئے میرا دعویٰ خاتم النبیین کے منافی نہیں اور کوئی یہ عذر کریگا کہ دور محمدیہ میں نبوت ختم ہے نئی کتاب اور شریعت خاتم النبیین کے خلاف نہیں (جیساکہ بہائی مذہب والے کہتے ہیں) اور کوئی یہ عذر کرے گا کہ شریعت والی نبوت ختم ہے۔ بغیر شریعت کے نبی آسکتا ہے جیساکہ مرزا صاحب نے کہا۔ اور کوئی یہ عذر کرے گا کہ حدیث میں پہلے نبیوں کا ذکر ہے بعد کا نہیں۔ ان تمام باتوں کو ملحوظ رکھ کر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبان سے آیت کی وہ تفسیر کرائی جس سے تمام دجالوں کی تاویلات ھباءً منثوراً ہو جادیں۔

چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ میرا خاتم النبیین ہونا ان معنوں سے ہے کہ جس طرح ایک محل بنایا جائے۔ جس کی تکمیل میں صرف ایک اینٹ کی کسر ہو۔ سو اسی طرح یہ سلسلہ انبیاء کا ہے جس میں کتاب والے بھی آئے اور بلاکتاب والے بھی۔ یہ روحانی انبیاء کا سلسلہ چلتا چلتا اس مقام پر پہنچا کہ صرف ایک ہی نبی باقی رہ گیا۔ سو وہ نبی میں ہوں جس کے بعد اور کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اس مثال سے جملہ دجال و کذاب اشخاص کی تاویلات واہیہ تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی ہیں نہ تشریعی و غیر تشریعی کا عذر نہ عورت و مرد کا امتیاز۔ نہ پہلے اور پچھلوں کا فرق۔ محل نبوت تمام ہوگیا۔ نبوت ختم ہو گئی اب بعد میں پیدا ہونے والے بموجب حدیث سوائے دجال کے اور کسی خطاب کے حقدار نہیں۔

اعتراض ۲ بعض روایات میں لفظ مِنْ قَبْلِیْ موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب انبیاء کی مثال نہیں بلکہ گزشتہ انبیاء کی مثال ہے نیز اس روایت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جس قسم

سے نبی پہلے آیا کرتے تھے۔ اس قسم کے نبی اب ہر گز نہیں آئیں گے جیسا کہ مِنْ قَبْلِیْ ظاہر کرتا ہے ۔

الجواب | چونکہ سب انبیاء آپ سے پہلے گزر چکے ہیں اس لئے مِنْ قَبْلِیْ بولا گیا ہے نیز جملہ خُتِمَ بِیَ النَّبِیَّانُ وَخُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ جریان نبوت کی قطعاً نفی کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ حدیث میں مِنْ قَبْلِی کے الفاظ خصوصیت سے قابل غور ہیں جن سے انبیاء کا عموم بتلایا گیا ہے یعنی شرعی اور غیر شرعی اور جملے خُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ (ختم کئے گئے ساتھ میرے رسول) اور اَنَا اللَّبِنَۃُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ (کہ نبوت کی آخری اینٹ میں ہوں اور میں ختم کرنے والا ہوں نبیوں کا) اور فَجِئْتُ اَنَا فَاَتْمَمْتُ تِلْکَ اللَّبِنَۃَ (کہ میرے آنے سے وہ کمی پوری ہوگئی جو ایک اینٹ کی جگہ باقی تھی) اس کی پوری پوری تشریح کر رہے ہیں یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ پہلے صرف بلا واسطہ نبی ہوتے تھے۔ اب آنحضرت صلعم کی وساطت سے ہوا کریں گے تو خدا کی سنت کی تبدیلی اور استثناء کس حرف سے معلوم ہوتا ہے کیا سچ فرمایا ہے مرزا صاحب نے کہ آنحضرتؐ آخری نبی بھی ہیں اور جامع الکمالات بھی ۔

ہست او خیر الرسل خیر الانام

ہر نبوت را برو شد اختتام

اعتراض ۳ | جب نبوت کے محل میں کسی نبی کی گنجائش نہیں رہی تو پھر آخر زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا کس طرح ممکن ہو سکتا ہے ۔

الجواب | مثلاً کہا جاتا ہے خاتم اولاد سب سے آخر میں پیدا ہونے والا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ پہلی اولاد کا صفایا ہو چکا ہے اور سب مر گئے ہیں۔ اسی طرح خاتم النبیین سے کیسے سمجھ لیا گیا کہ تمام

انبیاء سالقین پر موت طاری ہو چکی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو یہ عہدہ نبوت نہیں دیا جائیگا اور ظاہر ہے کہ عیسٰی علیہ السلام کو آپؐ کے بعد عہدہ نبوت نہیں ملا۔ بلکہ آپؐ سے پہلے مل چکا ہے اور وہ اس وقت سے آخر عمر تک برابر اس وصف کے ساتھ متصف ہیں۔ پھر معلوم نہیں کہ آپؐ کے خاتم النبیین ہونے اور نزول مسیح علیہ السلام کے عقیدہ میں کیا تعارض ہے۔

اعتراض ۴ نبی صلعم کو محل کی ایک اینٹ قرار دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

الجواب اگر کوئی شخص یہ کہے فلاں شخص شیر ہے۔ تو کیا یہ مطلب ہے کہ وہ درندہ جانور ہے۔ جنگلوں میں رہتا ہے۔ اس کی دُم بھی ہے اور بڑے بڑے ناخنوں اور بالوں والا ہے۔ کیا خوب یہ مبلغ علم و فہم۔ نبی صلعم نے ایک مثال سمجھانے کے لئے دی ہے اور اس میں توہین کہاں سے آگئی۔ اگر یہ توہین ہے تو پھر مرزا صاحب بھی اس توہین کے مرتکب ہوئے ہیں۔ بعینہٖ یہی مثال آنحضرت نے دی ہے کہ:۔

"دیوار نبوت کی آخری اینٹ ہوں"۔

(سرمہ چشم آریہ مصنفہ مرزا ص ۱۹۸ ط ۱ / ۱۹۹ ط ۲)

مرزا صاحب نے اس کی تصدیق کی ہے ان پر کیا فتوے لگاتے ہیں؟

مرزائی عذر حدیث انا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہٗ نبی کا جواب یہ دیا ہے کہ عاقب کے معنی بعد میں نبوت کی نفی راوی کا اپنا خیال ہے۔

الجواب یہ غلط ہے جس کسی نے کہا ہے خود اس کا یہ خیال ہے ورنہ حدیث میں کوئی تفریق نہیں۔ عاقب کے یہ معنی خود رسول اللہؐ نے کئے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:۔

وَفِی رِوَایَۃِ سُفْیَانَ بْنِ عُیَیْنَۃَ عِنْدَ التِّرْمِذِیِّ وَغَیْرِہٖ بِلَفْظِ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ (فتح الباری جز ۱۲ صفحہ ۲۱۲ مطبوعہ دہلی)

سفیان بن عیینہ کی مرفوع حدیث میں امام ترمذی وغیرہ کے نزدیک یہ لفظ ہیں میں عاقب ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ عاقب کی تفسیر میں جو الفاظ وارد ہیں وہ کلمات مرفوع ہیں۔ آنحضرت صلعم نے خود ہی فرمائے ہیں:۔

(حدیث عاقب کی تشریح از ملا علی قاری ملاحظہ ہو کتاب جمع الوسائل فی شرح الشمائل حصہ دوم صفحہ ۱۸۳ باب ما جاء فی اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ۔ قِیْلَ ھٰذَا قَوْلُ الزُّھْرِیِّ وَقَالَ الْعَسْقَلَانِیُّ ظَاھِرُہٗ اَنَّہٗ مُدْرَجٌ لٰکِنَّہٗ وَقَعَ فِیْ رِوَایَۃِ سُفْیَانَ بْنِ عُیَیْنَۃَ عِنْدَ التِّرْمِذِیِّ فِی الْجَامِعِ بِلَفْظِ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ عاقب کی تفسیر میں جو الفاظ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ وارد ہیں وہ کلمات مرفوع ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ارشاد فرمائے ہیں:۔

مزید براں شمائل کی شرح (جو جمع الوسائل شرح الشمائل مصری ملا علی قاری کے حاشیہ پر چھپی ہوئی ہے) کرتے ہوئے علامہ عبدالرؤف المناوی مصری نے متن میں لفظ بعدی۔ کو نقل فرمایا:

اسی طرح چوتھی صدی کے مشہور محدث حافظ ابن عبدالبر نے روایت مذکورہ یوں نقل فرمائی ہے وانا ۔۔۔۔۔۔ وانا العاقب ختم اللہ بی النبوۃ فی العاقب لیس بعدی نبی (کتاب الاستیعاب

برحاشیہ اصابہ مطبوعہ مصر ص۳۷ جلد ۱) آنحضرت صلعم نے فرمایا میں خاتم ہوں۔ اللہ نے نبوت میرے ساتھ ختم کردی ہے۔ اور میں عاقب ہوں پس میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

اسی طرح چھٹی صدی کے مشہور محدث قاضی عیاض یوں لکھتے ہیں "و فی الصحیح انا العاقب الذی لیس بعدی نبی (کتاب الشفا مطبوعہ استنبول ص۱۹۱ ج۱) (یعنی آپؐ نے فرمایا کہ میں عاقب ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے)

ایسا ہی تفسیر خازن (سورہ صف) میں ہے انا العاقب الذی لیس بعدی نبی (ص۷۱ جلد ۷ طبع مصر ۱۳۲۹ھ) ان کتابوں (شفا۔ کتاب الاستیعاب۔ خازن۔ فتح الباری اور شرح الشمائل) میں لفظ بعدی موجود ہے جس سے ثابت ہے کہ یہ تفسیر نبوی ہے۔

اعتراض صحاح ستہ جو حدیث کی معتبر کتابیں ہیں ان میں تو یوں نہیں آیا ہے لہٰذا حجت نہیں ہے۔

الجواب صحاح ستہ میں سے جامع ترمذی میں یوں ہی موجود ہے۔ چنانچہ ترمذی ابواب الاستیذان والادب۔ باب ما جاء فی اسماء النبی میں حدیث صحیح مرقوم ہے۔ "وانا العاقب الذی لیس بعدی نبی" (دیکھو ترمذی مطبوعہ مصر ص۱۳۷ جلد طبع ۱۲۹۲ھ و مطبع مجتبائی دہلی ص۱۰۱ جلد ۲ طبع ۱۳۲۸ھ و مطبوعہ مجیدی پریس کانپور ص۱۱۲ جلد ۲)

اعلام:- ترمذی مطبوعہ ہند کے بعض نسخوں (مطبوعہ احمدی وغیرہ) میں اس مقام پر بَعْدَہٗ غلط طبع ہو گیا ہے ناظرین سے التماس ہے کہ ترمذی کے اس مقام کو درست کریں اور بجائے بعدہ کے بَعْدِیْ بنالیں۔ محدثین شارحین حدیث نے بھی ترمذی کے حوالہ سے

بعض نے ایسا ہی نقل کیا ہے دیکھو فتح الباری پ ۱۴ ص ۳۱۳، اسی طرح زرقانی نے شرح مؤطا میں حوالہ ترمذی بعینہٖ یہی نقل کیا ہے ص ۲۶۷ جلد ۴ مطبوعہ مصر)

تشریح لفظ عاقب از علامہ ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ

وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ جَآءَ عَقَبَ الْاَنْبِیَاءِ فَلَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ فَاِنَّ الْعَاقِبَ ھُوَ الْاٰخِرُ فَھُوَ بِمَنْزِلَۃِ الْخَاتَمِ وَلِھٰذَا سُمِّیَ الْعَاقِبَ عَلَی الْاِطْلَاقِ اَیْ عَقَبَ الْاَنْبِیَاءِ جَآءَ بِعَقَبِہِمْ

(زاد المعاد جلد اول صفحہ ۲۳)

ناظرین کرام! یہ ہیں وہ عذرات واہیہ جو مصنف احمدیہ پاکٹ بک نے ختم نبوت کی آیات واحادیث پر پیش کئے ہیں۔ جن کو ہم نے بفضلہ تعالیٰ قرآن وحدیث کے علاوہ خود اقوال مرزا سے توڑ دیا۔ اب میں اجراء نبوت پر جو دلائل مرزائی پیش کرتے ہیں، آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ تاکہ آپ مرزائی صاحبان کی غلط گوئیوں پر بخوبی مطلع ہو جائیں۔

اجرائے نبوت پر مرزائی دلائل کے جوابات

(از قرآن)

پہلی تحریف اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ۔ اللہ تعالیٰ چنتا ہے یا چنے گا فرشتوں میں سے رسول اور انسانوں میں سے۔ اس آیت میں یَصْطَفِیْ مضارع کا صیغہ ہے جو حال اور مستقبل دونوں کے لئے آتا ہے پس یَصْطَفِیْ کے معنی ہیں کہ چنتا ہے یا چنے گا (مگر) اس آیت میں یصطفی سے مراد حال نہیں لیا جا سکتا کیونکہ

لفظ رسل جمع ہے اس سے مراد آنحضرت ؐ (واحد) نہیں ہو سکتے پس ماننا پڑیگا کہ آنحضرت ؐ کے بعد رسالت کا سلسلہ جاری ہے اور یصطفی مستقبل، کے لیئے ہے۔

الجواب اس آیت میں کوئی لفظ نہیں کہ آئندہ رسول آئیں گے نصوص صریحہ جن میں بعبارت النص مرقوم ہے کہ آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائیگا۔ اس امت میں مدعیان نبوت دجال اور کذاب ہیں کے خلاف کھینچ تان خود ایک جرم ہے اور دلیل ضلالت ہے۔ اس آیت کے پہلے یہ ذکر ہے کہ منکرین اسلام کے روبرو جب قرآن پاک پڑھا جاتا تو وہ منہ پھیرنے کے علاوہ مارنے کو دوڑتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ خفگی کیوں اور کس دلیل پر مبنی ہے تم خود آمد رسل کے قائل ہو اور خدا کی اس قدیم سنت سے ماہر ہو کر وہ فرشتوں میں سے رسول چنتا ہے جو خدا کا پیغام انبیاء پر لاتے ہیں اور انسانوں میں سے رسول چنتا ہے جو اس کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اسی سنتِ قدیمہ کی رو سے اب بھی یہ رسول بھیجا گیا ہے۔

بخلاف اس صحیح مراد خداوندی کے احمدی صاحب نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ یصطفی مضارع کا صیغہ حال کے لئے نہیں بلکہ آئندہ کے لئے ہے حالانکہ اس ترجمہ کی رو سے اصل مقصد رسالت محمدیہ کی تصدیق ندارد ہو گئی یعنی بجائے اس کے ارسال رسل کی سنت الٰہیہ سے موجودہ نبوت پر استدلال کیا جاتا۔ آئندہ نبوت کا خواہ مخواہ ذکر چھیڑ دیا۔ کیا بیہودہ ترجمہ ہے پھر اس پر جو دلیل قائم کی ہے وہ اس سے بھی لغو تر ہے کہ رسل جمع کا صیغہ ہے اور آنحضرتؐ واحد ہیں پس آپ مراد نہیں ہو سکتے۔

کیا خدا ہمیشہ سے دس دس بیس بیس اکٹھے رسول بھیجتا رہا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کبھی دو دو، کبھی تین تین، اور اکثر دفعہ صرف ایک ایک رسول بھیجتا آیا ہے۔ پس اس سنتِ قدیمہ کی رو سے یہ کہنا بالکل سچ ہے۔ کہ خدا

رسولوں کو پہنچتا ہے۔ ہاں صاحب جب رسل جمع کا صیغہ ہے اور واحد پر استعمال نہیں ہو سکتا۔ تو پھر مرزا صاحب بھی تو واحد ہی ہیں وہ کیسے اس کے مصداق ٹھہریں گے۔ اور سنیئے اس آیت میں انبیاء پر اترنے والے فرشتہ کو بھی تو جمع کے صیغہ رسل سے بیان کیا ہے۔ کیا انبیاء پر دو چار اکٹھے فرشتے پیغام لاتے رہے ہیں؟ غور کرو تم کدھر دھکے کھا رہے ہو۔ اکیلے اکیلے انبیاء تو پھر بھی ہزار ہا ہوئے۔ لیکن ان پر وحی لانے والا تو ہمیشہ سے ایک ہی مقرر رہا ہے۔ خود اپنی پاکٹ بک سے سنو! آنحضرت کے بعد نزول وحی کے اثبات میں اپنی تائید کے لئے بزرگان دین کے اقوال نقل کئے ہیں کہ:-

"جبرئیل انبیاء کی طرف وحی لانے کے لئے مقرر ہیں ان کے سوا کوئی دوسرا فرشتہ اس کام پر مقرر نہیں۔" (ص ۵۲۳)

قرآن پاک بھی شاہد ہے کہ نَزَّلَہٗ عَلٰی قَلْبِکَ بِاِذْنِ اللّٰہِ جبرئیل نے اس قرآن پاک کو تیرے دل پر اتارا ہے۔

(۱) "رسولوں کی تعلیم اور اعلام کے لئے یہی سنت اللہ قدیم سے جاری ہے جو بواسطہ جبرائیل علیہ السلام کے اور بذریعہ آیات ربانی کلام رحمانی کے سکھلائے جاتے ہیں۔" (ازالہ اوہام ص ۵۳۴ ط ۱۔ وص ۲۴۱ ط ۲)

(۲) "حسب تصریح قرآن رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبرائیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں۔" (ازالہ ص ۵۳۴/۲۴۱ ط ۲)

پس جس حالت میں پیغام رساں فرشتے کو باوجود واحد ہونے کے جمع کے صیغہ رسل سے ذکر کیا ہے تو پھر آنحضرت صلعم پر کیوں اس کا استعمال ناجائز ہوئی؟

قدرت کا کرشمہ "خدا تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ بے حیا سخت دل مجرموں کو خود انہی کے ہاتھوں سے ذلیل و رسوا کیا کرتا ہے،، (مفہوم ص۳ حاشیہ استفتا مصنفہ مرزا صاحب)

یہی معاملہ اس جگہ ہؤا ہے۔ مرزائی پاکٹ بک کے مصنف نے اگرچہ پوری کوشش کی کہ یہ آنحضرت (واحد) رسول پر صادق نہ آسکے۔ مگر قدرت کا زبردست تصرف اس کے قلم پر ہؤا کہ اس نے خود ہی آگے چل کر لکھا ہے:۔

"پس خدا تعالیٰ نے اس آیت میں بتایا ہے کہ میں **ایک شخص** کو انسانوں میں سے چنوں گا پھر ملائکہ میں سے **ایک فرشتہ** چن کر اس کے ذریعہ اس کی طرف وحی بھیجوں گا،، (ص۹۹ پاکٹ بک مرزائی)

ناظرین کرام! غور فرمائیے یصطفی کے صیغہ کو مضارع کہہ کر حال یا مستقبل دو زمانوں سے حال کی نفی اس لئے کی تھی کہ رسل جمع ہے اور آنحضرتؐ واحد اس لئے آئندہ زمانہ کا ذکر ہے مگر آگے چل کر خود ہی رسل کے معنی ایک شخص کر دیئے یہ ہے قدرت کا کرشمہ۔

دوسرا استدلال مرزائی صاحب نے اس آیت سے بایں الفاظ کیا ہے کہ:۔

"مضارع ایک ہی وقت میں ماضی اور مستقبل اور حال تینوں زمانوں کے لئے بھی آسکتا ہے اس کو استمرار تجددی کہتے ہیں فعل مضارع بعض قرائن سے استمرار تجددی کا فائدہ بھی دیتا ہے۔ اللہ یصطفی میں استمرار تجددی ہو سکتا ہے اس کے لئے قرینہ الرسل بصیغہ جمع اور فعل مضارع کا خدا کی طرف منسوب ہونا ہے۔ اللہ یصطفی کا مطلب یہ ہے کہ عند الضرورت،

خدا تعالیٰ رسول بھیجتا رہے گا"

الجواب آپ نے اس جگہ آئندہ نبوت کے اجراء پر قرینۃ الرسل بتایا ہے اور ہم ثابت کر آئے ہیں کہ رسل سے مراد بہت سے رسول ایک دم بھیجنے کا نہیں۔ بلکہ سنت گزشتہ کے حوالہ سے نبوت محمدیہ کی تائید ہے یہ تو ہمیں بھی مسلّم ہے کہ استمرار میں ماضی، حال، استقبل تینوں زمانے داخل ہوتے ہیں۔ پس پچھلے انبیاء کو ساتھ ملا کر الرسل کا صیغہ بالکل صاف ہوگیا۔ لہٰذا آئندہ نبوت کے اجراء پر الرسل کا قرینہ تمہاری دلیل، نہیں ہو سکتا، باقی رہا یہ امر کہ آئندہ زمانہ بھی تو اس استمرار میں آسکتا ہے جواب یہ ہے کہ آ تو سکتا ہے مگر آیت خاتم النبیین اور دوسری آیات اور صدہا احادیث نبویہ صلعم قرینہ ہیں کہ بعد آنحضرت صلعم کے نبوت بند ہے اور مدعی نبوت کذاب و دجال ہے۔

۲۔ دیکھئے جس طرح خدا کی سنت بغیر کتاب کے نبی بھیجنے کی ہے۔ اسی طرح صاحب کتاب نبی بھیجنے کی بھی تو ہے۔ اب اگر بقرینہ تکمیل دین و اتمام شریعت صاحب کتاب نبی کا نہ آنا اس سنت کو آئندہ کے لئے بند کرتا ہے تو اسی طرح آیت خاتم النبیین و احادیث رسول کریم متعلقہ ختم نبوت۔ بغیر کتاب اور اور ہر طرح کے رسول کے آنے کو بند کرتی ہیں۔

۳۔ صیغہ مضارع میں ہمیشہ استقبال نہیں ہوتا بلکہ کبھی زمانہ حال کے لئے اور کبھی زمانہ استقبال کے لئے ہوتا ہے۔ جہاں حال کے معنی لیے جائیں وہاں استقبال کے لئے نہیں رہتا اور جہاں استقبال کے لئے جائیں وہاں حال کے لئے نہیں رہتا۔ کیونکہ صیغہ مضارع حال اور استقبال میں مشترک ہے اور مشترک ھند ایک محل پر ایک ہی معنی دیتا ہے دوسرے معنی نہیں دے سکتا۔ اور اس جگہ مضارع کا لفظ اس لئے استعمال کیا

گیا ہے کہ آنحضرتؐ جن پر یہ آیت نازل ہوئی وہ خدا کے فضل سے اس کے نزول کے وقت موجود تھے۔ پس مضارع صرف حال کے لئے ہوا اور اس سے استقبال کے معنی منتزع ہو گئے۔

۴۔ اس آیت میں صیغہ مضارع فعل کے اثبات کے لئے ہے۔ نہ تجدد و استمرار کے لئے یعنی اصطفا و اجتبا فعل الٰہی ہے جیسے دوسری جگہ فرمایا:۔

هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِہٖ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ (وہ ذات پاک جس نے نازل کیں اپنے بندے پر دلائل روشن)
اب یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن کا نزول مستمر ہو۔

۵۔ رسل میں شرعی اور غیر شرعی دونوں قسم کے نبی ہیں تو پھر صاحب شریعت نبی کا انکار کیوں؟ جو دلیل اس کے انکار کی ہے وہی غیر تشریعی کے انکار کی بھی۔

۶۔ اس آیت میں یصطفی زمانہ مستقبل کے لئے نہیں۔ ہے بلکہ حال ماضی ہے اس امر کی دلیل کہ اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں اپنی سنت ماضیہ بیان کی ہے۔ قرآن مجید کی دوسری آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے ان مصطفٰے اور برگزیدہ پیغمبروں کا نام لے کر بیان فرما دیا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کر کے فرمایا وَلَقَدِ اصْطَفَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا (البقرہ) موسٰیؑ سے خطاب فرمایا۔ یٰمُوْسٰۤى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ (پارہ ۹ سورۃ اعراف) حضرت ابراہیمؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ کا ذکر کر کے فرمایا وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ (پ۲۳ ص) آل عمران میں فرمایا اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (پ۳ آل عمران) انہی برگزیدہ پیغمبروں کا اجمالی تذکرہ آیت اللہ یصطفی میں ہے پس فعل یصطفی میں حکایت ہے حال ماضیہ کی ہے جیسے آیت

زبِیْقًا تَقْتُلُوْنَ (پ بقرہ) میں نہ یہ کہ اسے یہودیو محمد صلعم بعد پیغمبر جو آئندہ آئیں گے ان کو تم قتل کرو گے؟ اسی طرح آیت سورہ انعام اللہ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (پ ۸) جو ہم معنی ہے آیت اللہ یصطفیٰ کی اس میں یجعل استقبال کے لئے نہیں ہے بلکہ حکایت حال ماضی ہے جس پر قرینہ اُوْتِیَ رُسُلُ اللہِ فعل ماضی ہے جو اس سے قبل متصل ہی مذکور ہے۔ کافروں نے پہلے رسولوں جیسی باتیں چاہئیں تھیں انہیں گزشتہ رسولوں کی بابت حیث یجعل رسالتہ فرمایا گیا۔

اس آیت سے بتلانا مقصود ہے کہ معبودان باطل جن کی تم پرستش کرتے ہو کیا کبھی انہوں نے کوئی رسول بنا کر بھیجا؟ وہ تو مکھی پیدا کرنے سے بھی قاصر ہیں۔ خدا تو وہ خدا ہے جو صاحب اختیار و اقتدار ہے۔ جو انبیاء اور رسل بھیجتا رہا ہے۔ بھلا تم ایسے صاحب طاقت و قوت خدا کو چھوڑ کر بے طاقت و ناچیز معبود بنا بیٹھے ہو۔ اجرائے نبوت کا ہرگز ہرگز کوئی ذکر نہیں۔

دوسری تحریف | مَا کَانَ اللہُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَآ اَنْتُمْ عَلَیْہِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ

(آل عمران رکوع ۱۸ پ ۴)

خدا تعالیٰ مومنوں کو اس حالت پر نہیں چھوڑے گا جس پر کہ اے مومنو! تم اس وقت ہو یہاں تک کہ پاک اور ناپاک میں تمیز کر دے اور خدا تعالیٰ ہر ایک مومن کو غیب پر اطلاع نہیں دے گا کہ فلاں پاک ہے اور فلاں ناپاک، بلکہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے گا بھیجے گا (اور ان کے ذریعہ سے پاک اور ناپاک کی تمیز ہو گی) پس اے مسلمانو! اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتا۔ سورہ آل عمران مدنی ہے آنحضرت

کی نبوت کے کم از کم تیرہ سال بعد نازل ہوئی جبکہ پاک اور ناپاک میں کافی تمیز ہو چکی تھی۔ مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومنوں میں پھر ایک دفعہ تمیز کرے گا مگر اس طور سے نہیں کہ ہر مومن کو الہام بتا دے کہ فلاں مومن اور فلاں منافق ہے بلکہ فرمایا کہ رسول بھیج کر ہم پھر ایک دفعہ یہ تمیز کریں گے پس سلسلہ نبوت ثابت ہے "

الجواب اس آیت میں بھی وہی صیغہ مضارع کا ہے۔ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ یعنی اللہ تعالیٰ پاک اور ناپاک میں تمیز کرنے کو رسول چنتا ہے۔ چنانچہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت موجود تھے۔ مگر مرزائی صاحب نے یَجْتَبِیْ کا ترجمہ کیا ہے کہ "بھیجے گا" اس پر دلیل یہ کہ پاک ناپاک میں اس وقت سے پہلے تمیز ہو چکی تھی۔

پاک ناپاک میں تمیز تو اسی دن سے شروع ہو گئی تھی جب آنحضرتؐ نے دعویٰ نبوت کیا اور آخری دم تک ہوتی رہی۔ مگر جس خاص تمیز کا اس جگہ ذکر ہے وہ مومنوں اور منافقوں میں تمیز ہے کہ:۔

"فلاں مومن اور فلاں منافق ہے" (ص ۴۹۹ پاکٹ بک مرزائی)

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا اس آیت کے نزول کے وقت مومن منافق میں امتیاز ہو چکا تھا۔ جواب اسی آیت میں موجود ہے کہ کلی طور پر ابھی نہیں ہوا تھا بہت سے منافق مسلمانوں میں ملے جلے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"خدا تعالیٰ مومنوں کو اس حالت پر نہیں چھوڑے گا جس پر اے مومنو! تم اس وقت ہو" (ص ۴۹۹ پاکٹ بک مرزائی)

اس کے علاوہ اسی صورت میں پہلی آیات میں صاف ملتا ہے وَاِذَا لَقُوْکُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْکُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ

الآیہ: (آل عمران۔ رکوع ۱۲) جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے جب علیحدہ ہوتے ہیں تو مارے غیظ کے تم پر انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔

اور سنو! مرزائی محرف کو اقرار ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور مدنی حالت کا نقشہ دوسری جگہ خدا نے یوں بیان فرمایا ہے کہ وَمِنْ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ مَرَدُوْا عَلَی النِّفَاقِ۔ لَا تَعْلَمُھُمْ نَحْنُ نَعْلَمُھُمْ اور مدینہ میں کئی منافق تمہارے اردگرد موجود ہیں جنہیں تم نہیں جانتے ہو ہم جانتے ہیں۔ اسی طرح سورہ منافقون میں بھی جو مدنی ہے منافقوں کی موجودگی کا ذکر ہے پس مرزائی محرف کا یہ کہنا کہ اسوقت مومنوں اور منافقوں میں تمیز ہو چکی تھی۔ للہذا یہ آیت کسی آئندہ رسول کے متعلق ہے۔ سراسر جہالت بلکہ بددیانہ تحریف ہے کہ ختم نبوت کی صریح اور واضح آیات کے ہوتے ہوئے اس طرح گمراہی کے سمندر میں مرزائیوں کو غوطے دے رہا ہے۔

۲۔ اس آیت میں بھی یَجْتَبِیْ زمانہ مستقبل کے لئے نہیں ہے بلکہ اس میں بھی حکایت ہے حال ماضی کی۔ دلیل اس پر دوسری آیات ہیں جن میں بعض مجتبی رسولوں کا نام لے لے کر بیان کر دیا گیا ہے۔ فرداً فرداً بھی اور یک جائی طور سے بھی۔ فرداً فرداً ملاحظہ ہو:۔ حضرت آدمؑ کے لئے اجتباہ سورۃ طٰہٰ میں آیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے لئے اجتباہ سورہ نحل میں آیا ہے۔ حضرت یونسؑ کے لئے اجتباہ سورہ قلم میں آیا ہے یکجائی طور سے دیکھئے سورہ مریم میں دس پیغمبروں (زکریاؑ، یحییٰؑ، عیسیٰؑ ابراہیمؑ۔ اسحٰقؑ۔ یعقوبؑ موسیٰؑ۔ ہارونؑ۔ اسمٰعیلؑ، ادریسؑ) کے ذکر کے بعد آیا ہے مِمَّنْ ھَدَیْنَا وَاجْتَبَیْنَا (پ ۱۶) اور سورہ انعام میں اٹھارہ پیغمبروں کا تذکرہ کر کے فرمایا اِجْتَبَیْنٰھُمْ وَھَدَیْنٰھُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (پ ۷) انہی رسولوں کا تذکرہ اجمالاً وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ میں آیا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا خالی کر گئے تِلْکَ اُمَّۃٌ قَدْ

قد خلت (بقرہ) کوئی آسمان پر اٹھالیا گیا اور کوئی زیر زمین دفن کر دیئے گئے۔ محمد صلعم کے بعد اب کوئی جدید نبی نہیں آنے کا اور مرزا صاحب ہماری تصدیق کرتے ہیں:۔

"کوئی شخص بہ حیثیت رسالت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا،، (ازالہ اوہام مصنفہ مرزا صد ۲۲۹ ح ۲)

تیسری تحریف ومن یطع اللہ والرسول الایۃ (سورۃ نسا) جو لوگ اطاعت کریں گے اللہ کی اور اس کے رسول کی پس وہ ان لوگوں میں شامل ہو جائیں گے جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی نبی، صدیق، شہید اور صالح، اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم کی پیروی سے ایک انسان صالحیت کے مقام سے ترقی کر کے نبوت کے مقام تک پہنچتا ہے،، (صد ۵)

الجواب اس آیت میں دنیا کے اندر نبوت وغیرہ کے مقام ملنے کا کوئی ذکر نہیں بلکہ یہ ہے کہ جو شخص مومن ہے وہ آخرت میں انبیاء، صدیق و شہداء و الصالحین کے ساتھ ہو گا۔ چنانچہ اگلے الفاظ وحسن اولئک رفیقا رفاقت پر دال ہیں۔ اور آیت میں مع کا لفظ بھی موجود ہے۔ جس کے معنی ہیں "ساتھ" خود مرزائی مانتا ہے کہ:۔

مع کے معنی ساتھ کے بھی ہوتے ہیں جیسا کہ ان اللہ مع المتقین کہ خدا نیک لوگوں کے ساتھ ہے،، (صد ۵۰۲)

پس مطلب ظاہر ہے۔ قادیانی محرف اس جگہ مع کے معنی ساتھ نہ ہونے پر یہ عذر کرتا ہے کہ پھر جب ساتھ ہوئے تو درجہ کوئی بھی نہ ملا نہ نبوت کا، نہ صدیقیت کا نہ شہادت کا وغیرہ:

جواباً گذارش ہے، اس آیات میں درجات ملنے کا ذکر نہیں اور نہ ان درجات کی نفی ہے۔ یہاں تو صرف قیامت میں نیک رفاقت کی خوشخبری،

ہے۔ مگر جہاں درجات دنیوی کا ذکر ہے وہاں نبوت کا کوئی ذکر نہیں باقی سب درجات مذکور ہیں۔ سنو! ہم تمہاری طرح یہودیانہ تاویل و تحریف سے کام نہیں لیں گے بلکہ صاف الفاظ بتاتے ہیں:۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ (سورہ عنکبوت ع۱) جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے وہ صالحین میں داخل کئے جائیں گے۔

اسی طرح سورہ حدید میں ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہ صدیق ہیں، شہید ہیں اور مرزائی خود مانتا ہے کہ واقعی آیت سورہ حدید میں صرف صدیقیت (اور شہادت) کے مقام تک پہنچنے کا ہی ذکر ہے۔ اس سے آگے نہیں۔ مگر وہاں دوسری تحریف کی ہے کہ یہ آیت آنحضرت ﷺ کے تابعداروں کے متعلق نہیں بلکہ پچھلے نبیوں کے متبعین کے بارے میں ہے۔

اس کے جواب میں ہم وہ آیات پیش کر دیتے ہیں اور جملہ مرزائیوں کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ اس آیت پر انگلی رکھیں جس میں یہ تخصیص مذکور ہے خدا فرماتا ہے:۔

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ ... سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (سورۃ الحدید رکوع ۲۶)

لاریب جو مرد و عورتیں خیرات کرنے والے ہیں یہ خیرات ان کی گویا قرض ہے جو اللہ تعالیٰ کو دے رہے ہیں اور خدا انہیں دوگنا دے گا اس کے عوض بلکہ اس سے بھی زیادہ اجر کریم ان کو ملے گا۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں وہ خدا کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کے لیے ان کا اجر اور نور مقرر ہے اور جو لوگ کافر ہوئے اور ہماری آیات کو انہوں نے جھٹلایا۔ وہی ہیں جہنم میں جانے والے اے لوگو! جان لو کہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ یہ دنیا کا جینا صرف کھیل تماشہ ہے اسے چھوڑو اور خدا کی رحمت و مغفرت کی طرف دوڑو اور اس کی جنت کی طرف بھاگو جس کی وسعت زمین و آسمان کی مانند ہیں جس کی حد تم نہیں جان سکتے یہ جنت انہی لوگوں کے حصے میں ہے جو خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یہ اللہ کا فضل ہے اللہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور خدا بڑے فضل کا مالک ہے۔

برادران ملاحظہ فرمائیے ان آیات میں سابقہ لوگوں کی کوئی تخصیص نہیں۔ صاف صاف طور پر مومنین، صحابہ کرام، اور مخیرات اہل ایمان کا ذکر موجود ہے۔ والحمد للہ علی ذلک

اسی طرح سورہ حجرات کے آخر میں محاربین فی سبیل اللہ کو اُولٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ کا خطاب ولقب عطا ہو چکا ہے اور دیگر بہت سی آیات میں شہداء کے فضائل موجود ہیں۔ حاصل یہ کہ آیت زیر نظر میں جو انبیاء و شہداء وغیرہ سے رفاقت کا ذکر ہے اس میں درجات ملنے کا

تذکرہ نہیں۔ جیسا کہ مرزائی محرّف دجّالوں کی نبوت ثابت کرنے کو کہتے ہیں:۔

۲۔ اس آیت میں عطاءِ نبوت کا ذکر نہ ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ یہ وعدہ جملہ مومنین سے ہے اور صحابہ کرام سے بڑھ کر اور کون مومن ہو سکتا ہے جن کی تعریف قرآن میں موجود ہے کیا ان کے ساتھ یہ وعدہ پورا ہوا؟ پھر ان کے بعد تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، فقہائے کرام اور محدثین رحمۃ اللہ علیہم غرض کروڑہا صلحاء، اتقیاء امت محمدیہ میں ہوئے ہیں کیا ان میں سے کوئی بھی خدا اور رسول کا کامل تابعدار نہ تھا؟ اگر تھا اور ضرور تھا تو پھر ان کے ساتھ یہ وعدہ الٰہی کیوں پورا نہ ہوا؟ سوا اس کے اور کیا مطلب ہے کہ اس میں ہرگز ہرگز مقامِ نبوت وغیرہ ملنے نہ ملنے کا کوئی ذکر ہی نہیں:۔

۳۔ اس آیت میں پہلا لفظ مَنْ عورت اور مرد دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جب عورتیں بھی نماز میں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ پڑھتی ہیں تو ان میں سے کوئی نبیہ کیوں نہ ہوئی؟ ان کو کس وجہ سے محروم کر دیا گیا اگر مرزائی کہیں گے کہ پہلے بھی کوئی عورت نبیہ نہیں ہوئی اس لیے اب بھی نہیں ہو سکتی اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ پہلے کبھی کسی نبی کی تابعداری سے کوئی شخص نبی نہیں بنا بلکہ براہِ راست بغیر تابعداری کسی نبی کے ہوتے رہے لہٰذا اب بھی کوئی آدمی کسی نبی کی تابعداری سے نبوت حاصل نہیں کر سکتا۔

۴۔ ترمذی میں حدیث ہے کہ اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ (سچا امانت دار تاجر نبیوں صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا) مرزائی طرزِ استدلال سے تاجر بھی نبی ہو سکتا ہے۔ آج تک کتنے لوگ تجارت کی وجہ سے نبوت حاصل کر چکے ہیں؟

اعتراض | یہ رفاقت کہاں ہوگی؟

الجواب | آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز سب نیکو کاروں کو نبیوں، صدیقوں اور شہداء کی معیت و رفاقت بخشنے گا جیسا آیت مذکورہ کے آخر میں خود صراحت فرما دی ہے وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا یہ معیت محض رفاقت ہے لاغیر اور یہ قیامت کے روز ہوگی جیسا کہ دیگر احادیث میں تصریح مذکور ہے مسند احمد میں ہے عن معاذ ابن انس قال قال النبی صلعم من قرء الف اٰیۃ فی سبیل اللہ کتب یوم القیٰمۃ مع النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین حسن اولٰئک رفیقا یعنی جو شخص فی سبیل اللہ ایک ہزار آئیتیں پڑھا کرے قیامت کے دن اسے نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین کی معیت و رفاقت نصیب ہوگی و عن عمرو بن مرۃ الجھنی قال جاء رجل الی النبی صلعم فقال یا رسول اللہ شھدت ان لا الٰہ الا اللہ وانک رسول اللہ وصلیت الخمس وادیت زکوٰۃ مالی وصمت رمضان فقال صلعم من مات علی ھٰذا کان مع النبیین والصدیقین والشھداء یوم القیٰمۃ۔ ھٰکذا ونصب اصبعیہ (مسند احمد) یعنی ایک صحابی رضؓ نے آپ سے عرض کی کہ میں کلمہ پڑھ چکا ہوں۔ نماز پڑھتا ہوں، زکوٰۃ دیتا ہوں۔ روزے رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان اعمال پر جس کو موت آ جائے وہ قیامت کے دن نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کی معیت اور صحبت میں اس طرح ہوگا اپنی دونوں انگلیوں کو کھڑی کر کے دکھلایا اس لئے مفسروں نے آیت مذکورہ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ یجعلھم رفقاء لھم (ابن کثیر) مرافقۃ اکرم الخلائق (بیضاوی) مرافقۃ اقرب عباد اللہ (کشاف) الحضور معھم (جلالین) ان سب

لوگوں نے مع کے معنی رفاقت اور حضور کے لئے ہیں۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں اذا اراد الزیارۃ والتلاقی قدر علیہ فھذا ھو المراد من ھذہ المعیۃ (تفسیر کبیر کذا فی ابی السعود) یعنی مطیعین جب نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں سے ملنا چاہیں گے تو مل سکیں گے مع سے مراد یہی ہے۔

اعتراض | جنت میں انبیاء کے درجے بہت بلند ہوں گے۔ خاص کر آنحضرتؐ صلعم کا درجہ تو سب سے اعلیٰ و بالا ہوگا۔ صدیق اپنے درجوں میں ہوں گے، شہدار اپنے درجوں میں اور غریب مومن جنت کے کسی نچلے درجے میں ہونگے تو معیت و رفاقت کہاں ہوگی؟

الجواب | اس کا جواب یہ ہے کہ یہی سوال سب سے پہلے حضرت ثوبان صحابی نے کیا تھا۔ انہی کے جواب میں آیت مذکورہ اتری تھی۔ حدیث میں ہے انہ قال للنبی صلعم لا نراک یوم القیامۃ لانک فی الجنۃ فی الدرجات العلی فقال صلعم انت معی فی الجنۃ (درمنثور) انہوں نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ کو قیامت کے دن نہیں دیکھ سکیں گے کیونکہ آپ جنت کے بلند درجوں میں ہوں گے۔ آپ نے فرمایا، تمہیں جنت میں میری معیت ملے گی قال حبشی للنبی صلعم ارایت ان امنت وعملت انی لکائن معک فی الجنۃ قال نعم (طبرانی کبیر) یعنی ایک حبشی نے پوچھا کہ اگر میرا ایمان صحیح ہو اور عمل صالح ہو، کیا جنت میں مجھے آپ کی معیت نصیب ہوگی؟ فرمایا، ہاں ہوگی قال رجل انی احب اللہ ورسولہ فقال صلعم انت مع من احببت (بخاری ومسلم) وفی الترمذی عن انس قال من احبنی کان معی فی الجنۃ (مشکوۃ ص۲۲، ص۳۳) یعنی ایک

صحابیؓ نے کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہوں، آپؐ نے فرمایا جس سے تو محبت کرتا ہے اس کی معیت میں تو ہوگا۔ اور انسؓ کی روایت میں ہے کہ جو مجھ سے محبت رکھے گا جنت میں میری معیت میں ہوگا عَنْ سَهْلٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى (رواہ البخاری، مشکوٰۃ ۳۲۲) آپؐ نے فرمایا کہ میں اور یتیم کا کفیل جنت میں اس طرح ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں (اشارہ سے دونوں کو اکٹھی کر کے بتلایا) وَعَنْ رَبِيعَةَ بْنِ كَعْبٍ۔ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلعم اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ فَاَعِنِّي عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ (رواہ مسلم مشکوٰۃ ۸۴) ربیعہ نے کہا کہ میں جنت میں آپؐ کی رفاقت کا خواہاں ہوں فرمایا، نفل بہت پڑھا کرو تم کو میری رفاقت ملے گی۔ ان حدیثوں اور ان جیسی بہت سی حدیثوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ غریب مومن جنت میں خواہ کیسے ہی نچلے درجہ میں ہوگا اسے آنحضرت صلعم کی معیت و رفاقت نصیب ہوگی:

اعتراض ۔ مع بمعنی مِنْ بھی ہو سکتے ہیں۔

الجواب | کلام عرب میں مَعَ بمعنی مِنْ مستعمل نہیں ہوتا۔ اور نہ ان آیتوں میں مع بمعنی مِنْ ہے جو ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔ اس لئے کہ اگر مع بمعنی مِنْ آتا ہوتا تو مع پر مِنْ داخل نہ ہوتا حالانکہ کلام عرب میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔ لغت کی مشہور کتاب مصباح منیر میں مَعَ کے بیان میں ہے وَدُخُوْلُ مِنْ عَلَيْهِ نَحْوُ جِئْتُ مِنْ مَعَهٗ (یعنی اس کے ساتھ آیا) یعنی عرب جِئْتُ مِنَ الْقَوْمِ بولتے ہیں پس مع پر مِنْ کا داخل ہونا مشعر ہے کہ خود مَعَ کبھی مِنْ کے معنی میں نہیں ہوتا۔ اب مرزائیوں کی دلیل والی آیات ملاحظہ ہوں۔

شیطان کے متعلق سورہ حجر میں وارد ہے اَبٰی اَنْ یَّکُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ (پ ۱۴) اور سورہ اعراف میں لَمْ یَکُنْ مِنَ السّٰجِدِیْنَ (پ ۸) دیکھو دونوں جگہ لفظ ساجد آیا ہے لیکن دوسری آیت میں بجائے مَعَ کے مِنْ ہے پس ثابت ہوا کہ مَعَ بمعنی مِنْ ہوتا ہے۔

الجواب اگر یہ استدلال درست ہے تو خطرہ ہے کہ کوئی مجنون یہ بھی نہ کہہ دے کہ سورہ صٓ میں آیا ہے کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ (پ ۲۳) کیونکہ اس آیت میں بجائے "ساجدین" کے "عالین" ہے پس ثابت ہوا کہ ساجدین بمعنی عالین بھی ہوتا ہے۔ استغفر اللہ

قرآن مجید عربی زبان میں ہے اس کے متکلم کا اسلوب بیان عجیب و دل نشین ہے ایک ہی واقعہ متعدد مقامات میں بیان ہوتا ہے لیکن طریق بیان مختلف ہوتا ہے جس میں متکلم کی ایک خاص غرض اور حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔ ابلیس مردود نے ایک جرم میں تین گناہ کئے تھے (۱) اس نے تکبر کیا تھا اس کا ذکر سورہ صٓ کی آیت کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ میں کیا گیا ہے (۲) اس نے اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی تھی اس کا بیان سورہ اعراف کی آیت لَمْ یَکُنْ مِنَ السّٰجِدِیْنَ میں ہوا ہے (۳) اس نے جماعت سے مفارقت کی تھی۔ اس کا بیان آیت سورہ حجر اَنْ یَّکُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ میں مذکور ہے (تفسیر فتح البیان) پس مَعَ ہرگز مِنْ کے معنی میں نہیں ہے بلکہ دونوں کا شے الگ الگ اور دونوں جدا گانہ امر کے بیان کے لئے آئے ہیں۔

مرزائی عذر منافقین کے توبہ کی بابت سورۂ نساء میں مذکور ہے اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا .... فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ کیا توبہ کرنے والے خود مومن نہیں ہیں بلکہ مومنوں کے ساتھ ہیں۔ نہیں بلکہ وہ مومنوں سے ہیں پس ثابت ہوا کہ مَعَ بمعنی

آتا ہے۔

الجواب بات یہ ہے کہ المومنین پر الف لام عہد کا ہے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو شروع ہی سے خالص مومن ہیں کبھی ان سے نفاق سرزد نہیں ہوا ان کی معیت میں وہ لوگ جنت میں ہونگے جو پہلے منافق تھے پھر توبہ کر کے مخلص مومن بنے ... تفسیر ابوالسعود و جمل میں ہے مع المومنین المعھودین الذین لم یصدر عنھم نفاق اصلا منذ امنوا معھم فی الدرجات العالیہ من الجنۃ ۔ (ترجمہ اس کا بیان ہو چکا ہے) تفسیر ابن جریر میں ہے: یدخل مع المومنین محل الکرامۃ یسکنھم معھم مساکنھم فی الجنۃ۔ یعنی اللہ داخل کرے گا ان تائبین کو خالص مومنوں کے ساتھ جنت میں ان کے مسکنوں میں، فتح البیان میں ہے اولئک مصاحبون للمومنین اور مدارک اور کشاف میں ہے۔ فھم اصحاب المؤمنین ورفاقھم یعنی یہ تائبین لوگ مومنوں کی صحبت اور رفاقت میں ہونگے۔ معلوم ہوا کہ مع اپنے اصل مصاحبت کیلئے آیا ہے نہ بمعنی من:

مرزائی عذر وتوفنا مع الابرار پ ۴ آل عمران میں مع کو اگر من کے معنے میں نہ لوگے تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جب نیکوں کی جان نکلے تو ان کے ساتھ یا اللہ ہماری جان بھی نکال لینا دھو کہ ما تری حالانکہ اصل مطلب یہ ہے کہ ہم کو نیک بنا کے مار۔ ہم کو نیکوں سے کر پس ثابت ہوا کہ مع بمعنی من ہے۔

الجواب اس کا جواب امام رازیؒ نے خوب دیا ہے سنئے!
وفاتھم معھم ھی ان یموتوا علی مثل اعمالھم حتی یکونوا فی درجاتھم یوم القیمۃ قد یقول الرجل انا مع الشافعی فی ھذہ المسئلۃ ویرید بہ کونہ مساویا

لہ فی ذلک الاعتقاد (کبیر)

یعنی ابرار کے ساتھ وفات کے یہ معنی

ہیں کہ ان کے عملوں جیسے عمل پر موت آئے تاکہ روز قیامت ان کے سے درجوں میں ہوں مرد عالم آج بھی بولتا ہے کہ اس مسئلہ میں میں امام شافعی کے ساتھ ہوں اور اس سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرا اور ان کا عقیدہ ایک ہے (نہ یہ کہ میں ان کے ساتھ پیدا ہوا یا بڑھتا رہا) اس لئے جملہ محققین مفسرین نے مع کو یہاں مصاحبت کے لئے ہی تحریر کیا ہے۔ بیضاوی، مدارک، کشاف، السراج المنیر اور ابوالسعود میں ہے مخصوصین بصحبتہم ابن جریر لکھتے ہیں ای احشرنا محشرہم ومعہم ابن کثیر فرماتے ہیں ای الحقنا بالصالحین جمل میں ہے محشورین مع الابرار خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اللہ ہمارا حشر ان نیک لوگوں کی صحبت اور معیت میں کیجیو۔

پس ثابت ہوا کہ یہاں بھی مع بمعنے من نہیں ہے۔

الغرض آنحضرت صلعم کے بعد کوئی رسول نہ بنایا جائے گا قرآن پاک پکار پکار کر کہتا ہے کہ:-

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین یعنی محمدؐ سب ختم کرنے والا نبیوں کا۔ یہ آیت صاف دلالت کر رہی ہے کہ اب وحی رسالت تا بقیامت منقطع ہے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۶۱۴ طبع اول)

بحث تحریف بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم ایاتی فمن اتقی واصلح فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ (اعراف رکوع) اے بنی آدم البتہ ضرور آئیں گے تمہارے پاس

رسول × × × × یہ آیت آنحضرتؐ پر نازل ہوئی اس میں تمام انسانوں کو مخاطب کیا گیا ہے یہاں یہ نہیں لکھا کہ ہم نے گذشتہ زمانہ میں یہ کہا تھا سب جگہ آنحضرت صلعم اور آپؐ کے بعد کے زمانہ کے لوگ مخاطب ہیں" (صے ۵۰)

جواب سے پہلے آیت کا صحیح ترجمہ ملاحظہ ہو "اے بنی آدمؑ اگر تمہارے پاس تم میں سے میری طرف سے رسول آئیں میری آیات تم پر پڑھیں پس جو شخص تقویٰ اختیار کرے اور صلاحیت کو عمل میں لائے تو ایسے لوگوں کو کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ کسی طرح کا حزن و غم پائیں گے" ۔

الزامی جواب اقوالِ مرزا سے

رسول سے ہر جگہ مراد خدا کا رسول نہیں کیونکہ اس لفظ میں محدث اور مجدد بھی شامل ہے مرزا صاحب فرماتے ہیں :۔

(۱) وَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ رسول کا لفظ عام ہے جس میں رسول اور نبی اور محدث داخل ہیں" (آئینہ کمالاتِ اسلام صے ۳۲۲)

(۲) کامل طور پر غیب کا بیان کرنا صرف رسولوں کا کام ہے دوسرے کو یہ مرتبہ عطا نہیں ہوتا ۔ رسولوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں خواہ نبی ہوں یا رسول یا محدث یا مجدد ہوں (حاشیہ ایام الصلح صفحہ ۱۷۱)

(۳) مرسل ہونے میں نبی اور محدث ایک ہی منصب رکھتے ہیں اور جیسا کہ خدا تعالیٰ نے نبیوں کا نام مرسل رکھا اور ایسا ہی محدثین کا نام بھی مرسل رکھا اسی اشارہ کی غرض قرآن شریف میں وَقَفَّیْنَا مِنْ بَعْدِہٖ بِالرُّسُلِ آیا ہے ۔ اور یہ نہیں آیا

وتعینہ من بعدی بالانبیاء۔ بس یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسل سے مراد مرسل ہیں خواہ وہ رسول ہوں یا نبی ہوں یا محدث ہوں چونکہ ہمارے سید و رسول صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت صلعم کوئی نبی نہیں آسکتا اسلئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں (شہادت القرآن ص۶۷)

(۴) جبرائیل امین کو بھی "رسول رب" کہا گیا۔ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ اور اسی طرح دیگر فرشتوں کو رسول کہا گیا ہے۔ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اليك

لغوی رسول

(۵) حضرت معاذ بن جبل رضؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم یمن بنا کر بھیجی پوچھا کہ آپ مقدمات وغیرہ کا فیصلہ کس طرح کرینگے معاذ نے کہا قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کرونگا اگر قرآن مجید کی کوئی ایسی آیت آپکو نہ ملی تو عرض کیا کہ ارشادات کی روشنی میں اس پر سوال کیا۔ اگر حدیث میں بھی کوئی بات تیرے علم میں نہ آئی تو جواب دیا کہ اپنے اجتہاد سے کام لوں گا اس پر آپ نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ جس نے رسول کے رسول کو موافق رسول بنایا۔ مرزا صاحب کہتے ہیں:
"کلام اللہ میں رسل کا لفظ ۔ ۔ ۔ غیر رسول پر بھی اطلاق پاتا ہے۔ (شہادت القرآن ص۲۴)

خلاصہ تحریرات بالا

یعنی الرسل سے مراد حضور علیہ السلام کے برگزیدہ صحابہ ہیں وغیرہ

گویا اقوالِ مرزا ہی کی روشنی میں مطلب یہ ہے کہ آیت مذکورہ بالا میں لفظ رسل مذکور ہے نہ کہ نبی۔ کلام تو ختم نبوت اور رسالت من اللہ میں ہے نہ مطلق رسالت میں جس کے معنی تبلیغ کے بھی ہیں۔ اس طرح تو جمیع علماء امت اور مبلغین بھی رسل ہیں:۔

ایک اور طرز سے!

پھر بفرضِ محال اگر یہ آیت اجرائے نبوت پر بھی دلالت کرتی ہے تو اس آیت سے تشریعی نبوت کا امکان ثابت ہوتا ہے نہ صرف غیر تشریعی نبوت کا۔ اگر یہاں سے نبوت کا اجرا ثابت ہوتا ہے... تو یہ بہائی مذہب کی دلیل ہے کیونکہ وہ اپنے اعتقاد میں قرآن کو منسوخ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب بہاء اللہ کا دور شروع ہو گیا ہے اور اسی آیت سے دلیل پکڑتے ہیں (کتاب الفرائد صفحہ ۳۱۴)

تحقیقی جواب | اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ میں دوامی طور پر رسولوں کے آنے کا وعدہ ہے تو آیت اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی میں بھی دوامی طور پر ہدایتوں کے آنے کا وعدہ اگر آپ کے بعد نبی آ سکتا ہے تو قرآن مجید کے بعد کتاب بھی آ سکتی ہے پھر اِمّا حرفِ شرط ہے جس کا تحقق ضروری نہیں اور یَاْتِیَنَّ مضارع اور مضارع کیلئے استمرار ضروری نہیں جیسے اِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا (اگر کسی بشر کو دیکھے) کیا حضرت مریم قیامت تک زندہ رہیں گی؟

قرآن کریم جب مسلمانوں کو مخاطب کرتا ہے تو یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہہ کر خطاب کرتا ہے مگر یہاں یا بنی آدم کہا ہے اور مخاطب کیا ہے قوم کی اولین اولاد کو۔ اس جگہ وہی ہو۔ ورنہ تحریف کی گئی ہے ناظرین کرام سورۂ اعراف کا رکوع دوم شروع نکال کر اپنے سامنے رکھیں صاف حضرت

آدم کا قصہ مسطور ہے کہ خدا نے آدم کو پیدا کیا۔ شیطان نے ان کو بہکا کر جنت سے نکلوا دیا۔ خدا فرماتا ہے ہم نے آدم اور اس کی اولاد کو کہا تمہارے لئے اب دنیا کی زندگی ہیں جنت کا ٹھکانا موقوف۔ دنیا میں جاؤ اس کے بعد اولاد آدم کو بطور تنبیہ فرمایا کہ دیکھو تمہارے باپ کو شیطان نے دھوکا دیا۔ تم خبردار رہنا اس کے پنجہ میں نہ پھنسنا ؛

اسی ذکر کے اثنا میں آنحضرت کو جگہ بہ جگہ اس قصہ کے نصائح و مطالب بتائے اور کفار مشرکین کو ان کی کرتوتوں اور شیطانی کاموں پر شرمندہ کیا۔ پھر اسی قصہ کو دہراتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے اولاد آدم کو یہ نصیحت کی تھی کہ اگر تمہارے پاس میرے رسول آئیں تو ان کا کہا ماننا جو اصلاح اختیار کرے گا اس پر کوئی خوف نہیں اور جو تکذیب کریگا اصحاب النار میں سے ہے ؛

اسی قصہ کو پارہ اول شروع رکوع ۴ میں از اول تا آخر بیان فرمایا کہ جب آدم کو زمین پر اتارا تو ہم نے انہیں نصیحت کی فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ ھُدًی فَمَنْ تَبِعَ ھُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ پھر اگر آوے تمہارے پاس میری ہدایت تو جو اس کی اتباع کریگا۔ اس پر کوئی غم و حزن نہ ہوگا۔ الحاصل اس آیت میں بھی آئندہ نبوت جاری رہنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ حضرت آدم کا قصہ ہے ؛

خدا وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت صلعم کے کوئی رسول ربانی نہیں بھیجا جائیگا

(ازالہ اوہام ص ۵۸۶ / ۲۴۲ ط)

اعتراض قرآن میں سب جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد کے زمانے کے لوگ مخاطب ہیں جیسا کہ ؛

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ (اعراف ع ۳)

اے اولاد آدم ہر مسجد (یا نماز) میں اپنی زینت قائم رکھو (مرزائیہ

پاکٹ بک صـ۵۰۳ طبع چہارم)

اس آیت میں مسجد کا لفظ آگیا ہے۔ اور یہ لفظ صرف امتِ محمدیہ کے عبادت گاہ کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

الجواب | دیکھو! محض ایک خیال پر کس قدر عظیم الشان عمارت کھڑی کر دی گئی ہے حالانکہ لفظ مسجد کا استعمال امم سابقہ میں بھی بروئے قرآن شریف ثابت ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا :-

قَالَ الَّذِیْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓی اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْهِمْ مَّسْجِدًا

(کہف آیت ۲۱)

اصحاب کہف کے بعد جھگڑا ہوا کہ ان کی یادگار میں کیا بنایا جائے تو فریق غالب نے یہ مشورہ دیا کہ ان کی یادگار میں ایک مسجد بنائی جائے پس ثابت ہوا کہ مسجد کا لفظ پہلے بھی مروّج تھا :-

پانچویں تحریف | اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ سے آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کے جاری رہنے کی دلیل پکڑی ہے وہ مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر باطل ہے :-

(۱) اوّل یہ استنباط خلاف نص یعنی خاتم النبیین۔ ختم کرنے والا نبیوں کا (ازالہ اوہام صـ۶۱۴) اور خلاف احادیث صحیحہ ہے اور جو استنباط خلافِ نص ہو وہ باطل ہوتا ہے :-

(۲) دوم اس لئے کہ آیت زیر بحث یعنی صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ میں منعم علیہم کی راہ پر چلنے کی دعا ہے نہ کہ نبی بننے کی، جس کے یہ معنی ہیں کہ ان کی ہدایتوں پر عمل کریں، اور ان کے طریق عمل کو نمونہ بنائیں، جیسا کہ فرمایا، لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ یعنی تمہارے لیے رسول اللہ صلعم ہیں، قابل اقتدار نمونہ عمل

ہیں، اگر انبیاء کے راستے کی پیروی کا یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ ہم نبی بن جائیں تو کیا خدا کے راستے کی پیروی سے خدا بھی بن سکیں گے ۔ !
دیکھیے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔
وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ یعنی یہ میرا سیدھا رستہ ہے اس کی پیروی کرنا۔

۳۔ تیسری وجہ استدلال کے باطل ہونے کی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے نبوت کا حاصل ہونا دعاؤں اور التجاؤں پر نہیں رکھا، بلکہ وہ خود اپنے انتخاب سے جسے چاہتا رہا ہے، نبی بناتا رہا ہے۔
وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ
یعنی اے نبی تجھے کوئی امید نہ تھی کہ تجھ پر کتاب نازل کی جائے گی۔ ہاں صرف خدا کی رحمت سے۔
اسی طرح سورہ قصص میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی رسالت محض خدا کے فضل سے بغیر دعا یا سابقہ کوشش کے ملنے کا ذکر ہے۔
منکرین کہتے ہیں کہ ہم محمد صلعم پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ہمیں بھی وہ کچھ نہ ملے۔ جو خدا کے رسولوں کو ملتا رہا ہے، اس کے جواب میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ یعنی خدائے تعالیٰ اپنی رسالت کے موقع کو خوب پہچانتا ہے کسی کی آرزو اور خواہش کا اس میں دخل نہیں۔

غور طلب نتائج

(۱) اھدنا الصراط المستقیم یہ دعا نبی کریم نے بھی مانگی بلکہ یہ دعا مانگنا آپ نے ہی امت کو سکھایا، لیکن یہ دعا آپ نے اس

وقت مانگی، جب آپ نبی منتخب ہو چکے تھے، اور آپ پر قرآن مجید اترنا شروع ہو گیا تھا، ظاہر ہوا کہ آپ اس دعا سے نبی نہیں بنے پھر اس دعا کا فائدہ کیا؟

(۲) اسلام نے عورتوں پر یہ دعا ممنوع نہیں کی لیکن ابا... عورت بھی نبیہ نہیں ہوئی۔

(۳) نعمت بادشاہت ہے اور نبوت، مرزا صاحب بادشاہ نہیں ہوئے، اُن کی دعا... رف آدھی آنے قبول ہوئی (چیرن)

(۴) نبوت باشریعت بھی نعمت ہے، اگر دُہرا بل نعمت، تکرامت اس نعمت سے کیوں محروم ہے، اگر کہو کہ اب جدید شریعت یا کتاب اس لیے نازل نہیں ہو سکتی، کہ شریعت... شریف پر آکر کامل ہو چکی ہے، تو اس طرح اب کوئی نبی یا رسول نہیں آسکتا، اس لیے کہ نبوت و رسالت آنحضرت صلعم پر آکر کامل ہو چکی ہے۔

مرزا صاحب کا فرمان

"پس جب تم نماز میں یا خارج نماز کے یہ دعا پڑھو، کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم تو دل میں یہی ملحوظ رکھو کہ میں صحابہ اور مسیح موعود کی جماعت کی راہ طلب کرتا ہوں" (تحفہ گولڑویہ ص۱۲۲)

معلوم ہوا کہ اس آیت میں نبوت طلب کرنے کی تعلیم نہیں بلکہ محض "صحابی" کا درجہ چاہنے کی تلقین ہے۔

چھٹی تحریف

یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (مومنون ۲۶) اے رسولو! پاک کھانے کھاؤ، اور نیک کام کرو، یہ جملہ اسمیہ ہے جو حال اور مستقبل پر دلالت

کرتا ہے، اور لفظ رسل صیغہ جمع کم از کم ایک سے زیادہ رسولوں کو چاہتا ہے اور آنحضرت صلعم تو اکیلے رسول تھے، آپ کے زمانہ میں کوئی اور رسول نہ تھا، لہذا ماننا پڑے گا کہ آنحضرت کے بعد رسول آئیں گے، ورنہ کیا خدا وفات یافتہ رسولوں کو حکم دے رہا ہے کہ اٹھو کھانے کھاؤ۔

الجواب:- اس جگہ تو پہلے سے بھی بڑھ چڑھ کر اپنی عادت خصوصی یہودیانہ تحریف" کا ثبوت دیا ہے، سورہ مومنون میں دوسرے رکوع سے اس آیت تک انبیاء سابقہ کا ذکر تفصیل وار کیا ہے۔ سب کے آخر حضرت مسیح کا ان لفظوں میں کہ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنٰهُمَا إِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِيْنٍ يٰٓأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا إِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ وَإِنَّ هٰذِهٖ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ فَتَقَطَّعُوْا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ۔ الآیہ، ہم نے مریم و ابن مریم کو اپنی قدرت کا ایک نشان بنایا اور ان دونوں کو ایک اونچے ٹیلہ سرسبز و شاداب پر جگہ دی۔ اس جگہ تک رسولوں کا ذکر ہے، آگے ایک لفظ محذوف ہے۔ یعنی ہم نے ان سب رسولوں کو یہ حکم دیا تھا، کہ اے رسولو! ستھرے کھانے کھاؤ، اور اچھے عمل کرو، میں جانتا ہوں جو تم کرتے ہو، یہ سب لوگ ہیں امت تمہاری دین واحد پر، اور میں تمہارا رب ہوں، مجھ سے ڈرو مگر باوجود اس تاکید کے انبیاء کے تبعین نے) پھوٹ ڈال دی۔ دین الٰہی میں، اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، ہر فرقہ اپنی اپنی جگہ نازاں و فرحاں ہے (اے نبی صلعم) فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ" چھوڑ دے ان کو اس مدہوشی میں وقت مقرر تک"۔

یہ آیات اپنے مطلب کو صاف ظاہر کر رہی ہیں، کہ یہ امر ہر ایک رسول کو اپنے زمانہ پر ہوتا رہا ہے۔ خاص کر پچھلی آیات نے بالکل کھول

دیا کہ یہ ذکر پہلی امتوں کا جنھوں نے دین الٰہی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا، باوجود اس صراحت کے میں جھوٹے کو گھر تک پہنچانے کے لیے خود رسول کریم صلعم کی حدیث صحیح اس بارے میں پیش کیے دیتا ہوں تا سیہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا وَاِنَّ اللّٰہَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِہِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ (رواہ مسلم کتاب البیوع باب الکسب وطلب الحلال)

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تحقیق اللہ پاک ہے، اور سوائے پاکیزگی کے کچھ قبول نہیں کرتا، لاریب اللہ تعالیٰ نے مومنین کو وہی حکم دیا ہے جو اس نے انبیاء کرام کو دیا تھا کہ اسے رسولو! کھاؤ پاک چیزیں، اور عمل صالح کرو، ایسا ہی مسلمانوں کو، کہا اللہ تعالیٰ نے اسے ایمان والو کھاؤ اس پاک رزق سے جو ہیں نے تمہیں عطا فرمایا۔

حضرات اب تو آپ خوب اچھی طرح جان گئے ہوں گے کہ یہ مرزائی قطعاً خدا و رسول کے دشمن اپنی اغراض نفسانیہ کے ماتحت قرآن پاک کو بگاڑنے والے دجال کی امت ہیں، رسول کریم صلعم نے فرمایا کہ میری امت میں تیس کے قریب دجال وکذاب پیدا ہوں گے، کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی وہ سب کے سب دعوے نبوت کریں گے حالانکہ میں نبیوں کو بند کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی [illegible]

ساتویں تحریف

قرآن میں ہے وَمَا کَانَ لَکُمْ [illegible] اللّٰہِ وَلَا تَنْکِحُوْا اَزْوَاجَہٗ مِنْ بَعْدِہٖ [illegible]

لیے یہ مناسب نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو ایذا دو۔ اور نہ یہ مناسب ہے کہ تم رسول کی وفات کے بعد اس کی بیویوں سے شادی کرو۔

آنحضرت ؐ بھی ایک رسول تھے، جب فوت ہوئے آپ کی بیویوں کے ساتھ کسی نے شادی نہ کی، اب اگر سلسلہ نبوت بند ہوگیا تو نہ کوئی نبی آئے گا نہ اس کی وفات کے بعد اس کی بیویاں زندہ رہیں گی، نہ ان کے نکاح کا سوال زیر بحث آئے گا۔ اب اگر اس آیت کو قرآن سے نکال دیا جائے کونسا نقص لازم آتا ہے لیکن قرآن قیامت تک کے لیے واجب العمل ہے۔ اس لیے ماننا پڑتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری ہے اور قیامت انبیاء کی ازواج مطہرات ان کی وفات کے بعد بیوگی ہی کی حالت میں رہیں گی۔ ×

نوٹ:۔ یہ آیت آنحضرت کے لیے خاص نہیں بلکہ عام ہے کیونکہ اس میں "الرسول" "النبی" کا لفظ نہیں کہ آنحضرت مراد ہوں، بلکہ رسول اللہ کا لفظ ہے جو نکرہ ہے، اور اس میں ہر رسول داخل ہے۔

الجواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول تھے، مُحَمَّدٌ رسول اللہ (پ سورۃ الفتح) آپ پر آیت نازل ہوئی ہے، صحابہ کرام کی جماعت مخاطب ہے، جو آنحضرت ؐ کو رسول اللہ مانتے تھے، اللہ تعالیٰ صحابہ کو آداب الرسول سے مطلع فرماتا ہے کہ تمہیں نہ تو یہ مناسب ہے کہ رسول اللہ ؐ کو دکھ پہنچاؤ اور نہ یہ کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح کرو، جبکہ مخاطبین اس حکم کی مراد سمجھتے ہیں، وہ سمجھتے بھی کیوں نہ جبکہ رسول اللہ صلعم ان میں موجود تھے، چنانچہ حضور ؐ کی وفات کے بعد ایسا ہی عمل میں لایا جاتا ہے کہ آپ کی ازواج مطہرات سے باوجودیکہ بعض ابھی نوجوان تھیں، شادی نہیں کی گئی، پس اس آیت کو کسی آیندہ رسول کے متعلق بھی قرار دینا

سراسر تحریف فی القرآن ہے، کیونکہ خدا
"وعدہ کر چکا ہے کہ آنحضرت کے بعد کوئی رسول (جدید)
نہیں بھیجا جائے گا" (ازالہ اوہام صـ۲۴۲ ط ۲)
اور جو یہ کہا گیا ہے کہ "رسول اللہ" نکرہ ہے یہ قائل کی جہالت نادانی اور علوم عربیہ سے نابلد محض ہونے کی دلیل ہے۔ اس جاہل اجہل کو معلوم ہونا چاہیے کہ لفظ "الرسل" "النبی" سے ہی خصوصیت نہیں ہوتی، بلکہ اسم اضافت سے بھی معرفہ ہو جاتا ہے، دیکھو "غلام" کا لفظ نکرہ ہے مگر جب غلام زید کہا جائے گا، تو (معرفہ) ہو جائے گا، بعینہ یہاں رسول کا لفظ مضاف ہے، اور اللہ کا لفظ مضاف الیہ۔ یعنی اللہ کا رسول، اور اللہ کا لفظ معرفہ ہے، پس یہاں لفظ رسول اللہ نکرہ نہیں معرفہ ہے (المضاف الی المعرفۃ معرفۃ) فتدبر۔
مجھے خطرہ ہے کہ یہ مرزائی جاہل کہیں احادیث نبویہ سے بھی یہ کہکر کھلا انکار نہ کر دے، کہ کتب احادیث میں عموماً "قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ" وارد ہوا ہے، پس یہ خاص آنحضرت کی حدیثیں نہیں بلکہ رسول اللہ نکرہ ہے اس میں ہر رسول داخل ہے۔"
باقی رہا یہ کافرانہ اعتراض کہ اب اس آیت کو قرآن سے نکال دیا جائے تو کیا حرج ہے۔؟
سو جواب یہ ہے کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کی مظہر و مثبت ہے، پس آپ ہی کہہ دیں کہ حضور کی فضیلت کی دلیل کو مٹانے والا کس لقب کا حقدار ہے، نیز حرج صرف اتنا ہی ہے کہ قرآن پاک میں ایسی ناپاک حرکت کرنے والا بموجب فنونت قرآن یحرّفون الکلم عن مواضعہ دین و ایمان سے بے نصیب ہو کر یہود پلید کا ساتھی ہو جائے گا اور کچھ نہیں، تمہیں یہ منظور ہے تو کر دیکھو، مگر یاد رکھو کہ قرآن کی

حفاظت کا جس نے ذمہ لیا ہوا ہے وہ عَزِیْزٌ ذُوانْتِقَامٍ ہے۔

آٹھویں تحریف

مرزائی پیش کرتے ہیں وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِىْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ حَتّٰىٓ اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا (سورہ مومن پارہ ۲۴) یعنی (اے باشندگان مصر) تمہارے پاس حضرت یوسف ؑ اس سے پہلے روشن دلائل لے کر آئے پس تم اس سے جو وہ لے کر آئے شک ہی میں رہے، حتیٰ کہ جب وقت وہ فوت ہو گئے تو تم کہنے لگے کہ خدا تعالیٰ اس کے بعد ہرگز کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کفار مصر حضرت یوسف پر نبوت کو ختم سمجھتے تھے اس سے ثابت ہوا کہ ختم نبوت کا عقیدہ کفار کا ہے اور جو نبوت کو بند سمجھے وہ کافر ہے۔

الجواب

یہ ان لوگوں کا مقولہ ذکر کیا گیا ہے، جو حضرت یوسف علیہ السلام کی نبوت پر ایمان نہ لائے تھے جیسا کہ فَمَا زِلْتُمْ فِىْ شَكٍّ سے ظاہر ہے، انھوں نے ازروئے کفر کہا تھا، کہ حضرت یوسف فوت ہو گئے ہیں، تو چھٹکارا ہوا، اب خدا کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔

یہ خدائی فیصلے کا ذکر نہیں ہے، اور ان کا یہ قول اس لئے بھی غلط تھا کہ اس وقت خدا کے علم میں سلسلہ نبوت میں سینکڑوں نبی باقی تھے۔ تو ان کفار کا اس وقت کا قول غلط ہونے سے لازم نہیں آتا کہ اس وقت جب خدا تعالیٰ نے اپنے فیصلہ سے آنحضرت صلعم کی نسبت خاتم النبیین فرما دیا۔ اور آنحضرت صلعم نے بھی فرما دیا کہ نبوت اور رسالت میرے بعد منقطع ہو چکی ہے۔ (معاذ اللہ) یہ سب غلط ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ فرعون اور آل فرعون سلسلہ رسالت کے منکر تھے، بلکہ فرعون کی قوم اس کو اللہ سمجھتی تھی، اور خدا کی منکر تھی، پس

جو رب العلمین کا انکار کرے، وُہ رسالت و نبوت کا قائل کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک عیسائی مشنری ایک ایرانی دہریہ کے ہاں گیا، اور اس کو کہنے لگا کہ یسوع مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ اس پر ایمان لاؤ تاکہ تم کو نجات ملے۔ ایرانی دہریہ خاموشی سے اس کے وعظ کو سنتا رہا۔ جب مشنری نے اپنا وعظ ختم کیا تو اس دہریہ نے جواب دیا کہ من پدرش قبول ندارم و تو پسرش پیش میکنی میں تو اس کے باپ کو نہیں مانتا اور تو بیٹا پیش کر رہا ہے۔ یہی حال مرزائیوں کا ہے، قوم فرعون تو سرے سے خدا کا انکار کرتی تھی، وُہ اس رب العزت کے رسولوں کو کیسے مان سکتی تھی۔ پس اہل اسلام کو آل فرعون پر قیاس کرنا بالکل غلط دلیل ہے۔

نیز حضرت یوسف علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے کبھی یہ وحی نہیں کی تھی کہ تو خاتم النبیین ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے لَا نَبِیَّ بَعْدِی کا کبھی دعویٰ ہی کیا۔ اس کے عکس قرآن میں خدا کا قطعی فیصلہ اور آنحضرت صلعم کے صاف الفاظ احادیث میں موجود ہیں۔ کہ آپ کے بعد ہر قسم کی نبوت ختم ہو چکی۔

سنو! مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

"آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے کا قائل ہوں اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آں جناب کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نیا یا پرانا نہیں آئیگا"

(نشان آسمانی مصنفہ مرزا ص۲۸)

نویں تحریف } وَاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا (الجن ع۱) قوم جنات کا بھی ظن تھا کہ اب کوئی نبی نہ ہو گا، حالانکہ آنحضرت آگئے۔

اس کا جواب بھی اوپر گزر چکا ہے، یعنی ظن اور نصوص قرآنیہ میں فرق نہ کرنے والا خود جاہل ہے، یہ محض جنات کا غلط عقیدہ تھا، یہ خدائی فیصلہ نہیں تھا۔

دسویں تحریف میں نے متعدد آیات پیش کی ہیں، کہ جب دنیا میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے، تب رسول آتا ہے۔

الجواب پہلی شریعتیں وقتی اور خاص خاص موقعوں کے لیے بعض چنانچہ حالات کے موافق احکام نازل ہوتے رہے مگر اسلام کامل واکمل ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے دین کمال کو پہنچ گیا، قرآن نے ہدایت و رشد کے تمام پہلوؤں کو کمال بسط اور تمام ضروری تفصیلات کے ساتھ دنیا میں روشن کر دیا ہے اب کسی نئے حکم یا نبی کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں، باقی رہا اصلاح و تبلیغ کا کام سو یہ کام صالحین امت اور علمائے دین کے سپرد ہے۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ یعنی تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو لوگوں کو بھلائی اور نیکی کی طرف بلائے۔ اچھے کام کرنے کو کہے اور برے کاموں سے روکے۔

مزید تفصیل براہین احمدیہ ص۱۰۹ سے ص۱۱۱ تک ملاحظہ ہو، جس کا اقتباس ہم نقل بھی کر آئے ہیں۔

گیارھویں تحریف مرزائی پیش کرتے ہیں، وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ جب تک کوئی رسول نہ بھیج لیں ہم عذاب نازل نہیں کرتے یعنی بموجب قرآن نزول آفات سماوی وارضی سے پہلے حجت پوری کرنے کو رسول آنا ضروری ہے موجودہ عذاب اس ضرورت پر گواہ ہے۔

الجواب۔ آیت کا مفہوم تو صرف اس قدر ہے کہ اللہ کے رسول آکر

حجت پوری کرتے ہیں، مگر منکرین مخالفت کرتے ہیں جس کی وجہ سے عذاب نازل ہوتا ہے چونکہ حضرت صلعم تمام جہان اور سب قوموں اور امتوں کے لیے "ایک ہی نبی" (چشمہ معرفت مصنفہ مرزا) ہیں، اس لیے یہ تمام عذاب اسی رسالت کاملہ کی مخالفت کا باعث ہے۔

نیز جو عذاب مرزا صاحب کے دعویٰ کرنے سے پہلے دنیا پر آئے وہ کس کے انکار کی وجہ سے آئے، اگر وہ آنحضرت کی مخالفت کی وجہ سے تو اس زمانہ کے عذابوں کو کیوں نہ آپ ہی کی مخالفت کا نتیجہ قرار دیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے کوئی حد مقرر کی ہے کہ تیرہ سو سال تک جو عذاب آئے گا، وہ رسول اللہ صلعم کے انکار کی وجہ سے آئے گا، اور اس کے بعد کسی اور رسول کے انکار کی وجہ سے؟ اور اگر موجودہ عذاب مرزا صاحب کے انکار کی وجہ سے آرہے ہیں تو اس کی کوئی حد مقرر ہونی چاہیے، کہ ان کی وجہ سے کتنے عرصہ تک عذاب آئے گا۔

ثابت ہوا کہ موجودہ عذاب آنحضرت صلعم کی مخالفت کی وجہ سے ہے، مذکورہ بالا آیت کسی نئے نبی کو نہیں چاہتی، کیونکہ آنحضرت کافۃ الناس کے لیے نبی ہیں، اور آپ کے آنے سے حجت پوری ہوگئی۔

بارھویں تحریف

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔

یعنی اللہ تعالیٰ جس قوم پر کوئی نعمت کرتا ہے، اور اس سے وہ نعمت دور نہیں کرتا، جب تک وہ قوم اپنے حالات کو نہ بدلے، اگر اس امت پر خدا تعالیٰ نے یہ نعمت نبوت بند کردی ہے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ یہ امت بدکار ہوگئی ہے۔

الجواب

اس آیت میں اس نعمت نبوت کا ذکر نہیں ہے، بلکہ دیگر دنیوی نعمتوں کا ذکر ہے، جو آیت کے سیاق وسباق سے

معلوم ہوسکتا ہے، اس آیت کے پہلے بھی اور بعد بھی فرعونیوں وغیرہ کا ذکر ہے کہ خداتعالیٰ نے ان کو کئی قسم کی نعمتیں بخشی تھیں، لیکن انھوں نے نافرمانی کی توخداتعالیٰ نےاس پر تباہی ڈالی، کہاں نبوت اور کہاں دنیا کی نعمتیں خوشحالی، حکومت وغیرہ۔

سوال ۔ نبوت ایک نعمت ہے، امت محمدیہ اس سے محروم کیوں ہوگئی۔؟

الجواب نزول کتاب اور نبوت شریعی بھی لامحالہ ایک اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اگر آپ کے بعد کوئی نئی شریعت یا جدید کتاب نہیں نازل ہوسکتی تو وہی اعتراض آیا کہ آنحضرت صلعم کی تشریف آوری کے بعد دنیا فیض شریعت سے محروم کردی گئی۔ کیونکہ جس طرح انبیاءؑ آتے رہے، اسی طرح شریعت بھی وقتاً فوقتاً نازل ہوتی رہی۔ اور یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ انعام شریعت بہ نسبت انعام نبوت کے بہت بڑا ہے، اگر آپ ہم کو الزام دیتے ہو تو تم پر بھی وہی الزام عائد ہوتا ہے، الغرض نزول کتاب و نبوت تشریعی بھی ایک نعمت ہے، جب یہ نعمت باوجود بند ہونے کے امت میں نقص پیدا نہیں کرتی تو اس طرح اگر مطلق نبوت نعمت ہو تو ختم ہونے کی صورت میں کوئی نقص لازم نہیں آئے گا۔ کیونکہ نعمت اپنے وقت میں نعمت ہے۔ مگر غیر وقت میں نعمت نہیں، جیسے بارش اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، مگر یہی بارش دوسرے وقت عذاب ہوجاتی ہے، ہم تو اس چیز کے قائل ہیں کہ وہ نعمت پورے کمال کے ساتھ انسانوں میں پہنچادی گئی، ہم نعمت سے محروم نہیں ہیں، بلکہ وہ اچھی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ جس طرح سورج کے نکلنے سے کسی چراغ کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسی طرح آنحضرت کی تشریف آوری کے بعد نبی کی ضرورت نہیں۔

تیرھویں تحریف اجراء نبوت کی دلیل میں مرزائی پیش کرتے ہیں۔ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ کہ وہ پچھلی وحی پر ایمان لاتے ہیں۔ یعنی نبوت جاری ہے۔

الجواب اس جگہ آخرت قیامت ہے۔ جیسا دوسری جگہ بالصراحت یہ فرمایا گیا ہے۔ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ج آخری زندگی ہی اصل زندگی ہے۔ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ (سورہ حج) دنیا و آخرت میں خائب و خاسر، قرآن مجید میں لفظ آخرہ پچاس سے زیادہ مرتبہ استعمال ہوا ہے، اور سب جگہ مراد جزا سزا کا دن ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر، ابن جریر کی جلد اول صہ اور تفسیر درمنثور کی جلد اول صہ۲۷ پر ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (وَبِالْاٰخِرَةِ) اَیْ بِالْبَعْثِ وَالْقِيَامَةِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَالْحِسَابِ وَالْمِيْزَانِ۔

تفسیر از مرزا صاحب قادیانی

"طالب نجات وہ ہے جو خاتم النبیین پیغمبر آخر الزمان پر جو کچھ اتارا گیا ہے پر ایمان لاوے، ... وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ۔ اور طالب نجات وہ ہے جو پچھلی آنے والی گھڑی یعنی قیامت پر یقین رکھے، اور جزا سزا مانتا ہو۔" (الحکم جلد ۳ نمبر ۳۴-۳۵-۱۰- اکتوبر ۱۹۰۲ء) (دیکھو خزینۃ العرفان جلد اول صہ مصنفہ مرزا)۔

تفسیر از مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اوّل قادیان:۔

"اور آخرت کی گھڑی پر بھی یقین کرتے ہیں" (ضمیمہ بدر مورخہ ۴- فروری ۱۹۰۹ء)

چودھویں تحریف مرزائی کہتے ہیں کہ وَجَعَلْنَا مِنْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ۔

محمدیہ پاکٹ بک۔

یعنی اور ہم نے اس کی (ابراہیم ؑ) کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت جاری ہے۔

الجواب اگر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت جاری ہے تو کتاب کا نزول بھی جاری معلوم ہوتا ہے وھو باطل جو دلیل کتاب سے مانع ہے وہی نبوت سے مانع ہے۔

پندرھویں تحریف وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ۔ اور جس وقت آزمایا ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب نے ساتھ کئی باتوں کے پس پورا کیا ان کو، کہا تحقیق میں کرنے والا ہوں تجھ کو واسطے لوگوں کے امام، کہا اور میری اولاد سے، کہا نہ پہنچے گا عہد میرا ظالموں کو۔

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں اول یہ کہ عہد نبوت ابراہیمی نسل کے ساتھ ضرور پورا ہوگا، دوسری یہ کہ جب نسل ابراہیمی ظالم ہو جائے گی تو ان سے نبوت چھن جائے گی، کیونکہ امت محمدیہ میں نبوت جاری نہیں، لہٰذا یہ امت ظالم ہو گئی ہے، اگر ظالم نہیں تو امت محمدیہ میں نبوت جاری ہے۔

الجواب آیت کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ جو ظالم ہو اس کو نہ ملے۔ مگر ہر غیر ظالم کے لیے نبوت ضروری نہیں، ہاں اگر نبوت آنحضرت ؐ کے بعد جاری ہوتی تو پھر غیر ظالم کو مل سکتی تھی۔ مگر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان موجود ہے۔ کہ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ ۔ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ یعنی محمد (صلعم) تم سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔ یہ آیت صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلعم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا (ازالہ مصنفہ مرزا صاحب صفحہ ۲۵۲ طبع دوم)

حضرت ابراہیم ؑ نے خدا سے دُعا مانگی تھی جو قبول ہُوئی مگر دکھاؤ کہ آنحضرت صلعم نے بھی ایسی دُعا مانگی ہے، بلکہ آپ نے صریح اور واضح الفاظ میں فرمادیا کہ نبوت اور رسالت منقطع ہو چکی ہے، اب میرے بعد کوئی رسول اور نبی نہیں آئے گا۔ اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ اِنْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ (ترمذی) ثابت ہوا کہ نبوت جاری نہیں۔

سولھویں تحریف} وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ط اس اور اگلی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نبوت جاری ہے، رسول نکرہ ہے اور دونوں عہد ایک ہی ہیں، اور رسول اللہ سے بھی عہد لیا گیا کہ وُہ اپنے بعد آنے والے نبی کی مدد کے لیے امت کو تلقین کریں گے۔

الجواب} اس آیت کا مرزا صاحب یہ ترجمہ کرتے ہیں۔

" اور یاد کرو کہ جب خدا نے تمام رسولوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب حکمت دوں گا اور تمہارے پاس آخری زمانہ میں میرا رسول آئے گا جو تمہاری تصدیق کرے گا، تمہیں اس پر ضرور ایمان لانا ہوگا، اور تمہیں اس کی مدد کرنی ہوگی۔ اب ظاہر ہے کہ انبیاء تو اپنے اپنے وقت پر فوت ہو چکے تھے یہ حکم ہر نبی کی امت کے لیے ہے کہ جب وُہ رسول ظاہر ہو تو اس پر ایمان لاؤ جو لوگ آنحضرت ؐ پر ایمان نہیں لائے، خدا تعالیٰ ان کو ضرور مواخذہ کرے گا " (حقیقۃ الوحی ص ۱۳۰)

یہاں ثُمَّ جَآءَکُمْ کے الفاظ قابل غور ہیں، ان میں نبی کریم صلعم کے تمام انبیاء کے ساتھ تشریف لانے کو لفظ ثُمَّ کے ساتھ ادا کیا گیا ہے۔ جو لغت عربی میں تراخی یعنی مہلت کے لیے آتا ہے، جب کہا جاتا ہے۔

جَاءَنِی الْقَوْمُ ثُمَّ عَمْرٌو۔ تو لغت عرب میں اس کے معنی ہوتے ہیں کہ پہلے تمام قوم آگئی پھر کچھ مہلت کے بعد سب سے آخر میں عمر آیا، لہٰذا ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ کے یہ معنی ہوں گے کہ تمام انبیاء کے آنے کے سب سے آخر میں آنحضرت صلعم تشریف لائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے پختہ وعدہ لیا کہ اگر تمہاری موجودگی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں تو تمہارے لیے ضروری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور نصرت کرو جیسا کہ حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ اِلَّا اَخَذَ عَلَيْهِ الْمِيْثَاقَ لَئِنْ بَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا وَّهُوَ حَيٌّ لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ وَلَيَنْصُرَنَّهٗ وَاَمَرَهٗ اَنْ يَّاْخُذَ الْمِيْثَاقَ عَلٰى اُمَّتِهٖ لَئِنْ بُعِثَ مُحَمَّدٌ وَّهُمْ اَحْيَاءٌ لَيُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَيَنْصُرُنَّهٗ۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی مبعوث کیا، اس سے یہ وعدہ لیا کہ اگر اس کی زندگی میں اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔ . . . . تو اس کو آپ پر ضرور ایمان لانا چاہیے اور نصرت کرنی چاہیے، اسی طرح اس نے نبی کو حکم دیا کہ وہ اپنی امت سے پختہ عہد لے کہ اگر ان کی زندگی میں نبیؐ مبعوث ہوئے تو ان کو آپ پر ضرور ایمان لانا چاہیے اور نصرت کرنی چاہیے (تفسیر ابن کثیر ص۱۱، تفسیر جامع البیان ص۵۵)

اس آیت میں رسول کا لفظ گو نکرہ ہے لیکن اس کی تخصیص ابن عباسؓ

اور علی ہٰذا نے مندرجہ بالا عبارت میں کر دی ہے۔ اس سے انکار کی گنجائش نہیں، ورنہ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا۔ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ۔ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (سورۃ طلاق)
ان آیات میں بھی رسول نکرہ واقعہ ہوا ہے، ان کی تخصیص کیسے ہوگی؟

عہد دوم کی تشریح!

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا۔ اور جبکہ لیا ہم نے نبیوں سے ان کا میثاق (پختہ عہد) اور آپ سے اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰ بن مریم علیہم السلام سے، اور لیا ان سے پکا وعدہ۔ اس آیت میں میثاق کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اولوالعزم نبیوں سے اس بات کا پکا وعدہ لیا کہ دین کی تبلیغ اچھی طرح کرنا اور کسی قسم کی تفرقہ اندازی نہ کرنا، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعد میں آنے والے نبی کی تصدیق کریں گے۔ منك کے لفظ سے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا مقصود ہے، دیکھو ابن کثیر میں صفحہ ۵۰۶ پر لکھتے ہیں، اِنَّهٗ اَخَذَ عَلَيْهِمُ الْعَهْدَ وَالْمِيْثَاقَ فِيْ اِقَامَةِ دِيْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاِبْلَاغِ رِسَالَتِهٖ۔ ترجمہ:۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان پر میثاق (پختہ وعدہ) لیا ہے کہ دین کو قائم کریں گے اور پیغام رسالت کو لوگوں تک پہنچائیں گے، اس میثاق کی تفسیر دوسری آیت میں ملتی ہے وہاں بھی ان اولوالعزم نبیوں کو خطاب ہے، شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا

وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ۔ اس آیت سے صاف معلوم ہو گیا کہ سورہ احزاب کی آیت میں صرف اس بات پر میثاق لیا گیا ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ (کہ دین کو قائم کرو اور تفرقہ اندازی نہ کرو۔

سترھویں تحریف

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ (نور) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ او حضرت داؤد علیہما السلام کی طرح خلیفے یعنی غیر تشریعی نبی ہوں گے۔

الجواب

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سلطنت عطا کرے گا، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نبی خلیفہ ہوں گے، ورنہ دوسری آیت میں کیا مطلب ہوگا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ ۔ ترجمہ: قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر دے، اور تمہیں زمین کا بادشاہ بنا دے، وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۔ وہ ذات پاک جس نے تم کو دنیا میں جانشین بنایا اور بعض کے بعض پر مراتب بلند کیے تاکہ اس نے تمہیں جو کچھ دیا ہے، اس میں آزمائش کرے، تفسیر معالم التنزیل میں لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ کا معنی لکھتے ہیں ای یورثہم ارض الکفار من العرب والعجم فیجعلہم ملوکا وساستہا وسکانہا یعنی مسلمانوں کو کافروں (عربی ہوں یا عجمی) کی زمین کا وارث بنا دے گا، اور ان کو بادشاہ اور فرماں روا اور وہاں کا باشندہ بنا دے گا۔

احادیث نبویہ کے متعلق مرزائی اعتراضات کے جوابات

پہلی دلیل مرزائیہ! { اَنَا اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَ مَسْجِدِیْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ (مسلم) آنحضرت ؐ نے فرمایا میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے، چونکہ مسجد نبویؐ کے بعد بہت سی مساجد بنائی گئیں، لہٰذا ثابت ہوا کہ آخری کے معنی مغائرت اور مخالفت کے ہیں، یعنی کوئی شخص آنحضرت ؐ کے مخالف رہ کر نبی نہیں ہو سکتا، ہاں موافقت کی صورت میں آسکتا ہے جس طرح بحکم شرع مساجد بن رہی ہیں،

الجواب { جو نبی بھی دنیا میں آیا، خدا کی عبادت کروانے آیا، اسی طرح ہر نبی نے حسب اقتضاء زمانہ واستعداد عوام عبادت کے طریق اور جائے عبادت کی تعیین وتکریم بیان کی، آنحضرت صلعم کا یہ مطلب ہے کہ میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد انبیاء کی آخری مسجد ہے اب میرے بعد نہ کوئی نیا نبی آئے گا اور نہ نیا طریق عبادت پیش کرے گا۔ چنانچہ مزید تشریح فرما دی کہ انا خاتم الانبیاء و مسجدی خاتم المساجد الانبیاء (کنز العمال ج ۱۱ ص ۲۵۶ فضل الحرمین) میں ختم کرنے والا ہوں نبیوں کا اور میری مسجد ختم کرنے والی ہے مساجد انبیاء کی)

لفظ آخری نبی کی مثال از کتب مرزا { مرزا صاحب اشتہار واجب الاظہار ۲۴۔ نومبر ۱۹۰۰ئہ میں حضرت مسیح کا ذکر کرتے ہوئے کہ خدا نے:

"عیسیٰ مسیح کو اسرائیلی نبوت کے لیے آخری اینٹ کر دیا۔ نبوت بنی اسرائیل سے گئی۔"

اب آخری اینٹ کا مطلب صاف ظاہر ہو گیا کہ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو، بعینہ یہی مثال مرزا نے دی ہے، کہ آنحضرتؐ "دیوارِ نبوت کی آخری اینٹ"

(سرمہ چشم آریہ مصنفہ مرزا ص $\frac{196}{196}$)

دوسری دلیل مرزائیہ

آنحضرتؐ نے فرمایا لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا

"اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا"، معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ کے بعد نبوت کا امکان ہے۔ (ابن ماجہ کتاب الجنائز)

جواب

اول تو یہ حدیث ہی باطل ہے، جہاں سے مرزائیوں نے یہ نقل کی یعنی ابن ماجہ سے، وہیں اس کے حاشیہ پر لکھا ہوا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کا راوی ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان عبسی بھی متروک ہے۔ اسی طرح حافظ ابن حجر نے تقریب میں لکھا ہے کہ یہ شخص متروک الحدیث ہے اور تہذیب التہذیب (ص 144 ج 1) میں محدثین کے بہت سے اقوال اس کی تضعیف میں نقل کیے ہیں۔ غالباً اسی بناء پر علامہ نووی نے اس حدیث کو باطل قرار دیا ہے (تہذیب الاسماء واللغات [illegible] مدارج النبوت ص [illegible] ج 2) شیخ عبدالحق [illegible] میں ہے "اعتبار [illegible] [illegible] جیسے لوگو[illegible] کی تائید کی ہے، اول تو [illegible] نقاد حدیث نہیں ان [illegible] [illegible] ہے۔ لہٰذا یہ روایت قابل اعتبار نہیں۔

دوسرے: صحیح الفاظ جو حضرت صلعم کے فرزند کی وفات کے متعلق منقول ہیں یہ ہیں: وَلَوْ قُضِيَ اَنْ يَّكُوْنَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيٌّ عَاشَ ابْنُهٗ وَلٰكِنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ - یعنی اگر قضائے الٰہی میں یہ بات ہوتی کہ محمد صلعم کے بعد کوئی نبی ہو تو آپ کا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا، لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں موجود ہے اور ابن ماجہ میں بھی۔

پھر اس کا جھوٹی اور مردود ہونا یوں بھی ظاہر ہے کہ یہ قرآن پاک کے نصوص صریحہ کے مخالف ہے اور صدہا احادیث صحیحہ نبویہ مندرجہ صحاح ستہ مسلمہ فریقین و مقبولہ مرزا کے خلاف ہے۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمادیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اور حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا، اور قرآن شریف میں جس کا لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔"

(کتاب البریہ مصنفہ مرزا صد ۱۸۴)

اعتراض } یہ حدیث ابن ماجہ میں ہے۔ جو صحاح ستہ میں سے ہے، لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے۔

الجواب } سبحان اللہ! کیا علمیت ہے کہ حدیث کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ یہ ابن ماجہ میں ہے، صاحب علم حضرات سے مخفی نہیں کہ صحاح ستہ میں بھی بہت سی ضعیف روایات موجود ہیں۔ (ابن ماجہ کا تو چھٹا درجہ ہے، بلکہ بعض لوگ مثلاً علامہ ابن اثیر صحاح ستہ میں سنن ابن ماجہ کو شمار ہی نہیں کرتے، بلکہ موطا مالک کو شمار کرتے ہیں) مرزا صاحب بخاری اور مسلم میں بھی ضعیف حدیثیں بتاتے ہیں، مثلاً صحیح مسلم میں دمشقی منارے والی حدیث (جس کو نواس بن سمعان نے بیان کیا ہے) کو ضعیف شمار کرتے ہیں۔

"یہ حدیث وہ ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے، جس کو ضعیف سمجھ کر رئیس المحدثین امام محمد اسماعیل بخاری نے چھوڑ دیا ہے۔" (ازالہ اوہام صد ۲۲۰ طبع اول صد ۱۵۸ طبع ۲)

صحیح بخاری میں ہے کہ مجھ کو یونس بن متی پر فضیلت مت دو۔ مرزا صاحب اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۶۳-۱۶۲ لاہور بخاری اور مسلم میں حدیث ہے کہ کفار نے آنحضرت صلعم پر جادو کر دیا تھا، مرزا صاحب اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو الحکم ۶ بدر) لہذا ثابت ہوا کہ کسی حدیث کا ابن ماجہ میں ہونا اس کی صحت کی دلیل نہیں۔

اعتراض اس حدیث کے متعلق شہاب علی البیضاوی میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی صحت میں کوئی شبہ نہیں، کیونکہ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور نیز ملا علی قاری نے اس کی تصحیح کی ہے۔ (موضوعات کبیر صفحہ ۶۸/۶۹)

الجواب اول تو وہ نقاد حدیث سے نہیں ہیں، ان کا مرتبہ اس فن میں کمتر ہے، آئمہ حدیث مثلاً حافظ ابن حجر عسقلانی حافظ ابن عبد البر اور امام نووی اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں، بلکہ امام نووی تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلعم پر بہتان عظیم ہے، دیکھئے موضوعات کبیر صفحہ ۶۹۔ ابراہیم بن عثمان علبی راوی کو ائمہ حدیث نے مجروح قرار دیا ہے (ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو مرقاۃ شرح مشکوۃ صفحہ ۲۴۲ جلد ۱)

وَالْجَرْحُ مُقَدَّمٌ عَلَى التَّعْدِيْلِ كَمَا فِي النُّخْبَةِ فَلَا يَنْفَعُهُ تَصْحِيْحُ بَعْضِ الْمُحَدِّثِيْنَ۔ جرح تعدیل پر مقدم ہوگی جیسا کہ نخبہ میں ہے، پس بعض محدثین کی تصحیح اس کی جرح کو دفع نہیں کر سکتی۔ اس لیے ملا علی قاری وغیرہ کی تصحیح قابل حجت نہیں۔ ملا علی قاری جہاں اس کو صحیح قرار دیتے ہیں، پہلے خود مانتے ہیں کہ امام نووی۔ ابن حجر اور ابن عبد البر نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

باقی رہا یہ اعتراض کہ شہاب علی البیضاوی میں لکھا ہے کہ یہ حدیث

صحیح ہے تو یہ کافی نہیں کیونکہ تصحیح حدیث کے لیے پہلے جرح کا اطلاق مقدم ہے، صرف ابن ماجہ میں حدیث کا مذکور ہونا صحت حدیث کی دلیل نہیں۔

نیز بحث صورت مقدرہ میں ہے، یعنی اگر یہ حدیث صحیح ہو، تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ختم نبوت کے منافی ہے جیسے لوکان موسیٰ حیًّا لما وسعہ الا اتباعی میں۔ کیونکہ اس سے ہرگز یہ مقصود نہیں کہ موسیٰؑ حضور کے بعد تشریف لا سکتے ہیں بلکہ یہ محض مفروضہ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ حضور کے مرتبہ نبوت کو بیان کیا جائے، اسی طرح لوعاش ابراھیم سے مراد حضرت ابراہیمؑ کی تعلیمات بیان کرنا ہے، نہ امکان نبوت، کیونکہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر صفحہ پر صاف فرماتے ہیں،

دعوی النبوۃ بعد نبینا صلعم کفر بالاجماع

آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے۔

فافہم

تیسری دلیل مرزائیہ ہم درود شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا کی ویسی ہی رحمت طلب کرتے ہیں جیسی ابراہیمؑ اور اس کی آل پر ہوئی، یعنی دیگر رحمتوں کے ساتھ ساتھ نبوت بھی۔

الجواب (۱) اگر درود شریف پڑھنے سے تم لوگوں کا یہی مفہوم ہوتا ہے تو تم سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا شاید ہی کوئی ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ افضل اور اتم شریعت عطا ہوئی کہ جملہ انبیاء کی شریعتیں مل کر بھی اس پایہ کی نہ ہوئیں، پھر تمہاری یہ کس قدر گستاخی ہے کہ باوجودیکہ آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر جو اعلیٰ واحسن کامل ومکمل شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی

تم اس کے عوض ایسی شریعت ناقص چاہتے ہو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملی تھی۔ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ ھُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ۔

ماسوا اس کے یہ کیا لغویت ہے کہ خدا یا محمد صلعم کو ابراہیم ؑ جیسی نبوت دے حالانکہ آپ سید المرسلین ہیں۔

(۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر تو یہ بھی رحمت ہوئی تھی کہ ان میں صاحب کتاب و شریعت نبی ہوئے۔ کیا امت محمدیہ میں بھی تم لوگ قرآن کے بعد کسی دوسری شریعت کی آمد کے طالب ہو؟ پھر تو قادیان سے ڈیرہ اٹھا کر ایرانی نبی کے ہاں اڈا جماؤ کہ وہ صاحب کتاب نبی ہونے کا بھی مدعی ہے، اور درود شریف میں شریعت والی نبوت کو تم مستثنیٰ کرتے ہو کیونکہ ایسا دعویٰ مرزا صاحب کے نزدیک کفر ہے (ملاحظہ ہو بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء) تو فرمائیے یہ استثنیٰ کس بناء پر ہے، اگر خاتم النبیین والی آیت اور لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ والی حدیث سے ہے تو یہی جواب ہمارا ہے، کہ اس آیت و حدیث میں ہر قسم کی نبوت جدیدہ کی بندش ہے، جیسا کہ ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں۔

(۳) درود شریف سے اجرائے نبوت پر استدلال کرنا محض بیہودہ کھینچ تان ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرزائی محرف کی نظر الفاظ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ پر ہے، وہ لفظ "کما" سے مشابہت تامہ سمجھ رہا ہے حالانکہ:۔

"یہ مسلم ہے کہ ہر ایک جگہ تشبیہات میں پوری پوری تطبیق وضع مشابہت معلوم نہیں ہوتی۔ بسا اوقات ایک ادنیٰ مماثلت بلکہ صرف ایک جزو میں مشارکت کے باعث ایک چیز کا نام دوسری پر اطلاق کر دیتے ہیں۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۲/۳۰ حاشیہ طبع ۱)

خلاصہ جواب یہ کہ درود شریف میں جن رحمتوں کو طلب کیا جاتا ہے وہ نبوت کے علاوہ ہیں، وجہ یہ کہ

"قرآن شریف کی آیت، اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ اور آیت وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔ میں صریح نبوت کو آنحضرتؐ پر ختم کر چکا ہے۔ (تحفہ گولڑہ ص ۵۲ طا)

چوتھی دلیل مرزائیہ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آخری زمانہ میں خلافت منہاج نبوت پر ہو گی، اس سے ثابت ہوا کہ نبوت جاری ہے۔

الجواب یا تو تجاہل عارفانہ ہے یا غایت درجے کی جہالت، خلافت کے طریق نبوت پر جاری ہونے کے یہ معنی ہیں کہ جس طریق پر امور سیاسیہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چلایا۔ اسی طرح آخری زمانہ میں آپ کی سنت کے مطابق امام مہدی امور سیاسیہ چلائے گا، کہاں کسی امر کا مطابق سنت ہونا، اور کہاں نبوت کا جاری رہنا۔

دیگر یہ کہ اسی حدیث میں آپ کے فوراً بعد خلافت کا منہاج نبوت پر ہونا مذکور ہے، اور اس سے مراد بالخصوص حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت ہے۔ ان زمانوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق عمل ہوتا رہا، اور یہ امر مسلمہ ہے کہ چاروں حضرات نہ نبی تھے، نہ ان میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا، پس یہ حدیث اجرائے نبوت کی دلیل نہیں ہو سکتی۔

پانچویں دلیل مرزائیہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ وہ

امت کس طرح ہلاک ہوگی جس کے شروع میں میں ہوں، اور آخر میں عیسٰے ابن مریم ہوگا۔

الجواب } اوّل تو اسے اجرائے نبوّت سے کیا تعلق؟ دیگر یہ کہ اس میں سے آپ امام مہدی کا ذکر کیوں چھوڑ گئے کیونکہ اس میں یہ بھی ہے کہ وسط میں مہدی ہے اور اس حدیث سے مہدی اور عیسٰی دو الگ الگ شخصیتیں ثابت ہوتی ہیں اور مرزا صاحب آنجہانی ایک ہی ذات شریف ہر دو عہدوں کے مدعی ہیں اس لیے امام مہدی کو چھوڑ دیا گیا۔

چھٹی دلیل } ابوبکر خیر الناس بعدی الا ان یکون نبی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۳۸) ابوبکر سوائے نبی کے میرے بعد سب انسانوں سے افضل ہیں۔

الجواب } اس کے ساتھ ہی یہ لکھا ہوا ہے ھٰذَا الحَدِیثُ اَحَدُ مَا اُنکِرَ۔ یہ حدیث ان میں سے ایک ہے جن پر انکار کیا گیا ہے۔ یعنی روایت موضوع ہی نہیں بلکہ جھوٹی سے بھی ایک درجہ اتر کر جھوٹی۔

نوٹ - اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ نَبِیٌّ میں نبی مرفوع ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ کَانَ تامہ ہے۔ پس تقدیر عبارت یہ ہوئی کہ ابوبکر خیر الناس بعدی الا وقت کون نبی یعنی ابوبکر رضہ میرے بعد سب لوگوں سے اچھے ہیں۔ مگر جس وقت کوئی نبی ہو تو وہ خیر الناس نہ ہوگا

حالانکہ وقت تکلم بالحدیث نبی موجود ہے، اس وقت بھی ابوبکر رضہ خیر الناس ہیں۔

شاید کوئی کہے کہ حضرت ابوبکر رضہ کی خیریت نبی سے مسلوب کی گئی

ہے اس سے نہیں تو جواب یہ ہے کہ ایسے موقع پر اِنْ مصدریہ ظرف ہوتا ہے، جس کی بنا نے کو وقت کون سے تعبیر کی جاتی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ یہ حدیث اصول روایت ہی سے غلط نہیں۔ قواعد نحویہ کی رُو سے بھی غلط ہے۔

ساتویں دلیل مرزائیہ آنحضرت صلعم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ فیکم النبوۃ و المملکۃ الخلافۃ فیکم والنبوۃ (حجج الکرامہ ۱۶۰ ص ۱۹۷ وکنز العمال جلد ۶ ص ۱۷۹)

الجواب اس روایت کے بعد ساتھ ہی حجج الکرامہ میں لکھا ہے واخرجہ البزار و در سندش محمد عامری ضعیف است۔ الغرض یہ روایت از روئے سند صحیح نہیں پھر درایۃً بھی اس کا کذب عیاں ہے، کیونکہ آج تک بنو عباس میں کوئی نبی نہیں ہوا، باقی رہے مرزا صاحب۔ تو آپ مغل ہیں (ملاحظہ ہو ص ۲۳ تذکرۃ الشہادتین)

آٹھویں دلیل مرزائیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ یعنی خاتم النبیین کہو مگر لا نبی بعدہٗ نہ کہو (در منثور)

الجواب اس کا جواب گزر چکا ہے، جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ بے سند قول ہے، اور حضرت عائشہ پر بہتان ہے، نیز مرزا صاحب بھی اس کی تائید فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

(۱) "حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا" (ص ۱۸۴ کتاب البریہ)

(۲) ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین × × × × × × × × × × ×
وفسرہ نبینا صلعم فی قولہ لا نبی بعدی
(حمامۃ البشریٰ ص ۲۰)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ لا نبی بعدی نبی صلعم کی تفسیر ہے۔ لہذا کسی کے واسطے جائز نہیں کہ فرمان رسول کے آگے چون چرا کرے اور ایسا قول پیش کرے جس کی سند کا حال بھی معلوم نہیں، مگر مرزائی دنیا کے اصول نرالے ہیں کہ مجہول الاسناد قول صحابی کی بناء پر صحیحین کی قوی الاسناد مرفوع حدیث کو بھی رد کیا جاتا ہے۔

اعتراض:۔ تعلیقات بخاری بغیر سند منقول ہیں، ان کی سند بتاؤ۔

الجواب: حافظ ابن حجر مصنف فتح الباری نے اس بارہ میں ایک الگ کتاب تصنیف کی جس کا نام تعلیق التعلیق ہے اس میں تعلیقات صحیح بخاری کو موصول کیا ہے۔

اس کے بعد مرزائی بعض صوفیاء کے اقوال پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت کے بعد غیر تشریعی نبوت جاری ہے، یہ اصولاً غلط ہے، قرآن حدیث کی صریح نص کے بعد ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں رہتی، چنانچہ مرزا صاحب اپنی کتاب مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۹ پر فرماتے ہیں۔

"ہم کسی بصری یا مصری پر ایمان نہیں لائے، ہم تو قرآن شریف اور نبی معصوم کی حدیث صحیح مرفوع متصل پر ایمان لائے ہیں، پس ان دونوں کے بعد لائق نہیں کہ ھل من مزید کہا جائے" (ملخصاً و مترجماً)

پس جب قرآن مجید و احادیث صحیحہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ثابت ہو چکا ہے تو بموجب قول مرزا صاحب کسی کو حق نہیں کہ کسی امتی کی بات پر کان دھرے وَاٰخِرُ دَعْوٰینَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اقوالِ مرزا متعلقہ ختم نبوّت

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں، مگر وُہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔

"یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا"
(ص ۶۱۴ ازالہ اوہام طبع اول)

(۲) یہی آیت لکھ کر مرزا صاحب فرماتے ہیں اَلَا تَعْلَمُ اَنَّ الرَّبَّ الرَّحِیْمَ الْمُتَفَضِّلَ سَمّٰی نَبِیَّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ الْاَنْبِیَاءِ بِغَیْرِ اِسْتِثْنَاءٍ وَفَسَّرَہٗ نَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِہٖ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ کیا نہیں جانتے کہ خدا کریم و رحیم نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی استثنا کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر آیت مذکور فرمایا ہے کہ "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (حمامۃ البشریٰ)

(۳) جاننا چاہیے کہ خدائے تعالیٰ نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلعم پر ختم کر دیا ہے۔ (قول مرزا اخبار الحکم ۱۷۔ اگست ۱۸۹۹ء صفحہ ۶)

(۴) محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ نبوت تشریعی جائز نہیں دوسری جائز ہے مگر میرا مذہب یہ ہے کہ ہر قسم کی نبوت

کا دروازہ بند ہے۔ (الحکم ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۵ء)

(۵) حدیث لا نبی بعدی بھی لا نفی عام۔ پس یہ کس قدر دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کرکے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جاوے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جاوے (ایام الصلح ص۱۴۶)

(۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرما دیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا۔ اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ (کتاب البریہ ص۱۸۴ حاشیہ)

(۷) ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرائیل بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لیے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں، تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلعم کے بعد ہرگز نہیں آسکتا۔ (ازالہ اوہام ص۵۷۷)

(۸) قرآن کریم بعد خاتم النبیین کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا، خواہ نیا ہو یا پرانا کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرائیل ملتا ہے۔ اور باب نزول جبرائیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے، اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ رسول تو

آدے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔ صفحہ ۵۷۶ ازالہ)

(۹) میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے، ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن و حدیث کی رُو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی"۔ (اشتہار مورخہ ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

(۱۰) اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور ان سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں جو اہلسنت والجماعت مانتے ہیں اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہوں اور قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہوں، اور نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ (آسمانی فیصلہ)

(۱۱) نہ مجھے دعویٰ نبوت و خروج از امت اور نہ میں منکر معجزات و ملائک اور نہ لیلۃ القدر سے انکاری ہوں اور آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے کا قائل، اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آں جناب کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا (نشان آسمانی ص)

(۱۲) اور اسلامی اعتقاد ہے کہ ہمارے نبی صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ کشف الغطاء ص ۲۵ درہ حقیقت صفحہ

(۱۳) نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو

حکم سے کیا گیا ہے (ازالہ اوہام ص۴۲۱)

(۱۴) اور اس جگہ میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے یہ اطلاق مجازا ور استعارہ کے طور پر ہے (اربعین نمبر ۲ ص۳۶ ایڈیشن ثانی مجموعہ ص۶۳)

(۱۵) اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے **محدث** کا ہر ایک جگہ سمجھ لیں۔ اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمالیں۔
(مجموعہ اشتہارات جلد ا ص۹۷)

(۱۶) اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو رب العلمین اور رحمٰن اور رحیم ہے جس نے زمین اور آسمان کو چھ دن میں بنایا۔ اور آدمؑ کو پیدا کیا اور رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں اور سب سے آخر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل تھے (ص۱۴۱ حقیقۃ الوحی)

(۱۷) **ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں** (اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت ج۲ ص۲۰)

(۱۸) ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں (مجموعہ اشتہارات ص۲۱۴)

(۱۹) بیعت کرنے والے کے لئے ان عقائد کا ہونا ضروری ہے، کہ آنحضرت صلعم کو رسول برحق اور قرآن شریف منجانب اللہ کتاب اور جامع الکتب ہے کوئی نئی شریعت اب نہیں آسکتی اور نہ کوئی نیا رسول آسکتا ہے مگر ولایت اور امامت اور **خلافت** کی ہمیشہ قیامت تک راہیں کھلی ہیں، اور جس قدر مہدی دنیا آئے یا آئیں گے۔ ان کا شمار خاص اللہ جل شانہ کو معلوم ہے

وحی رسالت ختم ہو گئی مگر ولایت و امامت و خلافت کبھی ختم نہ ہوگی (مکتوب مرزا صاحب مندرجہ رسالہ تشحیذ الاذہان علا جلد ا صـ۲۳)

(۲۰) وَيَقُولُونَ إِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ لَا يُؤْمِنُ بِالْمَلَائِكَةِ وَلَا يَعْتَقِدُ بِأَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَمُنْتَهَى الْمُرْسَلِينَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ فَهٰذِهٖ كُلُّهَا مُفْتَرَيَاتٌ وَتَحْرِيفَاتٌ سُبْحَانَ رَبِّيْ مَا تَكَلَّمْتُ مِثْلَ هٰذَا إِنْ هُوَ إِلَّا كَذِبٌ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ أَنَّهُمْ مِنَ الدَّجَّالِينَ (حمامۃ البشریٰ صـ۹)

اور کہتے ہیں کہ یہ شخص ملائکہ کو نہیں مانتا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء نہیں مانتا۔ حالانکہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور وہی خاتم الانبیاء ہیں، پس یہ سب مفتریات اور تحریفات ہیں۔ پاک ذات ہے میرا رب میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی اور یہ سراسر جھوٹ اور کذب ہے اور اللہ جانتا ہے کہ یہ لوگ (آنحضرت کے بعد کسی کو نبی ماننے والے) دجال ہیں۔

(۲۱) اے لوگو! اے مسلمانوں کی ذریت کہلانے والو! دشمن قرآن نہ بنو اور خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو اور اس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے (فیصلہ آسمانی صـ۲۵۔ حقیقت النبوت صـ۹۲)

مرزا صاحب کے ان سب حوالہ جات سے یہ امور ثابت ہیں:۔

(۱) نبوت و رسالت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی۔

(۱) آپ کے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا۔
(۲) ایسا مدعی نبوت کاذب۔ کافر نبی بے دین۔ دائرہ اسلام سے خارج ملعون خسر الدنیا والآخرہ۔ بدبخت۔ مفتری اور دجال ہے۔

یہ سب مرزا صاحب کے اقوال ہیں اور ہم بھی ان پر صاد کرتے ہیں۔

اعتراض } اگر مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا تو علماء نے ان پر کفر کا فتویٰ کیوں لگایا +

الجواب } علماء کے فتویٰ کا ذکر نہیں بلکہ مرزا صاحب کے اپنے فتویٰ کا ذکر ہے کہ اگر وہ ان تصریحات کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں تو وہ بموجب اپنے فتوے کے کافر۔ لعنتی۔ خارج از اسلام۔ بے ایمان ہیں اور اگر آپ ان کو مدعی نبوت اور نبی جانتے ہیں تو آپ ان کو اسی فتویٰ کا مصداق کرواتے ہیں +

اعتراض } یہ اقوال وحی نبوت سے قبل کے ہیں +

الجواب } یہ بھی چند وجوہ سے درست نہیں۔ اول اس لئے کہ ان ایام میں بھی مرزا صاحب۔ صاحب الہامات تھے اور کہتے تھے کہ اس الہام میں میرا نام خدا نے رسول رکھا ہے (ایام الصلح اردو ص۷۵) اور اس کی نظیر انبیائے سابقین میں پائی نہیں جاتی۔ کہ ایک شخص کو خدا نے تواتر سے بذریعہ الہام رسول کہے اور وہ سالہا سال تک ایسے قول و دعویٰ کو کفر و بے ایمانی کہتا رہے۔ اور پھر بھی خدا اس کو الہامات کے ذریعہ سے بار بار کہتا رہے کہ تو رسول ہے +

دوم۔ اس لئے کہ آپ کا یہ عذر آپ کی ۲۳ سال سے زائد زندہ رہنے والی دلیل کے خلاف ہے کیونکہ اس میں آپ ان الہامات کے زمانے کو داخل رسالت کرتے ہیں۔ اور اس عذر میں اس زمانے کو نبوت سے

خارج بتاتے ہیں۔

اعتراض } آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ مجھے یونس بن متی پر فضیلت نہ دو اور یہ بھی فرمایا کہ میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور پہلے آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے پھر جب حکم آگیا تو بیت اللہ کی طرف پڑھنے لگے۔

الجواب } بیت المقدس کی منسوخی کا عذر بھی ناواقفی کی وجہ سے ہے۔ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا عملیات میں سے ہے۔ جن کا نسخ جائز ہے لیکن رسالت عقائد و ایمانیات میں سے ہے۔ اور ایمان و عقائد کا نسخ جائز نہیں۔ (۲) حضرت یونس کی فضیلت والی حدیث بھی آپ نے یونہی پیش کر دی یہ تو دیکھ لیا ہوتا کہ مرزا صاحب اس کے متعلق کیا فرما گئے ہیں کہ :۔

"یا تو یہ حدیث ضعیف ہے یا کسر نفسی اور تواضع پر محمول ہے۔"
(آئینہ کمالات اسلام ص۱۳)

پس بموجب قول مرزا صاحب یہ قول آپ کا باطل ٹھہرا۔

مسئلہ ختم نبوت میں مرزا صاحب کی دو رنگی

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی مذمت کی۔ وجہ یہ کہ وہ مسلمانوں سے ملتے تو کہتے ہم ایمان لائے وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ جب اپنے دوستوں کی طرف جاتے تو کہتے کہ ہم تو مسلمانوں سے ٹھٹھا کرتے ہیں بعض یوں ہی مسلمانوں کو بہکانے کے لئے مسلمان بنے رہتے اور وسوسے ڈالتے رہتے۔

بعینہ یہی مثال مرزا صاحب کی ہے کہ جب انہیں معززین اسلام سے واسطہ پڑتا۔ یا عوام کی ہمدردی حاصل کرنا مطلوب ہوتی۔ تو کہتے کہ میرا

نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں اور جب اپنے حلقۂ ارادت میں ہوتے تو دماغ عرش اعلےٰ پر چڑھ جاتا۔ پھر تو وہ دعاوی کرتے کہ مسیلمہ کذاب کو بھی نہ سوجھتے ہوں گے۔ اس دورنگی کی بنا پر مرزائیوں کی دو پارٹیاں ہو رہی ہیں لاہوری مرزائی تو ان تحریرات سے متمسک ہیں، جن میں ختم نبوت کا اقرار اور مدعی نبوت پر فتوےٰ کفر ہے۔ اور قادیانی اس کے مخالف تحریرات سے ٭

چونکہ یہ فعل دراصل قدرت باری کے ماتحت مرزا صاحب سے صادر ہوا ہے یعنی

"خدا کا یہ فعل بھی دنیا میں پایا جاتا ہے کہ وہ بعض اوقات بے حیا سخت دل مجرموں کو سزا ان کے ہاتھ سے دلواتا ہے سو وہ لوگ اپنی ذلت اور تباہی کے سامان اپنے ہاتھ سے جمع کر لیتے ہیں" (استفتا مصنفہ مرزا صہ حاشیہ)

لہٰذا ہمارے ناظرین آگاہ رہیں اور قادیانی مرزائیوں کی اس چال میں نہ آئیں جو وہ کہا کرتے ہیں

کہ جب مرزا صاحب مدعی نبوت تھے تو پھر ختم نبوت پر ان کی تحریرات کیوں پیش کرتے ہو۔ یا جب وہ ختم نبوت کے قائل تھے تو پھر ان پر علماء نے فتویٰ کفر کیوں لگایا ٭

اسی طرح لاہوری مرزائی دھوکا دیا کرتے ہیں کہ :۔

"جب سامان خود مرزا صاحب کی تحریرات متعلقہ ختم نبوت سے مستدل ہوتے ہیں تو پھر انہیں مدعی نبوت کیوں کہتے ہیں، مرزا صاحب کا دعویٰ ہرگز نبوت نہیں تھا یہ ان پر افترا ہے"

چونکہ ہماری گیارھویں دلیل کذب مرزا پر ختم نبوت کا مسئلہ قادیانیوں کے مقابلہ پر ہے اور لاہوری اس میں ہمارے ساتھ متفق ہیں اس لئے ہم ان

گیارھویں دلیل کو مکمل کرنے کے لئے لاہوری مرزائیوں کے مقابلہ میں مرزا صاحب کا دعوئے نبوت اور انکارِ ختم نبوت ثابت کرتے ہیں :

پہلی دلیل { مرزا صاحب پر ایک سوال ہوا کہ جسے بمعہ جواب مرزا صاحب ہم درج ذیل کرتے ہیں (حقیقت الوحی ص۱۴۹ سے ص۱۵۰ تک کی عبارت) یہ تحریر مرزا صاحب کے دعوئے نبوت پر قطعی فیصلہ کن دلیل ہے اس طرح کہ سائل کہتا ہے :-

کہ آپ مرزا صاحب نے تریاق القلوب میں تو لکھا ہے کہ میں مسیح ابن مریم سے جزوی طور پر افضل ہوں اور جزوی فضیلت ایک غیر نبی کو (یعنی مجھ کو جو غیر نبی ہوں) ایک نبی (مسیح) پر ہو سکتی ہے بخلاف اس کے آپ نے ریویو جلد اول نمبر ۶ ص۲۵۷ میں لکھا ہے میں مسیح سے تمام شان میں بڑھ کر ہوں۔ حالانکہ خود تریاق القلوب کہ کی تحریر کی رو سے ایک غیر نبی کلی طور سے ایک نبی اللہ سے افضل نہیں ہو سکتا۔

مرزا صاحب سائل کے جواب میں تسلیم کرتے ہیں کہ واقعی میری ان ہر دو تحریرات میں اختلاف ہے (اس کا جواب یہ دیا ہے)

"کہ یہ اختلاف اس طرح کا ہے جس طرح میں نے براہین احمدیہ میں پہلے حیات مسیح کا عقیدہ لکھا تھا جو ایک رسمی عقیدہ تھا مگر بعد میں وحی الٰہی نے مجھے بتا دیا کہ مسیح فوت ہو چکا ہے لہٰذا میں نے پہلے عقیدہ کو چھوڑ دیا۔ ایسا ہی زیر بحث دو عبارتوں کا معاملہ ہے تریاق القلوب ۱۸۹۹ء یا ۱۹۰۰ء میرا عقیدہ تھا کہ میں غیر نبی ہوں مجھ کو مسیح سے کیا نسبت۔ اگر کچھ میری فضیلت کی وحی ہوتی تو میں اسے جزوی فضیلت قرار دیتا مگر بعد میں بارش کی طرح مجھ پر وحی نازل ہوئی اور صریح طور پر نبی کا

سلہ سائل نے حوالہ غلط دیا ہے اصل ص۲۶

خطاب مجھے دیا گیا۔ لہذا اب میں مسیح سے تمام شان میں بڑھ گیا
پس یہ اختلاف محض ظن اور یقین یا رسم اور وحی میں جو اختلاف
ہوتا ہے اسی طرح کا ہے پہلے میں ظنی یا رسمی طور پر غیر نبی کہلاتا تھا
بعد میں وحی یقینی نے مجھے نبی کا خطاب دے دیا لہذا میں نبی ہو گیا +

لاہوری مرزائی کہا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی میں "اوائل" زمانہ کا حوالہ دیا ہے جو تریاق القلوب سے پہلے کا زمانہ ہے۔ مطلب ان کا اس تحریف سے یہ ہے کہ مرزا صاحب کی ہر دو تحریرات میں اختلاف نہیں جو دعوے تریاق القلوب کے وقت تھا غیر نبی ہونے کا وہی حقیقۃ الوحی کے وقت انہوں نے کوئی جدید دعویٰ نہیں کیا +

اس تحریف کا جواب خود حقیقۃ الوحی میں موجود ہے۔ مرزا صاحب تریاق القلوب کی عبارت اور ریویو کی عبارت میں تضاد تسلیم کرتے ہیں۔ اور اس کے جواب میں پہلی تحریر کو رسمی اور دوسری کو مبنی بروحی اللہ قرار دیتے ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ مرزا صاحب نے تریاق القلوب والے عقیدہ غیر نبی کے خلاف ریویو جلد اول میں کلی فضیلت جو دعویٰ نبوت کو لازم ہے کا اعادہ کیا ہے۔ اور یہی سائل کا سوال تھا۔

ناظرین کرام! اوپر کی تحریر سے صاف ثابت ہے کہ مرزا صاحب نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور پہلے عقیدہ کو رسمی قرار دیا۔ لہذا ہم پر واجب ہے کہ ہم مرزا صاحب کے اس دھوکا کو رد کر دیں۔

سنئے! مرزا صاحب کا تریاق القلوب والا عقیدہ بھی خود ساختہ تھا اور حقیقت الوحی والا بھی من گھڑت۔ اصل بات وہی ہے کہ کبھی آپ مخالفین سے دب کر نبوت سے انکاری ہو جاتے تھے۔ اور کبھی مریدین کی جھوٹی خوشامدانہ باتوں کو سن کر بے تحاشا دوڑ اٹھتے اور نبوت و خدائی کے دوگونہ متضاد دعاوی کرتے۔ پھر بعد میں ان کی تاویلات کرتے رہتے +

مرزا صاحب کا قول موجود ہے کہ براہین احمدیہ کے وقت بھی میں عند اللہ رسول و نبی اللہ تھا (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ) اور ان کا یہ بھی مذہب ہے کہ انبیاء کے جملہ اقوال و افعال۔ اجتہادات و استنباطات۔ خیال و آراء سب کی سب خدا کی وحی اس کے تصرف کے تحت اسی کے حکم سے ہوتے ہیں۔ نبی نہیں بولتا جب تک خدا نہ بلائے اور کام نہیں کرتا جب تک خدا نہ کرائے نبی کٹ پتلی کی طرح خدا کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ بلکہ مردہ کی طرح وہ جس طرف چاہتا ہے اسے پھیرتا رہتا ہے۔ نبی کی اپنی ہستی پر موت آجاتی ہے اس سے وہ طاقت ہی سلب کی جاتی ہے۔ جس سے وہ خدا کی مرضی کے خلاف کام کرے۔

(مفہوم مختصر مہا ریویو جلد دوم ۱۹۰۳ء صـ ۲۰۷۱)

پس مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ پہلے تریاق القلوب کے وقت جزوی فضیلت یا غیر نبی ہونے کا اعتقاد میرا ذاتی تھا جو رسمی تھا، اسی طرح حیات مسیح کا عقیدہ رسمی تھا۔ قطعاً جھوٹ اور فریب اور دھوکہ ہے۔ یا یہ بات جھوٹ ہے۔ کہ آپ اس وقت نبی تھے یا یہ جھوٹ ہے کہ پہلا عقیدہ رسمی تھا۔

پھر اس سے بھی بڑھ کر ملاحظہ ہو کہ بقول مرزا صاحب ۱۹۰۳ء کے زمانہ میں بوقت ریویو جلد دوم۔ ان پر بوحی الٰہی کھل چکا تھا کہ تم مسیح سے بکلی افضل ہو اور نبی اللہ ہو۔ جیسا کہ حقیقت الوحی میں لکھا ہے مگر مرزا صاحب کا جھوٹ اس سے ظاہر ہے کہ اسی حقیقت الوحی میں لکھ دیا کہ :۔

"سُمِّیْتُ نَبِیًّا مِّنَ اللّٰہِ عَلٰی طَرِیْقِ الْمَجَازِ لَا عَلٰی وَجْہِ الْحَقِیْقَۃِ۔ (استفتاء صـ ۶۵)

خدا نے میرا نام جو نبی رکھا ہے یہ محض مجازی رنگ میں ہے۔ حقیقی نبوت نہیں +

اسی طرح ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کا واقعہ اخبار بدر سے سنو! لکھا ہے :۔

ایک شخص سرحدی آیا بہت شوخی سے کلام کرنے لگا اس پر (مرزا جی

نے) فرمایا میں نے اپنی طرف سے کوئی اپنا کلمہ نہیں بنایا نہ نماز علیحدہ بنائی۔ بلکہ آنحضرت ؐ کی پیروی کو دین و ایمان سمجھتا ہوں یہ نبوت کا لفظ جو اختیار کیا گیا ہے۔ صرف خدا کی طرف سے ہے جس شخص پر پیشگوئی کے طور پر خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی بات کا اظہار بکثرت ہو اسے نبی کہا جاتا ہے۔ خدا کا وجود خدا کے نشانوں کے ساتھ پہچانا جاتا ہے اسی لئے اولیاء اللہ بھیجے جاتے ہیں۔ مثنوی میں لکھا ہے آن نبی وقت باشد اے مرید محی الدین ابن عربی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ حضرت مجدد نے بھی یہی عقیدہ ظاہر کیا ہے پس کیا سب کو کافر کہو گے یاد رکھو یہ سلسلہ نبوت قیامت تک جاری ہے (حقیقۃ النبوت مصنفہ خلیفہ محمود صاحب ص۲۷۳)

ناظرین کرام! یہ تحریرات صاف صاف مظہر ہیں کہ باوجود بارش کی طرح وحی ہونے اور صریح طور پر نبی کا خطاب ملنے اور مسیح پر کلی فضیلت کا دعوٰے کرنے کے بھی مرزا صاحب محض مجازی نبی تھے اور صرف اولیاء اللہ کی طرح تھے۔ محی الدین ابن عربی کی کتاب فتوحات مکیہ اور حضرت مجدد رح صاحب کے مکتوبات نکال کر دیکھ لیں وہاں نبوت۔ ولایت اور محدثیت کا تذکرہ موجود ہے، مجدد صاحب کی تحریرات تو خود مرزا صاحب نے بھی براہین احمدیہ ص۵۴۶ ازالہ اوہام و تحفہ بغداد وغیرہ میں نقل کی ہیں کہ جس پر بکثرت اظہار غیب ہو اسے محدث کہا جاتا ہے۔

پس جبکہ تریاق القلوب بلکہ اس سے پہلے توضیح المرام وغیرہ کے وقت مرزا صاحب کا دعوٰی محدثیت کا اور مجازی نبوت کا تھا۔ اور یہی دعوٰے آخر زمانہ میں بھی بلا کمی و بیشی موجود ہے۔ تو پھر حقیقۃ الوحی میں سائل کو دھوکا دینا کہ تریاق القلوب کے وقت میرا اور عقیدہ تھا اب اور ہے کیا یہ کسی راستباز کا قول ہو سکتا ہے صَدَقَ اللّٰہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعُمُ اَنَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔
(بخاری ومسلم)

دوسری دلیل یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اربعین نمبر ۴ میں لکھا ہے کہ آیت لَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ انبیاء کے متعلق ہے یعنی جو شخص مدعی نبوت خدا پر جھوٹ باندھے وہ مارا جاتا ہے۔ مگر میں نہیں مارا گیا۔ لہذا میں صادق ہوں (ص ۱۱ ضمیمہ ۴ وغیرہ)۔

نتیجہ ظاہر ہے کہ مرزا صاحب مدعی نبوت تھے۔ اگر وہ مدعی نبوت نہ ہوتے تو اس آیت سے جو بقول ان کے صرف مدعی نبوت کے بارے میں ہے کیوں استدلال کرتے؟

تیسری دلیل مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔
"سو خدا کی یہ اصطلاح جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے"

(ص ۳۲۵ چشمہ معرفت)

معلوم ہوا کہ خدا کی اصطلاح میں نبی اس کو کہتے ہیں جس پر بکثرت غیب کا اظہار ہو۔ ایسا ہی بقول مرزا صاحب کے قرآن کی بھی یہی اصطلاح ہے (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ) آیئے اب دیکھیں کہ کیا مرزا صاحب نے قرآن اور خدا کے فرمان سے اپنے نبی ہونے کا دعوے کیا ہے؟ سو ملاحظہ ہو مرزا صاحب راقم ہیں:۔

"وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۔۔۔۔۔۔
پھر جس حالت میں چھوٹے چھوٹے عذابوں کے وقت رسول آئے ہیں تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس عظیم الشان عذاب

کے وقت جو آخری زمانہ کا عذاب ہے خدا کی طرف سے رسول ظاہر نہ ہو۔ اس سے تو صریح تکذیب کلام اللہ کی لازم آتی ہے پس وہی رسول مسیح موعود (خود بدولت) ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۶۴ تتمہ)۔

ایسا ہی ص۵۲ و ص۵۳ و ص۶۵ تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۶۱ حقیقۃ الوحی پر آیات قرآنیہ سے اپنی نبوت پر استدلال کیا ہے اسی طرح ص۶۵ تتمہ حقیقۃ الوحی پر آیت وَآخَرِیْنَ مِنْہُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِہِمْ سے اپنے نبی ہونے پر تمسک کیا ہے ایسا ہی بہت سی آیات قرآنیہ سے مختلف کتب میں اپنی نبوت پر دلیل پکڑی ہے پس ثابت ہوا کہ آپ کا دعویٰ ان مقاموں میں اسی قسم کی نبوت کا تھا۔ جو خدا اور قرآن کے نزدیک۔ تعریف نبوت ہے یعنی :۔

"حسب تصریح قرآن رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبرائیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں" (ازالہ ص۵۳۴/۲۲۱ طبع ۱ ایسا ہی ص۵۸۴/۲۴۱ طبع ۱ پر ہے)۔

لاہوری احمدی یاد رکھیں کہ مرزا صاحب نے آیات قرآن و اصطلاحات قرآن و خدا کے مطابق دعویٰ نبوت پیش کیا ہے۔ لہٰذا

"اصطلاحی امور میں لغت کی طرف رجوع کرنا حماقت ہے۔"

(ص۵۳۸/۲۲۲ طبع ۱)۔

چوتھی دلیل: "اور جب کہ وہ مکالمہ و مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کی رو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا۔ جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔ پس اسی طرح پر بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی کا خطاب پایا۔" (الوصیت ص۱۲)۔

اس جگہ بعض افراد نے لکھا ہے مگر بخلاف اس کے حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ پر بجز اپنے اور کسی کو اس لقب نبی کا حقدار نہیں لکھا۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب دیگر انبیاء کی طرح مدعی نبوت تھے۔

پانچویں دلیل } "ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ اصل یہ نزاع لفظی ہے خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ اور مخاطبہ کرے جو بلحاظ کمیت اور کیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو اور اس میں پیش گوئیاں کثرت سے ہوں اسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں۔ ہاں یہ نبوت تشریعی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے ایسے دعوے کو ہم کفر سمجھتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی تھی۔ صرف خدا کی طرف سے پیش گوئیاں کرتے تھے وہ نبی کہلائے یہی حال اس سلسلہ میں ہے۔ بھلا ہم نبی نہ کہلائیں تو اس کے لئے کونسا امتیازی لفظ ہے۔ جو دوسرے ملہموں سے ممتاز کرے (اخبار بدر ۵۔ مارچ ۱۹۰۸ء حقیقۃ النبوت صفحہ ۲۷۲)۔

اس تحریر میں کھلے طور پر نبوت کا دعویٰ انبیاء سابقہ کی طرح کیا ہے۔ لہٰذا لاہوری مرزائیوں کا مسلمانوں کو دھوکا دینا **قابلِ افسوس** ہے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ تحریر مرزا صاحب کی ایک ڈائری ہے، جسے ایک صحابی مرزا نے آپ سے سن کر قلمبند کیا ہے۔ پس یہ قابل حجت نہیں جواب یہ ہے کہ پھر کیا وجہ ہے کہ مرزا نے اپنی زندگی میں اس سے انکار نہ کیا اور نہ ان کے "چار لاکھ مرید" ہی اس سے انکاری ہوئے۔ حتیٰ کہ خلیفہ نور الدین صاحب کا زمانہ بھی گزر گیا۔ ایسا ہی جب لاہوری مرزائیوں کو قادیان سے بوجہ خلافت نہ ملنے کے نامرادی کی حالت میں ڈیرا اٹھانا

پڑا اور اپنی روزی کمانے کو نیا ڈھونگ رچانا پڑا تو اس وقت بھی نبوت مرزا پر ایمان رہا، جیسا کہ ۱۹۱۴ء تک کے اعلان پیغام صلح کے گواہ ہیں۔ مگر اب جب کہ تم دین مرزا سے قطعاً مرتد ہو گئے تو اس تحریر سے انکار کی سوجھی۔

ہاں صاحب! اگر مرزا صاحب کے صحابہ جو بقول شما محمد رسول اللہ کے صحابہ میں داخل ہیں (ص۱۷۱ خطبہ الہامیہ) ان کی روایت معتبر نہیں۔ تو احادیث نبویہ بھی تو صحابہ کی روایت ہی سے ہم تک پہنچی ہیں جن میں اور بھی کئی ایک راوی ہیں۔ پس یہ تو باصول شما کسی شمار و قطار میں بھی نہ ہونی چاہئیں۔ حالانکہ دن رات تمہاری تحریرات میں احادیث لکھی جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ اثبات حجت حدیث پر تم نے رسائل بھی لکھے ہیں یہ کیوں؟

جب ڈائری قابل اعتبار ہی نہیں تو مولوی محمد علی صاحب "النبوۃ فی الاسلام" میں خود کئی ایک مقامات پر ڈائری مرزا سے استدلال کیوں کرتے ہیں حتیٰ کہ ص۳۱۸ پر مطالبہ کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کے تبدیلی دعوے پر کوئی ڈائری ہی پیش کر دو۔

الغرض یہ عذر ایک نہایت ہی لغو اور باطل ہے۔

ضمیمہ علمیہ بر ختم نبوت

ذیل کے نکات ذہن میں رکھئے :۔

(۱) بحث طلب مطلقاً نبوت نہیں۔ بلکہ نبوت بعد از حضور علیہ الصلوۃ والسلام ہے لہذا اجرائے نبوت کے مدعی کو اس قسم کی آیات و نصوص دکھانا چاہیئے۔ جس میں نصاً یا کنایۃً اس بات کا ذکر ہو کہ آپ کے بعد بھی نبوت جاری ہے۔ مطلقاً نبوت کے متعلق آیات پیش کرنا خلط مبحث ہے۔

(۲) سارے قرآن میں ایک بھی آیت نہیں جس میں حضور کے بعد اجرائے نبوت کا ذکر ہو۔

(۳) ایک بھی حدیث ایسی نہیں۔ جس میں حضور کے بعد نبوت جاریہ کا ذکر ہو۔

(۴) ایک بھی صحابی ایسا نہیں۔ جو حضور کے بعد اجرائے نبوت کا قائل ہو

(۵) ایک بھی تابعی ایسا نہیں۔ جو حضور کے بعد نبوت کے جریان کا قائل ہو۔

(۶) ایک بھی امام ایسا نہیں۔ جو حضورؐ کے بعد کسی نبوت، جاریہ کا معتقد ہو۔

سوال۔ جریان نبوت بعد از حضور مسئلہ اجتہادی و فروعی ہے۔ یا اصولی۔

جواب۔ اجتہادی و فروعی نہیں کیونکہ یہ خلاف مفروض ہے۔ اگر اصولی ہے تو اس کا ثبوت ادلہ شرعیہ سے ہونا چاہیئے۔ یعنی

حدیث و قرآن سے نیز اس کا قرون اولیٰ میں مشہور ہونا ضروری ہے۔ ورنہ اصولی نہ رہے گا۔ یعنی توحید، نبوت کی طرح اس کو بھی مشہور ہونا چاہیئے اور ایسا نہیں، لہذا غلط ہے۔

سوال۔ جریان نبوت سے کیا مراد ہے؟ ہر آن انشاء نبوت یا تحقق نبوت۔

جواب۔ ہر آن انشاء نبوت عقلاً باطل ہے۔ ورنہ ہر ایک لمحہ میں ایک نبی جدید کا ہونا ضروری ہوگا۔ لہذا دوسری صورت ہی درست ہے۔ یعنی ہر وقت نبوت کا تحقق ضروری۔ یہ ہمارے منافی نہیں ہم مانتے ہیں رسول اللہ صلعم کی نبوت ہمیشہ ہمیشہ متحقق و جاری ہے۔

سوال۔ نفس نبوت عام ہے اس سے کہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی۔ موہبت ہے یا اکتساب؟

جواب۔ اگر اکتساب ہے تو ہر شخص میں ہو سکتا ہے۔ اگر موہبت ہے تو اس میں غیر تشریعی کی تخصیص کیوں ہے؟

تشریح متعلق بہ لفظ ختم

مفردات راغب صفحہ ۱۴۲۔ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ لِأَنَّهُ خَتَمَ النُّبُوَّةَ أَيْ تَمَّمَهَا بِمَجِيئِهِ۔ یعنی حضور کو خاتم النبیین اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ نے نبوت کو کمال و اتمام تک پہنچا دیا۔ اس صورت میں کہ آپ نے نبوت کو ختم کر دیا۔

المحکم لابن سیدہ (بحوالہ لسان العرب) وَخَاتِمُ كُلِّ شَيْءٍ وَخَاتِمَتُهُ عَاقِبَتُهُ وَآخِرُهُ۔ اور خاتم۔ خاتمہ ہر شے کے انجام و آخر کو کہا جاتا ہے۔

تہذیب للأزہری - (بحوالہ البیان) وَالْخَاتِمُ وَالْخَاتَمُ مِنْ اَسْمَاءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفِی التَّنْزِیْلِ الْعَزِیْزِ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ اَیْ اٰخِرُھُمْ - اور خاتم وخاتم رسول صلعم کے نام ہیں اور قرآن میں ہے کہ محمد تم میں سے کسی کا باپ نہیں - البتہ وہ اللہ کا رسول ہے اور خاتم النبیین یعنی آخری رسول -

لسان العرب خَاتِمُھُمْ وَخَاتَمُھُمْ اٰخِرُھُمْ خاتم وخاتم کے معنی ہیں آخر (ج ۵ صـ۵۵) -

تاج العروس وَمِنْ اَسْمَائِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ الْخَاتِمُ وَالْخَاتَمُ وَھُوَ الَّذِیْ خَتَمَ النُّبُوَّۃَ بِمَجِیْئِہٖ - اور آپ کے ناموں میں سے ہے خاتم وخاتم، اور وہ وہ ہے جس نے آکر نبوت ختم کر دی (ج ۸ صـ۲۶۷) -

مجمع البحار ج صـ۳۲۹ خَاتِمُ النُّبُوَّۃِ بِکَسْرِ التَّاءِ اَیْ فَاعِلُ الْخَتْمِ وَھُوَ الْاِتْمَامُ وَبِفَتْحِھَا بِمَعْنَی الطَّابِعِ اَیْ شَیْءٌ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ - خاتم النبوۃ بکسر تاء یعنی نبوت کو تمام کرنے والا - اور بفتح تاء بمعنی مہر یعنی ایسی چیز جو اس بات پر دلالت کرے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں -

قاموس - وَالْخَاتِمُ اٰخِرُ الْقَوْمِ کَالْخَاتَمِ وَمِنْہُ قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ اَیْ اٰخِرُھُمْ - اور خاتم وخاتم، قوم کے سب سے آخر کو کہا جاتا ہے - اور انہیں معنوں میں ارشاد خداوندی ہے وخاتم النبیین یعنی آخر النبیین -

کلیات ابی البقا - وَتَسْمِیَۃُ نَبِیِّنَا خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ

لِاَنَّ الْخَاتَمَ اٰخِرُ الْقَوْمِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ: اور ہمارے نبی صلعم کو خاتم الانبیاء اس لئے کہا گیا ہے کہ خاتم کے معنی ہوتے ہیں قوم میں سب سے آخری اور انہی معنوں میں ارشاد الٰہی ہے کہ محمد صلعم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ البتہ وہ رسول ہیں اور خاتم النبیین یعنی آخر نبیوں کے۔

صحاح للجوہری خَاتِمَۃُ الشَّیْءِ اٰخِرُہٗ وَمُحَمَّدٌ صلعم خَاتِمُ الْاَنْبِیَاءِ کسی چیز کے خاتمہ کے معنی ہوتے ہیں آخر کے اور محمد رسول صلعم آخری نبی ہیں۔

متنبی کہتا ہے:۔

اَرُوْحُ وَقَدْ خَتَمْتَ عَلٰی فُؤَادِیْ
بِحُبِّکَ اَنْ یَّحُلَّ بِہٖ سِوَاکَا

میں تیرے ہاں سے اس طرح جارہا ہوں کہ تو نے میرے دل پر اپنی محبت سے مہر کر دی تاکہ تیرے سوا اس میں کوئی داخل نہ ہو سکے۔

عجاج کہتا ہے:۔

مُبَارِکٌ لِلْاَنْبِیَاءِ خَاتِمٌ

وہ مبارک ہے انبیاء کو ختم کرنے والا ہے۔

مرزا صاحب کی تشریح:۔

(۱) اسی طرح پر میری پیدائش یعنی جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں۔ میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کا نام جنت تھا۔ اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی۔ اور بعد اس کے میں نکلا تھا، اور میرے بعد میرے والدین

کے گھر میں اور کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوا۔ اور میں اُن کے لئے خاتم الاولاد تھا۔ (تریاق القلوب صفحہ ۲۷۹)

(۲) بنی اسرائیل کے خاتم الانبیاء کا نام جو عیسٰے ہے (خاتمہ نصرۃ الحق ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ب)

سوال۔ کیا خاتم الشعراء و خاتم الاسخیاء وغیرہ کے معنی افضل و اعلےٰ کے ہیں پھر خاتم الانبیاء کے یہ معنی کیوں نہیں ہو سکتے؟

جواب۔ یہ استعمال مجازی ہے۔ حقیقی معنی پہلے ہوتے ہیں۔ اگر وہ نہ ہو سکیں تو پھر مجازی۔ چونکہ یہاں حقیقت متعذر نہیں اس لئے وہی مراد ہوگی۔ مجاز کے لئے قرائن کی ضرورت ہے اور وہ یہاں نہیں ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسے ہم کہتے ہیں کہ وہ بے نظیر شاعر ہے، وہ بے نظیر ادیب ہے یا لَا نَظِیْرَ لَہٗ فِی الْاَخْلَاقِ۔ کہ اخلاق میں اس کا کوئی نظیر نہیں تو اس کے معنی عام طور پر یہی ہوتے ہیں کہ وہ دوسروں سے اچھا ہے اور اگر کوئی مخالف عیسائی کہے کہ پھر جب بے نظیر کے معنی اعلےٰ اور اچھے کے ہیں۔ تو جب خدا کو تم بے نظیر کہتے ہو اس کے یہ معنی کیوں نہیں ہو سکتے کہ وہ سب سے اعلےٰ ہے۔ نہ یہ کہ وہ واحد محض ہے۔ تو ہم کہیں گے یہ استعمال مجازی اور اللہ کے متعلق حقیقی۔ اس لئے کہ اس کا واقعی کوئی شریک نہیں۔ اسی طرح خاتم الشعراء وغیرہ میں استعمال مجازی ہے اور خاتم النبیین میں حقیقی یعنی آپ آخری نبی ہیں +

اعتراض (۱) لغت کی کتابیں لکھنے والے آخر انسان ہوتے ہیں۔ اور ان کی کتابوں میں ان کے اپنے عقائد کا دخل ہو جانا یقینی ہوتا ہے مثلاً "المنجد" اور "الفرائد الدریۃ" دونوں عربی کی لغات ہیں۔

جن کے مؤلف عیسائی ہیں اور انہوں نے ثالوث کا ترجمہ تثلیث مقدس یا HOLY TYINITY کیا ہے اب مقدس کسی لفظ کا ترجمہ نہیں بلکہ مؤلف کا اپنا اعتقاد ہے۔ بعینہ اسی طرح ایک لغت لکھنے والا اگر اس عقیدہ کا حامی ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت بند ہے۔ تو وہ طبعاً خاتم النبیین کا ترجمہ نبیوں کا ختم کرنے والا ہی کرے گا۔

الجواب ثالوث کا ترجمہ تثلیث، صحیح اور درست ہے۔ حقیقت کی تین قسمیں ہیں۔ حقیقت وضعی، حقیقت عرفی اور حقیقت شرعی یہاں ثالوث کا لفظ باعتبار وضع کے مستعمل نہیں بلکہ عرف یا شرع عیسوی کے ہے۔ رہا "مقدس" کا اضافہ سو یہ ترجمہ نہیں بلکہ اظہار عقیدت ہے جیسے ہم کہہ دیں اللہ تعالیٰ قرآن مجید۔ وغیرہ۔

سوال یہ ہے کہ اگر ختم نبوت کے معنی اصالتہً، بند کرنے اور روکنے کے نہیں تو پھر یہ عقیدہ کیونکر اور کب پیدا ہوا۔ خود اہل لغت نے یہ عقیدہ کہاں سے اخذ کیا۔

کیا عیسائی بطور معارضہ کے کہہ سکتے ہیں۔ کہ "احد" اور "لاشریک لہ" اور "لیس کمثلہ شیء"۔ کے معنی خالص توحید کے نہیں بلکہ ایسی توحید کے ہیں جو کثرت کو متضمن ہو۔ اور خالص توحید کے معنی مسلمان لغت والوں نے اپنے عقیدے کے موافق گھڑ لئے ہیں۔

جو تمہارا جواب وہ ہمارا جواب +

سوال ا۔ خاتم کے معنی زینت کے بھی ہو سکتے ہیں۔ خاتم النبیین کے معنی زینت النبیین کیوں نہیں ہو سکتے؟

جواب۔ خاتم، نگوٹھی کے معنوں میں ضرور استعمال ہوتا ہے۔ لیکن اس سے حضور صلعم کی توہین ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ تمام انبیاء تو بمنزلہ جسم عروس کے ہیں اور حضور کی حیثیت محض

انگوٹھی کی ہے اور ظاہر ہے کہ انگوٹھی پہننے والے سے انگوٹھی کی قیمت کم ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ معنی متروک ہیں۔

سوال۔ خاتم کے معنی مُہر کے کیوں نہیں؟ یعنی وہ جس پر مُہر کر دیں نبی ہو جائے۔

جواب۔ خاتم، مُہر کو بھی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ صحیفہ کو کامل کرنے کے لئے آخر میں لگائی جاتی ہے۔ اس لئے اس صورت میں معنی یہ ہوں گے۔ کہ صحیفہ نبوت کے آخری کلمات آپ ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ جس پر مُہر لگادیں وہ نبی ہو جائے۔ یہ معنی غیر عربی اور غیر صحیح ہیں۔ جیسا کہ حوالہ جات میں گزر چکا ہے۔

سوال۔ النبیین سے مراد تشریعی نبی ہیں۔ غیر تشریعی نہیں۔

جواب۔ تشریعی اور غیر تشریعی کی تقسیم ایجاد بندہ ہے۔ قرآن کے نزدیک ہر نبی صاحب کتاب و شریعت ہوتا ہے۔

اور الف لام اصل میں استغراق کے لئے ہوتا ہے۔ اگر کوئی قرینہ مانع ہو تو پھر عہد کے لئے دیکھو کتب لغت و نحو۔ علامہ ابوالبقا کلیات میں فرماتے ہیں وَقَالَ عَامَۃُ اَئِمَّۃِ الْاُصُوْلِ وَالْعَرَبِیَّۃِ لَامُ التَّعْرِیْفِ سَوَاءٌ دَخَلَتْ عَلَی الْمُفْرَدِ اَوْ عَلَی الْجَمْعِ تُفِیْدُ الْاِسْتِغْرَاقَ اِلَّا اِذَا کَانَ مَعْهُوْدًا لہٰذا یہاں تمام افراد نبوت مراد ہوں گے۔ نہ بعض۔

لفظ "آخر" کی تشریح

"خاتم" کے معنی متفقہ طور پر اہل لغت نے آخر کے کئے تو مرزائی پاکٹ بک کے مصنف نے رنگ بدلا۔ اور آخر کے معنی "بے مثیل بے نظیر" کرنے کے لئے ایک شعر پیش کیا جو ابو تمام کے حماسہ اور دیوان حاتم طائی مطبوعہ جرمن میں موجود ہے ؎

شرای وُدِّی وَشُکرِی مِنْ اَبَعِیْدِ
لِاٰخِرِ غَالِبٍ اَبَدًا رَبِیْعٌ ۱

اور نہایت چالاکی سے عمداً مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی کا ترجمہ لکھ دیا "ربیع بن زیاد نے میری دوستی اور شکر دور بیٹھے ایسے شخص کے لئے جو بنی غالب میں آخری یعنی ہمیشہ کے لئے عدیم النظیر ہے خرید لیا ہے۔"

اول تو مولوی ذوالفقار علی صاحب کی شرح اور ترجمہ ہی محل نظر ہے۔ کیونکہ ہزارہا ادیب اور لغوی کئی ایک اشعار کی شرح میں مولوی صاحب سے شدید اختلاف رکھتے ہیں۔ دوم "آخر" کے معنی "بے نظیر" اور "بے مثیل" کے غلط ہیں۔ علامہ تبریزی جن کے نام سے بچہ بچہ واقف ہے۔ جو بہت سی کتب اور دیوانوں کے شارح ہیں یوں لکھتے ہیں:۔

اِشْتَرٰی رَبِیْعٌ عَلٰی بُعْدِہٖ مِنِّیْ مُوَدَّتِیْ لَہٗ وَثَنَائِیْ عَلَیْہِ وَ
عَلٰی اٰخِرِ رَجُلٍ یَبْقٰی مِنْ بَنِیْ غَالِبٍ اَبَدًا

علامہ موصوف نے "آخر" کا ترجمہ اور شرح یہ کی ہے کہ بنی غالب کے آخری آدمی تک۔ یعنی جب تک بنی غالب کا ایک فرد بھی باقی ہے یہ مودت اور شکر رہے گا۔

اسی طرح علامہ خالد جو الفاظ کی شرح اور حل میں عربی زبان میں بہت

بلند پایہ آدمی ہیں "اِلّا آخِرِ غالِب" کے متعلق کہتے ہیں یَبْقٰی ۱
مِنْ عَقِبِہِمْ۔

عربی شارحین کی عبارتوں سے واضح ہوگیا کہ "آخر" کے معنی کم از کم اس شعر میں بے مثیل اور عدیم النظیر کے غلط ہیں، اور خلاف لغت عرب ہیں۔

اعتراض } علامہ سیوطی نے امام ابن تیمیہ کو "آخر المجتہدین" کہا ہے؟

الجواب } بے شک علامہ سیوطی امام ابن تیمیہ رح کو آخر المجتہدینؒ سمجھتے تھے ان کے نزدیک یہ حقیقت تھی ان کو امام موصوف کے اجتہاد اور علم پر پورا وثوق اور یقین تھا۔ مگر یہاں آخر کے معنی مجازی اور غیر حقیقی بھی لیں تو بھی ہمیں مضر نہیں۔ کیونکہ یہ ایسے انسان کا قول ہے جس کو کامل علم عطا نہیں ہوا جو مستقبل کی باتوں کو نہیں جانتا، اور اپنے ذاتی علم اور حسن ظن کی بنا پر ایک ذاتی رائے قائم کرتا ہے جو دین اور شریعت نہیں اس کا یقین اور ایمان وہی ہے جو اس کے الفاظ ہیں۔ مگر اس کے بعد بھی اگر زمانہ اس کی ذاتی رائے کو غیر صحیح ثابت کردے تو عین ممکن ہے۔ پھر اس سے کہاں لازم آتا ہے کہ خدا جو عالم الغیب ہے۔ اور جس کے سامنے ماضی و مستقبل کا سوال ہی اٹھ جاتا ہے وہ بھی محض حسن ظن کی بنا پر کچھ فرمادے؟ اور زمانہ اس کے قول و فرمان کو (معاذ اللہ) غلط ثابت کردے۔ خدا نے جو آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین کہا اور حضور نے جو اس کی تشریح کی ہے کہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد نبوت اور رسالت ختم اور منقطع ہوچکی ہے تو حسن ظن یا علم ناقص نہ تھا بلکہ کامل علم اور شریعت کے طور پر فرمایا تھا۔ پس خدا کے کلام اور رسول ص کی تشریح کو ناقص اور نامکمل

۱؎ ممکن ہے سیوطی کی مراد المجتہدین میں الف لام عہدی ہو ۱۲ منہ

علم رکھنے والے انسانوں سے تشبیہ دینا محض جہالت ہے، خدا نے رسول کو خاتم النبیین یہ جانتے ہوئے کہا کہ آپ کے بعد ہر قسم کی نبوت منقطع ہے اور آنحضرت ؐ نے جو تشریح فرمائی تو یہ ایمان (جو مبنی بر وحی خدا تھا) رکھتے ہوئے فرمائی کہ آپ کے بعد قطعی طور پر کوئی نبی یا رسول شرعی یا غیر شرعی بالکل خدا کی طرف سے نہ آئے گا۔ بلکہ ساتھ ہی نبوت کے مدعیان باطل اور دجالوں کذابوں کی اطلاع دی تاکہ امت باخبر رہے۔

اس کے علاوہ جو شخص بھی کسی دوسرے کو خاتم الاولیاء یا خاتم الشعراء وغیرہ کہتا ہے تو وہ حسن ظن یا اپنے وثوق کی بناء پر کہتا ہے! در فی الحقیقت وہ اس کو ویسا ہی سمجھتا ہے۔ مگر یہ امر یاد رہے کہ اس کے الفاظ وحی یا الہام نہیں اور نہ کہنے والا پیغمبر یا خدا ہے۔ بس یہی فرق ہے *

آخر کے معنی "الفرائد الدریۃ" میں لکھے ہیں۔

Emi Last

باب سوم

حیات مسیح علیہ السلام

مرزا صاحب کے کاذب ہونے پر بارھویں دلیل

حیات مسیح علیہ السلام کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ عوام جہال اپنی کم علمی اور کوتاہ نظری کے اس سے انکاری ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ایک ایمان دار شخص کے لئے اس میں کوئی امر محال نظر نہیں آتا۔ جس ذات باری نے اپنی قدرت کاملہ سے تمام جہان کو عدم محض سے خلعت وجود بخشا اور گوناگون مخلوق بلا اسباب ظاہری کے پیدا کر دی، اس کے آگے یہ کون سی مشکل ہے کہ ایک انسان کو ہزار دو ہزار برس تک زندہ رکھے اور آسمان پر اٹھالے۔ بڑی مشکل آج کل کے فلسفی طبع اصحاب کو اس کے ماننے میں یہ آرہی ہے کہ ایسا ہونا قانون قدرت کے خلاف ہے۔ سو مناسب ہے کہ ہم مسئلہ حیات مسیح کا قرآن پاک و احادیث سے ثبوت دینے سے پہلے قانون قدرت کی تھوڑی سی تشریح کریں۔

اس مسئلہ حیات مسیح میں اگرچہ ہمارے مخاطب بظاہر یہی کہتے ہیں۔ کہ:۔

"ہم وفات مسیح کے اس لئے قائل نہیں کہ گویا ہمارے نزدیک

خدا کسی کو زندہ رکھنے پر قادر نہیں "
(پاکٹ بک مرزائیہ صـ۴۷۳)

مگر یہ سب ظاہری دھوکا اور فریب ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ یہ لوگ دراصل مومن باللہ نہیں ہیں۔ اور وقتاً فوقتاً عوام کو یہی کہہ کر مغالطہ دیا کرتے ہیں کہ :-

" نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرۂ زمہریر تک پہنچ سکے، اگر فرض کے طور پر اب تک زندہ رہنا ان (حضرت مسیحؑ) کا تسلیم کر لیں۔ تو کچھ شک نہیں کہ اتنی مدت گزرنے پر پھر فرتوت ہو گئے ہوں گے"۔ (ازالہ اوہام صـ۴۷ وصـ۵ طاو صـ۲۰-۲۱ ط۲)۔

لہٰذا انسب یہی ہے کہ ہم قانون قدرت کے اس فلسفیانہ ڈھکوسلے کو خود تحریرات مرزا سے بودا و کمزور ثابت کریں۔ ملاحظہ ہو مرزا صاحب راقم ہیں :-

" جاننا چاہیئے کہ نیچر کے ماننے والے اس خیال پر زور دیتے ہیں کہ یہ بات بدیہی ہے کہ جہاں تک انسان اپنی عقلی قوتوں سے جان سکتا ہے وہ نیچر قدرت اور قانون قدرت کے کچھ نہیں یعنی مصنوعات و موجودات موجودہ مشہودہ پر نظر کرنے سے بپایۂ ثبوت نظر آتا ہے کہ قدرت نے جس طرح پر جس کا بوتا بنا دیا بغیر خطا کے اسی طرح ہوتا ہے اور اسی طرح ہوتا ہے اور اسی طرح پر ہوگا جیسا ہم سال بھی دیکھتے ہیں۔ جو اس کے مصداق ثابت ہوں کہ جو شبہ یہ سچ ہے مگر کیا اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ قدرت الٰہی کے طریقے اسی

حد تک ہیں جو ہمارے مشاہدہ میں آچکے اور جو امر ہماری سمجھ اور مشاہدہ سے باہر ہے وہ قانون قدرت سے باہر ہے؟

قوانین قدرتیہ غیر متناہی اور غیر محدود ہیں۔ ہمارا یہ اصول ہونا چاہیئے کہ ہر ایک نئی بات جو ظہور میں آئے۔ پہلے ہی اپنی عقل سے بالاتر دیکھ کر اس کو رد نہ کریں بلکہ اس کے ثبوت یا عدم ثبوت کا حال جانچ لیں۔ اگر وہ ثابت ہو تو اپنے قانون قدرت کی فہرست میں اس کو بھی داخل کرلیں۔ اگر ثابت نہ ہو تو کہہ دیں ثابت نہیں۔ مگر اس بات کے کہنے کے ہم مجاز نہیں کہ وہ امر قانون قدرت کے باہر ہے۔ قانون قدرت سے باہر کسی چیز کو سمجھنے کے لئے ہمارے لئے ضرور ہے کہ ہم ایک دائرہ کی طرح خدا تعالیٰ کے تمام قوانین پر محیط ہو جائیں۔ اور بخوبی ہمارا فکر اس بات پر احاطہ تام کرلے کہ خدا تعالیٰ نے روز ازل سے آج تک کیا کیا قدرتیں ظاہر کیں اور آئندہ اپنے ابدی زمانہ میں کیا کیا ظاہر کرے گا۔ کیا وہ جدید قدرتوں کے ظاہر کرنے پر قادر ہوگا یا کولھو کے بیل کی طرح انہیں چند قدرتوں میں مقید اور محصور رہے گا اگر انہی میں مقید رہے گا۔ تو باوجود غیر محدود الوہیت اور قدرت کے یہ مقید اور محصور رہنا کس وجہ سے ہوگا۔ کیا وہ آپ ہی عاجز آئے گا۔ یا کسی دوسرے قاہر نے اس پر جبر کیا ہوگا۔ بہرحال اگر ہم خدائے تعالیٰ کی قدرتوں کو غیر محدود مانتے ہیں تو یہ جنون اور دیوانگی ہے کہ اس کی قدرتوں پر احاطہ کرنے کی امید رکھیں۔ اس صورت میں یہ نقص پیش آتا ہے کہ ہمارا

ناقص تجربہ خدائے ازلی و ابدی کی تمام قدرتوں کا حد بست کرنے والا ہو گا" (ص۱۲ تا ۱۵ سرمہ چشم آریہ) اس کلمہ میں جس قدر کفر اور بے ادبی اور بے ایمانی بھری ہوئی ہے وہ ظاہر ہے ایک محدود زمانہ کے محدود و تجارب کو پورا پورا قانون قدرت خیال کر لینا اور اس پر غیر متناہی سلسلہ قدرت کو ختم کر دینا ان پست نظروں کا نتیجہ ہے۔ جنہوں نے خدائے ذوالجلال کو جیسا کہ چاہیئے شناخت نہیں کیا (ص۱۶) خدا تعالیٰ کی عجائب قدرتوں اور دقائق حکمتوں کی ابھی تک انسان نے کلّی حد بست نہیں کی اور آگے کو اس کی لیاقت و طاقت ایسی نظر آتی ہے (ص۱۸) آج کل کے فلسفی الطبع لوگوں کو یہ بھاری غلطی ہے کہ وہ قانون قدرت کو ایسا سمجھ بیٹھے ہیں۔ جس کی من کل الوجوہ حد بست ہو چکی ہے۔ اگر یہی سچ ہوتا تو پھر کسی نئی بات کے ماننے کے لئے کوئی سبیل باقی نہ رہتا ہو جدیدہ کا نوی ظہور اس قاعدہ کی تار پود کو ہمیشہ توڑتا رہا۔ جب کبھی کوئی جدید خاصہ متعلق علم طبعی یا ہیئت وغیرہ علوم کے متعلق ظہور پکڑتا رہا ہے تو ایک مرتبہ فلسفہ کے شیش محل پر ایک سخت بھونچال کا موجب ہوا ہے۔ جس سے متکبر فلسفیوں کا شور و شر کچھ عرصہ کے واسطے فرو ہوتا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کے خیالات ہمیشہ پلٹے کھاتے رہے ہیں۔ اور کبھی ایک نقشہ پر ہرگز قائم نہیں رہے۔ اب بھی بہت کچھ ان کی نظروں سے چھپا ہوا ہے۔ جس کی نسبت امید کی جاتی ہے کہ وہ آئندہ ٹھوکریں کھا کھا کر اور طرح طرح کی رسوائیاں اٹھا اٹھا کر کسی نہ کسی وقت قبول کریں گے (صفحہ ۲۸ و ۳۹)

اب خلاصہ اس تمام مقدمہ کا یہ ہے کہ قانون قدرت کوئی ایسی شے نہیں کہ ایک حقیقت ثابت شدہ کے آگے ٹھہر سکے۔ قانون قدرت خدا کے ان افعال سے مراد ہے جو قدرتی طور پر ظہور میں آئے۔ آئندہ آئیں گے خدا تعالیٰ اپنی قدرتوں کے دکھانے سے تھک نہیں گیا، اور نہ بے زور ہو گیا ہے یا کسی طرف کو کھسک گیا یا خارجی قاہر سے مجبور کیا گیا (ص۱۴) اگرچہ انسان ایک نوع میں ہونے کی وجہ سے باہم مناسب الطبع واقع ہیں، مگر پھر بھی ان میں سے بعض کو نادر طور پر کبھی کسی زمانہ میں خاص طاقتیں۔ اعلیٰ قوتیں عطا ہوتی ہیں۔ مشاہدہ سے ثابت ہوا ہے کہ بعض نے اس کے زمانہ میں تین سو برس سے زیادہ عمر پائی جو بطور خارق عادت ہے (ص۲۶) کچھ تھوڑا عرصہ گزرا کہ مظفر گڑھ میں ایک بکرا پیدا ہوا جو بکریوں کی طرح دودھ دیتا تھا جب اس کا شہر میں چرچا پھیلا تو میکالف صاحب ڈپٹی کمشنر مظفر گڑھ کے روبرو دوہا گیا تو قریب ڈیڑھ سیر دودھ اس نے دیا۔ وہ بکرا عجائب خانہ لاہور میں بھیجا گیا (ص۲۷) تین معتبر اور ثقہ اور معزز آدمی نے میرے پاس بیان کیا کہ ہم نے بچشم خود چند مردوں کو عورتوں کی طرح دودھ دیتے دیکھا ہے۔ بلکہ ایک نے ان میں سے کہا کہ امیر علی نام ایک سید کا لڑکا ہمارے گاؤں میں اپنے باپ کے دودھ سے پرورش پایا تھا کیونکہ اس کی ماں مر گئی۔ (ص۲۷) بعض نے یہ بھی دیکھا کہ چوہا خشک مٹی سے پیدا ہوا۔ جس کا آدھا دھڑ تو مٹی کا تھا اور آدھا چوہا بن گیا فاضل قریشی نے لکھا ہے کہ ایک بیمار کا کان بہرا ہو گیا۔ کان

کے نیچے ایک ناسور پیدا ہوگیا۔ آخر سوراخ ہو گئے۔ اس سوراخ کی راہ سے وہ برابر سُن لیتا تھا۔طبیبوں نے اڈی میں سوراخ ہوکر مدت تک پاخانہ آتے رہنا تحریر کیا ہے، (صلا) (معجزہ شق القمر پر اعتراض کا جواب یہ دیا کہ "باقی رہا یہ سوال کہ شق قمر ماسٹر صاحب کے زعم میں خلاف عقل ہے یہ ماسٹر صاحب کا خیال سراسر قلت تدبر سے ناشی ہے۔کیونکہ خدا تعالیٰ جو کام قدرت نمائی کے طور پر کرتا ہے وہ کام سراسر قدرت کاملہ کی ہی وجہ سے ہوتا ہے جس ذات قادر مطلق کو یہ قدرت حاصل ہے۔ کہ چاند دو ٹکڑے کر سکے اس کو یہ بھی تو قدرت حاصل ہے کہ ایسے پُر حکمت طور سے یہ فعل ظہور میں لادے کہ اس کے انتظام میں بھی کوئی خلل نہ ہو اسی وجہ سے تو وہ سرب شکتی مان اور قادر مطلق کہلاتا ہے۔" (صفحہ ۵۸)۔

(بعینہٖ یہی جواب مسئلہ حیات مسیحؑ میں ہماری طرف سے ہے ۔کہ اس مسئلہ میں بجائے فلسفیانہ موشگافیوں کے۔ یہ دیکھنا چاہیئے کہ حضرت مسیحؑ کا صعود الی السماء، قرآن سے ثابت ہے یا نہ۔ اگر ثابت ہو جائے تو پھر جس قادر مطلق نے اسے آسمان پر اٹھایا ہے اور لوگوں کے لئے اسے ایک نشان قدرت ٹھہرایا ہے۔ اس کو یقیناً یہ قدرت بھی حاصل ہے کہ اس کی آمد و رفت کے وقت "کرۂ زمہریر" ودیگر کرہ ہائے مہلک کے مضر اثرات کو معدوم کر دے اور انسانی قویٰ پر جس قدر تاثرات آب و ہوا عارض ہو سکتے ہیں۔ان سے محفوظ رکھے۔ ناقل)۔

"یہ بات ہم مکرر لکھنا چاہتے ہیں کہ قدرت اللہ پر اعتراض کرنا خود ایک وجہ سے انکار خدائے تعالیٰ ہے۔کیونکہ اگر

خدا کی قدرت مطلقہ کو نہ مانا جائے اس صورت میں تمام خدائی اس کی باطل ہو جاتی ہے۔ حق یہی ہے کہ پرمیشر کو سرب شکتی مان اور قادر مطلق تسلیم کیا جائے اور اپنے ناقص ذہن اور ناتمام تجربہ کو قدرت کے بے انتہا اسرار کا محک امتحان نہ بنایا جائے۔ ورنہ ہمہ دانی کے دعوے پر اس قدر اعتراض وارد ہوں گے کہ جن کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ انسان کا قاعدہ ہے کہ جو بات اپنی عقل سے بلند تر دیکھتا ہے اس کو خلاف عقل سمجھ لیتا ہے۔ حالانکہ بلند تر از عقل ہونا شے دیگر ہے، اور خلاف عقل ہونا شے دیگر" (صفحہ ۱۶۱ سرمہ چشم آریہ مصنفہ مرزا صاحب)۔

"خدا کی قدرتوں کے اسرار اس قدر ہیں کہ انسانی عقل ان کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ جب سے خدا نے مجھے یہ علم دیا ہے کہ خدا کی قدرتیں عجیب در عجیب اور عمیق در عمیق اور وراء الورا اور لایدرک ہیں۔ تب سے میں ان لوگوں کو جو فلسفی کہلاتے ہیں پکے کافر سمجھتا ہوں۔ اور چھپے ہوئے دہریہ خیال کرتا ہوں الخ" (چشمہ معرفت صفحہ ۲۶۹)۔

اسی طرح براہین احمدیہ وغیرہ کتب میں اللہ تعالیٰ کی بے حد بے انتہا قدرتوں کا اقرار ہے۔ اور انسانی تجربہ و مشاہدہ کے ناقص، ناتمام۔ غیر مکمل ہونے پر دلائل کثیرہ دی گئیں ہیں۔ الغرض حیات مسیح علیہ السلام پر قانون قدرت کی آڑ میں اعتراض کرنا دراصل کفر باطنی اور رگ دہریت کا سبب و باعث ہے +

ثبوت حیات مسیح علیہ السلام از قرآن مجید

حضرات! نزول قرآن کے وقت مسیح علیہ السلام کے متعلق دو قسم کے خیال تھے۔ چنانچہ مرزا صاحب راقم ہیں :۔

”یہودیوں کا یہ خیال تھا کہ وہ قتل بھی کئے گئے اور صلیب بھی دیئے گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ صلیب دے کر پھر ان کو قتل کیا گیا۔“ (ضمیمہ نصرۃ الحق ص ۱۷۶/۱۷۲ ط ۱/۲)۔

عیسائیوں کا جو خیال تھا وہ بالفاظ مرزا صاحب یہ تھا کہ :۔

”مسیح پھانسی کی موت مرگیا اور عیسائیوں کے گناہ کے لئے کفارہ ہوگیا۔“ (ازالہ اوہام ص ۳۷۳/۱۵۳ ط ۱/۲)

مرزا صاحب یہ بھی مانتے ہیں کہ اس خیال باطل پر تمام[1] فرقے نصاریٰ کے متفق تھے کہ :۔

”مسیح تین[2] دن تک مرے رہے۔ پھر قبر میں سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔“ (ازالہ اوہام ص ۲۴۸/۱۶۹ ط ۱ لاہور سلسلہ تصنیفات لاہوری جلد ۳ ص ۹۸)

غرض دونوں قومیں بالاتفاق مسیح کی موت طبعی کی منکر و موت الصلیب کی قائل تھیں اور ہیں۔ قرآن پاک نے قتل مسیح علی الصلیب اور صلیب پر چڑھنے نیز قتل بالسیف وغیرہ کی بشد و مد تردید فرمائی ہے، اور موت طبعی کے عدم وقوع کی تائید کی ہے۔ کما سیاتی بیانہ انشاء اللہ تعالیٰ۔

مرزائی لوگ خلاف قرآن موت طبعی پر اصرار۔ صلیب پر چڑھنے کا اقرار اور رفع الی السماء کا انکار کرتے ہیں چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

---

[1] واضح رہے کہ مرزا صاحب تواتر قومی خواہ وہ کفارہ کا ہی ہو کو ماننا ضروری قرار دیتے ہیں۔ ازالہ اوہام ص ۵۵۶/۲۳۰ ط ۱/۲) ۱۲ منہ

"رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو۔"

(ازالہ اوہام ص ۵۹۱/۲۴۶ طبع ۱/۲)۔

اور صلیب پر چڑھنے کا واقعہ مرزا صاحب نے بایں الفاظ لکھا ہے:۔

"پھر بعد اس کے مسیح ان (یہود) کے حوالہ کیا گیا۔ تازیانے لگائے گئے۔ گالیاں سننا۔ طمانچہ کھانا۔ ہنسی اور ٹھٹھے میں اڑائے جانا اس نے دیکھا۔ آخر صلیب پر چڑھا دیا۔"

(ازالہ اوہام ص ۳۸۰/۱۵۶ طبع ۱/۲)۔

مگر قرآن مجید نے اس عقیدہ کو لعنتی قرار دے کر مسیح علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا ظاہر کیا ہے:۔

دلیل اول } اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الآیۃ۔

(سورہ آل عمران ع) جب کہا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ میں تجھ کو پورا لینے والا ہوں اور اپنی طرف تجھے اٹھا لینے والا ہوں۔ اور ان یہود سے تجھے پاک کرنے والا ہوں۔ اس آیت میں حضرت عیسیٰ مخاطب ہیں جو روح و جسم دونوں سے مرکب انسان تھے۔ یہ آیت وعدہ ہے مسیحؑ کو زندہ اٹھا لینے کا۔ یہ وعدہ اس وقت دیا گیا تھا جب یہود حضرت مسیحؑ کو قتل کرنے اور صلیب پر چڑھانے کی تدبیر کر کے انہیں پکڑنے آئے۔ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ۔ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ۔ الآیۃ (حوالہ بالا) چنانچہ مرزا صاحب راقم ہیں:۔

"یہودیوں نے حضرت مسیح (کے لئے قتل و) صلیب کا حیلہ سوچا تھا۔ خدا نے مسیح کو وعدہ دیا کہ میں تجھے بچاؤں گا اور تیرا اپنی طرف رفع کروں گا۔" (اربعین نمبر ۳ ص ۱۰)۔

آیت قرآن و حکایت مرزا قادیان سے عیاں ہے کہ قتل و صلیب

دونوں سے بچانے کا وعدہ تھا۔ آیت مطہرک یعنی تجھے کفار سے پاک رکھوں گا اس کی مزید تائید کرتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی صحابی و عم زاد رسول صلعم جن کے حق میں آنحضرت صلعم نے زیادتی علم قرآن کی دعا بھی فرمائی ہے (ازالہ اوہام ص ۲۴۷/۱۰۲ ط ۱/۲) فرماتے ہیں:

فَلَمَّا اجْتَمَعَتِ الْيَهُودُ عَلَى قَتْلِهِ فَأَخْبَرَهُ اللّٰهُ بِأَنَّهُ يَرْفَعُهُ إِلَى السَّمَاءِ وَيُطَهِّرُهُ مِنْ صُحْبَةِ الْيَهُودِ (نسائی و ابن مردویہ ذکرہ فی السراج المنیر) یعنی جب یہود مسیح کو قتل کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے اسے خبر دی کہ میں تجھے آسمان پر اٹھاؤں گا اور کفار یہود کی صحبت سے پاک رکھوں گا۔

اس جگہ اللہ تعالیٰ نے یہود کی تدبیر سور کے مقابلہ پر اپنی تدبیر خیر کا ذکر کیا ہے۔ خدا کی یہ مقرر شدہ سنت ہے کہ وہ صاحب کتاب انبیاء کے معاملہ میں کفار کے مکر کو ضرور ہی کفار پر الٹ دیا کرتا ہے۔ اور جلد یا بدیر اسی معاملہ میں اپنے انبیاء کو ان پر غالب رکھتا ہے۔ چنانچہ فرمایا وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ (فاطر ع ۵) یعنی بری تدبیر اس کے کرنے والے پر ہی الٹ پڑتی ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

> خدا کا مکر اس حالت میں کہا جاتا ہے جب ایک شریر آدمی کے لئے اسی کے پوشیدہ منصوبوں کو اس کے بے مرادیاب ہونے کا سبب ٹھہراتا ہے۔ قرآن کی رو سے بھی خدا کا مکر ہے جو مکر کرنے والے کے پاداش میں ظہور میں آتا ہے۔ کافروں نے ایک بد مکر رسول اللہ صلعم کو ہلاک کرنے کے لئے مکہ سے خارج البلد کر دینے کا۔ (ناقل)

کیا اور مکہ سے نکال دیا اور خدا نے نیک مکر کیا۔ وہ نکالنا اس رسول کی فتح کا موجب ٹھہرا دیا خدا کے اس قسم کے کام بھی پائے جاتے ہیں کہ جس گڑھے کو ایک بدذات ایک شریف کے لئے کھودتا ہے خدا اسی کے ہاتھ سے اسی میں اس کو ڈال دیتا ہے الخ۔" (چشمہ معرفت صفحہ ۱۰۹)

اسی طرح حضرت مسیحؑ کے متعلق خدا نے یہود کے مکر کو انہی پر ڈال دینے کا اور مسیحؑ کو بچانے اور زندہ اٹھانے کا وعدہ دیا اس وقت بالفاظ مرزا صاحب:۔

"یہودی اس فکر میں تھے کہ آنجناب کو بذریعہ صلیب قتل کر دیں" (تریاق القلوب صفحہ ۱۵۰/۲۵۹ ط ۱ حاشیہ)

والہذا صاف عیاں ہے کہ وعدہ تطہیر وغیرہ بھی اسی وقت کیلئے تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ وعدہ کے الفاظ صاف:۔

"دلالت کرتے ہیں کہ وعدہ جلد پورا ہونے والا ہے اور اس میں کچھ توقف نہیں" (آئینہ کمالات صفحہ ۴۶/۴۶ ط ۲)

پس اگر اس جگہ توفی کے معنی موت اور رفع الی اللہ و بلندی درجات کئے جاویں تو معاذ اللہ یہود کا مکر کامیاب اور خدا کی تدبیر ناکام اور کفار سے سراسر تطہیر غلط و باطل اور وعدہ الٰہی کذب و دروغ ٹھہرتا ہے چونکہ ایسا نہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ یہاں لفظ توفی کے معنی یہی ہو سکتے ہیں اَلتَّوَفِّیْ اَخْذُ الشَّیْءِ وَافِیًا (تفسیر بیضاوی زیر آیت فلما توفیتنی) یعنی توفی کے معنی ہیں کسی چیز کو پورا لینے کے ایسے ہی محاورہ عرب ہے توفیت منہ درا ھمی میں نے اس سے اپنے درہم پورے لے لئے (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۴۸۱) چنانچہ مرزا صاحب نے بھی الہام متوفیک کے اسی کے قریب معنی کئے ہیں:۔

"میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا"
(براہین احمدیہ ص۵۱۹ حاشیہ)

الغرض خدا نے حسب وعدہ مسیح کو اپنی طرف اٹھا لیا اور کفار کے مکر کو انہی پر الٹ دیا۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جن کے متعلق مرزا صاحب کو بھی اقرار ہے کہ وہ بہ برکت دعائے نبوی صلعم قرآن سمجھنے میں اول نمبر پر تھے اسی روایت سے تفسیر معالم میں مرقوم ہے۔

فَبَعَثَ اللّٰهُ جِبْرَائِيْلَ فَادْخَلَهُ فِيْ خَوْخَةٍ فِيْ سَقْفِهَا رَوْزَنَةٌ فَرَفَعَهُ إِلَى السَّمَاءِ مِنْ تِلْكَ الرَّوْزَنَةِ فَأَلْقَى اللّٰهُ شَبَهَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَتَلُوْهُ وَصَلَبُوْهُ۔ جب وہ شخص جو مسیح کو پکڑنے کیلئے گیا تھا مکان کے اندر پہنچا تو خدا نے جبرائیل کو بھیج کر مسیح کو آسمان پر اٹھا لیا اور اسی بدبخت یہودی کو مسیح کی شکل پر بنا دیا پس یہود نے اسی کو قتل کیا اور صلیب پر چڑھا دیا۔ (جلد ۲ ص۲۳۸)

اسی روایت کو در منثور میں عبد ابن حمید اور نسائی۔ و ابن مردویہ سے نقل کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر اور امام سیوطی نے بھی اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ پھر اس کے قریب قریب امام ابن جریر نے جو خود بھی نہایت معتبر ائمہ حدیث میں سے ہے۔ (ترجمہ معرفت ... حاشیہ ص۲۰) ابوبکر اور عبد ابن حمید نے شہر بن حوشب سے روایت وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ۔ نقل کی ہے۔

اس روایت کے متعلق ... کرتے ہیں کہ یہ عقیدہ ... حضرت ... صحابہ کرام سے ہے ... بعینہ

انسان اتنا بھی نہیں جانتے کہ ہم یہ کہہ کر مرزا کے پاؤں میں پاؤں میں کلہاڑی مار رہے ہیں کیونکہ مرزا صاحب خود اقراری ہیں کہ نصاریٰ کے تمام فرقے مسیح کے صلیب پر مرنے اور تین دن تک مرے رہنے کے قائل ہیں۔ جیسا کہ ہم یہ قولِ مرزا درج کر آئے ہیں۔ اندریں صورت نصاریٰ کا یہ عقیدہ ہی نہیں کہ مسیح قبل از صلیب آسمان پر اٹھایا گیا تو یہ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ ابن عباسؓ کی روایت ان کے خیال پر مبنی ہے:۔

"حضرت ابن عباسؓ بوجہ دعا نبوی قرآن کو سب سے اچھا سمجھتے تھے" (ازالہ)

اور مقدمہ تفسیر ابن کثیر میں ان کا بار بار آنحضرتؐ کو قرآن سنانا اور مطالب و مضامین قرآن کا سمجھنا مذکور و موجود ہے اور یہ روایت قرآن کی کسی آیت یا آنحضرتؐ کی کسی حدیث کے خلاف بھی نہیں ہے۔ لہٰذا یقیناً یہ تعلیم نبوی ہے اور فہم عطاء ربی ہے، جو سراسر قرآن پاک کا مؤید اور خدا کی سنت وَلَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ کا مثبت ہے۔ پس اس سے منہ پھیرنا اللہ تعالیٰ کی سنت مندرجہ قرآن (مسلمہ مرزا قادیانی) کو ملیا میٹ کرنے کے برابر ہے۔ وَ مَا یَقُوْلُ بِهٖ اَحَدٌ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ۔

رفع کے معنی | جب رَفَعَ یَرْفَعُ رَفْعًا فَهُوَ رَافِعٌ۔ میں سے کوئی بولا جائے جہاں اللہ تعالیٰ فاعل ہو، اور مفعول "جوہر" ہو "عرض" نہ ہو اور صلہ الیٰ مذکور ہو۔ اور مجرور اس کا ضمیر ہو اسم ظاہر نہ ہو اور وہ ضمیر فاعل کی طرف راجع ہو۔ وہاں سوائے آسمان پر اٹھانے کے دوسرے معنے ہوتے ہی نہیں:۔

دوسری دلیل مرزا صاحب کے صلیبی اعتقاد کے مردود اور حضرت مسیحؑ کے آسمانی صعود اور مکر یہود بے سود و نابود ہونے کی یہ آیت ہے وَاِذْ کَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَاۗءِیْلَ عَنْكَ۔ الآیۃ (سورۃ المائدۃ ع ۵) منجملہ ان نعمتوں کے جو مسیحؑ کو دی گئیں ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے عیسیٰ وہ وقت یاد کر جب میں نے بنی اسرائیل کے ہاتھ تجھ سے دور روک رکھے۔ یہ آیت بھی صاف مظہر ہے کہ یہود مسیحؑ کو صلیب پر چڑھا کر طمانچے مارنا وغیرہ تو درکنار ہاتھ تک نہیں لگا سکتے۔ پس متوفیک۔ورافعک۔ مطھرك میں جو وعدہ بلا توقف پورا ہونے والا تھا وہ سوائے رفع آسمانی بمعہ جسم اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ فہو المطلوب۔

مرزائی عذر آنحضرت صلعم کے متعلق بھی وعدہ تھا یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ حالانکہ حضورؐ کا دانت شہید کیا گیا۔

الجواب یعصمک میں وعدہ جان سے بچا لینے کا تھا۔ جنگوں وغیرہ میں بعض اوقات زخمی ہونا وغیرہ اس کی مزید تشریح کر رہا ہے آیت اترنے سے پہلے آنحضرتؐ جان کی حفاظت کے لئے صحابہ کرام رضؓ کی جماعت اکثر اوقات ساتھ رکھا کرتے تھے جیسا کہ مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے:۔

"چند صحابی کو برعایت ظاہر حفاظت کے لئے ہمراہ رکھا کرتے تھے۔ پھر جب آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے سب کو رخصت کر دیا کہ اب مجھ کو تمہاری حفاظت کی ضرورت نہیں،، (اخبار الحکم ۲۴ اگست ۱۸۹۹ء صہ ۲)

پس جس بچاؤ کا وعدہ ہے وہ کما حقہ پورا ہوا۔ دیکھئے مرزا صاحب

لہ خلیفہ قادیان نے حال ہی میں جلسہ لائلپور کی تقریر میں کہا "رسول کریم بقیہ ۵۵۰

کو بھی تو یہ الہام ہوا تھا (تذکرۃ الشہادتین صہ۲ و اربعین ۲ صہ۴ بحوالہ براہین) مگر کیا مرزا پر اس کے بعد اینٹوں اور پتھروں کی بارشیں نہیں ہوئیں اور کئی ایک قسم کے مقدمات میں سخت تکالیف حتیٰ کہ کئی کئی گھنٹے عدالت میں کھڑا رہنے پر مجبور تھے۔ پانی پینے تک کی اجازت نہ ملتی تھی (ملاحظہ ہو القول الفصل میاں محمود احمد صہ۵۵ و سیرت مسیح موعود صہ۴۵ وغیرہ)

الحاصل عصمت کا لفظ حفاظتِ جان پر بولا گیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ نوحؑ کے بیٹے نے جبکہ وہ طوفان میں مبتلا تھا کہا سَاٰوِیْۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ۔ میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا جو مجھے پانی میں ڈوبنے سے بچائے گا۔

بخلاف اس کے کَفَفْتُ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ میں کفار کے ہاتھوں کو ہٹائے رکھنا فرمایا گیا ہے۔ اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ جب آنحضرت صلعم بعض صحابہ کے ہمراہ ایک دفعہ یہود بنی نضیر کے گاؤں میں گئے اور انہوں نے مسلمانوں کو دکھ دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو اطلاع دے دی۔ آپ فوراً وہاں سے نکل آئے کفار اپنا سا منہ لے کر رہ گئے (تفسیر معالم وغیرہ) اسی کو اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں یوں بیان فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ فَكَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ۔ مائدہ ع ۲ مسلمانو وہ وقت یاد کرو جب یہود تم پر ہاتھ پھیلا رہے تھے اور ہم نے ان

(بقیہ حاشیہ صہ۵۴۹) نے دعویٰ کیا وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ مکہ والوں نے سارا زور لگایا کہ آپ کو قتل کریں مگر آپ بچ گئے۔ (اخبار الفضل ۲۴ اپریل ۱۹۳۳؁ء صہ۳) ۱۲ منہ

کے ہاتھ تم سے روک رکھے[1]۔

ایسا ہی حضرت مسیح کا معاملہ ہے یہود نامسعود نے انہیں پکڑنے اور تکلیف پہنچانے کی کوشش کی خدا نے اس کے ہاتھوں تطہیر اور زندہ اٹھا لینے کا وعدہ دیا جو جلد بلا توقف پورا ہو گیا فللہ الحمد؛

نوٹ :- اس آیت (کففت بنی اسرائیل عنک) میں کف کا مفعول بنی اسرائیل کو بنایا ہے نہ ک ضمیر مخاطب کو۔ یعنی میں نے دور ہٹائے رکھا بنی اسرائیل (یہود) کو تجھ سے۔ یہ نہیں فرمایا کففتک عن بنی اسرائیل (ہٹا دیا تجھ کو بنی اسرائیل سے) کیونکہ ضرر پہنچانے کا ارادہ یہودیوں کا تھا پس انہی کو ہٹائے رکھنے کا ذکر مناسب ہے (دوم) یہ کہ کف کا صلہ عَنْ ذکر کیا ہے جو بعد کے لئے آتا ہے جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے لنصرف عنہ السوء والفحشاء پ۱۳ ہم یوسف سے برائی اور بے حیائی کو دور ہٹا دیں یہ نہیں فرمایا نصرف عنہ السوء والفحشاء۔ (یوسف کو برائی سے ہٹا دیں) یہ اگر ہوتا تو شبہ ہوتا، کہ یوسف کے دل میں برائی (قصدِ زنا) آگئی تھی بلکہ اللہ نے برائی اور بدی کے ارادہ کو ہی دور دور رکھا اور یوسف تک پہنچنے ہی نہ دیا۔ اسی طرح اللہ نے یہود کو حضرت مسیح سے دور دور رکھا۔

تیسری دلیل جو مدعا بالا کی مؤید ہے یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو بوقتِ محصوری آسمان پر لے جانے کو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے جیسا کہ سابقاً بروایت ابن عباس رض جن کو علمِ قرآن بہ دعا نبوی حاصل تھا، مذکور ہو چکا ہے۔ اسی کی طرف قرآن مجید

---

[1] یہود بنی نضیر کی اس شرارت پر انہیں یہ وبال پہنچا کہ وہ جلا وطن کر دیئے گئے (تفسیر ابن کثیر سورۂ حشر) ۱۲ منہ۔

ہیں بار بار توجہ دلائی گئی ہے۔ تفصیل اس کی یوں ہے کہ اگرچہ تمام انبیاء کے پاس حضرت جبرائیلؑ آتے رہے۔ مگر اس طرح کا واقعہ کسی نبی کے سامنے پیش نہیں آیا جیسا مسیحؑ کے ساتھ یعنی یہ کہ جبرائیلؑ انہیں دشمنوں کے نرغے سے نکال کر آسمان پر لے گئے ہوں یہی وجہ ہے کہ خاص مسیحؑ کے متعلق آیات میں بار بار آیا ہے اَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ (سورہ بقرہ رکوع ۱۱ پ ۱) ہم نے مسیحؑ کو جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ تائید دی۔"

اسی طرح خدا تعالیٰ قیامت کے دن مسیحؑ کو یہ انعام یاد دلائے گا اِذْ اَیَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (سورہ مائدہ ع ۱۵) اے عیسیٰ! وہ وقت یاد کر جب میں نے تجھے روح القدس سے تائید بخشی یعنی آسمان پر زندہ اٹھا لیا۔ ملخصاً تفسیر ہذا (تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۲۲۶)

آیات بالا کی موجودگی میں یہ اعتقاد رکھنا کہ معاذ اللہ یہود نے حضرت مسیحؑ کو صلیب پر چڑھا دیا اور آپ کے ہاتھوں میں میخیں ٹھونکیں۔ ایک صریح گندہ اور کفریہ عقیدہ ہے۔ یقیناً حضرت مسیحؑ باعانت جبرائیل علیہ السلام بحکم و بموجب وعدہ الٰہی جو جلد اور بلاتوقف پورا ہونے والا تھا یہود کے ہاتھوں میں مبتلائے آلام ہونے سے پیشتر زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔

سوال] جبکہ دیگر تمام انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے اسی دنیا میں رکھ کر شر اعداء سے محفوظ رکھا تو حضرت مسیحؑ کی کیا خصوصیت تھی کہ انہیں آسمان پر اٹھایا۔ آنحضرت صلعم کو کیوں نہ اٹھایا؟

الجواب] چونکہ امر مقدر یونہی تھا کہ حضرت مسیحؑ نہ صرف بلا باپ پیدا ہونے کے بلکہ ایک عرصہ دراز تک زندہ رہنے اور آسمان پر اٹھائے جانے کے نشانِ قدرت بنائے جائیں۔ اور آخری زمانہ

ہیں ون کے ہاتھ سے خدمتِ اسلام لے کر آنحضرت صلعم کی شان کو دوبالا کیا جائے کہ آپ کا وہ مرتبہ ہے کہ مستقل اور صاحبِ شریعت و کتاب رسول بھی آپؐ کی اتباع کو اپنی سعادت سمجھیں۔ حتیٰ کہ امت محمدیہؐ کے آگے ہو کر امام الصلوٰۃ بھی بنیں اور گواہی دیں کہ تَکْرِمَۃَ اللّٰہِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ۔ (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام) اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو آسمان پر اٹھا لیا ٭

مرزائیوں سے ایک سوال

صاحبان! آپ مسیح کی ولادت بلا باپ کو مانتے ہیں جیسا کہ مرزا صاحب کی تصریحات موجود ہیں۔ پس بتلائیے کہ کیا وجہ ہے۔ خدا نے دیگر انبیاء کو تو ماں باپ دونوں کے ذریعہ پیدا کیا مگر مسیح کو بلا باپ؟ جو جواب تم اس کا دو گے اسی کے اندر ہمارا جواب موجود ہے۔

چوتھی دلیل

آیات مذکرہ بالا سے بوضاحت ثابت ہو چکا ہے کہ خدا نے یہود کے مکر و فریب سے حضرت مسیحؑ کو بکلی محفوظ رکھا اور انہیں اپنی طرف اٹھا لیا۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ نے حضرت مسیحؑ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ (آل عمران ع ۵) ۔ مسیح دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی صاحب وجاہت ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ یہود نے آپ کو صلیب پر چڑھا دیا کیونکہ بائیبل میں مذکور ہے کہ جو دار پر کھینچا گیا وہ لعنتی ہے تو یہ سراسر دنیاوی وجاہت کے منافی و مغائر ہے پس حضرت مسیح کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ صلیب پر چڑھائے گئے، ایک لعنتی عقیدہ ہے۔ خود مرزا صاحب اس عقیدہ کو خلاف وجاہت سمجھتے ہیں۔ چنانچہ راقم ہیں :-

وَجِیْہًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ - دنیا میں بھی مسیح کو اس کی زندگی میں وجاہت یعنی عزت - مرتبہ - عظمت - بزرگی ملے گی اور آخرت میں بھی اب ظاہر ہے کہ حضرت مسیح نے ہیرودیس کے علاقہ میں کوئی عزت نہیں پائی بلکہ غایت درجہ کی تحقیر کی گئی * سچی بات یہ ہے کہ جب مسیح نے ملک پنجاب کو اپنی تشریف آوری سے شرف بخشا تو اس ملک میں خدا نے ان کو بہت عزت دی - حال ہی میں ایک سکہ ملا ہے اس پر حضرت عیسیٰؑ کا نام درج ہے - اس سے یقین ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے اس ملک میں آکر شاہانہ عزت پائی" (ص۱۵ رسالہ مسیح ہندوستان میں)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ واقعہ صلیب والا قصہ وجاہت کے سراسر منافی ہے - باقی رہا ملک پنجاب میں مسیح کی آمد سو ایک بیہودہ قصہ اور بے ثبوت بات ہے - اللہ تعالیٰ نے واقعہ صلیب سے قبل حضرت مسیحؑ کو بلاتوقف و بجلد توفی و رفع کا وعدہ دیا تھا - پس کشمیر کا ڈھکوسلہ خلافِ قرآن ہے - حضرت مسیحؑ اسی وقت اٹھائے گئے تھے :

ماسوا اس کے بفرضِ محال مان بھی لیا جائے تو بھی یہ وجاہت کلی نہیں کیونکہ بقول مرزا صاحب جب ایک دفعہ انتہائی رسوائی ہو چکی، پھر عزت ملی بھی تو کیا ملی - حالانکہ خدا نے بلا استثنا مسیحؑ کو وجیہ قرار دیا ہے -

پانچویں دلیل

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا -

بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيۡهِ‌ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيۡزًا حَكِيۡمًا ۔ (نساء ع ۲۲)
یہود پر لعنت پڑنے کا ایک سبب ان کا یہ قول ہے کہ ہم نے مسیح ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا حالانکہ نہیں قتل کیا اس کو اور نہ صلیب پر چڑھایا اس کو۔ لیکن انہوں نے قتل کیا اور صلیب دیا اس شخص کو جو ان کے لئے مسیح کی شکل بنایا گیا۔ یقیناً انہوں نے مسیح کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

آیت اِنِّىۡ مُتَوَفِّيۡكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ ۔ میں جس بات کا بلا توقف وعدہ تھا اس کا ایفا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔ چونکہ بظاہر یہ کام بڑا خارق عادت معلوم ہوتا ہے اس لئے ساتھ فرما دیا کہ تعجب نہ کرو یہ زبردست حکمت والے خدا کا فعل ہے جس کے نزدیک کوئی بات مشکل نہیں۔

نوٹ۔ اس آیت میں حضرت مسیحؑ کا ذکر ہے جو زندہ رسول تھا۔ خدا نے اسی کا رفع فرمایا ہے۔ پس یہ کہنا کہ رفع سے مراد روحانی رفع ہے نظم قرآن کے صریح خلاف ہے۔

اعتراض آیت بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ میں لفظ "بل" ابطالیہ نہیں۔ نحویوں نے لکھا ہے کہ لفظ بل "قرآن میں نہیں آسکتا"۔

(مرزائی پاکٹ بک)

الجواب پھر تو یہ مطلب ہوا کہ کافر یہود سچے ہیں جو کہتے تھے ہم نے مسیح کو قتل وغیرہ کر دیا۔ اے جناب! تم نے خود بحوالہ کتب نحو لکھا ہے کہ "جب خدا کفار کا قول نقل کرے تو بغرض تردید، اس میں "بل" آسکتا ہے۔" (ص ۲۲۳) یہی معاملہ اس جگہ ہے۔
خود مرزا صاحب مانتے ہیں کہ اس جگہ لفظ بل تردید قول کفار

کے لئے ہے:۔

"مسیح مصلوب۔ مقتول ہو کر نہیں مرا بلکہ خدا تعالیٰ نے عزت کے ساتھ اس کو اپنی طرف اٹھا لیا" (ازالہ ص ۵۹۱/۵۲۶ طبع ۱، ۲)

اعتراض رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو۔ (ازالہ حوالہ بالا)

جواب وعدہ بلا توقف و بجلد رفع کا تھا۔ اگر آپ کے معنی صحیح ہوں تو مطلب یہ ہوا کہ مسیح اسی وقت عزت کے ساتھ مر گیا تھا اور کون نہیں جانتا کہ یہ یہود کی تائید ہے۔ چونکہ یقیناً حضرت مسیحؑ اس زمانے میں فوت نہیں ہوئے۔ جیسا کہ مرزا صاحب کو بھی اقرار ہے۔ لہٰذا اس وقت جو رفع ہوا وہ یقیناً زندہ آسمان پر اٹھایا جانا تھا۔

اس کے علاوہ رفع کے معنی عزت کی موت لینے نہ صرف یہ تمام کتب لغت کے خلاف ہونے سے مردود ہیں۔ بلکہ اس میں یہ نقص ہے کہ کلام ربانی درجہ فصاحت سے گر جاتا ہے کیونکہ رَافِعُكَ کے پہلے مُتَوَفِّيكَ کا وعدہ موجود ہے اور توفی کے معنی جیسا کہ ہم کتب عربیہ اور تحریرات مرزا سے ثابت کر آئے ہیں کسی چیز کو پورا لینے کے ہیں۔ پس یہ کہنا کہ زندہ اٹھا لیا۔ پھر ساتھ ہی یہ کہنا کہ عزت کی موت دے کر اٹھا لیا۔ یہ متضاد کلام خدا کی شان سے بعید ہے۔ اگر کہا جائے کہ مُتَوَفِّيكَ کے معنی بھی موت ہیں تو بھی خلافِ فصاحت ہے کیونکہ جو بات ایک لفظ سے ادا ہو سکتی تھی اس کو دو فقروں میں بیان کرنا بھی شانِ بلاغت پر دھبہ ہے۔ حاصل یہ کہ یہود کہتے تھے کہ ہم نے مسیحؑ کو مار دیا۔ ان کے جواب میں یہ کہنا کہ ہاں مار تو دیا تھا۔ مگر یہ عزت کی موت ہے۔ یہود کی تردید نہیں بلکہ تصدیق ہے حالانکہ خدا تعالیٰ

اس عقیدہ کو لعنتی قرار دیتا ہے۔

اعتراض رَّفَعَهُ اللّٰهُ ۔میں "ہ" کی ضمیر مسیح مع الجسم کی طرف نہیں۔مراد یہ ہے کہ مسیحؑ کی روح کو اٹھالیا۔

الجواب اس میں بھی وہی نقص ہے جو اوپر مذکور ہو چکا ۔یعنی ایسا کہنا یہود پلید کی موافقت ہے۔

اعتراض آنحضرتؐ دو سجدوں کے درمیان دعا مانگتے تھے کہ خدایا میرا رفع کر، اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے کہ متواضع بندے کا رفع ہو جاتا ہے۔؛

الجواب چونکہ رفع کے پہلے توفی کا ذکر ہے اور توفی کے معنی حسب زبان عرب و اقرار مرزا "پورا لینے" کے ہیں۔اس لئے اگر رفع کے معنی بفرض محال بلندیٔ درجات بھی لئے جائیں تو ہمارے مدعا کے خلاف نہیں۔کیونکہ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مسیحؑ بمعہ جسم آسمان پر اٹھایا گیا جیسا کہ مُتَوَفِّيكَ کا منشا ہے جس سے اس کا مرتبہ بھی بلند ہو گیا۔

اگر توفی کے معنی موت لے کر رفع درجات مراد لیا جائے۔تو یہ یہود کی مطابقت ہے کیونکہ وعدہ بلا توقف وبجلد، توفی اور رفع کا تھا۔جو یقیناً اسی وقت پورا ہو گیا۔پس رفع کے معنی موت نہیں بلکہ زندہ اٹھانا ہیں۔؛

اعتراض رَّفَعَهُ اللّٰهُ میں خدا کی طرف اٹھانا مرقوم ہے۔آسمان کا کہاں ذکر ہے؟

الجواب خدا کے لئے فوق و علو ہے۔انہی معنوں سے قرآن میں کہا گیا ہے ؏ أَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ ...... أَمْ أَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يُرْسِلَ

عَلَيْكُمْ حَاصِبًا۔ الآیۃ (سورۃ الملک) کیا تم خدا سے نڈر ہو گئے ہو جو آسمان پر ہے کیا تم اس ذات سے خوف نہیں کرتے جو آسمان پر ہے کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے یا تم پر ہواؤں سے پتھراؤ کر دے۔

ایسا ہی آنحضرت صلعم انتظار وحی کے وقت آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۔" البتہ ہم دیکھتے ہیں تیرا آسمانوں کی طرف منہ کرنا۔ سو ہم تجھے اسی قبلے کی طرف پھیریں گے۔ جدھر تیری خواہش ہے (بقرہ پ ۲ ع ۱)

اسی طرح خود مرزا صاحب نے رفعہ اللہ کے معنی آسمان کی طرف اٹھایا جانا لکھے ہیں:۔

" قرآن سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ کے فوت ہو جانے کے بعد ان کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔"

(ازالہ ص ۲۶۳/۲۶۹ ط ۱)

اس تحریر میں بعبارۃ النص رَفَعَهُ اللّٰهُ کے معنی آسمان پر اٹھایا جانا موجود ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ مرزا صاحب نے روح کا اٹھایا جانا لکھا ہے۔ سو اس کا رد ہم سابقاً کر آئے ہیں کہ یہ معنی یہود کی سرشت سے نکلے ہیں:۔

اعتراض رَفَعَهُ اللّٰهُ میں مسیح کا زندہ خدا کی طرف اٹھایا جانا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ لفظ " الیٰ " غایت انتہا کے لئے آتا ہے۔ کیا حضرت مسیحؑ بلا فاصلہ خدا کے پہلو بہ پہلو بیٹھے ہیں؟

جواب رَفَعَهُ اللّٰهُ کے معنی آسمان کی طرف اٹھایا جانا ہیں۔ جیسا کہ خود مرزا صاحب نے بھی آسمان کی تصریح کی ہے۔ اگر ہم پر بھی زنگِ دل دور نہ ہو تو سنو! مرزا صاحب راقم ہیں:۔

" إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ۔

یعنی پاک روحیں خدا کی طرف صعود کرتی ہیں اور عمل صالح ان کا رفع کرتا ہے۔" (ازالہ صفحہ ۱۸۴ طبع ۲)

کیوں جناب! یہ روحیں جو خدا کی طرف صعود کرتی ہیں کیا خدا کے ساتھ چمٹ جاتی ہیں یا درمیان میں کچھ فاصلہ ہوتا ہے؟ فَمَا جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔

چھٹی دلیل یہود و نصاریٰ متفقہ طور پر مسیح کی موت طبعی کے منکر ہیں اس بارے میں قرآن نے ان کی تردید نہیں کی بلکہ مسیح کا زندہ اٹھا لینا ظاہر کر کے تائید کی ہے۔ اب سوال ہو سکتا تھا کہ مسیح جو آسمان پر اٹھائے گئے کیا وہیں فوت ہوں گے اس کا جواب بل رفعه الله والی آیت کے آگے یہ دیا کہ وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا (النساء) اور نہیں ہوگا کوئی اہل کتاب سے مگر ایمان لائے گا ساتھ عیسیٰؑ کے اس کی موت سے پہلے اور عیسیٰؑ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔

اس آیت نے قطعی فیصلہ کر دیا کہ یہود و نصاریٰ مسیح کی موت علی الصلیب کے عقیدہ میں باطل پر ہیں اور مرزا قادیان صلیب پر چڑھنے کے بعد کشمیر میں آ بسنے اور وہیں مدفون ہونے کے عقیدہ میں اکذب الکذاب ہیں۔

اعتراض مسلمان کہتے ہیں کہ سب اہل کتاب مسیح پر ایمان لائیں گے یہ غلط ہے کیونکہ کئی اہل کتاب نزول مسیحؑ سے پیشتر فوت ہو چکے ہیں۔ کئی مسیحؑ کے نزول کے وقت مقتول ہوں گے۔

الجواب اس آیت میں ان اہل کتاب کا ذکر ہے۔ جو نزول مسیح کے بعد ان پر ایمان لائیں گے چنانچہ الفاظ

بہ اس پر دلیل ہیں۔ فقرہ کیؤُمِنَنّ
"مضارع موکدبہ نون ثقیلہ ہے جو مضارع میں تاکید مع خصوصیت زمانہ مستقبل کرتا ہے"
(مرزائی پاکٹ بک صفحہ ۲۰۵ و صـ۴۲۶)

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ جن کو خود مرزائی مجدد صدی مانتے ہیں اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں:۔

"ونباشد ہیچ کس از اہل کتاب۔ البتہ ایمان آورد بعیسیٰ پیش از مردن عیسیٰ و روز قیامت باشد عیسیٰ گواہ برایشاں (حاشیہ میں اس کا حاصل مطلب یہ لکھتے ہیں) یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزول عیسیٰؑ را البتہ ایمان آرند"

۲۔ "نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر البتہ ایمان لاوے گا، ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا اوپر اس کے گواہ"، (فصل الخطاب مصنفہ مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول قادیان صـ۸۰ جلد ۲)

۳۔ وان من اهل الکتاب احد الا لیؤمنن بعیسی قبل موت عیسی وھم اھل الکتاب الذین یکونون فی زمانہ فتکون ملۃ واحدۃ وھی ملۃ الاسلام وبھذا جزم ابن عباس فیما رواہ ابن جریر من طریق سعید بن جبیر عنہ باسناد صحیح (ارشاد الساری شرح صحیح بخاری جلد ۵ صـ۱۹۰)

"ابن جریر جو نہایت معتبر اور ائمہ حدیث میں سے ہے" (حاشیہ صـ۲۵۰ چشمہ معرفت مصنفہ مرزا) بلکہ "رئیس المفسرین" ہے صـ۱۶۸ الہدیٰ ۲ طبع

طا (آئینہ کمالات)
اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جو " قرآن کریم کے سمجھنے میں اول نمبر والوں میں ہیں اس بارے میں ان کے حق میں آنحضرت ؐ کی ایک دعا بھی ہے " (ازالہ اوہام ص۲۴۷ طبع ۲) باسناد صحیح روایت لائے ہیں کہ آیت اِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ میں وہ اہل کتاب مراد ہیں جو اس زمانہ میں ہونگے پس وہ ایک ہی مذہب اسلام پر آجائیں گے۔ اب سنئے مرزا صاحب کا ترجمہ :-

"کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لائیگا۔ دیکھو یہ بھی تو خالص استقبال ہی ہے کیونکہ آیت اپنے نزول کے بعد کے زمانہ کی خبر دیتی ہے بلکہ ان معنوں پر آیت کی دلالت صریحہ ہے ۔
(الحق دہلی ص۳۲)

مرزا صاحب نے آدھا ترجمہ صحیح کیا ہے آدھا غلط۔ بہرحال ان تراجم اربعہ سے یہ امر صاف ہے کہ آیت کا مطلب بلکہ " دلالت صریحہ " یہی ہے کہ آئندہ زمانہ میں اہل کتاب مسیح پر ایمان لائیں گے فھذا مرادنا۔

اعتراض | لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ کی بجگہ دوسری قرأت میں مَوْتِھِمْ آیا ہے (ص۵۴۳ مرزائی پاکٹ بک بحوالہ ابن جریر) ایسا ہی مرزا صاحب نے نوٹس متنوز عبارت میں لکھا ہے۔

الجواب | قرآن پاک میں قبل موتہ مذکور ہے حضرت ابیؓ کی یہ قرأت بوجہ شاذ ہونے کے متروک ہے۔ حضرت عمرو دیگر صحابہ حضرت ابیؓ کی اس قسم کی قرأتوں کو نہیں مانتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری پارہ ۲۰ کے آخر میں ہے قال عمر ابی اقرءنا وانا لندع من لحن ابی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ابی بڑے قاری ہیں تو بھی ہم صحابہ لوگ

ان کی غلط قراتوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہی حق ہے۔ ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب و مولوی نوردین صاحب بغور ملاحظہ ہو۔ نیز قبل موتہم والی قرأت جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کذب محض ہے کیونکہ اس میں دو راوی مجروح ہیں۔ اول خصیف درم عتاب ابن بشیر تقریب میں خصیف کے متعلق مندرج ہے سَيِّئُ الْحِفْظِ خَلَطَ بِآخِرِهٖ رُمِيَ بِالْاِرْجَاءِ۔ (مرزا صاحب کی طرح) خراب حافظہ والا۔ اس پر مرجیہ ہونے کا الزام دھرا گیا۔ میزان الاعتدال میں ہے ضَعَّفَهٗ اَحْمَدُ وَقَالَ اَبُوْحَاتِمٍ تَكَلَّمَ فِيْ سُوْءِ حِفْظِهٖ وَقَالَ احمد ایضًا تُكُلِّمَ فِي الْاِرْجَاءِ وقال عثمان بن عبد عبد الرحمن رأيت على خصيف ثيابًا سودًا كان على بيت المال یعنی ضعیف الحدیث اور سیئ الحافظہ اور مرجیہ ہونے کے علاوہ چور بھی تھا۔ بیت المال سے حضرت نے چادر اڑا کر امیرانہ ٹھاٹھ بنانے کو مونڈھوں پر لٹکالی۔ چہ خوش!

اب سنیئے! دوسرے صاحب عتاب کا احوال، وہ بھی ضعیف ہیں چنانچہ میزان میں ہے۔ قال النسائی لیس هذاك فی الحدیث وقال ابن المدینی کان اصحابنا یضعفونه وقال علی ضربنا علی حدیثه انتهی ملخصًا اس روایت کے جھوٹی اور بناوٹی ہونے پر یہ دلیل ہے کہ ہم ارشاد الساری شرح صحیح بخاری سے بحوالہ روایت ابن جریر انہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی صحیح السند روایت درج کر آئے ہیں جس میں صاف الفاظ میں لیؤمنن بعیسیٰ قبل موت عیسیٰ۔ پس موتہم والی روایت مردود ہے۔

اب سنیئے مرزائیوں کے "پیغمبر اعظم" کی الہامی کتاب ترتیب سے قبل موته کی تفسیر:-

"کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو ہمارے اس بیان مذکورہ پر × × ایمان نہ رکھتا ہو (قبل موتہٖ) قبل اس کے کہ اس حقیقت پر ایمان لا دے کہ مسیح اپنی طبعی موت سے مر گیا" (ص ۱۵۳/۲۶۲ ج ۲)

حضرات دیکھیے کسقدر پرفریب اور کیسا بھدّا اور بدنما ترجمہ ہے تاہم اس میں قبل موتہٖ کی ضمیر بطرف مسیح پھیری ہے فہو المطلوب۔

اعتراض یومنن بہٖ کی ضمیر میں بھی اختلاف ہے کوئی عیسیٰ کی طرف پھیرتا ہے کوئی آنحضرتؐ اور قرآن کی طرف (ص ۲۶۳ پاکٹ بک)

الجواب قرآنِ پاک میں تو مسیح کی طرف ہی ہے لوگ جو چاہیں کہیں اس طرح ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب اور ترجمہ مولوی نوردین اور روایت ابن عباسؓ اور تحریر مرزا صاحب مندرجہ ص ۳۲ الحق دہلی جو سب نقل کر آئے ہیں صاف شاہد ہیں کہ لیومنن عیسیٰ قبل موت عیسیٰ خود تم نے اسی صفحہ پاکٹ بک پر بہٖ کی ضمیر بطرف مسیح پھیری ہے "یہود کا ہر فرد حضرت عیسیٰ کے مصدوب ہونے پر ایمان لائیگا" کہو کیا کہتے ہو؟

اعتراض قرآن تو کہتا ہے کہ اہل کتاب میں قیامت تک عداوت رہے گی۔ پس وہ سب کے سب ایمان کیسے لائیں گے ماسوا اس کے جب سب لوگ ایمان لائیں گے تو مسیح کے متبع کن کافروں پر قیامت تک غالب رہیں گے؟

الجواب عداوت یہود و نصاریٰ کے وجود تک ہے۔ جب وہ سب اسلام لا کر مسلمان ہو جائیں گے۔ اس وقت سب عداوتیں مٹ جائیں گی۔ جلدی میں یہ نہ کہہ دینا کہ عداوت اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ

ہے اور یا اِلیٰ کا لفظ چمٹ جانے کے معنی میں آتا ہے۔ الی کے معنی قریب ہوتے ہیں یعنی الی یوم القیامۃ سے مراد قرب یوم القیامۃ ہے۔ کیونکہ فنائے عالم کے بہت عرصہ کے بعد قیامت کا دن ہوگا۔ جیسا کہ حدیثوں سے ثابت ہے۔ جب کوئی آدمی ہی نہ زندہ ہوگا تو دشمنی کس میں ہوگی؟ پس لا محالہ الی کے معنے قرب کے کرنے ہوں گے۔

اعتراض جب سب مومن ہو جائیں گے تو پھر غلبہ کن کافروں پر ہوگا۔

الجواب کافروں پر غلبہ اسی وقت تک ہے جب تک کافر موجود ہوں جب کافر ہی نہ رہیں گے سب مومن ہو جائیں گے۔ اس وقت یہ سوال اٹھانا ہی دلیلِ جہالت ہے۔

قرآن میں بھی اور حدیث میں بھی سب کا مومن ہونا مرقوم ہے پھر ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اس زمانے میں کیس بین اثنین عداوۃ (مشکوٰۃ باب لا تقوم الساعۃ) پھر اس کے بعد جب کافر رہ جائیں گے اس وقت مومن ہی کوئی نہ ہوگا۔ لہٰذا وہاں بھی یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ غلبہ مومنوں کا تبھی تک موعود ہے جب تک مومن رہیں۔ غرض الی یوم القیامۃ سے مراد قرب قیامت ہے۔

دوسرا جواب ایمان اور عداوت میں باہمی منافات نہیں ہے۔ دونوں باہم جمع ہو سکتے ہیں۔ سمجھ میں نہ آئے تو قادیانیوں اور لاہوریوں کو دیکھ لیجئے کہ دونوں احمدی کہلاتے ہیں اور ایمان کا بھی دعویٰ ہے لیکن آپس میں کتنی منافرت اور عداوت ہے۔ اس حدیث نے صاف فیصلہ کر دیا کہ یہود و نصاریٰ کی عداوت مومنوں کا کافروں پر غلبہ جس کے لئے قرآن میں الی یوم القیامۃ وارد

ہے اس کا مطلب قربِ قیامت ہی ہے۔

ساتویں دلیل ہم سابقاً قرآن مجید کی متعدد آیات قطعی الدلالت سے حضرت مسیح کا آسمان پر اٹھایا جانا و نازل ہونا ثابت کر آئے ہیں۔ اب ہم ایک اور آیت پیش کرتے ہیں جس میں بھی ان کے نزول کا ذکر ہے چونکہ کوئی شخص جب تک کہیں نہ جائے وہاں سے آیا نہیں کرتا اس لئے آمد کا ذکر مثبت رفت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ اِلیٰ قولہٖ تعالیٰ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ (الزخرف) پ ۲۵۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جونہی ابنِ مریم کا ذکر کیا جاتا ہے تیری قوم (کفارِ مکہ و قادیان وغیرہ) جل اٹھتے ہیں (انہیں اپنی بدذوقی و بے ایمانی میں رہنے دے) لاریب وہ تو قیامت کی نشانی ہے (ان کو کہہ دے کیوں شامتیں آئی ہیں) اس نشانی (یعنی اس کے قیامت کی نشانی از روئے نزول من السماء ہوتے ہیں) شک نہ کرو۔ اور میری اتباع کرو۔ یہ سیدھا راستہ ہے۔ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے (جو نزولِ مسیح کے متعلق طرح طرح کے وساوس ڈال کر تمہیں اس ایمان سے علیحدہ کرنے میں ساعی ہے) سو تم اس کے شکارِ فریب نہ بنو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کتابِ حدیث ابن ماجہ میں موقوفاً اور مسند احمد میں مرفوعاً مروی ہے عن عبد اللہ ابن مسعود قال لما کان لیلۃ اسری برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقی ابراھیم وموسی وعیسی فتذاکروا الساعۃ

فبدءوا بابراھیم فسألوہ عنها فلم یکن عندہ منها علم
فرد الحدیث الی عیسی ابن مریم فقال قد عهد الیّ فیما
دون وجبتها فاما وجبتها فلا یعلمها الا اللہ فذکر خروج
الدجال قال فانزل فاقتله الحدیث (ابن ماجہ ص۳۰۹
باب فتنة الدجال وخروج عیسی ابن
مریم)

معراج کی رات انبیاء سے ملاقات کے وقت قیامت کا تذکرہ شروع ہوا تو سب نے اس کے وقت سے لاعلمی ظاہر کی۔ آخر جناب مسیحؑ سے سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا، علم تو مجھے بھی نہیں البتہ مجھ سے وعدہ ہے قیامت کے نزدیک کا۔ آپؑ نے دجال کا ذکر فرمایا اور کہا کہ میں نازل ہو کر اس کو قتل کروں گا۔

اسی طرح بہت سی احادیث میں قیامت کے قریب مسیحؑ کا نزول لکھا ہے جو آئندہ باب ثبوت حیات مسیحؑ از احادیث میں مذکور ہوں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

آیت اِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے جن کو بدعا نبوی علم قرآن حاصل تھا جو مرزا کو بھی مسلم ہے مسند احمد جلد اول ص ۳۱۷/۳۱۸ - درمنثور جلد ۶ صفحہ ۲۰ - فتح البیان جلد ۸ صفحہ ۳۱ - ابن کثیر جلد ۹ صفحہ ۱۴۴ وغیرہ میں مروی ہے کہ اس آیت میں مسیحؑ کا نزول قبل از قیامت مطلوب و مقصود ہے۔ ایسا ہی "ابن جریر رئیس المفسرین" کی تفسیر جلد ۲۵ ص ۴۹ میں ہے۔

اسی طرح محدث عبد بن حمید نے حضرت ابوہریرۃ رضؓ سے بھی روایت کی ہے۔

(درمنثور جلد ۶ ص ۲۰)

اعتراض | اِنَّهٗ کی ضمیر مسیح کی طرف نہیں۔ قرآن کی طرف ہے۔ ساعۃ سے مراد قیامت نہیں ؎

جواب | قرآن پاک کی آیت وحدیث نبوی۔ واقوال صحابہ کے ہوتے ہوئے یوں ذلیری کرنی سخت غلطی ہے۔ اب آؤ ہم مرزا صاحب کے دستخط اس پر کرا دیں:۔

"قرآن شریف میں ہے انہ لعلم للساعۃ یعنی اے یہودیو! عیسیٰ کے ساتھ تمہیں قیامت کا پتہ لگ جائیگا"

(صفحہ ۲۱ اعجاز احمدی)

صاف ظاہر ہے کہ اِنَّهٗ کی ضمیر بطرف مسیح تسلیم کی گئی ہے۔

ان فرقۃ من الیہود کانوا کافرین بوجود القیامۃ فاخبرھم اللہ علیٰ لسان بعض انبیاء ان ابنا من قومھم یولد من غیر اب وھٰذا یکون اٰیۃ لھم علیٰ وجود القیامۃ صفحہ ۹۰ حمامۃ البشریٰ مرزا صاحب)

یعنی ایک فرقہ یہود کا قیامت کے وجود سے منکر تھا۔ خدا نے بعض انبیاء کی زبانی ان کو خبر دی کہ تمہاری قوم میں ایک لڑکا بلا باپ پیدا ہوگا۔ یہ قیامت کے وجود پر ایک نشانی ہے ؎

اس عبارت سے ثابت ہے کہ قیامت سے مراد حقیقی قیامت ہے نہ موقع مسیح گو دوسری اسی طرح خود مصنف مرزائی پاکٹ بک میں انہ کی ضمیر بطرف مسیح پھیری ہے۔ اور ساعۃ سے مراد حقیقی قیامت لکھی ہے۔ دیکھو صفحہ ؎

اعتراض:۔ مسیح کا نزول تو آئندہ ہونا تھا پہلے سے ہی کیسے

کہہ دیا کہ شک نہ کرو۔ جب ابھی نشانی نے مدت کے بعد آنا ہے تو ان کو شک سے کس برتے پر روکا جاتا ہے؟

الجواب اے جناب! ایک سچ مچ واقعہ ہونے والی بات پر شک نہ کرنے کی ہدایت کرنا کیا ناجائز ہے؟ یہاں تو کفار مخاطب ہیں جو آمد مسیح کے منکر ہیں۔ خدا تعالیٰ تو حضرت موسیٰؑ جیسے مصدق و مصدق رسول کو بھی بطور ہدایت فرماتا ہے اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اِلٰی قَوْلِہٖ فَلَا یَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا یُؤْمِنُ بِهَا اَلْاٰیَة (طٰہٰ ع ۱) اے موسیٰ قیامت بے شک و شبہ آنے والی ہے۔ خبردار کوئی بے ایمان تجھے اس کے ماننے سے روک نہ دے بھلا اس جگہ کوئی مخالف آریہ وغیرہ تم پر اعتراض کرے کہ موسیٰؑ کو قیامت پر شک نہ تھا پھر یہ وعظ کیا معنی رکھتا ہے تو کیا کہو گے؟

آؤ تمہیں تمہارے گھر سے مثال دیں لعلکم تعقلون سنو!

مرزا جی کا نکاح آسمانی دنیا میں نہ ہونا تمہارے مسلمات سے ہے باوجود اس صریح جھوٹی پیشگوئی کے مرزا صاحب کا الہام کنندہ قبل از وقت کہتا تھا۔ اسے مرزا:۔

"اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ

یہ نکاح تیرے رب کی طرف سے حق واقع ہونے والا ہے

تو کیوں شک کرتا ہے" (ازالہ اوہام ص ۳۹۸/۱۶۴ ط ۱/۲)

کیوں جناب یہ کیا بات ہے! کہ نکاح سے پہلے ہی شک سے روکا جاتا ہے ع

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

آٹھویں دلیل وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون

شہیدا سے ظاہر و عیاں ہے۔ کہ حضرت مسیح آخری زمانہ میں نزول من السماء وفات پائیں گے اور قیامت کے دن یہود و نصاریٰ گمراہ ہوں گے اسی کی مزید تشریح و تائید آیت ذیل سے ہوتی ہے۔

وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ - إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ - (المائدہ رکوع آخری)

جب کہیگا اللہ تعالیٰ (دن قیامت کے) اے عیسیٰ کیا تونے کہا تھا لوگوں کو کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو۔ جواب دیں گے۔ پاک ہے تو اے معبود برحق! کیسے لائق تھا مجھ کو کہ، وہ بات کہوں کہ جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے کہا ہے تو تجھے علم ہوگا۔ تو جانتا ہے میرے دل بھید کو اور میں نہیں جانتا تیرے دل کی بات کو۔ لاریب تو ہی بھید دل کو جاننے والا ہے۔ نہیں کہا میں نے ان کو مگر وہی جو مجھے تونے ارشاد کیا تھا کہ عبادت کرو اس ذات پاک کی، جو میرا، تمہارا، سب کا پالنے والا ہے اور میں ان پر نگہبان تھا۔ جب تک تو نے مجھے پہلے ان میں رہا جب تونے مجھے بمعہ روح و جسم اپنی طرف اٹھالیا۔ پھر تو تو ہی ان کا نگہبان تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے میرے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد مجھے پوجا ہے۔ جیسا کہ میں دنیا میں اتر کر مشاہدہ

کر آیا ہوں، اگر تو ان کو عذاب کرے تو وہ تیرے غلام ہیں اور اگر انہیں بخش دے تو تو غالب و حکیم ہے۔

اس آیت میں حضرت مسیح صاف اقراری ہیں کہ وہ میرے ترقی کے بعد بگڑے ہیں۔ اب اگر توفی کے معنی موت لیے جائیں تو اس میں یہود پلید کی تصدیق ہوتی ہے کیونکہ توفی اور رفع کا وعدہ فوراً بلا توقف تھا۔ لامحالہ توفی کے معنی پورا پورا لینے کے ہوں گے۔ اب اگر مسیح علیہ السلام زمین پر آئیں گے ہی نہیں تو قیامت کے دن امت کے بگڑنے کی شہادت کیسے دیں گے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ ضرور دنیا پر آئیں گے تاکہ قیامت کے دن نیز تمام اہل کتاب ایمان لانے دعیزہ کی گواہی دیں اسی کی تائید اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ۔ الآیہ سے ہوتی ہے جس میں نص قطعی کے ساتھ مسیح کا زندہ ہونا اور بعد نزول آخری زمانہ میں وفات پانا اور قیامت کے دن اپنی امت پر گواہ ہونا مرقوم و موجود ہے ایسا ہی تائید تمام ان احادیث نبویہ سے ہوتی ہے جن میں نزول مسیح • بہ زمانہ آخری اور اس کے بعد وفات پھر مقبرہ نبوی میں مدفون ہونا مذکور ہے۔

اعتراض | امت کے بگڑنے کا علم مسیح کو قیامت کے دن دیا جائے گا۔

جواب | یہ کسی آیت سے بھی ثابت نہیں۔ قطعاً بے بنیاد ہے خود مرزا صاحب مانتے ہیں کہ مسیح کو قیامت سے پیشتر امت بگڑنے کی اطلاع ہے۔

"میرے پر یہ کشفاً ظاہر کیا گیا کہ یہ زہرناک ہوا جو عیسائی قوم میں پھیل گئی ہے حضرت عیسیٰ کو اس کی خبر دی گئی ہے۔ خدائے تعالیٰ نے اس عیسائی فتنہ کے وقت میں یہ فتنہ حضرت

مسیح کو دکھایا گیا یعنی اس کو آسمان پر اس فتنہ کی اطلاع دی گئی"
(آئینہ کمالات مرزا ص۲۵۲/۲۶۲ ط ۱)

حضرات! ہمارے پاس قرآن پاک کی نص صریحہ اور احادیث نبویہ صحیحہ ہیں جو اس بات پر شاہد ہیں کہ مسیح دنیا میں آئیں گے اور آکر اپنی امت کا حال زبوں ملاحظہ کرکے قیامت کو ان پر گواہ ہوں گے۔ بخلاف اس کے مرزا صاحب اپنا کشف بتاتے ہیں۔ سو اول تو خلاف قرآن و حدیث کسی کا کشف خود منہ لمرزا قابل حجت نہیں (ملاحظہ ہو ازالہ اوہام ص۳۶/۲۵۸ ط ۲/۱)
دوم یہ کشف ہمارے مخالف نہیں بلکہ ہمارے بیان کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے یعنی مسیح کو قبل از نزول آسمان پر اس کی خبر دی گئی اور بعد از نزول بموجب آیت قرآن و احادیث نبی علیہ السلام بچشم خود ملاحظہ فرمالیں گے بہرحال یہ متعین ہو گیا کہ مسیح کو قیامت سے پیشتر امت بگڑنے کا پتہ ہے فہو المطلوب۔

ہماری اس تقریر سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مرزائی جو کہا کرتے ہیں کہ مسیح قیامت کے دن اپنی لاعلمی کا اظہار کریں گے یہ از سرتا پا جھوٹ فریب بہتان افترا ہے۔

ایک اور طرز سے | مرزائیوں کو مسلم ہے کہ عیسائی بعد توفی مسیح کے بگڑے ہیں اور یہ بھی ان کا مذہب ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد آپ کشمیر چلے آئے، ایک سو بیس برس زندہ رہے (تذکرۃ الشہادتین مرزا ص۲۷) حالانکہ:

"ابھی تیس برس بھی پورے نہیں گذرے تھے کہ بجائے خدا کی پرستش کے ایک عاجز انسان کی پرستش نے جگہ لے لی" (ص۲۵۴ چشمہ معرفت)

نوٹ:... ابین سے بلا تاویل ثابت ہے کہ مسیح کی ہجرت کشمیر کے

ہجرت ... تک)

بعد فوراً تثلیث پھیل گئی تھی۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ توفی کے معنی موت نہیں ہیں۔

اعتراض بخاری کی حدیث میں ہے کہ نبی صلعم قیامت کے دن کہیں گے کہ میری توفی کے بعد میری امت بگڑ گئی ہے اور حضرت مسیح کی مثال دیں گے پس ثابت ہوا کہ توفی کے معنی موت ہیں۔

الجواب[1] ایک ہی لفظ جب دو مختلف اشخاص پر بولا جائے تو حسب حیثیت و شخصیت اس کے جدا جدا معنی ہو سکتے ہیں۔ دیکھیے حضرت مسیحؑ اپنے حق میں نفس کا لفظ بولتے ہیں اور خدا کے پاک کے لیے بھی۔ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک اب کیا خدا کا نفس اور مسیح کا نفس ایک جیسا ہے؟ ہرگز نہیں ٹھیک اسی طرح حضرت مسیحؑ کی توفی بمعنی اخذ الشی وافیا پورا لینے کے ہے کیونکہ اگر موت لی جائے تو علاوہ نصوص صریحہ جن میں حیات مسیح کا ذکر ہے کے خلاف ہونے کے یہود پلید کی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔ کیونکہ وعدہ توفی و رفع کا "بلا توقف و بجلد" پورا ہوا ہے جو سوائے رفع جسمانی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

نویں دلیل قرآن مجید میں جہاں کہیں کسی شخص کو مقرب فرمایا ہے سب جگہ مذکور ساکنین آسمان ہیں چنانچہ سورہ واقعہ میں جنتیوں کے حق میں لفظ مقرب وارد ہے اور قرآن و حدیث سے ظاہر ہے کہ جنت آسمان پر ہے۔ خود مرزا صاحب کو بھی یہ مسلم ہے) (ملاحظہ ہو ازالہ اوہام ص ۲۶۴/۱۰۹، ط ۱/۲)

دوسرے موقع پر آخر سورہ نساء فرشتوں اور حضرت مسیح کے حق میں اور تیسری جگہ سورہ آل عمران میں حضرت مسیح کے لئے ومن المقربین آیا ہے۔ مطلب ظاہر ہے کہ حضرت مسیح آسمان پر ہیں۔

[1] توفی کی بحث ۷۰، ۷۱ پاکٹ بک ہذا پر ملاحظہ ہو۔

چنانچہ اس کی تائید آیت انی متوفیک ورافعک الی و آیت بل رفعہ اللہ الیہ و آیت لیومنن بہ قبل موتہ جو حیات مسیح پر نصوص قطعیہ ہیں سے بھی ہوتی ہیں۔

دسویں دلیل | یہ بات محتاج ثبوت نہیں کہ حضرت مسیح کو خدا بنایا گیا ہے اور خدا کا بیٹا قرار دیا گیا ہے۔ اس عقیدہ پر جو دلائل عیسائی دیتے ہیں وہ مسیح کی ولادت بلا پدر اور رفع آسمانی ہے اب یا تو یہ ہر دو دلیلیں صحیح مثبت مدعائے عیسائیت ہیں۔ یا غلط، اگر غلط ہیں اور یقیناً غلط ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک نے ولادت مسیح بلا باپ والی دلیل عیسائیہ کو عیسائیوں کے مسلمہ عقیدہ اور فی الواقع صحیح مثال ولادت آدم بلا ماں باپ سے توڑا ہے اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ تو ضروری و لازمی تھا کہ رفع آسمانی کی دلیل کو بھی اگر یہ نفس الامر میں غلط تھی تو واضح الفاظ میں توڑا جاتا۔ مگر سارا قرآن شریف ورق ورق دیکھ جایئے کہیں بھی عقیدہ رفع آسمانی کی تردید نہیں پائی جائے گی۔ مطلب اس کا یہ ہوا کہ مسیح فی الواقع زندہ آسمان پر موجود ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ پھر جس طرح بلا باپ پیدائش والی دلیل عیسائیہ کو آدم کی مثال سے توڑا ہے جو مسلمہ فریقین ہے اسی طرح رفع آسمانی والی دلیل کو کیوں کسی مسلمہ فریقین مثال سے نہیں توڑا۔ چنانچہ مرزا صاحب یہی اعتراض کرتے ہیں:۔

"عیسائیوں نے خدا کے بیٹے ہونے کی ایک دلیل پیش کی کہ وہ بے باپ پیدا ہوا اللہ تعالیٰ نے فوراً اس کی تردید کی اِنَّ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ پس ایسا ہی زندہ آسمان پر موجود ہونے کو عیسائی دلیل ابن اللہ ہونے کی قرار دیتے ہیں۔ اس کی مثال کیوں نہ بیان کی" (البلاغ المبین

مرزا صاحب کا آخری لیکچر لاہور صفحہ ۲۴)

الجواب اللہ تعالیٰ نے تو اس کی مثال بیان کر دی۔ قرآن پاک میں صاف الفاظ میں حضرت مسیحؑ کے قیام سماوی کو مقربین میں شمار کیا اور عیسائیوں کے وہم کو دور کرنے کے لئے دوسری جگہ مسیح کے ساتھ فرشتوں کا ذکر بھی کیا لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ۔

(سورۃ نساء ع ۲۴) او عیسائیو! فرشتے بھی تو مقربین میں سے ہیں۔ کیا تم انہیں بھی آسمان پر رہنے کی دلیل سے خدا یا ابن اللہ کہنے کو تیار ہو؟ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر یہ دلیل تمہاری کیسے مکمل ٹھہرے گی کہ جو بندہ ہو کر آسمان پر اٹھایا جائے وہ خدا ہے۔

سنو! حضرت عیسیٰ کو اور جملہ فرشتوں کو ہرگز ہرگز خدا کا بندہ ہونے میں اور کہلانے میں عار نہیں پس کہاں بہکے جا رہے ہو؟

حضرات ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ نے کیسے لطیف پیرائے میں بعبارۃ النص مرزائی اعتراض کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا ہے۔ فللہ الحمد

حاصل یہ کہ یہ آیت حضرت مسیحؑ کے رفع جسمانی و قیام آسمانی پر مکمل دلیل ہے۔

گیارھویں دلیل حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے پیشتر فرشتے نے جناب مریم صدیقہؑ کو بشارت کے طور پر خبر دی کہ تمہارے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہو گا جو يُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ (آل عمران)

کلام کریگا لوگوں سے بچپن کی عمر میں اور کہولت کی عمر میں نیز وہ صالحین سے ہوگا۔ اسی امر کا سورہ مائدہ رکوع ۱۵ میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بطور احسان و نعمت کے مسیح کو یاد دلائیگا کہ میں نے

روح القدس کے ساتھ تجھے تائید بخشی پھر وہ بھی میرا احسان یاد کر جب میری مہربانی وخارق عادت قدرت سے تو نے گہوارے میں کلام کیا اور کہولت میں کلام کیا۔

آیات بالا میں حضرت مسیح کے کلام مہد و کہولت کو منجملہ انعامات کے ذکر کیا ہے جو دونوں معجزہ کے رنگ میں ہیں کلام مہد اس لیے معجزہ ہے کہ مولود لڑکے کو تو خود اپنے وجود کی سدھ بدھ نہیں ہوتی چہ جائیکہ وہ اپنی والدہ سے الزام رفع کرے اور اپنے نبی صاحب کتاب ہونے کا دعویٰ سنائے۔

"مسیح نے پہلے دن کلام کر کے یہودیوں کے اتہام کو دور کر دیا"

(مرزائی پاکٹ بک صفحہ ۳۰)

"حضرت مسیح نے تو صرف مہد ہی میں باتیں کیں مگر میرے اس لڑکے نے پیٹ میں ہی دو مرتبہ باتیں کیں"

(تریاق القلوب مصنفہ مرزا صاحب صفحہ ۴۱ طبع ۱)

باقی رہا کہولت میں کلام کرنا۔ سو بظاہر نظریہ کوئی خارق عادت بات نہیں کیونکہ اس عمر میں سبھی انسان کلام کرتے ہیں۔ مگر جب قرآن پاک کی دیگر آیات و احادیث پر نظر ڈالی جائے تو حضرت مسیح کا آسمان پر جانا پھر مدتِ مدید کے بعد بغیر ظاہری تغیر کے اسی حالت میں نازل ہو کر خدمتِ توحید کرنا ثابت و عیاں ہے پس اس جگہ اسی عمر کہولت کا تذکرہ ہے جو فی الواقع معجزہ ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب کے مسلمہ رئیس المفسرین ابن جریر جو نہایت معتبر ائمہ حدیث میں سے ہے اپنی تفسیر میں ابن زید کا قول نقل کرتے ہیں قال قد کلمھم عیسیٰ فی المھد و سیکلمھم اذا قتل الدجال

وھویومثٰن کھل (جلد۳ صفحہ ۱۵۹) ایسا ہی تفسیر فتح البیان ۔ ترجمان القرآن کبیر ۔ معالم میں اس آیت کو نزول من السماء کے بعد کلام پر دلیل لکھا ہے :

بارھویں دلیل | وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۔ (الرعد شروع رکوع پ۱۳ ع ۱۲) اے نبی تجھ سے پہلے رسولوں کو ہم نے اولاد و ازواج والے بنایا تھا۔

چونکہ حضرت مسیح بھی آنحضرت سے پہلے کے رسول ہیں جو بموجب آیت بالا بیوی بچوں والے ہونے چاہئیں حالانکہ "ان کی بیوی نہ تھی" (کلام مرزا اور ریویو ۳ صفحہ ۱۲۴) اور "اولاد بھی نہ تھی" (تریاق القلوب صفحہ ۹۹ طبع ۱ و صفحہ ۲۴۶ طبع ۲)

لہٰذا لازمی ہے کہ وہ ابھی تک زندہ ہوں اور بعد نزول بیوی کر کے صاحب اولاد ہو کر فوت ہوں چنانچہ حدیث نبوی میں ہے کہ مسیح زمین پر نازل ہوں گے بیوی کریں گے اور ان کے گھر اولاد ہوگی (مشکوٰۃ) اس حدیث کی تصدیق مرزا صاحب نے بھی کی ہے (ملاحظہ ہو ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۳ حاشیہ)

تیرھویں دلیل | يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (سورۃ الصف پ۲۸) کفار ارادہ کرتے ہیں کہ چراغ اسلام کو اپنی پھونکوں سے گل کر دیں حالانکہ اللہ پورا کرے گا اس نور کو۔ اگرچہ منکر پسند نہ کریں ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اللہ وہ ذات پاک ہے جس نے اپنا رسول ہدایت و دین حق کا حامل بنا کر بھیجا تاکہ غالب کر دے دین الٰہی کو جمیع ادیان باطلہ پر۔ اگرچہ مشرک برا منائیں۔

اس آیت سراپا انعام و ہدایت میں دین اسلام کو جملہ دینوں پر ایک نمایاں غلبہ دینے کا وعدہ دیا ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ یہ غلبہ کاملہ حضرت مسیح ابن مریم کے نزول کے زمانہ بھی ہوگا۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَذْهَبُ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ حَتّٰى يُعْبَدَ اللَّاتُ وَالْعُزّٰى فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُ لَاَظُنُّ حِيْنَ اَنْزَلَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى الاٰيَة اَنَّ ذٰلِكَ تَامًّا قَالَ اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ ذٰلِكَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ رِيْحًا طَيِّبَةً فَتَوَفّٰى كُلَّ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ۔ جناب عائشہ صدیقہ رضی فرماتی ہیں میں نے آنحضرت سے سنا آپ فرماتے تھے قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ بت پرستی کا دوبارہ زور شور نہ ہو۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلعم میں تو جب آیت ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ نازل ہوئی اس وقت سمجھ چکی تھی کہ دین کا غلبہ پورا ہو چکا۔ فرمایا تحقیق بات یہ ہے کہ اس کا غلبہ عنقریب پھر ہوگا جتنا عرصہ اللہ چاہیگا (مسیح ابن مریم کے زمانہ میں نزول کے بعد) پھر خدا ایک پاک ہوا بھیجیگا جس سے ہر وہ مومن جس کے دل میں رائی کے دانہ برابر ایمان ہوگا مر جائیگا فَيَبْقٰى مَنْ لَا خَيْرَ فِيْهِ فَيَرْجِعُوْنَ اِلٰى دِيْنِ آبَائِهِمْ پس باقی رہ جائیں گے ایسے شخص جن میں ذرہ بھر بھی بھلائی نہ ہوگی پس وہ جھک جائیں گے اپنے آبائی دین بت پرستی کی طرف (مسلم در مشکوٰۃ باب لا تقوم الساعۃ الا علی شرار الناس فصل اول)

اسی باب کی دوسری حدیث میں مزید وضاحت ہے کہ خدا عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا پھر سات سال مسلمانوں پر ایسے آئیں گے کہ کسی دل میں رنج و بغض۔ حسد عداوت نہ ہوگا پھر خدا ایک پاک ہوا بھیجے گا جو ہر مومن کو قبض کر لے گی اور باقی رہ جائیں گے شریر تب ان پر قیامت قائم ہوگی۔

الغرض اس آیت سے عیاں ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم زندہ ہیں جو آخری زمانہ میں نازل ہوں گے ۔ ان کے ہاتھ سے دین اسلام جملہ مذاہب پر پھر غلبہ حاصل کریگا اس کی مزید تائید مرزا صاحب کی تحریر سے کی جاتی ہے ۔ مرزا صاحب براہین احمدیہ ۴۹۸، ۴۹۹ پر فرماتے ہیں ۔

" ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعے ظہور میں آئے گا ، اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق میں پھیل جائے گا ۔"

عذرات مرزائیہ } مرزا صاحب نے براہین احمدیہ تک رسمی طور پر عقیدہ حیات مسیح کہا تھا ۔

الجواب ۔ اول تو ہمیں یہ مضر نہیں کیونکہ ہم نے بآیت قرآنی و حدیث رسول علیہ السلام ثابت کر دیا ہے کہ یہاں حضرت مسیح کا ہی ذکر ہے ۔ دوم مرزائیوں کا عذر یوں بھی غلط و مردود ہے کہ مرزا صاحب جیسوں خود براہین احمدیہ کے وقت رسول اللہ تھے (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ و ایام الصلح اردو ص...) اور انہیں کا یہ قول ہے ۔

" انبیاء کرام کے اقوال و افعال ۔ اجتہادات آراسب کے سب وحی خدا ہوتے ہیں ۔ انبیاء کی اپنی ہستی بالکل فنا ہو جاتی ہے ۔ وہ خدا کے ہاتھ میں مردہ یا کٹ پتلی کی طرح ہوتے ہیں ۔ ان سے وہ طاقت ہی سلب کر لی جاتی ہے جس سے خلاف مرضی خدا کا کام کیا جا سکے وغیرہ وغیرہ " (ریویو جلد دوم ۱۹۰۳ء مفہوم ص ۱۴۲) ۔

پس مرزا صاحب کی یہ تحریر جس میں مسیح کا اقرار ہے مرزائیوں پر مثل وحی اللہ حجت ہے نیز اس عقیدہ کے غلط نہ ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ مرزا صاحب عقیدہ حیات کو بعد میں شرک بتاتے ہیں حالانکہ اسی ریویو جلد دوم ۱۹۰۳ء میں یہ بھی موجود ہے کہ انبیاء شرک مٹانے آئے ہیں۔ اگر وہ خود ہی غلطیوں میں مبتلا ہو جائیں تو پھر وہ نبی ہی نہیں۔ انبیاء کی طرف غلطی منسوب نہیں ہو سکتی۔

پھر اور سنو! براہین احمدیہ وہ کتاب ہے جو بقول مرزا صاحب :-

"مؤلف نے ملہم ہو کر بغرض اصلاح تالیف کی" (اشتہار براہین احمدیہ ملحقہ کتاب آئینہ کمالات و سرمہ چشم آریہ) اور خود آنحضرت صلعم کے دربار میں رجسٹری ہو چکی ہے آپ نے اس کا نام قطبی رکھا یعنی قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل و مستحکم۔ اور یہ کتاب خدا کے الہام اور امر سے لکھی گئی ہے۔" (براہین ص ۲۴۸/۲۴۹)۔

اعتراض۔ مسیح علیہ السلام کو آسمان پر زندہ ماننا شرکیہ عقیدہ ہے اور مرزا صاحب کا عقیدہ حیات مسیح قبل از الہام تھا۔ الہام کے بعد وہ عقیدہ منسوخ ہو گیا جس طرح آنحضرت صلعم پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے لیکن جب وحی آئی بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے لگے۔ نیز آنحضرت صلعم نے پہلے فرمایا کہ مجھے یونس بن متی پر فضیلت نہ دو بعد میں فرمایا کہ میں تمام نبیوں سے افضل ہوں پس جب آپ کو وحی ہوئی تو آپ نے فضیلت کا اظہار فرمایا۔ اسی طرح جب مرزا صاحب کو الہام ہوا کہ مسیح فوت ہو گئے ہیں اور میں مسیح موعود ہوں) تو انہوں نے بھی دعوے کر دیا۔ نیز مرزا صاحب کا عقیدہ حیات مسیح ایک رسمی عقیدہ تھا۔

الجواب۔ (۱) مرزا صاحب کو بارہ برس تک خدائے تعالیٰ سے الہام ہوتے رہے مگر وہ برابر شرک میں مبتلا رہے۔ ہمیں اس کی نظیر انبیاء میں نہیں ملتی، اور بیت المقدس کی مثال فضول محض ہے اول تو اس لئے کہ بیت المقدس کو قبلہ بنانا حسب ہدایت آیت فبھدٰھم اقتدہ ﷺ انبیائے سابقین کی سنت پر عمل ہے اور شرک

نہیں۔ تو وہ اس کی مثال کیسے بن سکتا ہے۔ بلکہ" انبیاء جو شرک کو مٹانے آئے ہیں خود شرک میں مبتلا ہیں"؟ دیگر اس وجہ سے بے محل ہے کہ حضرت عیسٰی کے نزول کا مسئلہ عقائد میں سے ہے اور عقائد میں تنسیخ و تبدیلی نہیں ہو سکتی! وربیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا عملیات میں سے ہے جن میں تبدیلی و تنسیخ ہو سکتی ہے پس یہ اس کی نظیر نہیں۔

(۲) مرزائیوں کا یہ کہنا کہ محض رسمی عقیدہ کی بنا پر مرزا صاحب حیات مسیح کے قائل تھے بالکل لغو ہے کیونکہ براہین احمدیہ وہ کتاب ہے جو بقول مرزا صاحب کے بار رسالت مآب میں رجسٹری ہو چکی اور آنحضرت صلعم سے قبولیت کر رہی تھی کیا اس وقت یہ تمام بیانات جن میں حضرت مسیح کی حیات! و رفع آسمانی اور نزول ثانی مرقوم تھے براہین سے نکال کر پیش ہوئے تھے یا آنحضرت کی نظر میں نہ چڑھے تھے اور آپ نے یونہی بلا تحقیق مطالعہ اس کو شہد کی صورت میں ٹپکا دیا۔

(۳) اور حضرت یونس بن متی والی مثال بھی بے محل ہے کیونکہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ یا تو یہ حدیث ضعیف ہے یا بطور تواضع و انکساری کے ایسا کہا گیا ہے (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۶۲)۔

الحاصل براہین احمدیہ والا عقیدہ یقیناً صحیح ہے کیونکہ قرآن کی آیت هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ اس کی بنا ہے محض رسمی عقیدہ نہیں تھا۔ حدیث صحیح اس کی تائید کرتی ہے۔

ثبوت حیات مسیح از الہام و دیگر تحریرات مرزا

چودھویں دلیل } اگرچہ بقول مرزا صاحب ان کی ہر تحریر الہامی ہے مگر ہم ہر طرح احمدیوں پر حجت پوری کرنے کو مرزا جی کے ایک الہام سے حیات مسیح کا ثبوت پیش کرتے ہیں لَعَلَّهُمْ یُؤْمِنُوْنَ مرزا صاحب براہین احمدیہ میں اپنے الہام لکھتے ہوئے ایک الہام یہ لکھتے ہیں!۔

"عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یَّرْحَمَ عَلَیْكُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا"

وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا ۔ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے جو تم پر رحم کرے اگر تم نے گناہ اور سرکشی کی طرف رجوع کیا تو ہم بھی سزا اور عقوبت کی طرف رجوع کریں گے اور ہم نے جہنم کا فروں کے لئے قید خانہ بنا رکھا ہے ۔ یہ آیت (مرزا صاحب اپنے الہام کا نام آیت کہ کر گو صاحب شریعت رسول کہلانے کو مصالح جمع کر رہے ہیں ۔ ناقل) اس مقام میں حضرت مسیح کے جلالی طور پر (نازل) ہونے کا اشارہ ہے یعنی اگر طریق رفق اور نرمی کو قبول نہیں کریں گے تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے جب خدا تعالیٰ مجرمین کیلئے قہر اور سختی کو استعمال میں لائیگا اور حضرت مسیح علیہ السلام جلالیت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے اور تمام راہوں کو صاف کر دینگے کج اور ناراست کا نام ونشان نہ رہیگا اور جلال الٰہی گمراہی کو نیست ونابود کر دیگا ۔ (مگر) یہ (میرا) زمانہ اس زمانہ کیلئے بطور ارہاص واقع ہوا اب بجائے اس کے رفق اور احسان سے (خدا) اتمام حجت کر رہا ہے ۔ تُوبُوا وَاَصْلِحُوا اِلَی اللّٰہِ تَوَجَّہُوا (یہ بھی الہام مرزا کا ہے) توبہ کرو اور باز آؤ ۔ بشریٰ لک یا احمدی انت مرادی ومعی الخ (یہ بھی ایک الہام ہے) خوشخبری ہو تجھے اے میرے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے ۔ براہین احمدیہ حاشیہ ص۵۰۵ ملخص)۔

ناظرین کرام ! ملاحظہ ہو مرزا صاحب اپنے الہام سے حیات مسیح کا ثبوت دے گئے ہیں والحمد للہ علی ذلک ۔

مرزائی عذر ۔ یہ مرزا صاحب کا الہام نہیں ہے ۔ قرآن کی آیت ہے ۔

الجواب ۔ یہ قرآن کی آیت نہیں ہے ۔ کیونکہ اس میں یرحم علیکم لکھا ہے حالانکہ قرآن مجید کی آیت میں یرحمکم (بنی اسرائیل ع ۱) ۔ سارے قرآن میں رحم پر رحم کا صلہ کہیں بھی علی نہیں آیا ۔ مرزا صاحب نے الہام اس جگہ درج کر رہے ہیں ۔ کیا " یا احمدی انت مرادی " وغیرہ الہامات بھی آیات قرآن ہیں ؟ ہرگز نہیں فما لکم کیف تکفرون ۔

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون بایٰت اللہ۔

اب آئیے ہم خود بعبارت نص مرزا صاحب کے اس پر دستخط کرا دیتے ہیں کہ یہ میرا الہام ہے۔ سنو! لکھا ہے:۔

براہین احمدیہ کے الہامات بطور نمونہ یہ ہیں۔ یا احمد بارک اللہ فیک ۔۔۔۔ قل اعملوا علی مکانتکم انی عامل فسوف تعلمون عسٰی ربکم ان یرحمکم[1] وان عدتم عدنا وجعلنا جہنم للکافرین حصیرا الخ (اربعین ۲ صہ ۵)

ایسا ہی حقیقۃ الوحی استفتاء صہ ۸۲ پر اس کو منجملہ اپنے الہاموں کے لکھا ہے۔

پندرھویں دلیل } حضرت مسیح رسول صادق ہیں "سچے نبیوں اور مامورین کے لئے سب سے پہلی یہی دلیل ہے کہ وہ اپنے کام کی تکمیل کرکے مرتے ہیں" (اربعین ۳ صہ ۵)۔

"ان انبیاء لا ینقلبون من ھذہ الدنیا الی دار الاخرۃ الا بعد تکمیل رسالات (صہ ۹ حمامۃ البشریٰ)۔

بخلاف اس کے مرزا صاحب کو خود اقرار ہے کہ مسیح اپنی پہلی آمد میں ناکام رہے جیسا کہ لکھا ہے:۔

"ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کے کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارے میں ان کی کاروائیوں کا نمبر ایسا کم رہا ہے کہ قریب قریب ناکام کے رہے" (ازالہ اوہام صہ ۳۱۱/۱۲۸ طبع ہا حاشیہ)۔

اسی طرح بہت سی کتب میں لکھا ہے۔ براہین احمدیہ میں تو بالکل واضح ہے:۔

"حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص کی ناقص چھوڑ کر آسمانوں پر جا بیٹھے"

(صہ ۳۶۱ حاشیہ)

---

[1] یرحم کا صلہ چونکہ علی نہیں آتا اس لئے مرزا صاحب نے غلطی معلوم کرکے اس جگہ براہین والے الہام سے علی کا لفظ اڑا کر صرف یرحمکم لکھا ہے۔ ۱۲ منہ

اندریں حالات لازمی ہے کہ حضرت مسیح دوبارہ دنیا پر تشریف لاکر توحید کی خدمت کریں۔

سولھویں دلیل } براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ کی تحریر میں بآیاتِ قرآن حضرت مسیح کی آمد بر شان حکومت و سیاست ملکی و بجلال کمالی لکھی ہے جس سے معلوم ہوا کہ مسیح بسیاست و حکومت شاہی کے ساتھ آئیگا۔ نہ کہ مرزا کی طرح انگریزوں کو جو بقول مرزا یاجوج و ماجوج یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ ہیں اپنے اولی الامر منکم میں داخل کرکے انکا بے دام غلام اور پچاس الماریوں میں تعریف کرنیوالا خادم ہوگا۔ چنانچہ احادیث نبویہ میں بھی مسیح کی آمد بسیاست مرقوم ہے، مرزا صاحب رقم ہیں کہ:۔

"ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا" (صفحہ ۲۰۰ ازالہ طبع ۱)۔

برادران! احادیث میں جس مسیح کی آمد بشانِ حکومت لکھی ہے وہ کوئی ایسا ویسا مسیح نہیں بلکہ وہی مسیح ابن مریم رسول اللہ علیہ السلام جیسا کہ مرزا صاحب نے بآیت قرآن اسی کی آمد بسیاست ملکی براہین احمدیہ میں تسلیم کی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آنے والا مسیح ابن مریم ہے۔

اعتراض۔ جب عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے تو کیا کام کریں گے؟

الجواب۔ جناب من! وہی کام کرینگے جو مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کے حاشیہ میں فرمایا ہے:۔

"هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ۔ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیحؑ کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے، وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیحؑ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق و اقطار میں پھیل جائے گا" (صفحہ ۴۹۸ حاشیہ در حاشیہ ع ۳)۔

سترھویں دلیل } مرزا صاحب نے ازالہ اوہام ص ۶۲۴/۲۵۵ طبع ۲ پر وفات مسیحؑ کے ثبوت میں یہ آیت پیش کی ہے:۔

"مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ یعنی رسول جو کچھ تمہیں علم و معرفت عطا کرے وہ لے لو اور جس سے منع کرے چھوڑ دو۔ لہٰذا اب ہم اس طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (ممات یا حیات مسیح) کے بارے میں کیا فرمایا ہے۔"

ثبوت حیات مسیح علیہ السلام از احادیث نبویہ

پہلی حدیث } عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَ عَلَيَّ الْاَنْبِيَاءُ فَاِذَا مُوْسٰى ضَرْبٌ مِّنَ الرِّجَالِ كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَاَيْتُ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَاَيْتُ بِهٖ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ (رواہ مسلم منقول از مشکوٰۃ باب بدء الخلق الفصل الاول) حضرت جابر آنحضرت سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ معراج کی رات انبیاء مجھ سے ملے۔ موسیٰ تو دبلے پتلے تھے گویا قبیلہ شنوءہ کے مردوں سے ملتے ہیں۔ اور عیسیٰ مشابہ تھے ساتھ عروہ بن مسعود کے +

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم رسول اللہ جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھا لیا ہوا ہے۔ حضرت عروہ بن مسعودؓ سے مشابہ ہیں اسے ملحوظ رکھ کر دوسری حدیث ملاحظہ ہو۔

دوسری حدیث } اسی مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نکلے گا دجال پس رہیگا (زمین پر) چالیس (راوی حدیث کہتا ہے) نہیں جانتا ہوں میں کہ چالیس کے لفظ سے سال مراد ہیں یا مہینے یا دن۔ فرمایا آنحضرت نے فَيَبْعَثُ اللّٰهُ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَاَنَّهٗ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَيَطْلُبُهٗ فَيُهْلِكُهٗ۔ پس بھیجے گا اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم کو گویا وہ عروہ بن مسعود ہے پس وہ ڈھونڈیں گے دجال کو پس ہلاک کریں گے اس کو (مشکوٰۃ باب

اقتوم الساعۃ)۔

پہلی حدیث میں جس مسیح ابن مریم کو آسمان پر دیکھا دوسری میں اسی کا نزول بتایا پس ثابت ہوا کہ وہی حضرت مسیح ابن مریم رسول اللہ تشریف لائیں گے نہ کہ کوئی دیہاتی مولود۔

تیسری حدیث } ہم ثبوت حیات مسیح از قرآن میں بآیت ثابت کر آئے ہیں کہ آنحضرت صلعم سے پہلے تمام انبیاء کے لئے ازواج واولاد مقدر تھی حالانکہ حضرت مسیح کی نہ بیوی تھی نہ اولاد۔ جیسا کہ مرزا صاحب کے بھی اس پر دستخط ہیں پس لازمی ہے کہ مسیح دوبارہ آئیں اور آکر شادی کریں۔ اسی امر کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے :۔

"حضرت ابوایوب رضؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا انبیاء کی چار سنتیں مشترکہ ہیں (۱) حیا (۲) ختنہ کرنا (۳) خوشبو لگانی اور مسواک کرنی (۴) و النکاح۔ (ترمذی۔ مشکوۃ باب السواک)۔

چنانچہ حضرت مسیحؑ کے متعلق آنحضرت صلعم نے اس سنتِ ضروریہ کا یوں اثبات فرمایا کہ :۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ وَیَمْکُثُ خَمْسًا وَّاَرْبَعِیْنَ سَنَۃً ثُمَّ یَمُوْتُ فَیُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ ۔ (مشکوۃ باب نزول عیسیٰ فصل ثالث)

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا آئندہ زمانہ میں حضرت عیسیٰ بن مریم زمین پر اتریں گے اور نکاح کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی اور پینتالیس سال دنیا میں رہیں گے اور پھر فوت ہوں گے پس میرے پاس میرے مقبرے میں دفن ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر آنحضرت صلعم سے ملحق ہوگی اس لئے یہ کہنا درست ہے کہ وہ میری قبر میں دفن ہوں گے۔ اس کی مثال مرزا صاحب کی تحریر میں بھی ہے۔

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبریں آنحضرتؐ کے ساتھ ہیں۔ ان کے متعلق مرزا صاحب لکھتے ہیں :۔

"ان کو یہ مرتبہ ملا کہ آنحضرت صلعم سے ایسے ملحق ہو کر دفن کئے گئے کہ گویا ایک ہی قبر ہے۔" (ص۴۷ نزول المسیح)۔

جو مطلب و مراد اس تحریر کی ہے وہی آنحضرت صلعم کی ہے فقرہ یدفن معی فی قبری کے اصلی معنی یہ ہیں کہ وہ میرے ساتھ ایک ہی روضہ میں دفن ہوگا۔ جو حضرات عربی ادب سے ذوق رکھتے ہیں ان کو معلوم ہے کہ "فی"، سے مراد کبھی قرب بھی ہوتا ہے جیسے نودی من فی النار سورہ نمل) یعنی موسیٰ علیہ السلام پر برکت نازل کی گئی جو آگ کے قریب تھے نہ کہ اندر۔

مرزا صاحب بھی اس معنی کی تائید کرتے ہیں اور لکھتے ہیں "اس حدیث کے معنی ظاہر پر ہی عمل کریں تو ممکن ہے کہ کوئی مثیل مسیح ایسا بھی آجائے جو آنحضرت کے روضہ کے پاس مدفون ہو (ص۱۹۶ ازالہ اوہام طبع دوم)

ایسا ہی مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین فصل ثانی میں حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا۔ تورات میں آنحضرتؐ کی صفت میں یہ مرقوم ہے کہ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ یُدْفَنُ مَعَہٗ قَالَ اَبُوْمَوْدُوْدٍ قَدْ بَقِیَ فِی الْبَیْتِ مَوْضِعُ قَبْرٍ عیسیٰ آنحضرتؐ کے ساتھ مدفون ہوگا ابومودود، راوی حدیث جو صلحاء و فضلاء مدینہ شریف سے تھے فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے حجرہ میں ابھی ایک قبر کی جگہ باقی ہے، یونہی تفسیر ابن کثیر میں ص۲۴۵ج۱ زیر آیت ان من اھل الکتب بروایت طبرانی ابن عساکر تاریخ بخاری حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت کی ہے کہ حضرت مسیح آنحضرتؐ کے حجرہ میں دفن ہوں گے اور ان کی قبر چوتھی ہوگی۔ فیکون قبرہ رابعا

ان احادیث صحیحہ سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں جو زمین پر اتریں گے چالیس سال گزار کر پھر وفات پائیں گے اور حجرہ نبویہ میں مدفون ہوں گے۔ یہ روایت بالکل صحیح ہے چنانچہ مرزا صاحب بھی اسے مانتا ہے بلکہ نکاح

محمدی بیگم کے لئے اور لڑکے بشیر کے حق میں اسے دلیل قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو حاشیہ صہ ۵۳ ضمیمہ انجام آتھم و صہ ۱۵ کشتی نوح وغیرہ)۔

اس حدیث پر مصنف مرزائی پاکٹ نے بہت ہی پیچ و تاب کھایا ہے۔ مگر چونکہ اس کا سارا زور صرف اسی بات پر صرف ہوا کہ قبر سے مراد روحانی قبر ہے۔ اس لئے ہم اگر جواب نہ بھی دیں تو ہمارے موجودہ استدلال کو مضر نہیں۔ ہمارا استدلال یہ ہے کہ مسیح ابھی زندہ ہے جو زمین پر اُترے گا۔

اب سنئے قبر کی تاویل کا جواب۔ قبر سے مراد اس جگہ آنحضرت کا مقبرہ ہے روحانی قبر نہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ کا وہاں دفن ہونے کی اجازت مانگنا اور حضور کا یہ کہہ کر انکار کرنا کہ سوائے چار قبروں کے پانچویں کی گنجائش ہی نہیں۔ صاف اس امر پر دلیل ہے کہ قبر سے مراد مقبرہ اور حقیقی مقبرہ ہے۔ روحانی مقبرہ نہیں۔ خود مرزا صاحب بھی مانتے ہیں کہ قبر سے مراد مقبرہ ہے اور لطف یہ کہ ان معنوں کو تاویلی نہیں بلکہ ظاہری معنے لکھتے ہیں:۔

"اس (حدیث) کے معنی ظاہر پر ہی حمل کریں تو ممکن ہے کہ کوئی مثیل مسیح ایسا بھی آجائے جو آنحضرتؐ کے روضہ کے پاس مدفون ہو۔"
(صہ ۱۹۶، ازالہ اوہام طبع دوم)

اس پر بھی مصنف پاکٹ بک کی رگِ الحاد پھڑکنے سے نہ رُکے تو اسے اپنی پاکٹ بک کا صہ ۲۰۰ ملاحظہ کرنا چاہیئے جہاں "حدیث" لکھی ہے کہ مسیح حجرہ نبویہ میں دفن ہوگا۔

اعتراض۔ اگر حضرت عیسیٰؑ کا آنحضرتؐ کے مقبرہ میں دفن ہونا صحیح ہے تو حضرت عائشہ رضؓ کو تین چاند کیوں دکھائے گئے؟ پھر تو چار چاند دکھائے جانے چاہیئے تھے؟

الجواب۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خواب میں تین چاند اس لئے دکھائے کہ ان کی زندگی میں صرف تین چاند ہی ان کے حجرے میں دفن ہونے والے تھے اور وہ صرف تینوں ہی کو دیکھنے والی تھیں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ اور اپنے والد ماجد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو۔ باقی رہے حضرت عیسیٰ

علیہ السلام۔ سودہ حضرت عائشہ رضؓ کی زندگی میں ذمن ہونے والے نہ تھے اس لئے وہ حضرت عائشہ رضؓ کو نہ دکھائے گئے۔ مزید برآں حدیث نبوی اگر کسی امتی کے خواب کے خلاف یا قول کے خلاف ہونے سے غلط ہو جائے تو آج حدیث کا سارا دفتر مردود ہو جائے گا اور اسلام دنیا سے رخصت۔

چوتھی حدیث } ہم ثبوت حیات مسیح از قرآن کے ضمن میں ساتویں دلیل کے اندر مسند احمد و ابن ماجہ کی حدیث درج کر آئے ہیں کہ معراج کی رات آنحضرتؐ سے جناب مسیح نے آخری زمانہ میں نازل ہونا اور دجال کو قتل کرنا ذکر کیا ہے جس سے ثابت ہوا کہ حضرت مسیح زندہ ہیں وہی زمین پر اتر کر دجال کو قتل کریں گے۔

پانچویں حدیث } مشکوٰۃ باب قصہ ابن صیاد میں مذکور ہے حضور علیہ السلام بمعہ صحابہ ابن صیاد کو دیکھنے گئے۔ ابن صیاد کے بارے میں صحابہ کو شبہ تھا کہ یہ ہی دجال نہ ہوں۔ حضرت عمر رضؓ نے عرض کی اَتَأذَنُ لِیْ یارسول اللہ فاقتلہ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم اِنْ یَّکُنْ هُوَ فَلَسْتَ صَاحِبَہٗ اِنَّمَا صَاحِبُہٗ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ۔ اجازت دو مجھ کو یارسول اللہ کہ میں ابھی اسے قتل کر دوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اگر یہ ابن صیاد دجال ہے تو پھر تو اسے قتل نہ کر سکے گا۔ کیونکہ اس کا قتل عیسیٰ بن مریم کے ہاتھوں ہوگا۔ مرزا جی بھی یہی لکھتے ہیں:۔

"آنحضرت نے عمر کو قتل کرنے سے منع (کیا اور فرمایا) اگر یہی دجال ہے تو اس کا صاحب عیسیٰ بن مریم ہے جو اسے قتل کرے گا۔ ہم اسے قتل نہیں کر سکتے۔" (ازالہ اوہام ص ۲۲۵/۹۴ ط ۱/۲)۔

ثابت ہوا کہ حضرت مسیح زندہ آسمان پر موجود ہیں جو زمین پر اتر کر دجال کو قتل کریں گے جیسا کہ حدیث معراج میں اس کی مزید تائید ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قتل دجال سے مراد جیسا مرزائی کہتے

ہیں دلائل سے قتل مطلوب نہیں بلکہ ظاہری و جسمانی قتل ہے چنانچہ جناب عمرؓ کا آمادہ قتل ہونا اور حضور کا بھی اس خیال کی تردید نہ کرنا بلکہ دجال کا قتل مسیح کے ہاتھوں مقدر فرمانا۔ اس پر صاف و صریح دلیل ہے۔

چھٹی حدیث } مسلم شریف کی ایک طویل حدیث مشکوٰۃ باب علامات بین یدی الساعۃ فصل اول میں ہے کہ دجال اپنا فتنہ و فساد برپا کر رہا ہوگا کہ اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيِّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُوْدَتَيْنِ وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلٰى اَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ الحدیث فَيَطْلُبُهٗ حَتّٰى يُدْرِكَهٗ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهٗ پس نازل کریگا اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم کو منارہ سفید دمشق کے شرقی طرف

"پھر فرمایا جس وقت وہ اترے گا اسکی زرد پوشاک ہوگی۔ دونوں ہتھیلی اس کی دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہوں گی۔ پھر حضرت مسیح ابن مریم دجال کی تلاش میں نکلیں گے اور لُدّ کے دروازہ پر جو بیت المقدس کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے اس کو جا پکڑیں گے اور قتل کر ڈالیں گے۔" (ازالہ اوہام مصنفہ مرزا صفحہ ۲۲۰/۱۹ طبع ۱)۔

حدیث معراج سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم قاتل دجال ہیں لہذا اس جگہ نزول مسیح سے سوائے نزول از آسمان کے اور کوئی معنی لینا خلاف منشاء نبی صلعم ہے۔ مرزا صاحب بھی یہی مانتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"صحیح مسلم کی حدیث میں یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اتریں گے تو اُن کا لباس زرد رنگ کا ہوگا (صفحہ ۸۱/۴۴ ازالہ اوہام طبع ۱) الغرض اس حدیث سے حیات مسیح کا ثبوت ہے"۔

ساتویں حدیث } عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذْ نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَاءِ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ (بیہقی کتاب الاسماء صفحہ ۳۰۱) ابوہریرہ آنحضرت

سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا۔ اس وقت جب کہ تم میں عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہونگے اور تمہارا ایک امام بھی اس وقت موجود ہو گا۔

اعتراض مرزائی } امام بیہقی نے اس حدیث کو روایت کرکے بخاری شریف کا حوالہ دیا ہے، حالانکہ بخاری میں مِنَ السَّمَآءِ کا لفظ نہیں۔

الجواب۔ حدیث کی کتاب بیہقی مخرج نہیں ہے بلکہ مسند ہے یعنی ایسی کتاب نہیں ہے کہ دوسروں سے نقل کرکے ذخیرہ اکٹھا کرے جیسا کہ کنز العمال وغیرہ ہے، بلکہ امام بیہقی اپنی سند سے راویوں کے ذریعہ روایت کرتے ہیں! اور بخاری کا حوالہ صرف اس لحاظ سے دیا گیا ہے کہ بخاری میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ اگرچہ لفظ مِنَ السَّمَآءِ نہیں۔ مگر مراد نزول سے مِنَ السَّمَآءِ ہی ہے۔ چنانچہ امام بیہقی خود لکھتے ہیں:۔

"اِنَّمَا اَرَادَ نُزُوْلَہٗ مِنَ السَّمَآءِ بَعْدَ الرَّفْعِ۔

(مرزائی پاکٹ بک ص۴۲۸)

یعنی سوائے اس کے نہیں کہ اس کو روایت کرنے والے کا ارادہ نزول من السماء ہی ہے۔ کیونکہ وہ آسمانوں پر اٹھائے گئے ہیں۔

پس معاملہ صاف ہے کہ بخاری میں من السماء نہ ہونا اس حدیث کے جو صحیح سے امام بیہقی نے روایت کی ہے خلاف نہیں۔ دیکھو مرزا صاحب نے بھی توانہ الاوہام ص۸۱ ﷺ کی عبارت جو ہم حدیث ع۶ میں نقل کر آئے ہیں مسلم شریف کی طرف من السماء کا لفظ منسوب کیا ہے۔ حالانکہ مسلم میں نہیں ہے تو سوائے اس کے کیا کہا جائے گا کہ امام مسلم کا ارادہ آسمان سے نزول کا ہی ہے کیونکہ قرآن مجید کی آیات متعددہ اور احادیث نبویہ سے ان کا رفع آسمانی عیاں ہے۔ فافہم+

اعتراض دوم } امام جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو امام بیہقی کی کتاب سے نقل کیا ہے مگر اس میں لفظ من السماء نہیں لکھا۔ پس معلوم ہوا کہ بیہقی میں موجود ہی نہیں یا امام بیہقی کی ذاتی تشریح ہے۔!

الجواب } یہ اعتراض احمقانہ ہے بھلے مانسو! جب کہ حدیث کی کتاب میں جو اصل ہے یہ لفظ موجود ہے اور تم اسے آنکھوں سے دیکھ رہے ہو تو اگر کسی ناقل نے غلطی سے اسے نقل نہ کیا ہو تو اس سے اصل کتاب کیسے مشکوک ہو جائے گی ٭

دیکھئے تمہارے "حضرت نبی اللہ" مرزا صاحب نے اپنی کتب میں قرآن مجید کی سو کے قریب آیات غلط الفاظ میں نقل کی ہیں۔ کہیں لفظ کم کر دیا۔ کہیں زیادہ کیا۔ اس سے کوئی تمہارے جیسا احمق یہ نتیجہ نکال لے کہ قرآن مشکوک ہے صحیح آیات وہی ہیں جو مرزا صاحب نے لکھی ہے۔ تو وہ صحیح الدماغ انسان کہلانے کا حق دار ہے؟ بطور مثال ایک آیت درج کرتا ہوں۔ قرآن پاک کی آیت ہے:۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ۔ الآیہ (سورہ النحل ع ۱۶ پ ۱۴)

اس آیت کو مرزا جی نے نور الحق حصہ اول ص ۴۶۔ تبلیغ رسالت جلد ۳ ص ۱۹۴/۱۹۶ و جلد ۷ ص ۳۹ کتاب فریاد درد البلاغ ص ۸ و ص ۱۰ و ص ۱۷ و ص ۲۳ پر بایں الفاظ نقل کیا ہے:۔

"جَادِلْھُمْ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ"

مرزائیو! اب خواہ تم اس منہ کالک کو کاتب کے سر ہی تھوپو۔ مگر آیت تو بہر حال غلط ہے۔ حالانکہ قرآن میں اس طرح نہیں، نتیجہ ظاہر ہے کہ کسی ناقل کی غلطی اصل کتاب پر کوئی اثر نہیں کر سکتی ٭

محدثین کا طرزِ عمل جن لوگوں کو فن حدیث میں ادنیٰ ملکہ بھی ہے ان سے پوشیدہ نہیں کہ محدثین کی حالتیں اور غرضیں بیان حدیث کے وقت مختلف ہوتی ہیں۔ حالتوں کی بابت امام مسلم مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں کَانُوْا تَارَاتٍ یُرْسِلُوْنَ فِیْھَا الْحَدِیْثَ اِرْسَالًا وَلَا یَذْکُرُوْنَ مَنْ سَمِعُوْہُ مِنْہُ۔ وَتَارَاتٍ یَنْشَطُوْنَ فِیْھَا۔ (مسلم شریف)

مطبوعہ مصر صٹ) یعنی رُواۃ حدیث کبھی حالت غیر نشاط میں ہوتے ہیں تو حدیث سے کچھ چھوڑ دیتے ہیں کبھی نشاط میں ہوتے ہیں توسب کچھ بیان کر دیتے ہیں۔ نیز فرماتے ہیں ا۔ مَذْهَبُهُمْ فِي قَبُوْلِ مَا يَنْفَرِدُ بِهِ الْمُحَدِّثُ مِنَ الْحَدِيْثِ اَنْ يَّكُوْنَ قَدْ شَارَكَ الثِّقَاتَ مِنْ اَهْلِ الْحِفْظِ فِي بَعْضِ مَا رَوَوْا وَاَمْعَنَ فِي ذَالِكَ عَلَى الْمُوَافِقَةِ لَهُمْ فَاِذَا وُجِدَ كَذَالِكَ ثُمَّ زَادَ بَعْدَ ذَالِكَ شَيْئًا لَيْسَ عِنْدَ اَصْحَابِهٖ قُبِلَتْ زِيَادَتُهٗ (صٹ) لِاَنَّ الْمَعْنَى الزَّائِدَ فِي الْحَدِيْثِ الْمُحْتَاجِ اِلَيْهِ يَقُوْمُ مَقَامَ حَدِيْثٍ تَامٍّ (ص۳)

یعنی کوئی محدث حدیث کے کسی لفظ (مثلاً من السماء) کے بیان کرنے میں منفرد ہے تو اس کی قبولیت کے بارے میں محدثین کا مذہب یہ ہے کہ اگر اس محدث کی مشارکت ثقہ حافظین کی بعض روایت (متن) میں ثابت ہو اور وہ دیگر رواۃِ حدیث کی موافقت میں کوشش بھی کرتا ہو۔ پھر اگر اس کے بیان کردہ متن میں لفظ زیادہ مذکور ہو (جیسے بیہقی میں من السماء کی زیادتی) تو اس کی یہ زیادتی مقبول ہوگی اس لئے کہ حدیث میں کوئی زائد معنی جس کی ضرورت بھی ہے وہ پوری حدیث کے قائم مقام ہوتا ہے۔

اس اصل کو یاد رکھو اور امثلہ ذیل ملاحظہ کرو۔ رَفْعُ نَظَرٍ اِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلٰوةِ (۱) صحیح بخاری میں حدیث ممانعت رَفْعُ نَظْرٍ فِي السَّمَآءِ کی مطلق ہے (مصری صـ۹۲ جلد اول) صحیح مسلم میں "عند الدعاء" زیادہ ہے (مصری صـ۱۷۱ جلد اول) یعنی نماز میں دعا کرنے کے وقت آسمان کی طرف نظر نہ اٹھاؤ۔

(۲) بخاری میں ہے لَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ (مصری صـ۲۱۳ ج۱) صحیح مسلم میں يَوْمَ الْقِيَامَةِ زیادہ ہے (مصری صـ۲۲۷ ج۱) یعنی روزہ دار کے منہ کی بو قیامت کے روز اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ ہوگی (شاید بقول مرزائی حضرت امام مسلم نے یا کسی کاتب یا ہندوستانی

مولوی نے عند اللہ اعاء والیوم القیامۃ بڑھایا ہوگا)۔

(۳) صحیح مسلم میں ہے ثم وضع یدہ الیمنی علی الیسری (مصری صفحہ ج۱ ۱۵۸) صحیح ابن خزیمہ میں علی صدرہ زیادہ ہے (بلوغ المرام) راوی ایک سند ایک ـــ لیکن آج تک کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں ہوا کہ یہ "آنحضرت پر افتراء ہے"۔

امام سیوطی کا تساہل سیوطی کا تساہل اور قلت فہم مشہور ہے تفسیر جلالین میں بحوالہ صحیح مسلم حدیث اِبْدَؤُا بِمَا بَدَأَ اللّٰہُ بصیغۂ امر نقل کر کے سعی کی فرضیت ثابت کرتے ہیں (مصری صفحہ ۲۱) حالانکہ صحیح مسلم میں اس طرح (بصیغۂ امر) نہیں ہے۔ اسی طرح آیت کلالہ کے بارے میں سیوطی صاحب تحریر فرماتے ہیں نَزَلَتْ فِیْ جَابِرٍ وَقَدْ مَاتَ عَنْ اَخَوَاتٍ (جلالین مصری صفحہ ۸۹ یہ اُن کی بھول ہے حضرت جابرؓ عہد نبوی میں آیت کلالہ کے نزول کے وقت نہیں فوت ہوئے تھے۔ بلکہ مدینہ طیبہ کے تمام صحابیوں کے بعد حجاج کے زمانہ میں فوت ہوئے (اصابہ)۔ اسی طرح سیوطی سے بہت سی غلطیاں ہر فن میں واقع ہوئی ہیں تفصیل کے لئے حافظ سخاوی کی کتاب الضوء اللامع دیکھنی چاہیئے اسی طرح ان سے حدیث بیہقی کے نقل کرنے میں تساہل ہوگیا ہوگا اور من السماء کا لفظ ان کو یاد نہ رہا ہوگا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی نظر بخاری و مسلم کے متن پر ہو اور بیہقی کا نام انہوں نے بِوَجْہِ تَوَاتُرِ اَکْثَرِ الْمَتْنِ کے لکھ دیا ہو۔ جس طرح کہ خود امام بیہقی نے حدیث مذکور کو نقل کر کے رواہ البخاری واخرجہ مسلم کہہ دیا ہے،

لانہ ربما یعزی روایۃ لبعض المحدثین اذا اخرجھا باکثر کلماتہ ولا یشترط استیعاب الفاظ الروایۃ یعنی امام بیہقی نسبت کر دیتے ہیں حدیث کو بعض محدثوں کی طرف۔ جبکہ اس محدث نے اس حدیث کو اس کے اکثر کلمات سے نقل کیا ہو۔ یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس حدیث کے پورے الفاظ اُس محدث نے نقل کئے ہیں فَاِذَا قَالَ الْمُحَدِّثُ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ کَانَ مُرَادُہٗ اَنَّ اَصْلَ الْحَدِیْثِ اَخْرَجَہُ الْبُخَارِیُّ (التصریح صفحہ ۱۶) پس جب کوئی محدث

کہتا ہے کہ اس حدیث کو بخاری نے نقل کیا ہے تو اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس حدیث کی اصل جامع بخاری میں ہے (نہ پورے الفاظ)۔

ایک نکتہ } سلف میں ایک بڑا فتنہ "فرقہ جہمیہ" کے نام سے اسی طرح سے پیدا ہوا جس طرح آج کل فتنہ مرزائیہ ہے یہ فرقہ جہمیہ" اسماء وصفات باری میں طرح طرح کی تاویلیں بلکہ تحریفیں کرتا تھا۔ اس لئے علمائے اسلام نے عموماً اور محدثین کرام نے خصوصاً اس فرقہ کی تردید میں بڑی بڑی کتابیں تصنیف کیں۔ کتاب الاسماء والصفات للبیہقی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جہمیہ کے عقاید باطلہ میں سے ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ ان اللہ لیس فی السماء (کتاب العلو مطبوعہ مصر صفحہ ۲) امام بیہقی نے اپنی کتاب مذکور میں اس کی تردید میں کئی باب منعقد کئے ہیں اور اللہ فی السماء کو بہت سی حدیثوں سے ثابت کیا ہے صفحہ ۲۹۹ میں باب ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَاءِ کا منعقد فرماتے ہیں اور مختلف احادیث نبویہ سے مسئلہ مذکورہ ثابت کرتے ہیں اس کے صفحہ ۳۰۰ میں باب رَافِعُكَ اِلَيَّ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ) تَعْرُجُ الْمَلٰئِكَةُ، اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ کا لائے ہیں اور مختلف حدیثوں سے فرشتوں، کلموں، اور عملوں کا آسمان پر خدا کی طرف جانا ثابت کرتے ہیں مثلاً عروج الملیکۃ الی السماء (صفحہ ۳۰۲) اسی باب میں پہلی حدیث حضرت عیسیٰ کی بابت بھی لائے ہیں کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم (۳۰۱) پس انصاف کرنا چاہیئے کہ جب مصنف کا مقصود ہی یہی ہے کہ اس باب میں خصوصیت سے الی السماء، فی السماء، من السماء، ثابت کیا جائے تو یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ اصل بیہقی میں من السماء کا لفظ نہیں ہے حالانکہ امام موصوف اسی چیز کے ثابت کرنے کے درپے ہیں۔

آٹھویں حدیث } عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعِنْدَ ذٰلِكَ يَنْزِلُ اَخِيْ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَاءِ عَلٰى جَبَلِ اَفِيْقٍ اِمَامًا

هَادِيًا زَحَكَمًا عَادِلًا (کنز العمال جلد، ص۲۶ و منتخب کنز جلد ۶ ص ۵۶)

نوٹ :۔ اس حدیث کو مرزا صاحب نے بھی حمامۃ البشریٰ ص ۴۶ پر نقل کیا ہے مگر لفظ سما نہیں لکھا اور خیانت کی ہے اور نبی خائن نہیں ہوتا۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا جس وقت یہ یہ باتیں ہونگی مسیح ابن مریمؑ آسمان سے جبل افیق پر نازل ہوگا۔ مطلب ظاہر ہے کہ مسیح زندہ ہے :۔

نوٹ :۔ اس حدیث کی رُو سے وہ دوبارہ آنے کے وقت آسمان سے اتریں گے تو معلوم ہوا کہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ لیجئے اس پر مرزا صاحب کے دستخط بھی کروا دوں۔ آپ براہین میں فرماتے ہیں :۔

"حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص ہی چھوڑ کر آسمانوں پر جا بیٹھے۔

(براہین احمدیہ جلد ۴ ص ۳۶۱/۳۷۷ ط ۱/۲)۔

دیگر یہ مرزا صاحب ازالہ اوہام ص ۸۱ میں فرماتے ہیں "صحیح مسلم میں ہے کہ مسیح جب آسمان سے اتریگا تو اس کا لباس زرد چادریں ہوں گی"

اسی طرح رسالہ تشحیذ الاذہان میں مرزا صاحب کا قول ہے :۔

"دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی کہ آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر سے جب اتریگا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہونگی۔ سو اس طرح مجھے دو بیماریاں ہیں"۔

نہ دیباس سے مراد اصل لباس ہو یا مرزا صاحب والی بیماریاں ہوں مقصد سے باہر ہے۔ استدلال الفاظ "آسمان پر سے اتریگا" سے یہ ہے کہ مرزا صاحب حضرت عیسیٰ کے آسمان سے اترنے کو مانتے رہے اور یہ آپ کے اس وقت کے مسلمات ہیں جب آپ نے مثیل مسیح کا دعویٰ بھی کر دیا تھا۔

نویں حدیث | بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ۔ تم کیسے

ہوگے جب مسیح تم میں نازل ہوگا اس حال میں کہ تم سے ایک امام موجود ہوگا۔

اس حدیث سے بھی حضرت عیسیٰ کا آنا ثابت ہے اگرچہ لفظ سماء نہیں مگر بقرینہ نصوص قرآن و حدیث جن میں مسیح کا رفع سماوی و نزول من السماء وارد ہے۔ مطلب اس کا یہی ہے۔

اعتراض مرزائی } اس حدیث میں امامکم منکم سے مراد وہ عیسیٰ ہے جو مسلمانوں میں سے ایک ہوگا۔

الجواب۔ قرآن و حدیث بلکہ کل دُنیا بھر کے اہل اسلام کی کتابوں میں حضرت عیسیٰ ابن مریم جس کا نزول مذکور ہے سوائے مسیح رسول اللہ کے اور کوئی شخص نہیں یہ افترا ہے! اور از سرتاپا بیہودیانہ تحریف ہے جو بیسیوں آیات و صدہا احادیث کے خلاف ہے۔ حدیث میں مسیح کے نزول کے وقت ایک دوسرے امام کا ذکر ہے جو باتفاق جملہ مفسرین و محدثین و مجددین غیر از مسیح ہے۔ جو یقیناً امام مہدی ہیں جن کے متعلق آنحضرت کی صحیح حدیث ہے کہ "رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَیْتِیْ یُوَاطِیُٔ اِسْمُهٗ اِسْمِیْ وَاِسْمُ اَبِیْهِ اِسْمَ اَبِیْ۔ (ابوداؤد و ترمذی مشکوۃ باب اشراط الساعۃ)" "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیشگوئی میں فرماتے ہیں۔ مہدی خُلق اور خَلق میں میری مانند ہوگا میرے نام جیسا اس کا نام ہوگا، میرے باپ کے نام کی طرح اس کے باپ کا نام" ازالہ اوہام صـ۱۹۳ ط ۱۔

اسکے علاوہ خود مرزا صاحب بھی مانتے ہیں کہ امامکم منکم میں مسلمانوں کے امام الصلوٰۃ غیر از مسیح کا ذکر ہے۔

چنانچہ ایک شخص نے مرزا جی سے سوال کیا کہ آپ خود امام بن کر نماز کیوں نہیں پڑھایا کرتے۔ کہا۔

"حدیث میں آیا ہے کہ مسیح جو آنے والا ہے وہ دوسروں کے پیچھے نماز پڑھیگا،" (فتاویٰ احمدیہ صـ۸۲ جلد ۱)۔

"الغرض یہ غلط ہے کہ مسیح امامکم منکم کا مشار الیہ ہے اس کی مزید تشریح

کے تمام شبہات کو زائل کرتی ہے وہ حدیث ذیل ہے:۔

دسویں حدیث } مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ فَیَقُوْلُ اَمِیْرُھُمْ تَعَالَ صَلِّ لَنَا فَیَقُوْلُ لَا اِنَّ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ اُمَرَاءُ تَکْرِمَۃَ اللّٰہِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ۔ (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام) پس نازل ہوں گے عیسیٰ ابن مریم۔ مسلمانوں کا امیر انہیں کہیگا۔ آئیے! ہمیں نماز پڑھائیے۔ وہ فرمائیں گے نہیں۔ یہ شرف اُمت محمدی کو ہی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے امیر و امام ہوں:۔

اللہ اکبر! حضرت مسیح ابن مریم بھی محمدی امت کا شرف تسلیم کرتے ہیں وہ بھی اس قدر بلند کہ ایک نبی اللہ بھی ان کا حقیقی رنگ میں بالاستقلال امام و امیر نہیں ہوسکتا اس حدیث مقدسہ نے مرزائیوں کی جملہ تاویلاتِ واہیہ اور خیالاتِ باطلہ کا بخوبی قلع قمع کر دیا ہے اور روز روشن کی مانند واضح کر دیا ہے کہ مسیح آنے والا وہی اسرائیلی بھی ہے۔ نہ کہ اس امت کا کوئی شخص:۔

گیارھویں حدیث } حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مجھے اس ذات واحد کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ تحقیق اتریں گے تم میں ابن مریم حاکم و عادل ہو کر پس صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کرائیں گے اور جزیہ اٹھا دینگے ان کے زمانہ میں مال اس قدر ہو گا کہ کوئی قبول نہ کریگا۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ عبادت الٰہی دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔ (یہ حدیث بیان کر کے حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں) اگر تم چاہتے ہو کہ (اس حدیث کی تائید قرآن سے ہو) تو پڑھو آیت وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ الآیہ۔ یعنی خدا فرماتا ہے آخری زمانہ میں کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہ ہوگا جو مسیح پر (جسے وہ بزعم خود مصلوب سمجھتے ہیں) اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے گا (رواہ بخاری و مسلم منقول از مشکوٰۃ شریف باب نزول عیسے علیہ السلام):۔

یہ حدیث بھی حیات مسیح ونزول من السماء پر قطعی دلیل ہے۔ آنحضرت صلعم قسم کھا کر مسیح ابن مریم کا نزول بیان فرماتے ہیں۔ صحابہ کرام مسیح ابن مریم سے کوئی اور شخص مراد نہیں سمجھتے بلکہ وہی عیسیٰ ابن مریم صاحب انجیل رسولاً الی بنی اسرائیل سمجھتے ہیں جس کا ذکر اِنْ مِنْ اَہْلِ الکتاب والی آیت میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ جماعت صحابہ کو مخاطب کر کے علی الاعلان کہتے ہیں فَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ۔ اگر تم چاہتے ہو تو پڑھو آیت جس میں مسیح علیہ السلام کا ذکر ہے۔ کوئی صحابی اس سے انکار نہیں کرتا۔ اس حدیث میں کسی قسم کی تاویل کرنا مرزا صاحب کے رد سے قطعاً ناجائز ہے۔

آنحضرت قسم کھا کر بیان کرتے ہیں اور مرزا صاحب رقم ہیں کہ :-

"نبی کا کسی بات کو قسم کھا کر بیان کرنا اس بات پر گواہ ہے کہ اس میں کوئی تاویل نہ کی جاوے نہ استثنا۔ بلکہ اس کو ظاہر پر محمول کیا جاوے۔ ورنہ قسم سے فائدہ ہی کیا ہے" (ص۱۴ حاشیہ حمامۃ البشریٰ طبع دوم)۔

اعتراض :- ان ینزل فیکم میں آنحضرت صلعم نے صحابہ کو مخاطب کیا ہے کہ ابن مریم تم میں نازل ہوگا۔

الجواب - خطاب صحابہ کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ عام امت محمدیہ تا قیامت مخاطب ہے۔ ابن خزیمہ و حاکم نے روایت نقل کی ہے عن انس قال النبی صلعم سیدرک رجال من امتی ابن مریم (کنز العمال ص۲۰۲ ج۷) یعنی میری امت کے لوگ عیسیٰ کا زمانہ پائیں گے نہ صحابہ لوگ۔ اور دیگر احادیث صحیحہ کثیرہ میں حضرت عیسیٰ کا قرب قیامت تشریف لانا مصرح ہے۔ ملاحظہ ہوں :-

قال لا تقوم الساعۃ حتی ینزل عیسیٰ ابن مریم (مسند احمد ص۴۹۳ ج۲ ابن ماجہ ص۳۰۸) لن تقوم الساعۃ حتی تودن قبلها عشر ایات ونزول عیسیٰ ابن مریم (مسلم ص۳۹۳ ج۲ ظاهرین الی یوم القیامۃ فینزل عیسیٰ ابن مریم (مسلم مشکوٰۃ ج ۱) کیف تهلك امۃ انا اولها والمهدی

وسطہا والمسیح اٰخرہا (مشکوٰۃ ص۵۸۳) ان تمام حدیثوں میں حضرت عیسیٰ کا نزول قرب قیامت مذکور ہے۔ اور پچھلی روایت میں امتِ محمدیہ کے آخر زمانہ میں حضرت مسیح کا ہونا مصرح ہے نہ عہد صحابہ میں نہ چودہ سو سال کے بعد۔

بارھویں حدیث بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنَا اَوْلَی النَّاسِ بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَۃِ اَلْاَنْبِیَاءُ اِخْوَۃٌ مِّنْ عَلَّاتٍ وَّاُمَّھَاتُھُمْ شَتّٰی وَدِیْنُھُمْ وَاحِدٌ وَلَیْسَ بَیْنَنَا نَبِیٌّ (مشکوٰۃ باب بدء الخلق) میں بہ نسبت لوگوں کے مسیح سے بہت نزدیک ہوں، دنیا و آخرت میں۔ انبیاء سب سوتیلے بھائی ہیں۔ اور مائیں ان کی مختلف اور دین سب کا ایک ہے میرے اور مسیح کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔

مرزا صاحب بھی مقر ہیں کہ ہمارے نبی صلعم کے عہد میں:-

(۱) "حضرت مسیح کے زمانہ کو چھ سو برس گزر گئے تھے اور اس عرصہ میں کوئی الہام یافتہ پیدا نہیں ہوا تھا۔" (رسالہ اسلامی اصول کی فلاسفی ص۱۱۱)

(۲) "کچھ شک نہیں کہ محدث نبی کا چھوٹا بھائی ہوتا ہے اور تمام انبیاء علاتی بھائی ہوتے ہیں" ازالہ ص۵۶۹ ط ۲)

(۳) "(میرا) نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا کے حکم سے کیا گیا ہے۔" (ازالہ ص۴۲۲/۱۷۴ ط ۲)

حدیث ہذا میں حضرت مسیح ابن مریم رسول الیٰ بنی اسرائیل کا ذکر ہے کسی آئندہ پیدا ہونے والے مسیح نبی کا ذکر نہیں۔ مرزا صاحب اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ ناظرین اسے ملحوظ رکھیں۔

حضرت امام بخاریؒ حسب مناسبت باب جیسا کہ ان کی عادت شریفہ ہے۔ تھوڑا حصہ اس حدیث کا لائے ہیں۔ حدیث طویل ہے تفصیل ملاحظہ ہو میاں محمود احمد خلیفہ قادیان نقل کرتے ہیں:-

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الانبیاء اخوۃ لعلات امھاتھم شتی ودینھم واحد وانا اولی الناس بعیسی ابن مریم لانہ لم یکن بینی وبینہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام نبی وانہ نازل فاذا رأیتموہ واعرفوہ رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض علیہ ثوبان ممصرات راسہ یقطر وان لم یبلل فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویدعوا الناس الی الاسلام فتھلک فی زمانھا الملل کلھا الا الاسلام الی الحدیث انبیاء علاتی بھائیوں کی طرح ہوتے ہیں ان کی مائیں تو مختلف ہوتی ہیں اور دین ایک ہوتا ہے اور میں عیسیٰ ابن مریم سے سب سے زیادہ تعلق رکھنے والا ہوں کیونکہ اس کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں اور وہ نازل ہونے والا ہے پس جب اسے دیکھو تو اسے پہچان لو کہ وہ درمیانہ قامت سرخی سفید ملا ہوا رنگ زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے اس کے سر سے پانی ٹپک رہا ہوگا۔ گو سر پر پانی نہ ہی ڈالا ہو۔ وہ صلیب کو توڑیگا اور خنزیر کو قتل کریگا اور جزیہ ترک کریگا اور لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دیگا (یقاتل الناس الی الاسلام کے لفظ کیوں چھوڑ دیئے؟ شاید اس لئے کہ ان الفاظ میں مسیح کی شان سیاست کا ذکر ہے اور مرزا صاحب خود یاجوج ماجوج کی رعایا اور فرمانبردار تھے۔ ناقل) اس کے زمانہ میں سب مذاہب ہلاک ہو جائینگے اور صرف اسلام باقی رہ جائیگا اور شیر اونٹوں کے ساتھ اور چیتے گائے بیلوں کے ساتھ اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چرتے پھریں گے اور بچے سانپوں سے کھیلیں گے اور وہ ان کو نقصان نہ دینگے عیسیٰ بن مریم چالیس برس

(زمین پر) رہینگے پھر فوت ہونگے اور مسلمان اُن کے جنازہ کی نماز پڑھائیں گے۔" (حقیقۃ النبوت صہ ۱۹۲)۔

یہ حدیث ابوداؤد جلد ۲ صہ ۲۳۸ پر موجود ہے۔ اس کے سب رادی ثقہ اور مقبول ہیں۔ نیز یہ حدیث مسند احمد میں بھی موجود ہے۔ ایسا ہی ابن جریر۔ ابن ابی شیبہ۔ ابن حبان میں ہے۔ اعجاز المسیح صہ ۳۸ مصنفہ مرزا صاحب ازالہ اوہام صہ ۵۹۳/۲۲۵ جلد ۱/۲ وغیرہ بھی اس حدیث کے بعض حصے نقل کر کے ان کی تصحیح وتصدیق بلکہ ان سے تمسک کیا ہے۔

اس حدیث سے صاف عیاں ہے کہ آنے والا مسیح موعود حضرت عیسیٰ ہی ہے، جس کے اور آنحضرت کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا تھا۔ جو آنحضرت کا علاتی بھائی اور بموجب حدیث معراج قاتل دجال ہے فللہ الحمد۔

تیرھویں حدیث { عن الحسن قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیھود ان عیسٰی لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ۔ (درمنثور صہ ۳۶ ج ۲) حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت نے یہود کو مخاطب کر کے فرمایا۔ تحقیق عیسیٰ فوت نہیں ہوا۔ لاریب وہ تمہاری طرف اتریگا قیامت سے قبل۔

اعتراض ۔ یہ حدیث مرسل ہے اس لئے قابل قبول نہیں۔

جواب ۔ حضرت حسن بصری کی مرسل حدیث میں تو وہی شخص کلام کریگا جس کو ان کے اقوال کا پورا علم نہیں وہ خود فرماتے ہیں کل شئی سمعتنی اقول فیہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھو عن علی ابن ابی طالب غیر انی فی زمان لا استطیع ان اذکر علیا ۔ آہ (تہذیب الکمال للمزی) میں جتنی احادیث میں قال رسول اللہ کہوں اور صحابی کا نام نہ لوں سمجھ لو کہ وہ حضرت علی بن ابی طالب کی روایت ہے۔ میں ایسے (سفاک دشمن آل رسول حجاج کے) زمانہ میں ہوں کہ حضرت علی کا نام نہیں لے سکتا۔ احمدیو! احادیث پر

اعتراض کرنے سے پیشتر علم حدیث کسی اُستاد سے پڑھو۔

ایک شبہ اور اُس کا ازالہ } مرزائی بعض وقت کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ حدیث بلا سند ہے۔

الجواب:۔ آنحضرت صلعم کے ارشاد اَنَّ عِیْسٰی لَمْ یَمُتْ اِلَیْکُمْ کو باب مدینۃ العلم مولیٰ علی مرتضیٰ نے سُنا۔ ان سے حسن بصری (سید التابعین و شیخ الصوفیہ) نے اخذ کیا۔ ان سے ربیع نے ان سے ابو جعفر نے ان سے اُن کے بیٹے عبداللہ نے ان سے اسحٰق نے اُن سے مثنیٰ نے ان سے ابن جریر طبری نے (ج ۳ ص ۱۸۳) تفسیر ابن جریر کتب متداولہ میں سے ہے اور اس میں حدیث کی سند بھی موجود ہے۔

محمد بن جریر بڑے پایہ کا محدث ہے کہ ابن خلکان وغیرہ نے ان کو ائمہ مجتہدین میں سے لکھا ہے۔ خود آپ کے مرزا صاحب نے چشمہ معرفت میں لکھا ہے کہ "جریر نہایت معتبر اور ائمہ حدیث میں سے ہے" (حاشیہ ص ۲۵۰)

اعتراض:۔ اگر یہ معتبر حدیث ہے تو اس کو صحاح ستہ میں ہونا چاہیے تھا۔

(۱) **الجواب:۔** مرزا صاحب نے ضمیمہ انجام آتھم کے حاشیہ ص ۵۳ میں جو حدیث یتزوج ویولد لہ لکھی ہے وہ صحاح ستہ میں کہاں ہے؟

(۲) حقیقۃ الوحی ص ۱۹۴، حاشیہ چشمہ معرفت ص ۳۱۴ میں جو روایت کسوف خسوف در رمضان تحریر کی ہے وہ صحاح ستہ میں کس جگہ ہے؟

(۳) ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۱، حاشیہ کتاب البریہ ص ۲۲۶ میں جو اثر خروج مہدی از کدعہ درج کیا ہے وہ صحاح ستہ کی کس کتاب میں ہے؟

(۴) کتاب مسیح ہندوستان میں ص ۵۳، ص ۵۶ میں جو تین حدیثیں حضرت عیسیٰ کی سیاحت سے متعلق تحریر ہیں ان کا پتہ صحاح ستہ سے بتاؤ۔

حدیث ۱۴ } تفسیر ابن جریر جو رئیس المفسرین و معتبر آئمہ حدیث میں سے ہے (ازالہ اوہام و چشمہ معرفت) و تفسیر در منثور جلد ۲ ص ۳ پر ہے کہ جب نجران کے عیسائی آنحضرت کے پاس آئے اور ان سے توحید و تثلیث پر گفتگو ہوئی تو آنحضرت

صلعم نے فرمایا:۔

"اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَبَّنَا حَیٌّ لَا یَمُوْتُ وَاَنَّ عِیْسٰی یَاْتِیْ عَلَیْہِ الْفَنَاءُ۔ (ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۱۶۱) اور انسان کے پرستارو! کیا تم جانتے نہیں کہ خدا حی لایموت ہے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام پر تو موت آئیگی۔"

برادران غور فرمائیے! اگر حضرت مسیح وفات پا چکے ہوتے تو آنحضرت صاف فرماتے کہ اِنَّ عِیْسٰی قَدْ مَاتَ مگر آپ نے یَاْتِیْ صیغہ مضارع زمانہ آئندہ کا استعمال فرمایا کہ اس کو موت آئیگی۔ پس ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ وَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

پندرھویں حدیث یُحَدِّثُ اَبُوْھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُھِلَّنَّ ابْنُ مَرْیَمَ بِفَجِّ الرَّوْحَاءِ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا اَوْ لَیُثَنِّیَنَّھُمَا

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ حضرت نبی کریم صلعم سے بیان کرتے ہیں کہ حضور صلعم فرماتے ہیں۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یقیناً احرام باندھیں گے ابن مریم فج الروحاء سے، حج کا یا عمرہ کا، یا قِران کریں گے (یعنی عمرہ ادا کر کے اسی احرام سے حج کریں گے) (صحیح مسلم صفحہ ۴۰۸)۔ . . . اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:۔

(۱) مسیح موعود دنیا میں آکر اپنے متعلق ایسی فضا قائم کریں گے کہ تمام دنیا میں ان کے لئے امن ہوگا۔ اور کوئی چیز ان کے حج میں مانع نہیں ہوگی (یعنی وہ بلاخوف حج کرے گا)

(۲) وہ کسی بیماری میں مبتلا نہیں ہوگا جو حج بیت اللہ سے مانع ہو۔

(۳) کوئی دوسرا شخص اس کی طرف سے حج نہیں کریگا بلکہ وہ بنفس نفیس خود حج کریگا۔

نتیجہ:۔ جو شخص مندرجہ بالا اوصاف سے متصف نہیں ہے وہ یقیناً مسیح موعود

نہیں۔ مرزائی امت تاویلوں کی بہت عادی ہے۔ جہاں کوئی جواب نہ بنے وہاں تاویلوں کا سہارا ڈھونڈتی ہے کہ اس کے ظاہری معنی مراد نہیں بلکہ اس میں ایک استعارہ ہے۔ مگر مرزا صاحب نے ایک قاعدہ کلیہ بنا دیا ہے جس کے آگے ان کی کوئی پیش نہیں جاتی۔ یہ حدیث قسم سے شروع ہوتی ہے اور قسم والی حدیث کے متعلق مرزا صاحب فرماتے ہیں: "اور قسم صاف بتاتی ہے کہ یہ خبر ظاہری معنوں پر محمول ہے نہ اس میں کوئی تاویل ہے اور نہ استثناء ہے۔ ورنہ قسم میں کرنا فائدہ ہے۔"

اس حدیث نبوی میں الفاظ والذی نفسی بیدہٖ آئے ہیں لہذا اس میں نہ کوئی تاویل ہے اور نہ استثنا ہے۔

نیز مرزا صاحب اپنی کتاب "ایام الصلح اردو" کے صـ ۱۶۹ پر لکھتے ہیں:۔

"ہمارا حج تو اس وقت ہو گا جب دجال بھی کفر اور دجل سے باز آکر طواف بیت اللہ کریگا کیونکہ بموجب حدیث صحیح کے وہی وقت مسیح موعود کے حج کا ہو گا۔"

اس عبارت سے کم از کم اتنا ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب نے تاویلوں کا سہارا ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ مسیح موعود حج ضرور کریگا۔

مرزائی اعتراض نمبر ۱ آپ کو فارغ البالی اور مرفہ الحالی حاصل نہ تھی

الجواب "اور مالی فتوحات اب تک دو لاکھ روپیہ سے بھی زیادہ ہے۔" (نزول المسیح صـ ۳۲)

مجھے اپنی حالت پر خیال کر کے اس قدر بھی امید نہ تھی کہ دس روپیہ بھی ماہوار آئیں گے۔ مگر خدا تعالیٰ جو غریبوں کو خاک میں سے اٹھاتا اور متکبروں کو خاک میں ملاتا ہے، اس نے میری دستگیری کی کہ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اب تک تین لاکھ کے قریب روپیہ آچکا ہے۔ (حقیقۃ الوحی صـ ۲۱۱)

مرزائی اعتراض نمبر ۲ مرزا صاحب کے لئے مکہ میں امن نہ تھا۔

الجواب حدیث سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود دنیا میں آکر اپنے متعلق ایسی فضا قائم کریں گے کہ حجاز اور تمام دنیا میں ان کے لئے امن ہوگا اور وہ بلا خوف وخطر حج کریں گے۔ اگر مرزا صاحب کے لئے امن نہ تھا تو اس سے ثابت ہوتا ہے وہ مسیح موعود نہ تھے۔ نیز مرزا صاحب کو الہام ہوا تھا:۔

"واللہ یعصمک من الناس۔" (تذکرۃ الشہادتین ص۲)

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلعم پر جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے سب محافظ اٹھا دیئے۔ اور کہدیا کہ اب اللہ نے میری حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے۔

(نوٹ۔ یہ آیت مدنی ہے اور آخری زمانہ میں نازل ہوئی ہے) اسی طرح جب مرزا صاحب کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ اٹھایا تو مرزا صاحب نے حج کیوں نہ کیا؟

مرزائی اعتراض نمبر ۳ مرزا صاحب بیمار رہتے تھے لہٰذا آپ پر حج فرض نہ تھا:۔

الجواب یہی دلیل مرزا کے کاذب مسیح ہونے کا ثبوت ہے۔ حدیث مذکورہ سے عیاں ہے کہ مسیح موعود کو کوئی ایسی جسمانی بیماری نہ ہوگی جو حج بیت اللہ سے مانع ہو۔ ثابت ہوا کہ آپ مسیح موعود نہیں۔ ورنہ آپ ایسی امراض میں مبتلا نہ ہوتے (دردِ سر۔ دوران سر۔ ذیابیطس وغیرہ)

اعتراض الفاظ حاجا او معتمرا او لیثنیھما۔ میں "یا۔ یا" کے تکرار سے اس کی مخفوظیت ظاہر ہے:۔

الجواب ذرا اپنے گھر کی بھی خبر لیجئے۔ کتاب ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۹۷ میں ہے:۔

"وہ تیس برس کی مدت گزر گئی کہ خدا نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسی سال ہوگی اور یا یہ کہ پانچ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔" (عربی میں او بمعنی "واو" آتا ہے)

اعتراض یہ آنحضرت صلعم کا کشف ہے جس طرح آپ نے حضرت موسیٰؑ، اور

حضرت یونس کو لبیک کہتے ہوئے دیکھا ہے۔ ویسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی آپ نے احرام باندھے ہوئے دیکھا۔

الجواب | صحیح مسلم میں ایک روایت آئی ہے کہ آنحضرت صلعم نے وادی ازرق میں حضرت موسیٰ کو اور وادی ہرشے میں حضرت یونس کو لبیک کہتے ہوئے دیکھا ہے مگر یہ آپ نے کشفی حالت میں دیکھا جیسا کہ الفاظ قَالَ کَاَنِّی اَنْظُرُ اِلٰی مُوْسٰی (گویا میں دیکھتا ہوں حضرت موسیٰ کی طرف) الفاظ قَالَ کَاَنِّی اَنْظُرُ اِلٰی یُوْنُسَ (فرمایا گویا میں دیکھتا ہوں حضرت یونس کی طرف) اس پر دال ہیں۔ مگر یہاں کسی جگہ یہ الفاظ نہیں ہیں قَالَ کَاَنِّی اَنْظُرُ اِلٰی عِیْسٰی پس حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت یونس نبی اللہ کا واقعہ پیش کرنا صحیح جواب نہیں بلکہ یہاں تو لیھلن مضارع مؤکد بہ نون ثقیلہ ہے جو مضارع میں تاکید مع خصوصیت زمانہ مستقبل کرتا ہے (مرزائی پاکٹ بک ص۵۰) اس واسطے اس کو ماضی کے معنی میں بیان کرنا حماقت ہے۔ نیز مرزا صاحب کا کلیہ قاعدہ (جو حدیث قسم سے شروع ہو۔ اس کی خبر ظاہری معنوں پر محمول ہوتی ہے۔ اس میں کسی قسم کی تاویل یا استثنا نہیں ہوا کرتا حمامۃ البشریٰ مترجم ص۲ ہم بھی اس کی تصدیق نہیں کرتا۔

اعتراض | ایک حدیث میں دجال کا بھی بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا جانا مذکور ہے۔ کیا وہ حاجی ہوگا؟

الجواب | یہ خواب کا واقعہ ہے تو اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حج کا قیاس کرنا جب کہ ان کے لئے زمانہ آئندہ کی خبر صراحت سے دی گئی ہے قیاس مع الفارق ہے۔

اعتراض | فج الروحا میقات نہیں۔ مسیح اس جگہ سے احرام کس طرح باندھے گا۔ اس لئے یہ ایک کشف ہے۔

الجواب | میقات جتنے ہیں یہ ان لوگوں کے لئے ہیں جو ان سے باہر کے لوگ ہیں اور جو اندر ہوں وہ جہاں ہوں وہیں سے احرام باندھیں گے

اہل مدینہ کیلئے ذوالحلیفہ میقات ہے تو کیا جو ذوالحلیفہ سے اندر مکہ کی جانب رہتے ہیں وہ بھی ذوالحلیفہ جا کر احرام باندھ کر آئیں؟ نہیں بلکہ وہ جہاں ہوں وہیں احرام باندھ لیں۔ حدیث شریف کے الفاظ کا مقتضا یہ ہے کہ ایام حج میں حضرت مسیح موعود دورہ کرتے ہوئے فج الروحاء کے قریب ہوں گے۔ اس لئے وہیں سے احرام باندھ لیں گے۔ یہی شرعی حکم ہے (تعلیمات مرزا)

(۱) حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں:-

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَہْلِ الْمَدِیْنَۃِ ذَا الْحُلَیْفَۃِ وَلِاَہْلِ الشَّامِ الْجُحْفَۃِ وَلِاَہْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِاَہْلِ الْیَمَنِ یَلَمْلَمَ فَھُنَّ لَھُنَّ وَلِمَنْ اَتٰی عَلَیْھِنَّ مِنْ غَیْرِ اَھْلِھِنَّ لِمَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ فَمَنْ کَانَ دُوْنَھُنَّ فَمُھَلُّہٗ مِنْ اَھْلِہٖ وَکَذَاکَ وَکَذَاکَ حَتّٰی اَھْلُ مَکَّۃَ یُھِلُّوْنَ مِنْھَا۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۲۲ کتاب المناسک)

ترجمہ:- ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے معین کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جگہ احرام کی مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ اور شام والوں کے لئے جحفہ اور نجد والوں کیلئے قرن منازل یمن والوں کیلئے یلملم۔ پس یہ میقات ان شہروں کے ہیں جو مذکور ہوئے۔ اور وہ گذریں ان جگہوں سے۔ اور جو شخص کہ ارادہ کرے حج اور عمرے کا، رہنے والا اندران مواضع کے وہ اپنے گھر سے احرام باندھے۔ یہاں تک کہ اہل مکہ، مکہ ہی سے احرام باندھیں۔ انتہیٰ)

افسوس مرزا صاحب اس دنیا سے کوچ کر گئے اور فریضہ حج ادا نہ کیا۔ جو بوجہ دعویٰ مسیحیت ہونا ضروری تھا۔ اور اسلام کے ایک ادنیٰ خادم اور عالم ربانی قاضی محمد سلیمان صاحب مرحوم نے پیشگوئی کی تھی:۔

"میں نہایت جزم کے ساتھ باوازِ بلند کہتا ہوں کہ حج بیت اللہ مرزا صاحب کے نصیب ہی نہیں۔ میری اس پیشگوئی کو سب یاد رکھیں۔"

(تائید اسلام صہ ۱۲۴)

آہ - آج ہم قاضی صاحب مرحوم کی پیشگوئی کو حرف بحرف درست پاتے ہیں۔ حالانکہ مرزا صاحب بعد پیشگوئی کے بہت عرصہ تک زندہ رہے اور حج نصیب نہ ہوا۔

تردید دلائل وفات مسیح ؑ

مرزائی عذر (۱) مصنف مرزائی پاکٹ بک نے دزد بکف چراغ داشتہ کی مثال پوری کرتے ہوئے (۱) آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي (۲) آیت مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ سے وفات کا ثبوت دینا چاہا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں حیات مسیح پر دلیل ہیں كَمَا بَيَّنْتُهُ مِرَارًا۔ ناظرین کرام! ثبوت حیات مسیح کے باب میں دلیل ۱ و ۳ میں ان آیات کی صحیح تفسیر و تشریح ملاحظہ ہو۔

پھر آیت وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ الآیہ سے تمسک کیا ہے کہ پہلے سب نبی فوت ہو گئے۔

الجواب ناظرین غور فرمائیں کہ کہاں بیسیوں آیات و احادیث نبویہ جن میں بالتصریح عیسیٰ علیہ السلام کا نام لے کر ان کا رفع سماوی و حیات و نزول من السماء مذکور و مرقوم موجود ہے۔ اور کہاں یہ آیت جس میں نہ مسیح کا ذکر نہ مقصود خدا کا تمام انبیاء کی وفات ظاہر کرنا۔

خلت یا خلا کے معنی ہیں جگہ خالی کرنا خواہ زندہ گذر کر یا موت سے کیا کہ خَلَوْا إِلَى شَيَاطِينِهِمْ الآیہ (پ ۱ ع ۲) یعنی کافر جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے۔ جب اپنے شیطانوں کی طرف جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مسلمانوں سے مخول کرتے ہیں اسی طرح سورۃ آل عمران رکوع ۱۲ میں فرمایا۔ مرزا صاحب یہ سمجھ ہیں " قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اس سے پہلے بھی رسول ہی

آتے رہے" (جنگِ مقدس تقریر اوّل صفحہ) پھر الرسل کا ترجمہ سب رسول کرنا بھی اسجگہ مرادِ خداوندی کے خلاف ہے۔ آیت کریمہ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَقَفَّیْنَا مِنْ بَعْدِہٖ بِالرُّسُلِ (البقرہ ع) کا ترجمہ خود مرزا صاحب نے "کئی رسول" کیا ہے (شہادت القرآن صفحہ ۴۵) آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ الآیۃ کا ترجمہ مولوی نور دین صاحب خلیفہ اوّل قادیان نے "پہلے اس سے بہت رسول ہو چکے ہیں" کیا ہے (فصل الخطاب جلد ا صفحہ ۳۲) ایسا ہی سورۂ حٰمٓ سجدہ میں اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ الآیۃ جب آئے ان کے پاس (جنس) رسولوں سے کئی ایک۔ احمدی دوستو! کیا سب رسول آ گئے تھے؟ پھر تو مرزا بھی اسی وقت آیا ہوگا؟ اور سنو! فرشتے بھی تو رسول ہیں۔ کیا یہ بھی آنحضرت سے پہلے فوت ہو گئے تھے؟ پھر یہود کے متعلق آیا ہے یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ الآیۃ (آل عمران ع ۲) قتل کرتے ہیں خدا کے نبیوں کو۔ کیا سب نبیوں کو انہوں نے قتل کر دیا تھا ایسا ہی کفار کہتے تھے ہم پر جلدی عذاب اتر آئے۔ فرمایا وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ۔ (الرعد) تم کیوں کہتے ہو اس سے پہلے عذاب کی بہت سی مثالیں گزر چکی ہیں۔ احمدی دوستو! کیا خلت کے معنی موت ہیں؟ اور سنو! اسی سورت میں ایک مقام پر ارشاد ہے کَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِیْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ۔ اے رسول صلعم اسی طرح بھیجا ہم نے تم کو ایک امت میں۔ ہو چکی ہیں اس سے پیشتر امتیں (الرعد ع ۴) کیا اس جگہ خلت کے معنی یہ ہیں کہ پہلی امتیں سب کی سب صفحہ زمین سے مٹ چکی تھیں؟ ہرگز نہیں۔ یہود و نصاریٰ وغیرہ موجود تھے۔ خود قرآن میں یا اھل الکتاب اھل انجیل اھل توریت کہکر ان کو یاد کیا گیا ہے الغرض خَلَتْ کے معنے موت لے کر وفات مسیح کو ثابت کرنا مقصودِ خداوندی و منشا محمدی کے خلاف ہے ایسا ہی الرسول سے تمام رسول مراد لینا بھی تحکم ہے۔

ہاں۔ہاں۔ اگر آنحضرت صلعم سے پہلے سب کے سب فوت ہو چکے تھے تو مرزا صاحب نے نور الحق حصہ اول صفحہ ۵۰ پر جناب موسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر زندہ ہونا اور اس پر ایمان لانا ضروری و لازمی کیسے لکھا :۔

"عیسیٰ صرف اور نبیوں کی طرح ایک نبی خدا کا ہے اور وہ اس نبی معصوم کی شریعت کا ایک خادم ہے جس پر تمام دودھ پلانے والی حرام کی گئی تھیں یہانتک کہ اپنی ماں کی چھاتیوں تک پہنچایا گیا اور اس کا خدا کوہ سینا میں اس سے ہم کلام ہوا اور اسکو پیارا بنایا۔ یہ وہی موسیٰ مرد خدا ہے جس کی نسبت قرآن میں اشارہ ہے کہ وہ زندہ ہے اور ہم پر فرض ہو گیا کہ ہم اس بات پر ایمان لاویں کہ وہ زندہ آسمان میں موجود ہے وَلَمْ يَمُتْ وَلَيْسَ مِنَ الْمَيِّتِيْنَ وہ مُردوں میں سے نہیں مگر یہ بات کہ حضرت عیسیٰ آسمان سے نازل ہونگے سو ہم نے اس خیال کا باطل ہونا ثابت کر دیا ہم قرآن میں بغیر وفات عیسیٰ کے کچھ ذکر نہیں پاتے۔"

احمدی دوستو! جہاں آنحضرتؐ کے پہلے انبیاء سے موسیٰ کو علیحدہ کر دیا ہے وہاں مہربانی کر کے مسیح کی مسند بھی بچھی ہوئی سمجھ لیجئے۔

اعتراض :۔ اس جگہ موسیٰ علیہ السلام کی روحانی زندگی مراد ہے۔

الجواب :۔ یہ کہنا کہ یہ روحانی زندگی ہے بالکل غلط ہے اور مرزا صاحب کی تقریر کے بالکل خلاف ہے روحانی زندگی تو بعد وفات سب انبیاء کو حاصل ہے اس میں حضرت موسیٰؑ کو کیا خصوصیت حاصل ہے۔ نیز اس کے بعد مرزا صاحب نے جو حضرت عیسیٰؑ کو مردہ کہا تو یہ تفریق بتلا رہی ہے کہ مرزا صاحب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جسمانی زندگی سے زندہ سمجھتے تھے۔

بالآخر یہ کہ اگر خلت کے معنے موت اور الرسل میں جملہ انبیاء کو شامل سمجھا جائے تو بھی مسیح اس سے خارج و مستثنیٰ سمجھے جاویں گے کیونکہ ان کی حیات نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔

مرزائیو! حضرت مسیحؑ کی حیات جو قطعی طور پر قرآن سے ثابت ہے۔ عام آیات سے استدلال کرنا نیکوں کی سنت نہیں شیوہ کفار ہے۔ انہی حضرت مسیحؑ کے متعلق ایک مثال پیش کرتا ہوں بغور سنو! جب قرآن مجید میں آیت نازل ہوئی جس کے الفاظ مرزا صاحب نے یہ لکھے ہیں:۔

"اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ۔ یعنی تم اور تمہارے معبود باطل جو انسان ہو کر خدا کہلاتے رہے جہنم میں ڈالے جائیں گے۔" (ریویو جلد ۱ ص ۲۴۵)

تو کفار نے بغلیں بجانا شروع کیں اور تمہاری طرح اس آیت سے عام استدلال کرتے ہوئے مسیح کو بھی بوجہ اس کے کہ وہ خدا بنایا گیا ہے جہنمی قرار دیا اس کے جواب میں آیت نازل ہوئی مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ۔

اے نبی یہ بدبخت جدالی قوم بلکہ سخت جھگڑالو واقع ہوئے ہیں حضرت مسیحؑ تو خدا کے محبوب بندے ہیں جن پر اس نے انعامات کی بارش کر رکھی ہے بلعینہٖ یہی مثال مرزائیوں کی ہے کہ وہ بھی مثل کفار کے حضرت مسیحؑ کی حیات ثابت از قرآن کو عام استدلال سے توڑنا چاہتے ہیں :

برادران! اس قسم کی عام آیات جس قدر بھی مرزائی پیش کرتے ہیں ان سب کا بالاختصار یہی ایک جواب کافی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ یعنی اگر آیات کے وہی معنے ہوں جو مرزائی کرتے ہیں تو بھی وہ آیات حیاتِ مسیح پر شائستہ اعتناء نہیں بلکہ ایسا استدلال کرنے والے بقولِ قرآن مجادلین و مخاصمین ہیں :

ازاں جملہ ایسی مثالوں کے یہ ہیں (۱) جن انسانوں کو پوجا جاتا ہے وہ مردہ ہیں مسیح کو بھی پوجا گیا (۲) انسانوں کے لئے زمین ہی رہنے کو مقرر ہے (۳) ہر انسان بڑی عمر کا ہو کر ضعیف القویٰ ہو جاتا ہے۔ جسم میں تغیر و تبدل ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

مرزائی عذر قرآن میں ہے کہ مسیح اور اس کی والدہ کھانا کھایا کرتے تھے اس سے استدلال یہ ہے کہ مریمؑ بوجہ موت کھانے سے رو کی گئی ہے۔ یہی حال مسیح کا بھی ہے۔

الجواب حق تعالیٰ نے عیسائیوں پر جو مسیح کو اور اس کی والدہ کو خدا مانتے ہیں حجت تامّ کی ہے کہ وہ دونوں تو لوازم بشری مثل طعام وغیرہ کے محتاج تھے۔ پھر وہ کیسے خدا ہوئے۔ اس آیت میں حضرت مسیح کی حیات و ممات کا کوئی ذکر نہیں۔

احمدی بھائیو! اگر میں کہوں کہ مرزا صاحب اور ان کی بیوی اکٹھے کھانا کھایا کرتے تھے یا یہ کہ وہ ایک ہی مکان میں رہا کرتے تھے کیا یہ کہنا غلط ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ پھر مرزا صاحب تو مر گئے مگر ان کی بیوی زندہ ہے۔ کیا تم انہیں بھی مردہ جانتے ہو؟ کیا اب وہ کھانا نہیں کھاتیں؟ یا اسی مکان میں نہیں رہتیں؟ فتدبر!

اے جناب! اگر ہم کہیں کہ جس خدا نے مسیح کو آسمانوں پر اٹھالیا ہے وہ انہیں کھانا بھی ضرور دیتا ہوگا تو تمہارے پلے کیا رہ جائیگا؟ آخر موسیٰؑ بھی تو بقول شما زندہ ہے پس جو اس کا حال ہے سو مسیح کا۔ طعام کا لفظ حدیث میں محض تسبیح و تقدیس الٰہی پر بھی بولا گیا ہے جیسا کہ جب ایک صحابی نے آنحضرت سے عرض کی کہ یا رسول اللہ جب طعام وغیرہ پر دجال کا غلبہ ہوگا۔ اس وقت ہم کیا کھائیں گے؟ تو آپ نے فرمایا یُجْزِئُهُمْ مَا يُجْزِئُ أَهْلَ السَّمَاءِ مِنَ التَّسْبِيحِ وَالتَّقْدِيسِ (رواہ احمد طیالسی۔ مشکوٰۃ باب العلامات فصل ثانی) کفایت کرے گی مومنوں کو اس وقت وہ چیز جو کفایت کرتی ہے اہل سما کو یعنی حمد و ثنا الٰہی۔ تو فرمایئے آپ کس قدر روسیاہ ہو کر رہ جائیں گے۔

اعتراض أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا أَحْيَاءً وَّأَمْوَاتًا۔ کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو اپنے ساتھ ملا رکھنے والی زندوں اور مردوں کو۔ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ۔ اور تمہارے لیے

زمین میں ٹھکانا ہے اور فائدہ اٹھانا ہے ایک مدت تک کہ قَالَ فِیْهَا تَحْیَوْنَ وَفِیْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ۔ (اعراف رکوع ۲) تمہیں زمین میں زندگی بسر کرنا ہے اور پھر اسی میں مرو گے پھر اسی سے اٹھائے جاؤ گے۔

استدلال یہ ایک عام قانونِ الٰہی ہر فرد بشر پر حاوی ہے تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس کے صریح خلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر موجود ہوں۔

الجواب :- خاص دلائل سے حضرت عیسیٰ کی حیات ثابت ہو چکی ہے اور علمِ اصول میں مقرر و مسلّم ہے کہ خاص دلیل عام پر مقدم ہوتی ہے اور ان دونوں کے مقابلے میں دلیلِ خاص کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اس کے نظائر قرآن مجید میں بکثرت موجود ہیں مثلاً عام انسانوں کی پیدائش کی نسبت فرمایا اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ (سپارہ ۲۹) یعنی انسانوں کو ملے ہوئے نطفے سے پیدا کیا اور اس کے برخلاف حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا اور حضرت عیسیٰ کی نسبت خاص دلائل سے معلوم ہے کہ ان کی پیدائش بایں طور نہیں ہوئی پس ان کے متعلق دلیل خاص کا اعتبار کیا گیا ہے اور دلیلِ عام کو ان کی نسبت چھوڑ دیا گیا ہے۔

نمبر ۲۔ فرشتوں کی جائے قرار اصلی اور طبعی طور سے آسمان ہیں۔ مگر وہ عارضی طور پر کچھ مدت کے لئے زمین پر بھی رہتے ہیں۔

اعتراض وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ ۔ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ۔ (سورہ نحل رکوع ۲) یہ مشرک جن لوگوں کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ ایسے ہیں کہ انہوں نے کچھ پیدا نہیں کیا بلکہ وہ پیدا کئے گئے ہیں۔ مردہ ہیں زندہ نہیں اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جاویں گے۔

چونکہ حضرت عیسیٰ بھی ان ہستیوں میں سے ہیں جن کو معبود مانا جاتا ہے

لہٰذا وہ بھی وفات یافتہ ہیں۔

الجواب :- (۱) **الذین** کا ترجمہ "جن لوگوں کو" صحیح نہیں کیونکہ الذین سے مراد اصنام (بت) بھی ہیں لہٰذا صحیح ترجمہ یوں ہے "اور جن کو پکارتے ہیں" اور چونکہ کفار میں زیادہ تر بت پرستی ہی پائی جاتی تھی (چنانچہ کعبہ کے ۳۶۰ بت جو فتح مکہ کے دن توڑے گئے اس پر شاہد ہیں) اس لیے۔

(۲) اموات کے بعد غیر احیاء کا ذکر کیا گیا تاکہ اصنام کی حقیقت اصلیہ ظاہر ہو جائے کہ وہ علی الاطلاق مردہ ہیں۔ ان کو حیات کی ہوا بھی نہیں لگی نہ پہلے کبھی نہ اب۔

(۳) **وما یشعرون ایان یبعثون** کا مطلب تو یہ ہے کہ ان معبودوں کو اس کا بھی شعور (علم) نہیں کہ ان کے پوجنے والے کب اٹھائے جائیں گے (جلالین فتح البیان) بلکہ ان سے بہتر تو ان کے عابد ہیں کہ انکو علم و شعور اور حیات تو حاصل ہے۔

(دوسری طرز سے)

الجواب۔ آیت کا یہ مطلب نہیں کہ معبودانِ مصنوعی مر چکے ہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ ان کو موت آنیوالی ہے صرف لفظ اموات کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکال لینا کہ وہ سب کے سب مر چکے ہیں غلط ہے **انک میت وانہم میتون** (القرآن) اے رسول صلعم تو بھی میت ہے اور وہ بھی مطلب یہ ہوا کہ بالآخر موت آنیوالی ہے لہٰذا آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہوا کہ تمام وہ لوگ جو اللہ کے سوا پوجے جاتے ہیں آخر کار مرنے والے ہیں گو ان میں کئی مر چکے ہوں اور ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت مسیح بعد نزول فوت ہو جائیں گے نیز مشرکین جنوں اور فرشتوں کو بھی پوجتے تھے کیا وہ سب مر چکے ہیں؟ کیونکہ وہ بھی من دون اللہ میں شامل ہیں۔

مرزائی عذر | مسیح کو نماز و زکوٰۃ کا حکم زندگی بھر کے لیے دیا گیا تھا آسمان پر مسجد اور مستحقین زکوٰۃ کہاں ہیں؟ **واوصٰنی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ**

حیًّا مریم ع ۲)۔

الجواب کسی نے سچ کہا ہے کہ خوئے بد را بہانہ ہائے بسیار۔ کسی بھوکے سے پوچھا گیا دو اور دو کتنے ہوتے ہیں۔ وہ جھٹ بولا چار روٹیاں!

ٹھیک یہی مثال مرزائیوں کی ہے۔ کہاں صاف وصریح آیاتِ قرآنیہ جن میں بالفاظ صریح حیاتِ مسیح کا مذکور ہے اور کہاں مرزائیوں کی بیہودیانہ کھینچ تان۔

اے جناب! اگر یہ ضروری ہے کہ اس آیت کی رُو سے مسیح تمام زندگی بھر زکوٰۃ وغیرہ دیتے رہیں اور ضروری اس کام کیلئے ان کی جیب روپوں سے بھری رہے تو جب یہ الفاظ مسیح نے کہے تھے یعنی پیدائش کے پہلے دن (صفحہ ۲۲ پاکٹ بک مرزائی) اس وقت بھی تو وہ زندہ تھے۔ فرمایئے ان کی جیب میں کتنے سو پونڈ موجود تھے اور کون کون شخص زکوٰۃ ان سے وصول کیا کرتے تھے نیز یہ بھی فرمایئے کہ وہ ان دنوں کتنی نمازیں روزانہ ادا کیا کرتے تھے اور گواہ کون ہے فما جوابکم فہو جوابنا۔

ناظرین شرع میں کسی کام کا حکم ہونا یہ معنی نہیں رکھتا کہ ہر وقت، دن رات سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے اس پر عمل کرتے رہیں۔ بلکہ ہر حکم کے ماننے والے کے تحت ہر کام کا وقت اور اس کی حدود قائم ہیں۔ نماز بعد بلوغت فرض ہوتی ہے اور زکوٰۃ بعد مال۔ جب تک مسیح بچے تھے، نماز فرض نہ تھی۔ بالغ ہوئے حکم بجالائے جب مال تھا زکوٰۃ دیتے تھے۔ اب آسمان پر مال دنیاوی ہے ہی نہیں۔ زکوٰۃ کیونکر دیں۔ پھر اور سنو! حدیث میں آیا ہے کہ نبیوں کا دین واحد ہے بدیں لحاظ موسیٰ پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ بتلایئے آسمانوں پر جب وہ زندہ ہیں تو زکوٰۃ کسے دیتے ہیں، اور روپیہ ان کے پاس کسقدر رہے۔

مرزائی عذر کفار نے آنحضرت ﷺ سے نشان طلب کیا تھا اور اپنے ایمانی فیصلہ کو اس پر ٹھیرایا کہ آپ آسمان پر جائیں۔ وہاں سے کتاب لائیں جسکو ہم پڑھ کر آپ پر ایمان لائیں۔ اللہ نے جواب دیا کہ کہو میرا رب پاک ہے میں بندہ رسول ہوں۔ لیکن رسول کو آسمان پر لے جانے کی سنت الٰہی نہیں" (صفحہ ۲۲

بنی اسرائیل ع ۱۱)

جواب ا-موسیٰ کیسے آسمان پر چڑھ گئے ؟ ما جوابکم فہو جوابنا۔

جواب ۲ - اس استدلال میں جس قدر یہودیانہ تحریف اور دجالانہ غلط بیانی اور عیارانہ مغالطہ بازی کی گئی ہے وہ ایک مذہبی قوم سے ممکن و محال ہے الا اس صورت میں کہ قائل کو بظاہر مومن بباطن دہریہ سمجھا جائے۔

ناظرین کرام! وہ کفار جن کا قرآن میں اس جگہ مذکور ہے ہمارے حاطب مرزائی کی طرح دہریہ طبع نہ تھے کہ انسان کا آسمان پر چڑھنا محال و ناممکن یا خلاف سنت الٰہیہ سمجھتے ہوں بلکہ انہیں بظاہر اس کا اقرار تھا وہ ان کا قول اس پر گواہ ہے کہ انسان آسمان پر لے جایا جا سکتا ہے اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ یا تو چڑھ جا آسمان پر مگر ساتھ ہی کہ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ ہم تیرے فقط آسمان پر چڑھ جانے پر ایمان کا مدار نہیں رکھتے حتی تنزل علینا کتاب نقرأہ یہاں تک کہ تو وہاں جا کر ہم پر کتاب نازل نہ کرے۔

برادران! یہ ہے وہ اصل مطالبہ کفار کا جو سراسر جہالت و نادانی پر مبنی ہے کیونکہ یہ کبھی درست نہیں ہو سکتا کہ خدا، پلید طبع انسانوں کو صاحب کتاب رسول بنا دے۔ اسی کے جواب میں کہا گیا ہے قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ کہہ دے خدا کی عادلانہ و حکیمانہ شان اس سے اعلیٰ و ارفع ہے کہ وہ تمہارے جیسے ناپاک طبع انسانوں پر اپنی اعلیٰ کتاب نازل کر کے تمہیں مقتدا انام بنا دے کیونکہ ؂

اِذَا كَانَ الْغُرَابُ دَلِیْلَ قَوْمٍ
سَیَهْدِیْهِمْ طَرِیْقَ الْهَالِكِیْنَ۔

جب کوا کسی قوم کا راہنما ہو گا۔ تو یقیناً سوائے ہلاکت کے کسی نیک راستہ پر نہ چلا سکے گا۔ باقی رہی میری شخصیت سو میں تو خود اس کا ایک بھیجا ہوا بندہ ہوں۔ میری کیا طاقت و مجال کہ اس کی مرضی کے خلاف از خود اپنی طاقت سے تمہارے

مطالبات کو پورا کردوں ایسے لغو ولچر وبے ہودہ مطالبات کے پورا ہونے کی استدعا بھی کروں۔

بھائیو! یہ ہے اصل مطالبہ کفار کا جس پر وہ ایمان کا مدار ٹھہراتے تھے جو سراسر بیوقوفی کا مرقع ہے۔ حاصل یہ کہ کفار آسمان پر چڑھ جانے کو مدار فیصلہ نہیں ٹھہراتے تھے۔ بلکہ اس کے ساتھ بیہودہ شرائط لگاتے تھے :-

(۱) "کفار کہتے تھے کہ ہم تب ایمان لائیں گے جب ہم ایسا نشان دیکھیں کہ زمین سے آسمان تک ایک نردبان (سیڑھی) رکھی جائے اور تو ہمارے دیکھتے دیکھتے اس نردبان کے ذریعے سے زمین سے آسمان پر چڑھ جائے اور فقط تیرا آسمان پر چڑھنا ہم ہرگز قبول نہیں کریں گے جب تک آسمان سے ایک ایسی کتاب (ہم کو) نہ لاوے جس کو ہم پڑھ لیں"

(حاشیہ رسالہ تصدیق النبی ص۱۱ مضمون مرزا صاحب ایک عیسائی کے تین سوالوں کے جواب)

(۲) یہ بات نہیں ہے کہ ہر کس و ناکس خدا کا پیغمبر بن جائے اور ہر ایک پر وحی نازل ہوجایا کرے۔ اس کی طرف قرآن شریف نے آپ ہی فرمایا ہے اور وہ یہ ہے وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ یعنی جس وقت کوئی نشانی کفار کو دکھائی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ جب تک خود ہم پر ہی کتاب نازل نہ ہو تب تک ایمان نہ لائینگے۔ خدا خوب جانتا ہے کہ کس جگہ اور کس محل پر رسالت کو رکھنا چاہیئے" (براہین احمدیہ حاشیہ ص۱۶۹)

الغرض مرزائی مصنف کی پیش کردہ آیت سے بشر رسول کا آسمان پر جانا ناممکن الحال ثابت نہیں ہوتا۔

جواب ۳۔ بفرض محال مان لیا جائے کہ کفار نے مدارِ فیصلہ آسمان پر چڑھنے کو ٹھہرایا تھا تو بھی آنحضرت کے جواب سے کہ میں بشر رسول ہوں۔ یہ کہاں ثابت ہوا کہ بشر رسول آسمان پر نہیں جا سکتا۔ یا انسان کا آسمان پر جانا خلاف سنتِ الٰہی ہے۔ لاریب کسی انسان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ از خود آسمان پر جب چاہے چلا جائے۔ یا جب چاہے کوئی معجزہ دکھائے۔ ہاں جب چاہے کوئی معجزہ دکھائے ہاں جب خدا چاہے تو لے جا سکتا ہے چنانچہ اس نے حضرت مسیح کو آسمان پر اٹھا لیا اور آنحضرت کو بھی آسمانوں کی سیر کرائی۔

اعتراض قرآن میں ہے وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ۔ (انبیاء ع ۳) کہ کسی بشر کے لئے ہمیشہ کی زندگی نہیں۔ مسیح کو زندہ اور آنحضرت کو فوت شدہ ماننا قابلِ شرم ہتک نبوی ہے:۔

جواب ۱۔ موسیٰ کو زندہ ماننا کیوں ہتک نہیں؟
۲۔ مسیح کے لئے بھی ہمیشہ کی زندگی نہیں۔ قرآن صاف شاہد ہے کہ إِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ اسی طرح حدیث میں ہے مسیح نازل ہوگا ثم یموت فیدفن معی فی قبری غرض مسیح کو بھی موت آئے گی۔ باقی رہا اعتراض دوم سو جب کہ تم خود موسیٰ کو آسمانوں پر زندہ مانتے ہو۔ فرشتوں کو زندہ مانتے ہو۔ تو پھر تمہیں خود ایسی ویسی لغو باتوں سے شرم چاہیئے۔ سنو! لمبی زندگی باعثِ فضیلت نہیں:۔

"عیسائیوں کو کبھی خیال نہیں آیا کہ حضرت عیسیٰ کی روحانی زندگی ثابت کریں اور صرف اس لمبی عمر پر خوش نہ ہوں جس میں اینٹ اور پتھر بھی شریک ہیں۔" (تریاق صفحہ ۱۰ ط ۱)

اعتراض حضرت عیسیٰ نے کہا تھا کہ احمد رسول میرے بعد آئیگا۔ بعد سے مراد وفات ہے:۔

الجواب ہر جگہ بعد سے مراد وفات نہیں ہوتی۔ دیکھئے جب حضرت موسیٰؑ توریت لینے گئے تو ان کی قوم نے بغیر حاضری میں بچھڑا پوجنا شروع کر دیا۔ خدا فرماتا ہے ثم اتخذتم العجل من بعدہٖ وانتم ظالمون (بقرہ ع ۶ رکوع ۶) جو معنی اس جگہ بعد کے ہیں وہی کلام مسیح میں ہیں۔

تردید دلائل وفات مسیح از احادیث

اعتراض آنحضرتؐ نے فرمایا موسیٰ و عیسیٰ زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے۔

الجواب کہاں آیاتِ قرآنیہ و نصوصات احادیثہ جن میں بالتصریح مسیح کی حیات آسمانی و نزولِ جسمانی کا تذکرہ ہے اور کہاں یہ غلط، مردود، ردی اور بے سند محض قول۔ پس اس کا جواب یہی ہے کہ مہربانی کرکے اس کی سند بیان کرو۔ ورنہ نصوصِ شرعیہ کے مقابلہ میں ایسے ویسے غلط محض اقوال پیش کرنے سے تمہاری دہریت اور بھی نمایاں ہو جائیگی۔ اس روایت کے جھوٹا ہونے پر الزامی دلیل یہ ہے کہ تم خود موسیٰؑ کو زندہ مانتے ہو۔ حالانکہ اس میں فوت شدہ کہا گیا ہے۔ جن علماء کی کتابوں سے یہ قول نقل کیا گیا ہے یعنی ابنِ کثیر، الیواقیت والجواہر کا مصنف، مصنف فتح البیان، ابنِ قیم وغیرہ۔ یہ سب کے سب بزرگ حیات و نزول مسیحؑ کے قائل ہیں۔ چنانچہ ہم آخر مضمون ہذا میں سب کے اقوال بحوالہ کتب درج کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اب ہم صحیح روایت درج کرتے ہیں جو یہ ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا لَمَا وَسِعَہٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ۔ (رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ۔ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) ایسا ہی مشکوٰۃ کے اسی باب فصلِ سوم میں بہ تغیر چند الفاظ یہی روایت بحوالہ دارمی لکھی ہے۔ اسی طرح مرزائی صاحب نے جس تفسیر ابنِ کثیر میں مرزائی صاحب کا حوالہ دیا ہے خود اسی تفسیر میں مرزائی صاحب کی پیش کردہ روایت سے اوپر دو روایتیں لکھی ہیں جن میں صرف موسیٰ کا ذکر ہے

اعتراض | لَوْ کَانَ عِیْسٰی حَیًّا لَمَا وَسِعَہٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ۔ (شرح فقہ اکبر مصری صد ۹۹) اگر عیسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو میری پیروی کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا۔

الجواب | شرح فقہ اکبر کوئی حدیث کی کتاب نہیں۔ صحیح روایت لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا ہے جیسا کہ ہم صحیح روایت نقل کر آئے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ شرح فقہ اکبر مصری چھاپہ میں غلطی سے لفظ موسیٰ کی جگہ عیسیٰ لکھا گیا ہے۔ ہندوستان کے تمام مطبوعہ اور قلمی نسخوں میں لفظ موسیٰ ہے۔

آسان فیصلہ اور اندرونی شہادت | ہم نے جو لکھا ہے کہ شرح فقہ اکبر چھاپہ مصری میں غلطی ہو گئی۔ اس کی ایک دلیل اوپر مذکور ہوئی یعنی تمام ہندی نسخوں میں لفظ موسیٰ ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ جو روایت مرزائی مصری نسخہ سے نقل کرتے ہیں وہ یہ ہے اشارہ اِلٰی ھٰذِہٖ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقَوْلِہٖ لَوْ کَانَ عِیْسٰی حَیًّا مَا وَسِعَہٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ وَبَیَّنْتُ وَجْہَ ذٰلِکَ عِنْدَ قَوْلِہٖ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ۔ الخ فی شرح الشفا یعنی آنحضرت ﷺ نے جو حدیث لو کان (موسیٰ) عیسیٰ حیا فرمایا ہے اس کی پوری پوری تشریح ہم نے آیت واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین کے تحت اپنی کتاب شرح الشفا میں کر چھوڑی ہے اب فیصلہ آسان ہے۔ آیئے شرح شفا میں دیکھیں کہ اس روایت کے کیا الفاظ ہیں۔ حضرت امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب شرح شفا۔ شرح فقہ اکبر مصری[1] سے پیشتر استنبول میں ۱۳۰۹ھ میں طبع ہوئی۔ اس کی پہلی جلد فصل سات میں آیت واذ اخذ اللّٰہ الآیہ کے تحت لکھا ہے والیہ اشارہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بقولہ حین رای عمر انہ ینظر من صحیفۃ من التوراۃ لو کان موسیٰ حیا لما وسعہ الا اتباعی (جلد ا صد ۲۶۹) اس اندرونی شہادت

[1] شرح فقہ اکبر مصری کا سنہ طبع پہلا ایڈیشن ۱۳۱۲ھ اور دوسرا ۱۳۲۳ھ ہے۔ مصنف

سے قطعی فیصلہ ہوگیا کہ مصری چھاپہ میں غلطی ہے نیز ملا علی قاری اپنی کتاب موضوعات کبیر (جو ۱۲۸۹ھ میں طبع ہوئی تھی) میں حدیث "لَوْ کَانَ اِبْرَاهِیْمُ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا" پر بحث کرتے کرتے اس حدیث پر ختم کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ کی آخری عبارت ملاحظہ ہو لکھتے ہیں:۔

یقویہ حدیث لو کان موسی علیہ السلام حیاً لما وسعہ الا اتباعی (ص۶۴)

یہاں بھی بجائے عیسیٰ کے لفظ موسیٰ تحریر کیا ہے۔ ملا صاحب ممدوح اپنی کتاب مرقات شرح مشکوٰۃ مطبوعہ مصر میں ارقام فرماتے ہیں:۔

ولو کان موسی حیاً ای فی الدنیا الخ (ص۲۵۵ ج۱) یعنی موسےٰ اگر دنیا میں زندہ موجود ہوتے۔

یہاں بھی لفظ موسیٰ بصراحت موجود و مرقوم ہے۔

اسی طرح مسند احمد، بیہقی، دارمی اور مشکوٰۃ وغیرہ کتب حدیث میں لو کان موسی حیاً وارد ہے۔ اور ملا علی قاری نے انہی حوالوں سے اپنی تمام تصانیف میں لو کان موسی حیاً نقل کیا ہے۔ پھر یہ کیونکر باور کیا جاسکتا ہے کہ شرح فقہ اکبر میں وہ لو کان عیسیٰ نقل کریں گے؟

لہٰذا مثلِ آفتاب نیم روز واضح ہوگیا کہ مصری نسخہ میں عیسیٰ غلط طبع ہوگیا ہے صحیح موسےٰ ہے۔

مرزائیو! اس مبلغ علم اور "دیانتداری" کی بنا پر تم لوگ احادیث صحیحہ، اور آیات قرآن مجید میں یہودیانہ تصرف کرکے وفاتِ مسیح ثابت کرلوگے؟ ہرگز نہیں! بلکہ ذلیل و رسوا ہوگے۔ اب آؤ ہم تمہیں اسی مصری فقہ اکبر سے امام ملا علی قاری رحمہ اللہ کا مذہب بابت نزولِ مسیح دکھائیں۔ ملاحظہ ہو فقہ اکبر مطبوعہ مصر ص۹۲ طبع ۱۳۲۳ھ اور ص۱۲۶ طبع مصر ۱۳۲۳ھ اِنَّهٗ یَذُوْبُ کَالْمِلْحِ فِی الْمَاءِ عِنْدَ نُزُوْلِ عِیْسٰی مِنَ السَّمَاءِ دجال حضرت مسیح کے آسمان سے نازل ہونے پر یوں گھلنے لگے گا جیسے

جیسے نمک پانی میں۔

(۲) ان عیسیٰ نبی قبلہ وینزل بعدہ ویحکم بشریعتہ الخ (شرح شفا۔ استنبول ج ۲ ص ۵۱۹) عیسیٰ آنحضرت سے پہلے کا نبی ہے اور بعد میں بھی نازل ہو گا۔ شریعتِ محمدی پر عمل کرے گا۔

(۳) فینزل عیسیٰ ابن مریم من السماء الخ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ مطبوعہ مصر ج ۵ ص ۲۶۰) پس نازل ہو گا عیسیٰ ابنِ مریم آسمان سے۔

(۴) ان عیسیٰ یدفن بجنب نبینا صلعم بینہ وبین الشیخین۔ (جمع الوسائل مصر ص ۵۶۳) تحقیق عیسیٰ آنحضرت صلعم کے پہلو میں آپ کے اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے مابین دفن ہوں گے۔

اس آخری قول سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یدفن معی فی قبری کے معنی ساتھ دفن ہونا ہے۔

اعتراض: حدیث میں آیا ہے کہ مسیح کی عمر ۱۲۰ برس ہوئی۔

جواب: اوّل تو یہ روایت ہی ضعیف ہے جیسا کہ ہم اس پر مفصل لکھ گئے بفرضِ محال صحیح بھی ہو تو اس میں مسیح کی وفات کا کوئی ذکر نہیں۔ صرف یہ الفاظ ہیں

اِنَّ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ عَاشَ عِشْرِیْنَ وَ مِائَۃَ سَنَۃٍ (ابن کثیر زیر) عاش کے معنی ہیں زندگی بسر کی مسیح نے ۱۲۰ سال۔ چنانچہ حافظ ابنِ کثیرؒ حافظ ابن عساکرؒ سے نقل کرتے ہیں۔ والصحیح ان عیسیٰ لم یبلغ ھذا العمر وانما اراد مدۃ مقامہ فی امتہ کما الخ (البدایہ ص ۹۵ ج ۲)

دوم۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی عمر کے بارے میں اختلاف ضرور ہے لیکن ٹھوس بات کسی کی نہیں۔ جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ۳۳ اور ۱۲۰ کے دونوں قول ذکر کر کے بلا فیصلہ چھوڑ دیا ہے (فتح الباری ص ۲۶۲ ج ۲) بعض ۳۳ سال کہتے ہیں جس کو حافظ ابنِ کثیر اور زرقانی شارح مواہب نے ترجیح دی ہے (تفسیر ابنِ کثیر پارہ ۶ سورہ نساء و فتح البیان ص ۹۹ ج ۲) مگر اکثر اک

حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ بے اصل قرار دیتے ہیں (زاد المعاد ص ۱۹ ج ۱) دوسرا قول ۱۲۰ سال کا ہے جسکو حافظ ابن کثیر شاذ، غریب البعید (حوالہ مذکورہ) قرار دیتے ہیں اسکی تائید میں طبرانی اور حاکم کے حوالے سے بروایت حضرت عائشہؓ جو روایت ذکر کی جاتی ہے وہ سخت ضعیف اور کمزور ہونیکے باعث دلیل بننے کے قابل نہیں۔ حافظ ابن کثیر نے بحوالہ مستدرک حاکم ذکر کرکے اس کو "حدیث غریب" (عجیب روایت) قرار دیا ہے۔ (البدایہ ص ۹۵ ج ۲ اور مجمع الزوائد ص ۲۳ ج ۹ بحوالہ طبرانی لاکر ضعیف کہہ دیا ہے۔

سوم:۔ البدایہ والی سند میں محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان نامی ایک راوی ہے جو مختلف فیہ سمجھا گیا ہے۔ تاہم حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں عندہ عجائب اس کے پاس عجیب عجیب روائتیں ہیں (میزان ص ۸۰ ج ۳ و تہذیب ص ۲۶۹ ج ۹) گویا ان کے نزدیک یہ راوی مشتبہ ٹھہرا۔

چہارم:۔ حضرت مسیحؑ کی عمر کے بارے میں اختلاف کرنے والے دونوں فریق اصل مسئلہ پر متفق ہیں۔ یعنی اختلاف اس میں نہیں کہ آسمان کی طرف رفع ہوا یا نہیں رفع آسمانی پر سب متفق ہیں۔ اختلاف اس میں ہے کہ آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے وقت عمر کیا تھی؟ اور یہی حاصل نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ کی بحث کا ہے جس کو مرزائی پاکٹ بک کا مصنف (ص ۱۳۲) لئے بیٹھا ہے۔ چنانچہ حجج الکرامہ ص ۴۲۸ میں بات رفع کی ہو رہی ہے۔ وفات کا تو یہاں کوئی قصہ ہی نہیں!

احمدی دوستو! اسی مردود فن کی روایت کی بنا پر احادیث صحیحہ اور آیات قرآنیہ کی تردید کرتے ہو۔

اعتراض اسی طرح ایک اور روایت مسلم وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سو سال تک تمام جاندار مر جاویں گے۔ (کنز العمال راوی جابر و مسلم)

الجواب اگر یہی ترجمہ صحیح ہے جو کیا گیا ہے تو پھر "ہر جاندار" میں از جناب موسیٰ۔ ملائکہ بھی شامل ہیں۔ کیا یہ سب کے سب سو سال کے اندر اندر

فوت ہو گئے تھے! لو صاحب جس دلیل سے تم ملائکہ کو "ہر جاندار" کے لفظ سے باہر کرو گے۔ اسی سے ہم مسیح کو نکال لیں گے۔ کیوں! کیسی کہی ہاں جس دلیل سے تم موسیٰ کو بچاؤ گے ہم اس سے مسیح کو۔

حضرات! اصل بات یہ ہے کہ مرزائی مذہب سراپا خیانت و فریب ہے۔ مرزا صاحب کی بھی یہی عادت تھی کہ آنحضرت ﷺ کی حدیث اپنے مطلب کو نقل کرتے۔ مگر جو فقرہ اپنی نفسانیت کے خلاف ہوتا اس کو چھوڑ دیتے چنانچہ حمامۃ البشریٰ ص۳۶ پر کنز العمال کی حدیث لکھتے ہیں۔ جو ہم اسی مضمون میں بذیل ثبوت حیات مسیح لکھ آئے ہیں یعنی حدیث نمبر ۰۔ مگر اس میں لفظ من السماء چھوڑ گئے۔ یہی چالاکی مرزائی مصنف نے کی ہے۔ مسلم کی حدیث جو جابر سے مروی ہے۔ اس میں مَا عَلَى الْاَرْضِ۔ کا لفظ موجود ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ آج جتنے لوگ زمین پر موجود ہیں۔ سو سال تک ان میں سے کوئی باقی نہ رہے گا۔

"ما على الارض من نفس منفوسة ياتي عليها مائة سنة وهي حية يومئذ (مسلم) یعنی روایت ہے جابر سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے × × × روئے زمین پر کوئی نفس نہیں جو پیدا کیا گیا ہو اور موجود ہو۔ پھر آج سے سو برس سے گذرے اور وہ زندہ ہو × × × دوسری حدیث صحیح مسلم کی یہ ہے کہ × × × زمین پر کوئی شخص بھی آج کے لوگوں میں سے زندہ، موجود ہو"

(ازالہ اوہام ص۱۴۹ ط۱، ۲)

مگر مرزائی کی خیانت ہے کہ "زمین پر آج کے لوگوں" کے الفاظ اڑا کر "ہر جاندار" ترجمہ کر کے مسیح کی وفات ثابت کرتا ہے۔

اعتراض: آنحضرت ﷺ نے شب معراج باقی انبیاء میں عیسیٰ کو دیکھا جیسے فوت شدہ ہیں تو عیسیٰ بھی فوت یافتہ ہے نہیں تو اتنی میں [illegible]

الجواب (الف) جناب! کسی ایک زندہ انسان کا وفات یافتہ روحوں میں شامل ہونا ثبوتِ وفات ہے تو پھر مرزا صاحب زندگی میں ہی مر چکے تھے جو کہتے تھے کہ:۔

(۱) "ابن مریم نے) کئی دفعہ مجھ سے ملاقات کی۔ ایک دفعہ میں نے اور اس نے عالمِ کشف میں جو گویا بیداری کا عالم تھا ایک جگہ بیٹھ کر ایک ہی پیالہ میں گوشت کھایا۔" (ریویو جلد ۱ ص ۲۴۹)

(۲) "ایک دفعہ میں نے بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مع حسین و علی و فاطمہ کے دیکھا یہ خواب نہ تھی بلکہ بیداری کی ایک قسم تھی۔" (تاریخ احمدیہ جلد اوّل ص ۲۷۱، اخبار الحکم ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء)

سنبھل کے رکھیو قدم دشتِ خار میں مجنوں
کہ اس میں اک سودا برہنہ پا بھی ہے

(ب) یہ استدلال درست نہیں کیونکہ اس سے تو پھر یہ لازم آئے گا کہ اس وقت خود آنحضرت صلعم بھی فوت شدہ ہوں۔ حالانکہ آنحضرت صلعم کو اس دنیوی زندگی میں جسمانی معراج ہوئی۔ پس جس طرح دوسرے انبیاء کی ملاقات کے وقت آنحضرت صلعم زندہ تھے اسی طرح حضرت عیسیٰ بھی زندہ تھے اور آسمان پر تھے اور آنحضرت صلعم کو اپنے نزولِ قربِ قیامت کی خبر دی تھی جیسا کہ ابنِ ماجہ میں مصرح ہے۔

اعتراض نبی کریم صلعم نے پہلے مسیح اور آنے والے مسیح کا رنگ اور حلیہ قد علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے۔

الجواب اس طرح سے اگر دو عیسیٰ ہو جاتے ہیں تو دو موسیٰ بھی ماننا ہوں گے۔ کیونکہ ایسا ہی اختلاف سراپا موسیٰ میں بھی اسی حدیث میں مذکور ہے ملاحظہ ہو بدء الخلق میں ہے مُوسٰی رَجُلًا آدَمُ طُوَالًا جَعْدٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَأَيْتُ عِيسٰى رَجُلًا مَرْبُوعًا مَرْبُوعَ

الخَلقِ اِلَی الحُمرَةِ وَالبَیَاضِ سَبطَ الرَّأسِ۔ (بخاری مصری ج ۲ ص ۱۳۴)
حضرت موسیٰؑ گندمی رنگ قد لمبا، گھونگھرالے بال والے تھے جیسے یمن کے قبیلہ شنورہ کے لوگ، اور عیسیٰؑ درمیانہ قد سُرخ و سفید رنگ، سیدھے بال والے اور کتاب الانبیاء میں ہے :۔

رأیت موسی واذا رجل ضرب رجل کانه من رجال شنوءة ورأیت عیسی فاذا هو رجل ربعة احمر (دفی الحدیث الذی بعدہ) عیسی جعد مربوع (بخاری مصری ص ۱۵۱ ج ۲) یعنی موسیٰؑ دبلے سیدھے بال والے تھے جیسے شنورہ کے لوگ اور عیسیٰؑ میانہ قد سرخ رنگ کے گھونگھرالے بال والے۔ پہلی حدیث میں موسیٰؑ گھونگھرالے بال والے تھے اور عیسیٰؑ سیدھے بال والے۔ اس حدیث میں موسیٰؑ سیدھے بال والے تھے اور عیسیٰؑ گھونگھرالے بال والے۔ پس دو موسیٰ اور دو عیسیٰ ہوئے (اور سنیئے) وَاَمَّا عِیسٰی فَاَحمَرُ جَعدٌ عَرِیضُ الصَّدرِ وَاَمَّا مُوسٰی فَاٰدَمُ جَسِیمٌ سَبطٌ کَاَنَّهٗ مِن رِجَالِ الزُّطِّ۔ (بخاری مصری ص ۱۵۵ ج ۲)
یعنی عیسیٰؑ کا رنگ سرخ، بال گھونگھرالے اور سینہ چوڑا ہے۔ لیکن موسیٰؑ کا رنگ گندمی ہے۔ موٹے بدن کے سیدھے بال والے جیسے جاٹ لوگ ہوتے ہیں۔ پہلی حدیث کے موسیٰ دبلے پتلے شنورہ والوں کی طرح تھے اور اس حدیث کے موسیٰ، موٹے بدن کے جاٹوں کی طرح ہیں۔ پہلی حدیث کے عیسیٰ کا رنگ سفید سرخی مائل ہے دوسری اور تیسری حدیث کے عیسیٰ کا رنگ بالکل سرخ۔ اس بنا پر جب دو عیسیٰ ہو سکتے ہیں ایک پہلا اور ایک ہونے والا تو موسیٰ بھی دو ہو سکتے ہیں۔ ایک پہلا اور ایک بعد کا۔

حضرت عیسےٰؑ کے رنگ و حلیہ کے اختلافات کی حدیثیں

دونہ حقیقت میں نہ موسیٰؑ کے حلیے میں اختلاف ہے۔ نہ عیسےٰؑ کے رنگ و حلیہ میں جس سے کہ دو ہستیاں سمجھی جا سکیں حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ کے بیان میں تھ

جَعْد کے معنے گھونگھرالے بال کے نہیں۔ بلکہ گٹھیلے بدن کے ہیں۔ نہایہ ابن اثیر میں ہے مَعْنَاہُ شَدِیْدُ الْاَسْرِ وَالْخَلْقِ نَاقَۃٌ جَعْدَۃٌ اَیْ مُجْتَمِعَۃُ الْخَلْقِ شَدِیْدَۃٌ۔ یعنی جعد کے معنی جوڑ بند کا سخت ہے جعدہ اونٹنی مضبوط جوڑ بند والی۔ مجمع البحار میں ہے اَمَّا مُوْسٰی فَجَعْدٌ اَرَادَ جُعُوْدَۃَ الْجِسْمِ وَھُوَ اجْتِمَاعُہٗ وَاکْتِنَازُہٗ لَا ضِدَّ سُبُوْطَۃِ الشَّعْرِ لِاَنَّہٗ رُوِیَ اَنَّہٗ رَجُلُ الشَّعْرِ وَکَذَا فِیْ وَصْفِ عِیْسٰی (ج ا صفحہ ۱۹۶) کذا فی فتح الباری صفحہ ۲۷۶ پ ۱۳ و نودی شرح مسلم صفحہ ۹۴ ج ۱) یعنی حدیث میں موسیٰ و عیسیٰ کے لئے جو لفظ جعد آیا ہے اس کے معنے بدن کا گٹھیلا ہونا ہے نہ بالوں کا گھونگھر ہونا کیونکہ ان کے بالوں کا سیدھا ہونا ثابت ہے۔ اسی طرح لفظ ضربٌ اور جسیم میں بھی اختلاف نہیں ہے۔ ضرب معنی نحیف البدن اور جسیم معنی طویل البدن۔ قال القاضی عیاض المراد بالجسم فی صفۃ موسی الزیادۃ فی الطول (فتح الباری انصاری صفحہ ۲۷۶ پ) یعنی صفت موسیٰ میں لفظ جسیم کے معنے لمبائی میں زیادتی ہے۔ اسی طور سے حضرت عیسیٰؑ کے رنگ میں بھی اختلاف نہیں ہے۔ لفظ احمر کا صحابی راوی نے سخت انکار کیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں موجود ہے عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَا وَاللّٰہِ مَا قَالَ النَّبِیُّ صلعم لِعِیْسٰی اَحْمَرَ۔ (بخاری صفحہ ۱۵۰ ج ۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ قسم ہے اللہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ کی صفت میں احمر (یعنی سرخ رنگ) کبھی نہیں فرمایا۔ پس پہلا رنگ برقرار رہا یعنی سفید رنگ سرخی مائل لہٰذا رنگ و حلیہ کا اختلاف حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ سے مدفوع ہے اور حقیقت میں جیسے موسیٰؑ ایک تھے عیسیٰؑ بھی ایک ہی ہیں۔

اعتراض ۲. آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں تمام دنیا کی طرف نبی کر کے بھیجا گیا ہوں۔ اگر عیسیٰؑ آئیں گے تو وہ تمام دنیا کی طرف نبی ہو کر نبی کریم

صلعم کے شریک ہو جائیں گے۔ پھر حدیث غلط ہو جائیگی۔

الجواب (۱) پھر جب مرزا صاحب نبی ہو گئے تو حدیث خود بخود غلط ہو گئی اب عیسیٰؑ کے آنے پر کیا غلط ہو گی؟

(۲) حدیث کا مضمون بالکل صحیح ہے۔ حضرت عیسیٰؑ تشریف لائیں گے تو نبی ہو کر نہیں آئیں گے۔ اُمتی ہو کر آئیں گے۔ نبوت ان کو آنحضرت صلعم سے پہلے مل چکی تھی۔ اس وقت ان کی رسالت صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی پڑھو رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ (آل عمران) اور آمدِ ثانی میں ان کی حیثیت آنحضرتؐ کے خلیفہ کی ہو گی۔ پڑھو حدیث طبرانی اِنَّہٗ خَلِیْفَتِیْ فِیْٓ اُمَّتِیْ مِنْ بَعْدِیْ ہے۔ (در منثور ص۲۴۲ ج ۲) اس کے ہم معنے روایت مسند احمد و ابوداؤد و ابن ابی شیبہ و ابن حبان و ابن جریر میں بھی موجود ہے۔ پس حضرت عیسیٰؑ تمام دنیا کی طرف بادشاہ اور خلیفہ ہو کر آئیں گے نہ نبی ہو کر۔ لہٰذا آنحضرتؐ کے وصف رسالت الیٰ کافۃ الخلق میں شریک نہیں ہوں گے اور حدیث مسلم غلط نہیں ہو گی۔ بلکہ اپنی جگہ پر بحال رہے گی۔

اس کے بعد مصنف نے اقوالِ علماء سے وفات مسیح کا ثبوت پیش کرنا چاہا ہے جس میں بھی وہ کامیاب نہیں ہوا۔ اگرچہ ہمارے لئے ضروری نہیں کہ ہم لوگوں کے اقوال کی چھان بین کرتے پھریں۔ کیونکہ نہ ہم انہیں نبی و رسول اور معصوم سمجھیں نہ خود مرزائی صاحبان۔ فرداً فرداً تو کسی کا قول کیا، مرزا صاحب تو اجماعِ امت کو بھی کورانہ لکھتے ہیں۔ تاہم میں چاہتا ہوں کہ لگے ہاتھوں یہ منزل بھی طے کر دوں۔ اس سے دو فائدے متصور ہیں۔ ایک احمدی دوستوں کا جوش ٹھنڈا پڑ جائیگا۔ دوم بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے افترا کا دفیعہ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

مرزائی ایک مغالطہ یہ بھی دیا کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ بھی وفات مسیح

کے قائل تھے۔ آپ نے آیت متوفیک کے معنے ممیتک کیے ہیں۔

الجواب یہ سراسر افترا، دروغ بے فروغ اور فریب بیابانی ہے جملہ صحابہ کلام میں سے مبحث حیات مسیح کے ٹھوس، واضح، عیاں، اور قطعی فیصلہ کن پہلو یعنی لفظا آسمان کے ساتھ ان کا اٹھایا جانا، ابھی تک حیات ہونا۔ آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہونا کے متعلق حضرت ابن عباس رض پھر حضرت ابوہریرہ پیش پیش ہیں۔ کما مر بیانہ۔ بطور اختصار اس جگہ بھی دو یا تین روایات لکھی جاتی ہیں ملاحظہ ہو حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں:

(۱) فرفعہ الی السماء اٹھالیا عیسےؑ کو خدا نے آسمان پر
(نسائی ابن مردویہ)

(۲) اجتمعت الیہود علی قتلہ فاخبرہ اللہ بانہ یرفعہ الی السماء یہود جب مسیح کو گرفتار کرنے کو اکٹھے ہو کر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو آسمان پر اٹھائے جانے کی خبر دے کر اطمینان بخشا (سراج منیر)

(۳) وان من اھل الکتب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ قال قبل موت عیسیٰ (ابن جریر جلد ۶ صفحہ ۱۲) آخر زمانہ میں اہل کتاب حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے پہلے ان پر ایمان لائینگے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ ہم سابقاً لکھ آئے ہیں لفظ توفی اگرچہ بحسب وضع پورا لینے کے معنوں میں ہے مگر مجازی طور پر موت کے معنے بھی ہو سکتے ہیں

ومن المجاز توفی فلان وتوفاہ اللہ وادرکتہ الوفاۃ
(اساس البلاغۃ جلد ۲ صفحہ ۳۲۱ و تاج العروس جلد ۲ صفحہ ۳۲۴)

نوٹ: ان ہر دو عبارات کو مرزائی پاکٹ بک میں لکھا ہے (صفحہ ۳۱۰) مگر اسی قدیم سنت یہود پر عمل کرتے ہوئے الفاظ ومن المجاز چھوڑ دیئے ہیں۔ ترجمہ عبارت کا یہ ہے کہ فلاں شخص کی توفی ہو گئی۔ اس کو وفات نے پالیا۔ اسکو خدا نے توفی کر لیا۔ یہ سب مجازی معنے ہیں جو موت و فوت پر دال ہیں۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ بھی متوفیک کے معنے موت کرتے تھے۔ مذہب ان کا یہ تھا کہ :-

(۱) عن الضحاک عن ابن عباس فی قولہ انی متوفیک الآیۃ رافعک ثم ممیتک فی اخر الزمان (الدر المنثور ص ۳۶ ج ۱) یعنی اسے عیسیٰ میں تجھے آسمان پر زندہ اٹھانے والا ہوں۔ آخری زمانہ میں وفات دوں گا۔

(۲) والصحیح ان اللہ تعالیٰ رفعہ من غیر وفاۃ والانوم قال الحسن و ابن زید وھو اختیار الطبری وھو الصحیح عن ابن عباس (تفسیر ابی السعود) یعنی اصلیت یہ ہے کہ خدا نے مسیح کو آسمان پر اٹھا لیا بغیر وفات کے اور بغیر نیند کے جیسا کہ حسن اور ابنِ زید نے کہا اور اسی کو اختیار کیا ہے، طبری ابن جریر نے، اور یہی صحیح ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔

حاصل یہ کہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اس جگہ تقدیم و تاخیر کے قائل ہیں یعنی رفع آسمانی ہو چکا، آئندہ وفات ہو گی۔

مرزا اور مرزائیوں کی گستاخانہ روش

اپنے مطلب کو تو مرزا صاحب نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی خوب تعریف کی اور لکھا کہ وہ قرآن کو سب سے زیادہ اور اچھا سمجھتے تھے۔ آنحضرت صلعم نے اس بارے میں ان کے حق میں دعا کی ہوئی تھی (ازالہ اوہام)

مگر جونہی اس آیت پر پہنچے اور انہیں معلوم ہوا کہ میری نفسانیت کو توڑنے والے سب سے پہلے انسان حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں تو انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، جھٹ سے فتویٰ لگا دیا کہ اس آیت میں تقدیم و تاخیر کے قائل متعصب۔ پلید۔ یہودی لعنتی، محرف ہیں (معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد نقل)۔ (ضمیمہ نصرۃ الحق ص ۱۶۴ طبع ۲)

معاذ اللہ استغفر اللہ۔ کس قدر شوخی و گستاخی و بدتہذیبی ہے کہ ایک صحابی

رسول ہو۔ ابن عم محمد صلعم اور کئی ایک بہترین امت مفسرین و محدثین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اختلاف آراء کی وجہ سے ہر ممکن دشنام کا حقدار بنایا ہے۔ سچ ہے کہ منافق کی علامت ہے کہ وہ بدگوئی میں اول نمبر ہوتا ہے۔

دفعہ علم نحو ادب و بلاغت کی کتابوں میں بالاتفاق موجود ہے کہ حرف واؤ میں ترتیب ضروری و لازمی نہیں ہوتی الواو للجمع المطلق لا ترتیب فیھا وغیرہ وغیرہ ان الواو فی قولہ تعالیٰ انی متوفیك ورافعك انی لا تفید الترتیب فالآیۃ تدل علی انہ تعالیٰ یفعل بہ ھذہ الافعال فاما کیف یفعل ومتیٰ یفعل فالامر فیہ موقوف علی الدلیل وقد ثبت بالدلیل انہ حی وورد الخبر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ ینزل ویقتل الدجال ثم ان اللہ یتوفی بعد ذالك (تفسیر کبیر جلد ۲) یعنی آیت انی متوفیک ورافعک الیّ میں واؤ ترتیب کیلئے نہیں ہے آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسیح سے کئی وعدے کئے ہیں مگر یہ بات وہ کیسے کریگا اور کب کریگا یہ محتاج دلیل ہے اور البتہ دلیل سے ثابت ہو چکا ہے کہ مسیح زندہ ہے اس بارے میں آنحضرت صلعم کی خبر موجود ہے کہ وہ نازل ہوگا اور دجال کو قتل کریگا۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں وفات دیگا۔

واؤ کی ترتیب کیلئے نہ ہونے پر قرآن سے مثالیں (۱) وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (سورۃ نحل ع ۱۱ پ ۱۴)

خدا نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اس حال میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور بنائے تمہارے کان اور آنکھیں و دل تا کہ تم خدا کا شکر کرو۔

اس آیت میں پیدائش ہر انسان کی پہلے ذکر کی اور کان آنکھوں اور دل کا بنانا پیچھے۔ حالانکہ پیدائش سے پیشتر ماں کے پیٹ کے اندر یہ سب چیزیں بچہ میں

ؔ یہ آیت سورۂ بقرہ رکوع ۶ میں ہے ۱۲ منہ۔

موجود ہوتی ہیں ؛

(۲) شرح رضی میں مصنف مرحوم لکھتے ہیں ولو کانت للترتیب لناقض قولہ تعالٰی وادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ قولہ فی موضع اخرى وقولوا حطۃ وادخلوا الباب سجدا اذ القصۃ واحدۃ (رضی شرح کافیہ ص۳۷۵) اگر واؤ کو ترتیب کے لئے سمجھا جائے تو یہ اللہ تعالٰی کے قول کے خلاف ہے۔ آیت میں ہے کہ داخل ہو دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے اور کہو حطۃ مگر دوسری جگہ یہ مفہوم کہ ان الفاظ میں لکھا ہے : کہو حطۃ اور داخل ہو دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے حالانکہ ایک آیت میں حطۃ کو پہلے فرمایا اور دوسری میں پیچھے ؛

(۳) اللہ تعالٰی اہل کتاب کو مخاطب کرکے فرماتا ہے وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّكٰوۃَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ۔ (بقرہ ع ۵) نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرو ؛

اس جگہ بھی اگر ترتیب سمجھی جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ جب بھی زکوٰۃ دینی ہو، اس کے پہلے نماز پڑھی جائے اور زکوٰۃ دینے کے بعد رکوع کیا جائے۔ حالانکہ منشاء خداوندی یہ نہیں ہے مقصود صرف یہ ہے کہ ان کاموں کو اپنے اپنے موقع و محل پر کرو۔ ترتیب کا لحاظ نہیں ؛

الغرض اس قسم کی بیسیوں نہیں، سینکڑوں بلکہ ہزاروں امثلہ قرآن و حدیث سے مل سکتی ہیں ؛

مرزا صاحب کا اپنا مذہب کہ واؤ میں ترتیب لازمی نہیں

یہ تو سچ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ صرف واؤ کے ساتھ ہمیشہ ترتیب کا لحاظ واجب ہو لیکن اس میں کیا شک ہے کہ خدا تعالٰی اس آیت میں فقرہ متوفیک کو پہلے رافعک کو بعد × بہر حال ان الفاظ میں ترتیب ہے جس کو خدا نے اپنی ابلغ و افصح کلام میں اختیار کیا ہے۔ ملحہ ہمدا

لے یہ آیت سورۃ الاعراف رکوع ۲۰ میں ہے ۱۲ منہ۔

> اعتماد نہیں کہ ہم بلا وجہ اس ترتیب کو اٹھا دیں اور اگر قرآن شریف
> کے اور مقامات میں مفسرین نے ترتیب موجودہ کے خلاف بیان کیا
> ہے تو یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ انہوں نے خود ایسا کیا بلکہ نصوص حدیثیہ
> نے اسی طرح ان کی شرح کی تھی یا قرآن شریف کے دوسرے مواضع
> کے قرائن نے اس بات کے ماننے کے لئے انہیں مجبور کر دیا تھا کہ
> ظاہری ترتیب نظر انداز کی جاسکے۔"
>
> (تریاق القلوب ص ۱۴۸ طبع اول حاشیہ / ۲۵۲)

برادران! ملاحظہ فرمایئے مرزا صاحب صاف اقراری ہیں کہ "واؤ میں حقیقۃً ترتیب لازمی نہیں اور نصوص احادیث و قرائن قرآن کی بنا پر قرآن کی ترتیب موجودہ کو بدلنا جائز ہے جن مفسرین نے ایسا کیا ہے از خود نہیں کیا۔ بلکہ قرآن و حدیث نے انہیں ظاہری ترتیب نظر انداز کرنے پر مجبور کر دیا" پھر اگر اس آیت میں حضرت ابن عباسؓ نے رافعک کو پہلے اور متوفیک کو بعد وقوع ہونے والا سمجھا تو کیا ظلم کیا۔ ایسا ہی دیگر تمام مفسرین نے بھی کون سا برا کام کیا۔

پھر مرزا صاحب نے جو جوش میں آکر تمام قائلین عدم ترتیب کو گالیاں دی ہیں یہ تحریف کے مغضوب الغضب ہونے کی دلیل نہیں تو کیا ہے۔ حاصل یہ کہ حضرت ابن عباسؓ حیات مسیح کے قائل تھے۔ ان پر وفات کا اتہام لگانے والا مفتری کذاب ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایسا ہی حضرت امام حسنؓ پر بہتان باندھا ہے کہ انہوں نے وفات حضرت علیؓ کے خطبہ میں کہا لقد قبض اللیلۃ عرج فیہ بروح عیسی ابن مریم (طبقات کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۱) مرزائی پاکٹ بک ص ۲۳۳۔

الجواب:۔ اوّل تو طبقات کبریٰ کوئی مستند کتاب نہیں کہ محض اس کا نقل کرنا ہی دلیلِ صداقت سمجھا جائے۔ مرزائیوں پر لازم ہے۔ کہ اس کی سند بیان کریں۔

تاکہ اس کے راوی دیکھے جائیں۔ آیا سچے ہیں، یا مرزائیوں کی طرح مفتری ؛

دوم۔ چونکہ خود اسی کتاب کا مصنف قائلِ حیاتِ مسیح ہے جیسا کہ جلد ا صفحہ ۲۶ پر حضرت ابن عباس رضؓ کا قول دربارہ مثبت حیاتِ مسیح نقل کر کے مصنف نے اس پر کوئی جرح نہیں کی وہو ہذا۔

وانہ رفع بجسدہ وانہ حی الآن وسیرجع الی الدنیا فیکون فیہا ملکا ثم یموت کما یموت الناس یعنی تحقیق مسیح بمع جسم کے اٹھایا گیا ہے و لاریب وہ اس وقت زندہ ہے، دنیا کی طرف آئے گا اور بحالت شاہانہ زندگی بسر کریگا پھر دیگر انسانوں کی طرح فوت ہوگا؛

اسی روایت نے فیصلہ کر دیا کہ رفع سے مراد رفع جسمی ہے اور اگر حضرت حسن والی روایت درست ہے تو اس کا بھی یہی مطلب ہے۔ ممکن ہے اصل الفاظ یہ ہوں کہ عرج فیہا بروح اللہ عیسی ابن مریم یعنی عیسیٰ بن مریم روح اللہ اٹھایا گیا۔

ایسا ہونا کوئی بڑی بات نہیں۔ عموماً روایات میں الفاظ الٹ پلٹ ہو جایا کرتے ہیں اور تو اور خود صحیح بخاری کی احادیث میں بھی ایسا موجود ہے چنانچہ ہم حدیث لا تفضلونی علی موسیٰ نقل کر آئے ہیں کہ کسی نے لا تفضلونی کہا کسی راوی نے لا تخیرونی کہا۔ کسی نے حضرت موسیٰؑ کے علاوہ دیگر انبیاء کو بھی شامل کیا لا تخیروا بین انبیاء اللہ۔ وغیرہ ؛

خود یہی زیرِ تنقید روایت مختلف طریقوں سے کتابوں میں مرقوم ہے سرخو والے نے لیلۃ تبض موسیٰ درج کیا ہے ؛

الغرض ایسی ویسی غیر معتبر روایات میں فیصلہ کا صحیح طریق یہی ہے کہ جو بات احادیث صحیحہ و قرآن کے مطابق ہو وہی صحیح سمجھی جائے۔ باقی کو معدوم و متروک قرار دیا جائے ؛

اسی نوع سے میں ایک اور روایت مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۲۹۶ کی ہے

عن الحریث سمعت الحسن بن علی یقول قتل لیلۃ انزل القرآن ولیلۃ اسری بعیسیٰ ولیلۃ قبض موسیٰ (درمنثور جلد ۲ ص ۳۶)

حریث رحمہ کہتے ہیں میں نے حسن رضہ سے سنا کہ حضرت علی رضہ اس رات قتل کئے گئے جس رات قرآن اترا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سیر کرائے گئے اور موسیٰ علیہ السلام قبض کئے گئے۔

حضرت! غور فرمایئے کہ حضرت علی رضہ جو شہید ہو گئے تھے قتل کا لفظ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو وفات پا گئے ہوئے تھے قبض کا استعمال ہوا مگر مسیح علیہ السلام چونکہ زندہ جسم اٹھائے گئے تھے اس لئے ان کے حق میں اُسریٰ فرمایا گیا ہے [illegible] ھذا قطعۃ لیلا یعنی جب کوئی شخص چل کر مسافت طے کرے اس کو سرایت بولتے ہیں۔ خود قرآن پاک میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بمع مومنین کے راتوں رات مصر سے نکلے یہ خروج بحکم خدا تھا فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّکُمْ مُّتَّبَعُوْنَ۔ (دخان پ ۲۵) لے چل میرے بندوں کو راتوں رات تحقیق تمہارا تعاقب کیا جائیگا۔

اسی طرح جب حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق وارد ہے کہ فَاَسْرِ بِاَھْلِکَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ۔ (سورہ الحجر ع ۵) لے نکل اپنے اہل کو ایک حصہ رات میں۔

حاصل یہ کہ اگر حضرت حسن رضہ کا خطبہ امر واقع ہے تو یقیناً اس کا یہی مطلب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسم اٹھائے گئے اور یہی حق ہے جو قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔

عجیب تائید الٰہی! مرزائیوں نے اس روایت کو وفاتِ مسیح کی دلیل ٹھیرایا تھا۔ خدا کی قدرت یہی حیاتِ مسیح کی مثبت ہو گئی۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کاذب تھے۔ دلیل یہ کہ اس روایت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات صاف مذکور ہے۔ حالانکہ مرزا جی انہیں زندہ مانتے ہیں۔ (نور الحق حصہ اول ص ۵۰)

حضرت امام بخاری رحمہ

ایسے ہی حضرت امام بخاری رحمہ پر افترا کیا جاتا ہے کہ وہ بھی وفاتِ مسیح علیہ السلام کے

قائل تھے۔ دلیل یہ کہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضؓ کا خطبہ جس میں وفاتِ مسیح مذکور ہے اور حضرت ابنِ عباس رضؓ کی روایت متوفیک۔ ممیتک کو بخاری میں نقل کیا ہے۔

الجواب | ہم ثابت کر آئے ہیں کہ صحابہ کرام خاص کر ابنِ عباس رضؓ کو قائلینِ وفات مسیح قرار دینا قطعاً جھوٹ ہے۔ ان کی روایات سے وفات ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ دیگر بیسیوں روایات سے حیات ثابت ہے پس اس بودی دلیل پر بنیاد قائم کرکے امام بخاریؒ کو قائلِ وفات کہنا یقیناً پرلے سرے کی جہالت ہے۔

سنو! امام بخاریؒ نے حضرت ابوہریرۃ رضؓ کی روایت جس میں نزولِ مسیح کا ذکر اور ان کے ابھی تک زندہ ہونے کا تذکرہ اور آخر زمانہ میں نازل ہونے کا اظہار موجود ہے یعنی وہ روایت جس میں آیت اِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ سے حضرت ابوہریرۃ رضؓ نے مسیح کے حیات ہونے پر دلیل بنایا ہے۔ اور مرزا صاحب نے غصہ میں آکر ضمیمہ نصرۃ الحق صـ۲۳۰ پر حضرت ابوہریرۃ رضؓ کو غبی، فہم قرآن میں ناقص۔ درایت سے حصہ نہ رکھنے والا قرار دیا ہے کو نقل کرکے، اور اسی طرح دیگر صحابہ کی روایات جن میں نزولِ مسیح کا ذکر ہے۔ بخاری شریف میں نقل کرکے ان پر کوئی جرح یا انکار نہ کرتے ہوئے ثابت کر دیا ہے کہ وہ بھی حیاتِ مسیحؑ کے قائل تھے۔ اور کیوں نہ ہوتے جب کہ آنحضرتؐ خدا کی قسم کھا کر نزولِ مسیح کا اظہار فرماتے ہیں اور حضرت ابوہریرۃ رضؓ آیت قرآن کے ساتھ اس پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں اور امام بخاری خود اس روایت کو بخاری شریف میں درج فرماتے ہیں۔

ایک اور طرز سے | امام بخاری رحؒ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر نزول تک کے واقعات کو صحیح بخاری میں نقل کیا ہے اور مختلف باب باندھے ہیں۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں:۔

(۱) باب قول اللہ تعالیٰ واذکر فی الکتاب مریم۔ الآیۃ

(۲) باب واذ قالت الملٰئکۃ الآیۃ۔

(۳) باب واذ قالت الملٰئکۃ یامریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسی ابن مریم الآیۃ۔

(۴) باب قولہ یا اہل الکتاب لا تغلوا فی دینکم الآیۃ۔

(۵) باب واذکر فی الکتاب مریم الآیۃ۔

(۶) باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام۔

پھر ہر ایک باب کے بعد آنحضرت صلعم کی احادیث لائے ہیں۔ آخری باب کے شروع پر کوئی آیت قرآن نہیں لکھی کیونکہ اس باب میں جو حدیث لائے اس کے اندر خود آیت وان من اہل الکتاب سے تمسک کیا ہوا ہے۔

حضرات! غور فرمائیے کہ حضرت امام بخاریؒ اسی مسیح ابن مریم علیہ السلام کی آمد کے قائل ہیں جس کا ذکر مختلف ابواب میں کیا ہے یا کسی اور شخص کے۔ حضرت امام بخاریؒ تو کیا ان کے فرشتوں کو بھی معلوم نہ تھا کہ ان احادیثِ نبویہ میں سوائے مسیح ابنِ مریم کے کسی آئندہ پیدا ہونے والے پنجابی شخص مریض مراقی کی آمد کا تذکرہ ہے۔ حاصل یہ کہ حضرت امام بخاریؒ حیاتِ مسیحؑ کے قائل تھے۔

اس پر مزید تشفی کے لئے ہم ان کی تاریخ سے ان کا فرمان نقل کرتے ہیں:۔

یُدْفَنُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَیْہِ فَیَکُوْنُ قَبْرُہٗ رَابِعًا۔ (در منثور جلد ۲ صفحہ ۲۴۵ بحوالہ تاریخ امام بخاریؒ)

فرمایا حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے عیسیٰؑ بن مریمؑ آنحضرت صلعم و صاحبین کے پاس دفن ہوں گے۔ حجرہ نبویہ میں ان کی چوتھی قبر ہوگی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

ایسا ہی امام مالکؒ پر جھوٹ باندھا ہے کہ وہ بھی وفات کے قائل تھے اس پر مجمع البحار و شرح اکمال الاکمال سے نقل کیا ہے کہ قال مالک مات عیسی

الجواب اوّل تو یہ قول بے سند ہے کوئی سند اس کی بیان نہیں کی گئی۔ پس کیسے سمجھا جائے کہ اس جگہ مالک سے مراد امام مالکؒ ہیں اور یہ روایت صحیح ہے۔

(۲) بعض سلف کا یہ بھی مذہب ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اٹھائے جانے سے قبل سلائے گئے تھے چنانچہ لفظ توفی کے یہ بھی ایک معنے ہیں وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ (انعام ع۷) اللہ وہ ذات ہے جو رات کو تمہیں سُلا دیتا ہے اور جانتا ہے جو تم دن میں کماتے ہو۔ پس اگر یہ فی الواقع امام مالکؒ کا قول ہے تو اس سے مراد سلاتا ہے "کیونکہ مات کے معنے لغت میں نام بھی ہیں۔ دیکھو قاموس" (ازالہ اوہام ص۶۳۹/۲۶۱ طبع ۱)

(۳) وفی العتبیۃ قال مالک بین الناس قیام یستمعون لاقامۃ الصلوٰۃ فتغشاھم غمامۃ فاذا نزل عیسیٰ ص۲۶۶ جلد اوّل شرح اکمال الاکمال) عتبیہ میں ہے کہ کہا مالک نے لوگ نماز کے لئے تکبیر کہہ رہے ہوں گے کہ ایک بدلی چھا جائے گی اور حضرت عیسیٰؑ نازل ہوں گے۔ الغرض امام مالکؒ حیات مسیح و نزول فی آخر الزمان کے قائل تھے۔ چنانچہ آپؒ کے مقلدین معتقد ہیں حیاتِ مسیحؑ کے۔ علامہ زرقانی مالکی لکھتے ہیں: رفع عیسیٰ وھو حی علی الصحیح۔ (شرح مواہب لدنیہ)

نوٹ۔ اور واضح ہو کہ کتاب عتبیہ امام مالکؒ کی نہیں ہے بلکہ امام عبدالعزیز اندلسی قرطبی کی ہے۔ جس کی وفات ۲۵۴ھ میں ہوئی۔ کشف الظنون ج ۱ ص۱۰۶۔۱۰۷

امام ابوحنیفہ و احمد بن حنبل رحمہما اللہ

مذکورہ بالا ائمہ کرام کے متعلق بھی بلاثبوت افترا کیا ہے کہ یہ سب اس مسئلہ میں خاموش تھے لہٰذا وفاتِ مسیح کے قائل تھے۔

الجواب: "نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء حق کائن

(فقہ اکبر مؤلفہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ)

(۲) امام احمد بن حنبل کی مسند میں تو بیسیوں احادیث حیات مسیح کی موجود ہیں۔ لہٰذا ان کو قائل وفات گردانتا انتہائی ڈھٹائی ہے۔

علامہ ابن حزمؒ

امام ابن حزم کے ذمہ بھی غیر مسلموں کی کتابوں کی بنا پر اتہام باندھا ہے حالانکہ وہ برابر حیات مسیحؑ کے قائل ہیں۔ ان عیسی ابن مریم سینزل (المحلی ص ۹ ج ۱) فکیف یستجیز مسلم ان یثبت بعدہ علیہ السلام نبیا فی الارض حاشا ما استثناہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الآثار المسندۃ الثابتۃ فی نزول عیسی ابن مریم فی آخر الزمان (کتاب الفصل جلد ۴ ص ۱۸۰) یعنی کسی مسلمان سے کس طرح جائز ہے کہ وہ آنحضرت صلعم کے بعد زمین میں کسی نبی کو ثابت کرے۔ الا اسے جسے رسول اللہ علیہ وسلم نے احادیث صحیحہ ثابتہ میں مستثنٰے کر دیا ہو۔ عیسٰی بن مریم کے آخری زمانہ میں نازل ہونے کے بارے میں۔

وا ما من قال ان بعد محمد صلعم نبیا غیر عیسی ابن مریم فانہ لا یختلف اثنان فی تکفیرہ۔ (کتاب مذکورہ، جلد ۳ ص ۲۴۹) جو شخص اس بات کا قائل ہو کہ بعد آنحضرت صلعم کے سوائے عیسٰی بن مریم کے کوئی اور نبی ہے (مثلاً غلام احمد قادیانی) اس شخص کے کفر میں امت محمدیہ میں سے دو کس بھی مخالف نہیں۔ اسی طرح ص ۶۸ پر نزول مسیحؑ پر ایمان واجب لکھا ہے۔

مولانا عبدالحق محدث دہلوی و نواب صدیق حسن خان۔

ایسا ہی مولانا عبدالحق محدث دہلوی اور مولانا نواب صدیق حسن خاں قنوجی

رحمۃ اللہ علیہما پر افترا کیا کہ انہوں نے عمر مسیح ۱۲۰ برس لکھی ہے۔ لہٰذا وہ وفات کے اقراری ہیں:۔

الجواب - یہ بزرگ حیات کے قائل ہیں۔ البتہ ان کا یہ خیال ہے کہ مسیحؑ کا ۳۳ برس کی عمر میں رفع نہیں ہوا۔ ایک سو بیس کی عمر میں وہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور زندہ اٹھائے گئے ہیں:۔

" ونزول عیسیٰ بن مریم و یاد کرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرود آمدن عیسےٰ را از آسمان برزمین" (کتاب اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۳۴۴ مصنفہ شیخ عبدالحق ؒ دہلوی)

ایسا ہی جلد ۴ صفحہ ۳۷۳ پر مسیح کا آسمان سے نازل ہونا لکھا ہے۔ ایسا ہی تفسیر حقانی میں لکھا ہے:۔

اور نواب صدیق حسن خاں نے تو اپنی کتاب حجج الکرامہ میں نزول و حیات مسیحؑ پر ایک مستقل باب باندھا جس میں آیت وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ سے استدلال کیا (ملاحظہ ہو کتاب مذکور باب صفحہ ۴۳۲)

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

اس بزرگ امام پر بھی ہاتھ صاف کیا ہے کہ وہ مسیحؑ کو وفات شدہ خیال کرتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے مدارج السالکین میں لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین اگر موسیٰؑ و عیسیٰؑ زندہ ہوتے، حدیث نقل کی ہے۔

الجواب :- امام ابن قیم نے ہرگز اس قول کو حدیث نہیں کہا بلکہ یہ ان کا اپنا قول ہے۔ مطلب ان کا اس قول سے نہ ثبوتِ حیات دینا مطلوب ہے نہ وفات کا تذکرہ بلکہ مقصود ان کا یہ ہے کہ اگر آج زمین پر موسیٰؑ و عیسیٰؑ موجود ہوتے تو نبی کریم صلعم کی پیروی کرتے۔ یعنی زمین کی زندگی کو فرض کر کے آنحضرتؐ کی بزرگی ثابت کرنا چاہی ہے نہ کہ وفات کا اظہار۔ چنانچہ وہ اسی عبارت میں جسے مرزا

خیانت سے نقل نہیں کرتے۔ آگے چل کر نزولِ مسیحؑ کا اقرار فرماتے ہیں۔ ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم رسالۃ مبعوث الی جمیع الثقلین فرسالتہ عامۃ لجمیع الجن والانس فی کل زمان ولو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لکانا من اتباعہ واذا نزل عیسیٰ ابن مریم فانما یحکم بشریعۃ محمد ۳۱۳ (مدارج السالکین جلد ۲ صفحہ ۳۱۳ مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۲۴۳) یعنی آنحضرتؐ کی نبوت تمام کافہ جن وانس کے لئے اور ہر زمانے کے لئے ہے۔ بالفرض اگر موسیٰؑ وعیسیٰؑ (آج زمین پر) زندہ ہوتے تو آنحضرتؐ کی اتباع کرتے اور جب عیسیٰ بن مریم نازل ہوگا تو وہ شریعتِ محمدیہ صلعم پر ہی عمل کرے گا۔"

مرزائیو! اپنی اغراض کو پورا کرنے کیلئے کسی کے اصل مفہوم کو بگاڑنا بعید از شرافت ہے۔ سنو! اگر اس قول سے ضرور وفات ہی ثابت کرنا چاہو گے تو ساتھ ہی مرزا صاحب کی رسالت بھی چھوڑنی پڑے گی۔ کیونکہ وہ حیاتِ موسیٰؑ کے قائل ہیں۔ حالانکہ اس قول میں موسیٰؑ کی وفات مذکور ہے۔ فماجوابکم فھو جوابنا۔ بالآخر ہم امام ابنِ قیم کی کتب سے بعبارۃ النص حیاتِ مسیح کا ثبوت پیش کرتے ہیں جس سے ہر ایک دانا جان لے گا کہ ابنِ قیم کا وہی مطلب ہے جو ہم نے اوپر لکھا ہے وفات مقصود نہیں۔

(۱) وھذا المسیح ابن مریم حی لم یمت وغذاءہ من جنس غذاء الملٰئکۃ (کتاب التبیان مصنفہ ابنِ قیم صفحہ ۱۳۹) مسیحؑ زندہ ہے اس کی خوراک وہی ہے جو فرشتوں کی۔

(۲) وانہ رفع المسیح الیہ (صفحہ ۲۲ کتاب مذکورہ) تحقیق اللہ تعالیٰ نے مسیحؑ کو اپنی طرف اٹھالیا۔

(۳) وھو نازل من السماء فیحکم بکتاب اللہ (ھدایۃ الحیاریٰ مع ذیل الفارق صفحہ ۴۳ مطبوعہ مصر) اور وہ آسمان سے نازل ہو کر قرآن

پر عمل کریگا۔

حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ

اس بزرگ پر بھی الزام لگایا ہے کہ یہ وفاتِ مسیح کا قائل تھا۔ حالانکہ یہ سراسر جھوٹ، اور افترا بلکہ بے ایمانی ہے وہ اپنی تفسیر موسومہ "محمدی" جلد اول ص ۲۹۱ زیر آیت ومکروا ومکر اللہ الآیہ لکھتے ہیں کہ جب یہود ... مسیح کو پکڑنا چاہا

تاں جبرائیل گھلیا رب نے گیا وچ چوبارے	اس چھت اندر اک باری اوتھوں گیا اسمان سدھارے
سردار تہاندے طیطیانوس نوں کیتا حکم زبانوں	جو چڑھ کے چوبارے قتل کریں عیسیٰ نوں مار بجانوں
جاں چڑھ ڈٹھس وچ چوبارے عیسیٰ نظر نہ آیا	شکل شباہت عیسیٰ دی رب طیطیانوس بنایا
انہاں ظن عیسیٰ نوں کیتا سولی فیر چڑھایا	اک کہن جو مرد حواریاں تھیں اک سولی مار دیوایا

یعنی خدا نے اس وقت جبرائیل بھیجا جو عیسیٰ ؑ کو اٹھا کر آسمان پہ لے گیا۔ جب طیطیانوس انہیں قتل کرنے کے ارادہ سے اندر گیا تو خدا نے اسے عیسیٰ ؑ کی شکل بنا دیا جسے سولی دیا گیا۔ اسی طرح اگلے صفحہ پر آیت انی متوفیک ورافعک الی کی تفسیر کرتے ہیں:

جاں کہیا خدا اے عیسیٰ میں ٹھیک تینوں پورا لیساں	نالے اپنی طرف تینوں کنوں کفاراں پاک کریساں
توفی معنے قبض کرن شے صحیح سلامت پوری	تے عیسیٰ نوں رب صحیح سلامت لیگیا آپ حضور

یعنی جب کہا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ میں تجھے پورا پورا لے کر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ توفی کے معنے کسی چیز کو صحیح و سلامت پورا لینے کے ہیں۔ سو ایسا ہی خدا نے مسیح کو اپنے حضور میں بلا لیا۔

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

اگرچہ مرزا صاحب نے مسئلہ وحدۃ الوجود کے رد میں حضرت ابن العربی کو ملحد، زندیق وغیرہ قرار دیا ہے مگر جہاں ضرورت پڑی انہیں صاحبِ مکاشفات ولی اللہ ظاہر کر کے اپنی اغراضِ نفسانیہ کو پورا بھی کیا ہے ملاحظہ ہو فتوحاتِ الم

ورسالہ تقریر اور خط)

کہا گیا ہے کہ یہ بزرگ بھی وفاتِ مسیحؑ کے قائل تھے۔ اس پر تفسیر عرائس البیان کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ حالانکہ خود یہی بات مشکوک ہے کہ یہ تفسیر ان کی ہے بھی یا نہیں پھر جو عبارت پیش کی جاتی ہے اس میں بھی وفاتِ مسیح کا کوئی لفظ نہیں صرف یہ ہے کہ مسیح دوسرے بدن کے ساتھ اترے گا۔ اب دوسرے بدن کا مطلب ظاہر ہے، جب تک حضرت مسیحؑ زمین پر رہے بوجہ طعام ارضی ان میں کثافت موجود تھی مگر اب صدہا برس کے بعد جب نازل ہوں گے تو یقیناً روحانیت کا غلبہ تام ہوگا۔

حضرت ابنِ عربی تو حیاتِ مسیحؑ کے اس قدر قائل ہیں کہ کوتاہ نظر انسان انہیں غلو تک پہنچا ہوا قرار دے گا۔ تفصیل کیلئے فتوحاتِ مکیہ دیکھیں۔ اس جگہ صرف اختصار کے طور پر ایک دو عبارات پیش کرتا ہوں:۔

"ان عیسیٰ علیہ السلام ینزل فی هذه الامة فی اٰخر الزمان ویحکم بشریعة محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۵)

انہ لم یمت الی الاٰن بل رفعہ اللہ الی هذه السماء واسکنہ فیہا (جلد ۳ صفحہ ۳۴۱ باب ۳۶۷)

ایسا ہی جلد اول صفحہ $\frac{۱۳۵}{۱۴۴}$ و صفحہ $\frac{۱۸۵}{۲۲۴}$ و جلد ۲ صفحہ $\frac{۳}{۹۴}$ و صفحہ ۱۳۵ و جلد ۳ صفحہ ۵۱۳ وغیرہ میں حیاتِ مسیح کا ذکر کیا ہے۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ

امام ابن جریر نے جابجا اپنی تفسیر میں حیاتِ مسیح کا ثبوت دیا ہے۔ چونکہ تفاسیر میں مختلف لوگوں کے اقوال نقل ہوا کرتے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے کسی کا قول نقل کر دیا ہے کہ ت... وفات عیسیٰ مرزائیوں نے جھٹ اسے ابنِ جریر کا

قول قرار دے دیا۔ حالانکہ ہم اس مضمون میں کئی ایک عبارتیں امام ابن جریر کی کہہ آئے ہیں۔ اس جگہ ایک اور تحریر نقل کی جاتی ہے جس میں امام موصوف نے جملہ اقوال متعلقہ توفی مسیح لکھ کر بعد میں اپنا فیصلہ دیا ہے :

واولی هذه الاقوال بالصحة عندنا قول من قال معنی انی قابضك من الارض ورافعك علی تواتر الاخبار عن رسول الله ﷺ توفی کے متعلق جو بحث ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ توفی بمعنی نیند ہے اور کوئی کہتا ہے کہ توفی بمعنے موت ہے جو آخری زمانہ میں ہوگی۔ ان سب اقوال میں ہمارے نزدیک صحیح وہ قول ہے جو کہا گیا ہے کہ میں زمین سے پورا پورا لینے والا ہوں یہ اس لئے اقرب الی الصواب ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر احادیث میں آیا کہ انه ینزل عیسی ابن مریم فیقتل الدجال ثم یمکث فی الارض ثم یموت۔ (جلد ۳ صہ ۱۸۴) بیشک وہ عیسیٰ ابن مریم نازل ہوگا۔ پھر قتل کریگا دجال کو پھر رہے گا زمین پر پھر وفات پائیگا۔

اس تحریر میں امام موصوف نے صاف فیصلہ کر دیا ہے کہ جس مسیح ابن مریم کے بارے میں آیت انی متوفیك ورافعك وارد ہوئی۔ جس میں اختلاف کیا جاتا ہے۔ وہی زمین سے اٹھایا گیا ہے اور وہی نازل ہوگا۔

مرزائیو! تمہارے نبی نے اس امام ہمام کو "رئیس المفسرین" اور معتبر از ائمہ محدثین لکھا ہے۔ آؤ اسی کی تحریرات پر فیصلہ کر لو۔ تم تو صرف دھوکا دینا چاہتے ہو۔ تمہیں ایمان و انصاف سے کیا کام؟

مصنف الیواقیت والجواہر

کہا گیا ہے کہ یہ بھی وفات مسیح کے قائل ہیں کیونکہ انہوں نے حدیث موسیٰ و عیسیٰ بحیین نقل کی ہے۔

الجواب:- پھر تو مرزا صاحب کاذب ہیں کیونکہ انہوں نے موسیٰ کو

زندہ لکھا ہے۔ ادھر ادھر کے بیہودہ تصرف کی بجائے اگر صداقت مطلوب ہے۔ تو آؤ ہم اس بارے میں اسی بزرگ کی کتابوں پر تمہارے ساتھ شرط باندھتے ہیں جو کچھ ان میں ہو، ہمیں منظور ہے مگر ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار تم سے ۔ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

یہ بزرگ اپنی کتاب میں خود ہی یہ سوال کر کے کہ مسیح کے نازل ہونے پر کیا دلیل ہے جواب دیتے ہیں الدلیل علی نزولہ قولہ تعالیٰ وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ای حین ینزل ویجتمعون علیہ وانکرت المعتزلۃ والفلاسفۃ والیھود والنصاریٰ (ودراہ ابو زیادتیہ - ناقل) عروجہ بجسدہ الی السماء وقال تعالیٰ فی عیسیٰ علیہ السلام وانہ لعلم للساعۃ والضمیر فی انہ راجع الی عیسیٰ والحق انہ رفع بجسدہ الی السماء والایمان بذلک واجب قال اللہ تعالیٰ بل رفعہ اللہ الیہ

(الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۱۳۰/۱۳۱)

دلیل نزول مسیح پر اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ نہیں ہوگا کوئی اہل کتاب مگر ایمان لائے گا ساتھ عیسیٰؑ کے پیشتر اس کے مرنے کے یعنی وہ اہل کتاب جو نزول کے وقت جمع ہوں گے اور منکر ہیں معتزلی۔ اور فلاسفہ و یہود و نصاریٰ (اور ہمارے زمانہ میں قادیانی متنبی و ذریتہ - ناقل) مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کے متعلق کہ وہ نشانی ہے قیامت کی اور ضمیر انہ کی مسیحؑ کی طرف پھرتی ہے۔ سچ یہ ہے کہ وہ بمعہ جسم کے آسمان پر اٹھایا گیا ہے۔ اور واجب ہے اس پر ایمان لانا کیونکہ خدا نے قرآن میں فرمایا کہ بلکہ اٹھا لیا اللہ نے اس کو۔

احمدی دوستو! اس تحریر کو بغور پڑھو۔ دیکھو یہ تمہارا مسلمہ و مقبولہ امام اور ولی اللہ ہے۔

امام جبائیؒ معتزلی

مرزائی قائلین وفات میں امام جبائی کا نام بھی پیش کرتے ہیں۔ مگر باوجود معتزلی ہونیکے حیات مسیح اور رفع الی السماء کے قائل ہیں سنو! قال الجبائی انہ لما رفع عیسیٰ علیہ السلام الخ (کشف الاسرار مطبوعہ مصر و عقیدۃ الاسلام صہ ۱۲۴)۔

صاحب کشف الاسرار علامہ جبائی سے ناقل ہیں کہ جبائی نے فرمایا کہ جب حضرت عیسیٰؑ کا رفع الی السماء ہوا تو یہود نے ایک شخص کو عیسیٰ کے تابعداروں سے قتل کر دیا الخ لیجیے جبائی معتزلی بھی حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ وہ صاف صاف حضرت عیسیٰؑ کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا مانتے ہیں۔

آگے چل کر تاریخ طبری سے لکھا ہے کہ کسی پہاڑ پر ایک قبر دیکھی گئی جس پر لکھا تھا کہ یہ مسیح رسول اللہ کی قبر ہے۔

الجواب کیا کہنے ہیں اس دلیل بازی کے۔ کہاں قرآن و حدیث کی تصریحات اور کہاں اس قسم کی تفریحات۔ ہاں جناب ایسی قبریں سینکڑوں بنی ہوئی ہیں۔ تمہارے نبی کے عقیدہ کی رُو سے تو کشمیر میں بھی ہے۔ اور وہی اصلی قبر ہے۔ پس اگر طبری والی روایت کو صحیح سمجھتے ہو تو پہلے کشمیر کے ڈھکوسلہ کا اعلان کر دو۔ پھر ہم اس پر غور کریں گے۔

حافظ ابن تیمیہؒ

ناظرین مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب البریہ کے صہ ۱۸۱ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ ابن تیمیہؒ بھی وفات مسیح کے قائل ہیں۔ حالانکہ یہ افترا ہے۔ امام موصوف حیات مسیحؑ کے قائل ہیں۔ ملاحظہ ہو "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح" اور زیارۃ القبور۔

(۱) فبعث المسیح علیہ السلام رسلہ یدعونھم الٰی دین اللہ تعالٰی فذھب بعضھم فی حیاتہ فی الارض وبعضھم بعد رفعہ الی السماء یدعونھم الی دین اللہ الخ (الجواب الصحیح جلد اول ص۱۱۱)

روم اور یونان وغیرہ میں مشرکین اشکالِ علویہ اور بتانِ زمین کو پوجتے تھے۔ پس مسیح علیہ السلام نے اپنے نائب بھیجے کہ وہ لوگوں کو دینِ الٰہی کی طرف دعوت دیتے تھے۔ پس بعض مسیح علیہ السلام کی زندگی میں گئے اور بعض آپؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد گئے۔

(۲) ویقال ان انطاکیہ اول المدائن الکبار الذین امنوا بالمسیح علیہ السلام وذلک بعد رفعہ الی السماء

کہا جاتا ہے کہ انطاکیہ ان بڑے شہروں میں سے پہلا شہر ہے جس کے باشندے مسیحؑ پر ایمان لائے اور یہ مسیحؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد تھا۔

مجدد الف ثانیؒ

حضرت شیخ احمد سرہندی مکتوبات میں فرماتے ہیں۔ حضرت عیسٰےؑ کہ از آسمان نزول خواہد فرمود متابعت شریعت خاتم الرسل خواہد نمود۔ (مکتوبات دفتر سوم) یعنی حضرت عیسٰیؑ آسمان سے نزول فرما کر خاتم النبیین کی شریعت کی پیروی کریں گے۔

پیران پیرؒ

سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی غنیۃ الطالبین میں تحریر فرماتے ہیں:۔
رفع اللہ عزوجل عیسٰے علیہ السلام الی السماء (مصری ص ج ۲)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اٹھا لیا۔

خواجہ اجمیری

حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رح کا ارشاد سنو:۔
"حضرت عیسیٰ از آسمان فرود آید دانیس الارواح ص۹"
یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔

ثابت ہوا کہ تمام بزرگان دین حیات مسیح کے قائل ہیں

باب چہارم

مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ

مرزا صاحب کے کاذب ہونے پر تیرھویں دلیل

مرزا صاحب نے جب اپنے جھوٹے دعاوی سے دنیا کو گمراہ کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہر فرعونے راموسیٰ والی قدیم سنت کو کام فرما کر مرزا صاحب کا سر کچلنے کو حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری کو کھڑا کیا۔ چنانچہ مولانا موصوف نے مرزا صاحب کے جال کو تار تار بکھیر دیا اور ہر میدان میں قادیانی علماء کو فاش شکستیں دیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب اپنی عمارت کو گرتے دیکھ کر اپنے باغ کو اجڑتے ملاحظہ کر کے اپنے گھر کو برباد ہوتے اپنی زمین کو تاخت و تاراج ہوتے دیکھ کر بظاہر سر دھڑ کی بازی مگر بہ باطن چالبازی پر اتر آئے چنانچہ آپ نے ایک نہایت ہی پر فریب اور دجل آمیز اشتہار دیا اور باوجودیکہ مرزا کو خدا پر قطعاً ایمان نہ تھا۔ پھر بھی لوگوں کے دکھلانے کو اس اشتہار[1] میں خدا کو مخاطب کرتے ہوئے یہ دعا کی:

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

یستنبئونک احق ھو قل ای و ربی انہ لحق

[1] یہ اشتہار مرحوم اخبار اہلحدیث امرتسر ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء میں بھی شائع ہوا تھا۔ ۱۲ ح

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ مدت سے آپ کے پرچہ اہلحدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پرچہ میں کذاب، دجال، مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے۔ اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کیلئے مامور ہوں اور آپ بہت سے افترا میرے پر کرکے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے ان گالیوں ان تہمتوں، اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں، کہ جن سے بڑھ کر کوئی لفظ سخت نہیں ہو سکتا اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی ہی میں ناکام ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے۔ تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے۔ جیسے طاعون، ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی وحی یا الہام کی بنا پر پیشگوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر و قدیر جو علیم و خبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک

میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی ہی میں ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یا رب العالمین! میں ان کے ہاتھ سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گذر گئی۔ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کے لئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے اور انہوں نے تہمتوں اور بدزبانیوں میں لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ پر بھی عمل نہیں کیا۔ اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دوکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بدآدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بداثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ ان ہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے اس لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے پیارے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین!

رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ

آمین بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ وایدہ
مرقومہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ - ۱۵- اپریل ۱۹۰۷ء

اس اشتہار میں اپنی مظلومی کی انتہائی تصویر اور مولانا ثناء اللہ صاحب کی چیرہ دستیاں بیان کر کے بڑے ہی مظلومانہ رنگ میں خدا سے دعا مانگی، کہ جھوٹے کو صادق کی زندگی میں تباہ و برباد کر دے۔ پھر اس کو آخری اور قطعی فیصلہ کن دلیل گردانا ہے۔

بھائیو! مرزا صاحب کا اس طریق سے فیصلہ کن دعا شائع کرنا ایک بڑی گہری فریب دہی پر مبنی ہے جو ہو بہو پچھلے دجال و کذاب انسانوں کی نقالی ہے کسی صادق رسول نے کبھی بھی اس قسم کی دعا اپنے مشن کی صداقت یا کذب کے لئے فیصلہ کن قرار نہیں دی۔ دعا کو قبول کرنا یا نہ کرنا خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ایک قائل خدا، اور صادق رسول "محض" اپنی دعا کو، جو کسی الہام یا وحی کی بناء پر نہیں" اس طرح فیصلہ کن نہیں ٹھہرا سکتا کہ" اگر بموجب اس دعا کے میرے مخالف پر طاعون، ہیضہ وغیرہ میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ ایک دلیری اور خدا کی درگاہ میں شوخانہ گستاخی ہے۔ الغرض یہ دعا کسی قائل خدا کی زبان سے نہیں پھبتی۔

حسن بن صباح

یہ چوتھی صدی ہجری کے ابتدا ہی میں ایک شخص حسن بن صباح پیدا ہوا تھا جو بظاہر شیعہ کہلاتا تھا۔ اس کی بھی مرزا جی کی طرح ہمیشہ یہ خواہش تھی کہ دنیا میں متعلی انام ہو کر نام پیدا کرے۔ آخر جوئندہ یابندہ ایک موقع قدرت نے اُسے

بہم پہنچا ہی دیا۔ ایک دفعہ جبکہ وہ جہاز پر سوار تھا ایک سخت طوفان آگیا جس نے جہاز کو اس قدر نقصان پہنچایا کہ کسی کو بھی زندگی کی اُمید باقی نہ رہی (مگر) حسن کے ہوش و حواس بجا تھے۔ وہ ایک نئی تدبیر سوچ رہا تھا۔ اس نے ذرا بھی خوف و ہراس ظاہر نہ کیا۔ اور لوگوں سے معجزہ بیانی کی شان اور خدارسی کی آن بان سے کہا "میرے نزدیک اندیشے کی کوئی بات نہیں۔ خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ ہم نہ ڈوبیں گے"۔ حسن نے یہ پیشگوئی یہ سمجھ کر کی تھی کہ اگر جہاز غرق ہو گیا تو کوئی تکذیب کرنے والا دنیا میں نہ رہے گا۔ اور اگر بچ ہی ہو گئی تو پھر کسی کو میری ولایت میں شک نہیں ہوگا۔ بہرحال جو کچھ ہو۔ یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ (پھر تو) جہاز میں کوئی نہ تھا۔ جو اس کا معتقد نہ ہو (رسالہ حسن بن صباح مصنفہ مولانا عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی ص۱)

حضرات! یہی چال اس جگہ مرزا صاحب کو مطلوب تھی۔ مقصود ان کا یہ تھا کہ اگر اتنا بڑا نامی گرامی پہلوان اپنی اجل مقدرہ کی وجہ سے میری زندگی میں مر گیا تو "جیسا کہ ایک موقع پر مولانا ثناء اللہ نے مرزا کو لکھا تھا) چاندی کھری ہے اور اگر خود بدولت تشریف لے گئے۔ خس کم جہاں پاک۔ تو بعد مرنے کے کسی نے قبر پر لات مارنے آنا ہے"۔ (الہامات مرزا طبع چہارم ص۱۲۳)

بہرحال یہ ایک چال تھی جو قطعی طور پر خلافِ قرآن۔ خلافِ سنتِ انبیاء کرام خلاف طریقہ صلحائے عظام تھی اور کبھی بھی کوئی دانا انسان جس کے دماغ میں ذری بھُس نہ بھری ہو۔ ایسی بیہودہ دعا کو فیصلہ کن نہیں مان سکتا۔ چنانچہ فاتح قادیان حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اس کے جواب میں یہی لکھا تھا۔ مگر چونکہ ہر انسان اپنے اقرار سے ماخوذ ہوتا ہے ع

تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

"قانونِ قدرت صاف گواہی دیتا ہے کہ خدا کا یہ فعل بھی ہے کہ وہ بعض اوقات بے حیا اور سخت دل مجرموں کی سزا ان کے ہاتھ سے

دلواتا ہے۔ سو وہ لوگ اپنی ذلت اور تباہی کے سامان اپنے ہاتھ سے جمع کر لیتے ہیں،، استفتا مصنفہ مرزا صاحب حاشیہ ص

سو بموجب اس اقرار کے جو مرزا صاحب نے اس دعا میں خود کیا تھا کہ:۔

"اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں تو آپ کی زندگی میں ہی میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب اور مفتری کی لمبی عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کیساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام و ہلاک ہو جاتا ہے"

مرزا صاحب اپنے دشمن مولانا ثناء اللہ مدظلہ (جنہیں خود مرزا صاحب نے "ٹھٹھے، ہنسی اور توہین" میں بڑھا ہوا اشد ترین دشمن تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲ لکھا تھا) کی زندگی میں ہی مر گئے۔ آہ ؎

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر
کذب میں پکا تھا پہلے مر گیا!

اس الٰہی اور آسمانی فیصلہ پر مرزائیوں نے بعد وفات مرزا صاحب چون و چرا کی اور اپنے آبائی طریق اور اسلاف کی قدیم سنت (حق بحق مستحق رسید) کے رنگ میں انکار کیا تو خدا نے زمینی فیصلہ بھی کر دیا۔ یعنی ماہ اپریل ۱۹۱۲ء کو شہر لدھیانہ میں بذریعہ مباحثہ جس میں مرزائیوں نے مبلغ تین سو روپیہ انعام دینا کیا تھا اور ایک سکھ پلیڈر کو ثالث مانا تھا۔ مرزائیوں کو شکست فاش ہوئی اور مولانا صاحب تین سو روپیہ جیب میں ڈال بصد شان امرتسر تشریف لے آئے۔

اس شکست پر شکست کھانے کے بعد بھی مرزائی صاحبان ہیں کہ اڑے بیٹھے ہیں۔ ان کو اللہ سے ڈرنا چاہیئے۔ ایک دن آنے والا ہے جب انکی بداعمالیوں کا پرچہ ان کے ہاتھ میں دے کر کہا جائیگا [illegible]

عذر یہ اشتہار مرزا صاحب کا محض دعا ہے نہ چیلنج مباہلہ یا مباہلہ ہے۔

الجواب یہ اشتہار نہ مباہلہ ہے نہ چیلنج مباہلہ۔ اس پر پہلے اندرونی باتیں ملاحظہ ہوں:

مرزا صاحب مباہلہ کی بنیاد آیت:

قل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین (ص ۱۶۲ انجام آتھم) پر بناتے ہیں (ملاحظہ ہو مرزائی پاکٹ بک ص ۴۲۵ بحوالہ اخبار بدر ۴ اپریل [illegible]) اور مباہلہ کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ:

"مباہلہ کے معنی لغت عرب اور شرعی اصطلاح کی رو سے یہ ہیں کہ دو فریق مخالف ایک دوسرے کے لئے عذاب اور خدا کی لعنت چاہیں۔" (حاشیہ اربعین نمبر ۳ ص ۲)

اندریں صورت اشتہار مرزا میں چونکہ مباہلہ کی طرح جمع کے صیغے "ندع" "نبتہل" "نجعل" وغیرہ نہیں بلکہ تمام فقرات بصیغہ مفرد ہیں "میں نے دکھ اٹھایا مجھے گالیوں سے یاد کرتے ہیں [illegible] میں نے [illegible] چاہا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں، میں ملتجی ہوں [illegible] عذاب کو صادق کی زندگی میں اٹھالے" وغیرہ۔ پس اس کو وہ مباہلہ کہنا [illegible] کا مظاہرہ کرنا ہے۔

۲۔ دعا [illegible] اور مباہلہ [illegible] دعا کا نام ہے جب تک [illegible] دعا کے اندر اسے مباہلہ قرار نہ دیا جائے [illegible] سمجھنا یا قرار دینا سراسر کور چشمی، تعصب

[illegible] مرزا صاحب کو [illegible] سے چیلنج مباہلہ کرنے کی اجازت ہی نہ تھی۔ تم [illegible] سے چیلنج نہیں کر سکتے کیونکہ حکومت کا [illegible] چیلنج سے [illegible] منع ہے [illegible]

اور مجادلہ و مکابرہ کے خبیث دیوتا کی پرستش ہے۔ اس سارے اشتہار میں ایک لفظ بھی مباہلہ کا نہیں ہے۔ مرزا صاحب نے صاف لکھا ہے کہ "محض دعا کے طور پر خدا سے فیصلہ چاہتا ہوں۔"

(۳) مباہلہ بھی ایک آخری فیصلہ ہے جو ہر قسم کی اتمامِ حجت تقریراً یا تحریراً وغیرہ کے بعد ہوتا ہے۔ اس میں بعد انعقاد کوئی شرط نہیں ہوتی جیسا کہ آیت کریمہ (جس پر مباہلہ کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔) میں مباہلہ واقع ہو جانے کے بعد کوئی گنجائش توبہ وغیرہ کی نہیں رکھی گئی ہے۔ آنحضرت صلعم نے بلا کسی شرط کے صاف فرما دیا تھا کہ اگر یہ نجران کے لوگ مباہلہ کر لیتے تو تباہ و برباد اور ہلاک و فنا کئے جاتے۔

بخلاف اس کے اس اشتہار میں صاف شرط توبہ موجود ہے۔ وہ بھی دونوں فریقوں کے لئے نہیں بلکہ صرف مولوی ثناء اللہ کے متعلق۔

"اے خدا میں تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو توبہ کرے۔"

پس اس کو مباہلہ نہیں کہا جا سکتا۔ بفرضِ محال مباہلہ میں شرطِ توبہ بھی ہو، تو بھی وہ دونوں فریقوں کے متعلق ہونی چاہیئے نہ کہ صرف ایک فریق کے متعلق، اس اشتہار میں بطور جملہ خبریہ بار بار لکھا گیا ہے کہ:-

(۱) "اگر میں کذاب ہوں تو میں آپ کی زندگی میں ہلاک ہو جاؤں گا۔"
(۲) "کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی۔"
(۳) "وہ اپنے دشمنوں کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے۔"
(۴) "اگر میں مسیح موعود ہوں تو آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔"
(۵) "اگر طاعون، ہیضہ وغیرہ آپ پر میری زندگی ہی میں وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔"

پس یہ ایک دعا تھی جس کے متعلق دعا کرتے وقت بخیال مرزا وحی والہام کی بنا پر نہیں تھی۔ مگر دوسری جگہ انہوں نے خود تصریح کر دی ہے کہ یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ (اخبار بدر ۲۵ر اپریل ۷ء)

اندریں صورت یہ دعا پیشگوئی تھی جیسا کہ مذکورہ بالا جملہ ہائے خبریہ اس پر قطعی دال ہیں لہٰذا اس کو مباہلہ کہنا خلافِ دیانت ہے (خود میاں محمود نے بھی اسے پیشگوئی لکھا جیسا کہ ان کا قول آگے نقل ہو گا) اس اشتہار کے شروع میں آیت قرآن قُلْ اِیْ وَرَبِّیْٓ اِنَّہٗ لَحَقٌّ۔ مذکور ہے اور آخر میں یہ فقرات موتیوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں کہ:۔

"بالآخر مولوی ثناء اللہ صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔"

یہ الفاظ صاف دلیل ہیں کہ اب تیر کمان سے نکل چکا، جو ہونا تھا ہو چکا اس وقت یہ فیصلہ خدا کے ہاتھ میں جا چکا ہے۔ اب تمہارے کرنے دھرنے کچھ نہیں بنے گی۔

مرزا صاحب نے سارے اشتہار میں ایک لفظ مباہلہ کا نہیں لکھا بلکہ اسے محض دعا قرار دیا اور ساتھ الہام سنا دیا کہ میری دعا قبول ہو گئی۔ جیسا کہ یہ الہام ہم آگے درج کریں گے اور اس کی بنیاد خدا کی طرف سے بتائی۔ پھر اس میں بطور پیشگوئی بہت سے فقرات لکھے۔ اب اسے مباہلہ کہنا اپنی باطل پرستی کا ثبوت دینا ہے۔

۱؎ مرزا کا یہ بھی الہام ہے کہ جب میں قسم کھا کر کوئی بات کہہ دوں وہ ضرور پوری ہو گی لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ۔ (البشریٰ جلد ۲ ص ۱۲۳) ۱۲ منہ۔

بیرونی شہادتیں

پہلی شہادت | مباہلہ کیلئے جس کی بنیاد مرزا صاحب نے آیتِ قرآن پر رکھی ہے ایک تو جمع کے صیغے ہونے ضروری ہیں۔ جیسا کہ گزر چکا۔ دوم خود مرزا صاحب کو مسلم ہے کہ ایک ایک شخص کا مباہلہ ناجائز ہے۔ مباہلہ کیلئے ایک سے زیادہ انسان ہونے چاہئیں۔ پھر خواہ وہ خود شریک ہوں یا انہوں نے بذریعہ دستخطی تحریر کے کسی کو وکالت نامہ دے کر کھڑا کر دیا ہو۔ جیسا کہ لکھا ہے:۔

"ہمارے سید و مولا نے جب مباہلہ کے لئے نصاریٰ نجران کو دعوت دی تو وہ ایک قوم کے ساتھ بلکہ ان میں دو بشپ (پادری) بھی تھے۔ اس لئے ایک فردِ واحد سے مباہلہ کرنا خدا تعالیٰ کے آسمانی فیصلہ پر ہنسی کرنا ہے"

(اشتہار مرزا مورخہ ۵ مئی ۱۹۰۶ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۱)

پس اشتہار آخری فیصلہ کو جو مرزا نے اکیلے مولوی ثناء اللہ صاحب کے حق میں بدون نامزدگی اور فریقین کی وکالت اور دستخطی تحریر وغیرہ کی شرط سے خالی ہے، مباہلہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ بلکہ اس طرح فردِ واحد سے مباہلہ خود بقول مرزا خدا کے ساتھ ٹھٹھا ہے۔

دوسری شہادت | اشتہار آخری فیصلہ مرزا صاحب کی طرف سے ہے جس میں صرف دعا کے ذریعہ مرزا جی نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے یہ مباہلہ اس لئے بھی نہیں کہلا سکتا کہ مرزا صاحب اس سے کئی ماہ پیشتر رسمِ مباہلہ کو ختم کر چکے تھے جیسا کہ وہ راقم ہیں:۔

"مسئلہ مباہلات جن کے بہت سے نمونے دنیا نے دیکھ لئے ہیں میں فی مقدار دیکھنے کے بعد رسمِ مباہلہ کو اپنی طرف سے ختم کر چکا ہوں

(حقیقۃ الوحی ص۶۸)
یہ تحریر جولائی ۱۹۰۶ء کی ہے جیسا کہ اسی صفحہ کی دوسری طرف (ص۶۷ پر)
"... آج ۱۶ جولائی ۱۹۰۶ء" لکھی ہے۔ پھر اسی حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۲۰۸ پر
"آج انتیس ستمبر ۱۹۰۶ء" مسطور و مرقوم ہے۔ حالانکہ اشتہار آخری فیصلہ ۱۵ اپریل
۱۹۰۷ء کا ہے پس اسے وہی نادان انسان مباہلہ قرار دیگا۔ جو مرزائی لٹریچر سے
جاہل ہے اس قطعی فیصلہ کر دینے والی دلیل کے جواب میں یکم جنوری ۱۹۲۲ء کے میدان
مناظرہ میں لاہور کے احمد مرزائی مناظر نے یہ عذر کیا تھا کہ:۔

"آپ نے ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء کے اخبار اہلحدیث میں مرزا صاحب کو چیلنج مباہلہ دیا تھا اور ان کی تکذیب پر قسم کھانے کو آمادگی ظاہر کی تھی یہ اشتہار آخری فیصلہ اس کی منظوری ہے؟"

اس کے جواب میں حضرت مولانا صاحب نے فرمایا تھا کہ میں نے جو ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء کو چیلنج دیا تھا، اس کا جواب مرزا صاحب نے اخبار الحکم مؤرخہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء اور اخبار بدر ۴ اپریل ۱۹۰۷ء میں یہ دیا تھا کہ:۔

"ہم آپ کو اجازت دیتے ہیں کہ آپ اس چیلنج کے مطابق مباہلہ اس وقت کرینگے جب ہماری کتاب حقیقۃ الوحی شائع ہو جائے گی۔ وہ کتاب آپ کو بھیج کر معلوم کریں گے کہ آپ نے اس کو پڑھ لیا ہے۔ پھر بعد اس کے مباہلہ کریں گے" (مفہوم اخبارات مذکورہ)

اس انکشاف نے قطعی فیصلہ کر دیا کہ آخری فیصلہ سے قبل جو سلسلہ "مباہلہ" کا ذکر اخبارات میں جاری تھا وہ حقیقۃ الوحی کے بعد ہوگا اور یہ کتاب ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی ہے۔ جیسا کہ اس کے سرورق پر مرقوم ہے۔ اور تتمہ حقیقۃ الوحی کے آخری صفحہ پر ۱۵ مئی تاریخ لکھی ہے۔ حالانکہ آخری فیصلہ والا اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کا ہے پس وہ سابقہ "مباہلہ" کے سلسلہ میں کسی طرح داخل نہیں ہو سکتا

بلکہ ایک دوسرا رنگ ہے کہ بطور دعا مرزا صاحب نے فیصلہ شائع کرکے مباہلہ سے اپنی جان چھڑائی۔

"چنانچہ جب حقیقۃ الوحی شائع ہو گئی تو مولوی صاحب نے مرزا جی کے نام لکھا کہ حقیقۃ الوحی بھیجئے کہ میں اسے پڑھ کر آپ کی تکذیب پر قسم اٹھاؤں جسے آپ مباہلہ کہتے ہیں۔ اس کے جواب میں اگر یہ درست تھا کہ آخری فیصلہ ہی وہ مباہلہ ہے تو صاف کہا جاتا کہ مباہلہ تو ہو چکا ہے۔ مگر نہیں ایسا جواب نہیں دیا گیا۔ کیونکہ وہ "مباہلہ تکذیب پر قسم اٹھانے کے رنگ میں تھا اور یہ تو ایک طرفہ دعا ہے چنانچہ ادھر سے مفتی محمد صادق صاحب نے اخبار بدر ۱۳ جون ۱۹۰۷ء میں جواب دیا کہ:-

"آپ کا کارڈ مرسلہ ۲ جون ۱۹۰۷ء حضرت مسیح موعود کی خدمت میں پہنچا جس میں آپ نے ۴ اپریل ء کے بدر کا حوالہ دے کر جس میں قسم کھانے والا مباہلہ بعد حقیقۃ الوحی موقوف رکھا گیا ہے حقیقۃ الوحی کا ایک نسخہ مانگا۔ اس کے **جواب** میں آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ کی طرف حقیقۃ الوحی بھیجنے کا ارادہ اس وقت ظاہر کیا گیا تھا جبکہ آپ کو مباہلہ کے واسطے لکھا گیا تھا۔ (اب) مشیت ایزدی نے آپ کو دوسری راہ سے پکڑا اور حضرت حجۃ اللہ کے قلب میں آپ کے واسطے ایک دعا کی تحریک کرکے فیصلہ کا ایک اور طریق اختیار کیا۔ اس واسطے مباہلہ سابق کے ساتھ جو شروط تھے وہ سب کے سب بوجہ نہ قرار پانے مباہلہ کے منسوخ ہوئے۔ لہٰذا آپ کی طرف کتاب بھیجنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔"

حضرات! سابقہ تحریرات سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ نہ پہلا سلسلہ قسم جسے مرزائی مباہلہ کہتے تھے حقیقۃ الوحی کے بعد ہونا موجود تھا جس کا

مطلب یہ ہوا کہ آخری فیصلہ والا اشتہار کسی ضرورت میں سابقہ کڑی کا چھلہ نہیں رہا اس سابقہ مباہلہ کا نتیجہ سو آپ کے سامنے ہے کہ مرزا صاحب اسکو منسوخ قرار دے گئے آہ سہ

کیونکہ مجھے باور ہو کہ ایفا ہی کرو گے
کیا وعدہ تمہیں کرکے مکرنا نہیں آتا؟

اس تحریر سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آخری فیصلہ والا اشتہار مباہلہ نہیں بلکہ دعا ہے جس کے بعد کسی اور مباہلہ کی ضرورت ہی نہیں۔ یہ تحریریں اگرچہ اپنے اندر وضاحت رکھتی ہیں جن سے مرزا صاحب کی مفتریانہ حالت عریاں ہو چکی ہے۔ تاہم جن لوگوں کا مقصدِ حیات ہی کسی کے اشارے پر اسلام میں پراگندگی و انتشار پیدا کر کے اسلامی قوت کو توڑنا ہے، ان کے لئے سو بہانے ہیں۔ چنانچہ اس جگہ بھی کہا کرتے ہیں کہ یہ خط مفتی محمد صادق کی اپنی رائے ہے، مرزا صاحب کی نہیں حالانکہ سوائے کسی ماؤف الدماغ انسان کے ہر آدمی فوراً جان سکتا ہے کہ مولانا ثناء اللہ کا خط مرزا صاحب کے نام تھا اور مفتی صاحب خود اس کا خدمتِ مرزا میں پہنچ جانا مانتے اور اس کے جواب میں مذکورہ بالا تحریر لکھتے ہیں جو یقیناً مرزا صاحب کے حکم سے تھی۔ کسی امتی کو ہرگز یہ حق نہیں کہ نبی کی زندگی میں اس کے خط کا از خود جواب دیدے۔ وہ بھی ایسے مضمون کا کہ نبی نے جو سلسلہ مباہلہ شروع کر رکھا تھا اور اس کو وعدہ دے چکا تھا کہ فلاں وقت پورا کرونگا۔ اس خط میں اس وعدے کو منسوخ کر دے۔ یہ ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس قسم کی کھینچا تان سے ظاہر ہو رہا ہے کہ مرزائی جماعت درحقیقت مذہبی جماعت نہیں بلکہ ایک دہریہ طبع فرقہ ہے جو دوسروں کے آلۂ کار بن کر اسلامی اتحاد و قوت کو توڑنے میں ساعی ہے۔ آج اگر مفتی محمد صادق یہ کہہ دے کہ یہ خط میں نے از خود لکھا تھا تو خدا کی قسم وہ مفتری ہے۔

الغرض اس بیرونی شہادت سے بھی ثابت ہے کہ یہ اشتہار مباہلہ نہیں۔

تیسری شہادت اشتہار آخری فیصلہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع ہوا جو یقیناً

اس سے پہلے کا لکھا ہوا ہے ۱۴ کا سمجھو تو ۱۱-۱۲-۱۳ وغیرہ کا سمجھو تو بہر حال پہلے کا ہے اور ساتھ اس کے اسی دعا کے متعلق مرزا جی نے ۱۴-اپریل کو یہ کہا ہوا ہے کہ:

"یہ زمانہ کے عجائبات ہیں۔ رات کو ہم سوتے ہیں تو کوئی خیال نہیں ہوتا کہ اچانک ایک الہام ہوتا ہے پھر وہ اپنے وقت پر پورا ہوتا ہے۔ کوئی ہفتہ خالی نہیں جاتا۔ ثناء اللہ کے متعلق جو لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ایک دفعہ ہماری توجہ اس کی طرف ہوئی اور رات کو توجہ اس کی طرف تھی اور رات کو الہام ہوا کہ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ (میں نے دعا قبول کر لی ہے) صوفیا کے نزدیک بڑی کرامت استجابت دعا ہی ہے باقی سب اس کی شاخیں ہیں" (اخبار بدر ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء)۔

اس تحریر سے صاف عیاں ہے کہ بقول مرزا صاحب خدا ان کی یہ دعا قبول کر چکا تھا۔ پس یہ مباہلہ نہیں ہو سکتا۔ دعا ہے جس کا قبول ہونا مصدقہ مرزا ہے۔

چوتھی شہادت | ایک اعتراض کیا جاتا ہے اس کا جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ حضرتِ اقدس کا الہام مولوی ثناء اللہ کے متعلق یہ تھا کہ **تیری دعا سنی گئی**۔ تو پھر آپ پہلے کیوں فوت ہوئے۔ سو اس کا جواب میں اوپر دے آیا ہوں کہ:

× × وعید کی پیشگوئیاں اگر ٹل جاتی ہیں تو صرف اس وجہ سے کہ اصلاح کی صورت کچھ اور پیدا ہو جاتی ہے" (قول میاں محمود احمد صاحب پسر مرزا خلیفہ قادیان در رسالہ تشحیذ الاذہان بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء)۔

اس عبارت سے بھی عیاں ہے کہ آخری فیصلہ دعا تھی جو قبول ہو گئی۔ مگر بوجہ قبولیت کے پیشگوئی بن گئی مباہلہ نہیں تھا۔ اسی طرح اسی رسالہ میں اس دعا کو

مباہلہ قرار دینے والے کو مفتری قرار دیا ہے۔ اسی طرح اخبار بدر ۹ مئی ء ص۵
پر اس کو بجال قرار دے کر توبہ کی شرط کو دہرایا ہے۔ اسی طرح جب مرزا صاحب
کا ارکا ستمبر ء کو مر گیا۔ اور مولانا ثناء اللہ صاحب نے اخبار عام لاہور میں لکھا
کہ یہ اس دعا (یکطرفہ) مباہلہ کا اثر ہے جو مرزا جی نے میرے حق میں کی ہے تو مرزا
جی نے اس دعا کو بحال رکھتے ہوئے اور ایک طرف مباہلہ تسلیم کرتے ہوئے جواب
دیا کہ مباہلوں میں فریقین کی اولاد شریک نہیں۔ وہی عذاب اٹھائے گا۔ جس نے
مباہلہ میں براہِ راست مقابلہ کیا ہے اور صادق کا کاذب ٹھہرایا ہے (اشتہار تبصرہ
۵ر نومبر ۱۹۰۶ء بجواب مضمون نگار اخبار عام) اس جگہ گو مرزا صاحب نے کسی کا نام
نہیں لیا۔ مگر چونکہ وہ مضمون مولانا ثناء اللہ کا ہی تھا اس لئے ثابت ہے کہ مرزا
جی نے اس ایک طرفہ دعا کو بحال رکھا ہے:

اسی طرح مولوی نور دین، محمد احسن امروہی، مولوی محمد علی لاہوری نے
اس دعا کو ادہ نیما۔ اور غیر از مباہلہ تسلیم کیا ہے (تفصیل کے لئے اخبار اہلحدیث
۱۲ر جنوری ء روئیداد مناظرہ لاہور)

نیز رسالہ فیصلہ مرزا اور رسالہ فاتح قادیان، مصنفہ مولانا ثناء اللہ صاحب،
دیکھیے جس میں اس دعا کی جملہ تفصیلات مندرج ہیں)

مرزائی اعتراض: مولانا صاحب نے خود اس دعا کو مباہلہ لکھا ہے اور تسلیم
کیا ہے کہ مرزا صاحب بھی اس کو مباہلہ جانتے تھے ❖

الجواب: مولانا صاحب نے شروع شروع میں اسے دعا ہی لکھا ہے جیسا
کہ خود اہلحدیث ۲۶ر اپریل ء میں لکھا ہے "اس دعا کی منظوری
مجھ سے نہیں لی" (مرزائی پاکٹ بک ص۴۲۵)
ایسا ہی مرقع قادیان۔ اگست ء میں اس اشتہار کو نقل کر کے لکھا ہے
"اب دیکھیے اس اشتہار میں بھی دعا ہی سے کام لیا ہے" (ص۱۶)
ہاں چونکہ مرزا صاحب اس طرح کی یکطرفہ دعاؤں کا نام بھی مباہلہ رکھتے۔

تھے جیسا کہ دیباچہ حقیقۃ المعرفت صفحہ ۱ پر لکھتے ہیں کہ "سعداللہ لدھیانوی نے مجھ سے مباہلہ کیا تھا اور میری موت کی خبر دی تھی۔ آخر میری زندگی میں طاعون سے ہلاک ہوگیا۔"

حالانکہ مرزا جی نے بطریق مباہلہ بالمقابل مولوی سعداللہ سے کبھی مباہلہ نہیں کیا مگر اس جگہ ان کی یکطرفہ بددعا کو مباہلہ نام رکھتے ہیں۔ پھر اس کو ڑھ پر کھاج یہ کہ یہ بھی جھوٹ ہے انہوں نے ہرگز ہرگز یکطرفہ دعا۔ مرزا کی موت کی بھی کوئی نہیں کی۔

ایسا ہی اسی طرح تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۵۴ پر حافظ مولوی محمد الدین کی طرف یہ منسوب کرکے کہ:۔

"اس نے اپنی کتاب میں میری نسبت کئی لفظ بطور مباہلہ استعمال کئے تھے اور جھوٹے کے لئے خدا تعالیٰ کے غضب اور لعنت کی درخواست کی تھی پھر مرگیا۔" (صفحہ ۵۴ تتمہ ح)

حالانکہ اگر یہ سچ بھی ہو تو چونکہ مباہلہ میں فریقین کی منظوری ضروری ہے اور مرزا صاحب نے ہرگز ہرگز حافظ محمد الدین کے بالمقابل کوئی بد دعا شائع نہیں کی پھر اس کو مباہلہ قرار دینا افتراء نہیں کیا ہے۔ اسی طرح مولوی عبدالمجید دہلوی کی طرف اس قسم کی بد دعا بحق خود منسوب کرکے پھر اس کی تعمیل از خود کو مباہلہ قرار دیا ہے اسی طرح مولوی اسماعیل علیگڑھی و غلام دستگیر قصوری کے متعلق لکھا ہے۔ الغرض مرزا صاحب یکطرفہ دعا کا نام مباہلہ رکھتے تھے۔ اس لئے مولانا ثناء اللہ صاحب نے بھی اسی رنگ میں اس دعا کو کہیں کہیں مباہلہ لکھا ہے۔ چنانچہ مولانا نے خود اسی زمانے میں لکھ دیا تھا جب کہ مرزا صاحب زندہ ہی تھے کہ:۔

"مرزا صاحب کا عام اصول ہے کہ جو دعا بطور مباہلہ کے کی جاوے اس کا اثر ایک سال تک ہوتا ہے چنانچہ ہیک استعمد میں ملک غلام دستگیر قصوری کو لکھتے ہیں کہ میعاد اثر مباہلہ کی ایک برس ہے۔

(ملے حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

پھر اپنی کتاب سر الخلافت میں شیعوں کو مخاطب کر کے للکارتے ہیں کہ آؤ میرے ساتھ مباہلہ کرو۔ پھر اگر میری دعا کا اثر ایک سال تک ظاہر نہ ہو تو تم سچے اور میں جھوٹا (ص۱۷) ناظرین! ان دونوں اقراروں کو ملحوظ رکھ کر خدارا انصاف کیجئے کہ مرزا صاحب کو میرے حق میں بددعا کئے ہوئے جس کو وہ اور اس کے دام افتادہ مباہلہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں آج کامل ایک سال سے کچھ روز زیادہ گذر چکے ہیں۔ مگر یہ خاکسار بفضلہ تعالیٰ اپنی ذات خاص میں اور اپنے اہل و عیال میں تندرست ہے۔ سالِ کامل گزر چکا اب مرزا کے کاذب۔ ابد فریب اور مفتری ہونے میں کیا شک رہا" (مرقع قادیانی بابت ماہ جون ۱۹۰۸ء ص۱۹)

پھر ص۲۱ پر مبارک احمد کی وفات کو پیش کر کے مرزائیوں کو ملزم گردانا گیا ہے اس تحریر سے صاف عیاں ہے کہ مولانا خود تو اس آخری فیصلہ والے اشتہار کو دعا ہی جانتے اور کہتے تھے مگر بطور الزام مرزا کو جو اس طرح کی بد دعاؤں کو بھی مباہلہ کہہ کر سال بھر کی مدت میں مباہلہ کا اثر ضروری اور بصورتِ عدمِ اثر اپنے جھوٹا ہونے پر دلیل ٹھہراتے تھے ماخوذ و گرفتار کیا ہے۔

مرزائی اعتراض مولوی ثناء اللہ صاحب نے خود اس وقت اس دعا کو قبول نہیں کیا۔ اب کیوں پیش کرتے ہیں؟

الجواب قبولیت یا عدمِ قبولیت مباہلوں پر اثر انداز ہوتی ہے حالانکہ یہ مباہلہ نہ تھا۔ پس اس کی نامنظوری سے دعا پر کوئی اثر نہیں۔ مرزا صاحب[1] اس دعا میں اپنے آپ کو مظلوم قرار دے کر خدا سے دعا کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ مظلوم کی دعا میں ظالم کی قبولیت کو ذرہ بھر دخل نہیں ہوتا۔

---

[1] اشتہار مرزا صاحب تبلیغ رسالت جلد ۱۰ ص۱۲۰ ۱۲ منہ

مولوی صاحب نے جو اس دعا کو نا منظور کیا تو اس کی وجہ ہم ابتدا میں بتا آئے ہیں کہ دعا چال تھی جسے ہم نے نہ اس وقت مبنی بر صفائی سمجھا تھا اور نہ اب ہمارا ایمان ہے کہ یہ دعا گو بظاہر مرزا جی نے اللہ سے کی تھی مگر وہ تو خود دہریہ تھے خدا سے دعا کے کیا معنے ؛ مگر چونکہ خدا ہے اور حق ہے اور وہ سخت دل مجرموں کو بعض اوقات انہی کی چالوں میں پیٹ کر ذلیل کرتا ہے ۔ اس لئے اس نے مرزا کو بقول خود ملزم و مجرم اور مفتری ثابت کرنے کے لئے مولانا ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں ہی موت کے گھاٹ اتار کر انہیں وہی ثابت کر دیا جو وہ حقیقت میں تھے ۔ فلہ الحمد !

پھر اور سنو ! اگر مولانا ثناء اللہ کی منظوری اس دعا میں لازمی ہوتی تو بقول مرزا صاحب خدا اسے قبول کیوں کر لیتا پھر مرزا صاحب مولانا کے انکار جو ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء کے پرچہ میں کیا گیا ہے کے بعد ۱۳ جون کے اخبار بدر میں بجواب چٹھی ثنائی سابقہ سلسلہ قسم کو منسوخ کر کے آئندہ کیلئے اس دعا کو فیصلہ کن کیوں گردانتے ہیں ۔ پھر ۲۲ اگست ۱۹۰۷ء کے پرچہ بدر میں واضح الفاظ میں مضمون لکھا جاتا ہے ۔ کہ آخری فیصلہ مباہلہ نہ تھا ، صرف دعا تھی اس پر کیوں نوٹس نہیں لیا گیا ؟ مفتی صادق ایڈیٹر بدر نے اور مرزا صاحب کے تمام ان مریدوں نے جو بدر کے خریدار تھے ، کیوں اس کی تردید نہ کی کہ مولوی ثناء اللہ تو انکار کر چکا ہے اب دعا خدا نے قبول کرنے کے باوجود مسترد کر دی ہے ؛

اسی طرح ۵ مئی ۱۹۰۸ء کے بدر میں بلا کسی نوٹ کے ثناء اللہ کے واسطے توبہ کی شرط کیوں درج کی جبکہ وہ فیصلہ ہی منسوخ و مردود ہو چکا تھا جس میں شرط توبہ مرقوم تھی ؟ پھر مبارک احمد کی وفات کے بعد مرزا صاحب نے بجواب اخبار عام کیوں نہ لکھ دیا کہ ثناء اللہ کا "آخری فیصلہ کی تحریر سے تمسک کر کے مبارک احمد کی وفات پر مجھے ملزم گردانا غلط ہے ۔ کیونکہ آخری فیصلہ بوجہ عدم منظوری ثناء اللہ کے مسترد ہو چکا ،" اسی طرح میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کا مرزا صاحب کے مرجانے کے بعد بھی مولوی صاحب کے انکار کو آخری فیصلہ کے مردود ہونے کی دلیل نہ سمجھنا

اور اسے اندازی پیشگوئی ٹھیرا کر اس کا ٹل جانا لکھنا، اور آخری فیصلہ کو مباہلہ قرار دینے والے کو مفتری وغیرہ نام رکھنا، اسی طرح مولوی محمد احسن کا اس کو بعد وفات مرزا بعض دعا بتا کر عذر کرنا کہ نبیوں کی بعض دعائیں قبول نہیں ہوا کرتیں (ریویو جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۲۳۵) وغیرہ وغیرہ تحریرات مرزائیہ، بالاتفاق اس حقیقت کا اظہار کر رہی ہیں کہ ثنائی اقرار یا انکار کو اس میں کوئی دخل نہ تھا اور نہ ہی مرزا اور ان کے ملہم اور اکابر مرزائیہ اس انکار کو کوئی اہمیت دیتے تھے۔

لطیفہ مرزائی صاحبان مولانا موصوف کو "ابوجہل" جانتے اور کہتے ہیں (جیسا کہ مرزا نے تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۶ پر لکھا ہے) مگر یہاں آکر عجیب پلٹا کھاتے ہیں۔ یعنی یہ کہتے ہیں کہ ابوجہل کی تجویز اور تحریر تو خدا نے مان لی مگر اپنے نبی کے فیصلہ کو جس کی قبولیت کا وعدہ بھی دے چکا تھا، رد کر دیا، چہ عجب!

مرزائیو! جانتے نہیں کہ، صادق کے مقابلہ پر پہلے مرنے والا ہی "ابوجہل" تھا۔ یقین نہ ہو تو صحیح بخاری شریف کھول کر دیکھ لو کہ ابوجہل "آنحضرت صلعم کے روبرو بوجہ مقابلہ جہنم رسید ہوگیا۔ جنگ بدر میں قتل ہوا" (صفحہ ۳۰۸ احمدیہ پاکٹ بک) اور صادق سلامت بکرامت رہا۔

مرزائی اعتراض اخبار اہلحدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء میں نائب ایڈیٹر نے لکھا تھا کہ حسب تعلیم قرآن و جھوٹے دغاباز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمر دی جاتی ہے۔

الجواب یہ تحریر مولانا ثناء اللہ صاحب کی نہیں ہے جن دنوں یہ مضمون شائع ہوا ہے حضرت مولانا صاحب ان دنوں سفر میں تھے۔ اپنا مضمون ان کا مکمل ہوا دفتر میں موجود تھا۔ جو ان کی عدم موجودگی میں اخبار میں ان کی حسب ہدایت شائع ہوا، مگر نائب ایڈیٹر نے اپنی طرف سے حاشیہ پر یہ نوٹ لکھ دیا بجائے اس کو عام قاعدہ قرار دے کر کہنا کہ دغاباز مفتری لمبی عمر پاتا ہے۔ بعض دفعہ غیر سعید

اخوان الشیاطین پہلے مرجاتے ہیں۔ اور بعض دفعہ خدا کے آخری درجہ کے محبوب بہترین اولیاء و انبیاء جلد وفات پاجاتے ہیں۔ یہ تو ہوا نائب ایڈیٹر اہلحدیث کی غلطی کا اظہار۔ جو ایک معمولی انسان غیر معصوم تھا۔ اب سنو! اپنے نبی کا فیصلہ جو بقول خود "ہر وقت فرشتوں کی گود میں پرورش پاتا تھا"، (اشتہار الانصار ۴ اکتوبر ۱۸۹۹ء) اور بقول خود جس کی "ہر بات۔ ہر قول۔ ہر فعل۔ ہر حرکت۔ ہر سکوت بحکم خدا تھا" (صنے ریویو ۱۹۰۳ء) اور "روح القدس کی قدسیت ہر وقت۔ ہر دم۔ ہر لحظہ بلا فصل اس کے قوی میں کام کرتی رہتی تھی" (ملاحظہ ہو حاشیہ ص۹۲ ط ۱ لاہور آئینہ کمالات اسلام)

یہ صاحب اسی اشتہار "آخری فیصلہ" میں مولوی ثناء اللہ صاحبؒ کو لکھتے ہیں:۔

"اگر میں ایسا ہی مفتری اور کذاب ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی لمبی عمر نہیں ہوتی۔"

احمدی دوستو! کیا کہتے ہو؟ سنو یہ تمہارے نبی کا فیصلہ ہے۔ مختصر یہ کہ مرزا صاحب نے آخری فیصلہ میں کاذب کی موت صادق کے سامنے واقع ہونا لکھی تھی اور ہیضہ، طاعون وغیرہ مہلک امراض سے لکھی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا ثناء اللہ صاحب جو خدا کی نظر میں صادق تھے بفضلہ تعالیٰ آج تک زندہ ہیں اور مرزا صاحب مؤرخہ ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء بروز منگل قریباً ساڑھے دس بجے دن کے بہ مرض ہیضہ اس طرح کہ "ایک بڑا دست آیا اور نبض بالکل بند ہو گئی" (اخبار بدر ۲ رجون ۱۹۰۸ء ص۴ کالم ۱ و سیرۃ المہدی ص۱۱ حصہ اول)

واضح رہے کہ مرزا صاحب کے خسر نواب میر ناصر کا بیان ہے کہ وفات سے ایک یوم قبل جب میں مرزا صاحب سے ملنے گیا تو آپ نے فرمایا کہ میر صاحب

مجھ کو وبائی ہیضہ ہوگیا ہے (حیات نواب میرنا صر ص ۱۳) اپنے افتراؤں کی سزا پانے کو حاکم حقیقی کے دربار میں بلائے گئے۔ کسی زندہ دل شاعر نے اسی واقعہ کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے کہ ؎

مرض ہیضہ تغیں ہوا چار　　مرزا مریا منگل دار

اسی طرح ایک اور صاحب نے ذرا وضاحت سے لکھا ہے کہ ؎

گفت مرزا مرثنا ءاللہ را　　میرد اول ہر کہ ملعون خدا است
خود روانہ شد بسوئے نیستی،　　بود خود ملعون ولیکن گفت راست

ضمیمہ آخری فیصلہ

از قلم باطل شکن حضرت مولانا مولوی ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب
فاتح قادیان امرتسری

قادیانی نبی کی تحریر فیصلہ کن ہے! یا میری حلف؟

ناظرین کی آگاہی کے لئے میں قادیانیوں کی ہوشیاری یا بالفاظ دیگر دفع الوقتی کی مثال سناتا ہوں:۔

قارئین کرام! اسلام انسان کو انسانیت کے اعلیٰ معراج پر پہنچنے کا راستہ دکھاتا ہے۔ اس لئے اس کی تعلیم ہے کہ سچ کو ماننے اور جھوٹ کو چھوڑنے میں ذرا دیر نہ کرو۔ ارشاد ہے:۔

لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا ۱ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۲۔

۱ کسی قوم یا شخص کی عداوت سے عدل نہ چھوڑا کرو۔

۲ جب بولو تو سچ بولا کرو چاہے کوئی تمہارا قریبی ہی ہو۔

یہ تعلیم ایسی صاف اور سیدھی ہے کہ انسان کو باکمال بنا دیتی ہے اس کے ساتھ ہی جب یہ ڈانٹ ڈپٹ سامنے رکھی جائے کہ ایک وقت دنیا پر ایسا آنے والا ہے کہ تمہارے مخفی راز بھی کھل کر سامنے آجائیں گے اس دنیا میں جس کی حمایت یا ضد میں تم بے جا تعصب کرتے ہو اس وقت کوئی تمہارا دوست نہ ہوگا۔

یَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ

باوجود اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ اہل مذاہب کی روش اپنے مذہب کی تعلیم کے خلاف ہے۔ مثال کیلئے جماعت احمدیہ (قادیانیہ) کو پیش کرتے ہیں۔ ناظرین! ذرا غور سے ہماری معروضات کو دیکھیں اور سنیں۔ جناب مرزا صاحب قادیانی متوفی نے میرے مواخذات سے تنگ آکر ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو آخری فیصلہ کا اعلان کیا تھا۔ اس کے بعد آج کل حیدر آباد دکن سے ایک اعلان "آخری فیصلہ" کا نکلا ہے۔ ناظرین کی اطلاع کے لئے ہم دونوں مضامین بالمقابل رکھتے ہیں:۔

(اشتہار آخری فیصلہ چونکہ بہ تمام و کمال پہلے صفحہ ۶۱ پر درج ہو چکا ہے۔ اس لئے ہم نے اس جگہ درج نہیں کیا۔ ناظرین پہلے اس کو ایک دفعہ بغور پڑھ کر پھر سیٹھ عبداللہ صاحب کا یہ مضمون پڑھیں۔ ناقل)

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو حسب ذیل پرانعام

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے ۱۰ فروری ۱۹۲۴ء کو ایک خاص مجلس میں جس میں کہ ہمارے شہر کے ایک معزز و مقتدر اور بارعب انسان تھے یعنی مہاراجہ جناب مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر بالقابہ بھی رونق افروز تھے۔ اس بات کا اظہار کیا ہے کہ میرے حیدر آباد آنے کا اصل مقصد سیٹھ عبداللہ الہ دین ہیں تاکہ ان کو ہدایت ہو جائے اس لئے میں اپنے ذاتی اطمینان کے لئے بذات خود یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اس حلف کے مطابق جو میں اس اشتہار میں درج کرتا ہوں قسم کھا جائیں۔ مگر قبل اس کے ضروری ہوگا کہ ایک اشتہار کے ذریعہ حیدر آباد، د

سکندر آباد میں شائع کر دیں کہ میں اس حلف کو جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور اپنے عقائد کے درمیان حق و باطل کے تصفیہ کا فیصلہ کن معیار قرار دیتا ہوں اور یہ کہ اس حلف کے بعد سال کی میعاد کے اندر اندر تک میں اپنے اس اقرار معیار فیصلہ کن کے مخالف کوئی تحریر یا تقریر نہ شائع کروں گا۔ میری طرف سے یہ اقرار ہے کہ اگر اس حلف کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب ایک سال تک صحیح زندہ سلامت رہے یا ان پر کوئی عبرت ناک و غضبناک عذاب نہ آیا تو میں اہلحدیث ہو جاؤں گا۔ یا مولوی ثناء اللہ صاحب کے حسب خواہش مبلغ دس ہزار روپیہ مولوی صاحب موصوف کو بطور انعام کے ادا کرونگا۔

حلف کے الفاظ یہ ہیں:۔

جو مولوی ثناء اللہ صاحب جلسۂ عام میں تین مرتبہ دہرائیں گے اور ہر دفعہ خود بھی اور حاضرین بھی آمین کہیں گے۔ "میں ثناء اللہ ایڈیٹر اہلحدیث خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس بات پر حلف کرتا ہوں کہ میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے تمام دعاوی و دلائل کو بغور دیکھا اور سنا۔ اور سمجھا اور اکثر تصانیف میں نے ان کی مطالعہ کیں۔ اور عبداللہ الہ دین کا چیلنج انعامی دس ہزار کا بھی بغور پڑھا۔ مگر میں نہایت وثوق اور کامل ایمان اور یقین کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کے تمام دعاوی والہامات جو چودھویں صدی کے مجدد، امام وقت، مسیح موعود و مہدی موعود و امتی نبی ہونے کے متعلق ہیں وہ سراسر جھوٹ و افترا اور دھوکہ و فریب اور غلط تاویلات کی بنا پر ہیں۔ برخلاف اس کے عیسیٰ علیہ السلام وفات نہیں پائے بلکہ وہ بجسد عنصری زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور ہنوز اسی خاکی جسم کے ساتھ موجود ہیں اور وہی آخری زمانہ میں آسمان سے اتریں گے اور وہی مسیح موعود ہیں۔ اور مہدی علیہ السلام کا ابھی تک ظہور نہیں ہوا۔ جب ہوگا تو وہ اپنے منکروں کو تلوار سے قتل کر کے اسلام کو دنیا میں پھیلا دیں گے۔ مرزا صاحب نہ مجدد وقت ہیں۔ نہ مہدی ہیں۔ نہ مسیح موعود ہیں، نہ امتی نبی ہیں۔ بلکہ ان تمام دعاوی کے سبب ان کو مفتری سمجھتا ہوں

اور خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔ اگر میرے یہ عقائد خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے اور قرآن شریف و صحیح احادیث کے خلاف ہیں۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی درحقیقت اپنے تمام دعاوی میں خدا کے نزدیک سچے ہیں تو میں دعا کرتا ہوں کہ اے قادر ذوالجلال خدا جو تمام زمین و آسمان کا واحد مالک ہے اور ہر چیز کے ظاہر و باطن کا تجھے علم ہے۔ پس تمام قدرتیں تجھی کو حاصل ہیں تو ہی قہار اور غالب و منتقم حقیقی ہے۔ اور تو ہی علیم و خبیر و سمیع و بصیر ہے۔ اگر تیرے نزدیک مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعاوی و الہامات میں صادق ہیں اور جھوٹے نہیں اور میں ان کے جھٹلانے اور تکذیب کرنے میں ناحق دار ہوں تو مجھ پر ان کی تکذیب اور ناحق مقابلہ کی وجہ سے ایک سال کے اندر موت وارد کر۔ یا کسی ایسے غضبناک و عبرتناک عذاب میں مبتلا کر کہ جس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو[1]۔ تا کہ لوگوں پر صاف ظاہر ہو جائے کہ میں ناحق پر تھا اور حق و راستی کا مقابلہ کر رہا تھا جس کی پاداش میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ سزا مجھے ملی ہے۔ آمین۔ آمین۔ آمین۔

خاکسار عبداللہ الدین۔ الہ دین بلڈنگ سکندر آباد

۱۲ فروری ۱۹۲۳ء

ناظرین کرام! ان دونوں عبارتوں کو (مرزا صاحب کے اشتہار آخری فیصلہ اور عبداللہ الہ دین صاحب سکندر آبادی کے اشتہار فیصلہ تامہ) بالمقابل دیکھ کر غور فرمائیں کہ فیصلہ کی جو صورت خود بانی مذہب و مدعی وحی والہام نے قرار دی ہے۔ وہ فیصلہ کن ہو سکتی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ بانی مذہب محمدی کا فیصلہ سب پر ناطق ہوگا برخلاف متنبی کے جس کا فیصلہ دوسرے شخص بلکہ اپنی ذریت پر بھی نافذ نہیں ہوتا۔ پھر کیوں نہ بانی مذہب کی

[1] مثلاً نزلہ کھانسی یا شدید درد سر! (اہلحدیث)

پیش کردہ صورتِ فیصلہ پر غور کیا جائے۔ اور کیوں نہ اس کی تحقیق کی جائے یا سابقہ تحقیق جو شہر لدھیانہ میں ہو چکی ہے کافی سمجھی جائے۔ بہرحال جدید صورت کی ضرورت نہیں۔

باوجود اس کے ہم بتاتے ہیں کہ یہ صورت فیصلہ بھی ہم نے منظور کر کے بارہا کامیابی حاصل کی ہوئی ہے۔ ابھی حال ہی میں ہم نے "اہلحدیث" ۲۶ جنوری ۳۴ء میں ایک بسیط مضمون اس کے متعلق لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:۔

(۱) منکر نبوت (کافر) پر از روئے قرآن وحدیث حلف نہیں رکھی گئی۔ نبوت دیجئے تو حلف لیجئے۔

(۲) باوجود اس کے ہم بارہا حلف بھی اٹھا چکے ہیں۔

یہاں تک کہ قادیان کے اسلامی جلسہ میں بھی ایک دفعہ حلف اٹھائی جو خود قادیان کے اخبار "الفضل" میں بایں الفاظ درج ہوئی تھی:۔

میں (ثناء اللہ) قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے ایمان میں حضرت عیسیٰؑ آسمان پر زندہ ہیں اور مرزا صاحب جھوٹے ہیں۔"

(الفضل ۴ ۔ اپریل ۱۹۲۱ء)

حضرات! غور کیجئے۔ کسی سچے نبی کا انکار خدا کی نافرمانی ہے۔ جس کا ارتکاب کرنے والا یقیناً خدا کا مجرم ہے۔ وہ قسم کھائے یا نہ کھائے اس کا محض انکار ہی اس کو سزا دینے کے لئے کافی ہے۔ خاص کر جب وہ اپنے انکار پر حلف بھی اٹھائے تو کیوں سزایاب نہ ہو۔ قابل غور ہے۔ اس کے علاوہ پھر میں نے بذریعہ اشتہار مجریہ ۲ ۔ اپریل ۱۹۲۶ء اعلان کیا۔ جس کی سرخی یہ تھی:۔

"خدا کی قسم میں مرزا قادیانی کو الہامی دعوٰی میں سچا نہیں جانتا۔"

اس مضمون کو بڑی تفصیل سے پہلے اخبار "اہلحدیث" میں لکھا،

اشتہاری صورت میں بھی شائع کیا۔ ۱۹۲۳ء میں جب بمبئی حیدرآباد دکن گیا تمام دنوں انہی مشتہر صاحب (حاجی عبداللہ الہ دین) نے دس ہزار روپیہ انعام کا اشتہار دیا جس کے جواب میں میں نے اشتہار شائع کر دیا کہ:۔

"میں روپیہ آپ کا نہیں لیتا ہاں یہ چاہتا ہوں کہ چونکہ آپ نے بحکم خلیفہ صاحب قادیان ایسا لکھا ہے اس لئے خلیفہ محمود احمد سے یہ اعلان کرا دیں کہ بعد حلف داری ثناء اللہ اگر ایک سال تک زندہ رہا تو میں (محمود احمد) مرزا صاحب متوفی کو جھوٹا جانوں گا"

اس مطالبہ کا جواب با وجودیکہ اس وقت سیٹھ عبداللہ الہ دین نے اسے منظور کر کے اس کی تکمیل کا معاہدہ تحریری بھی کیا جیسا کہ یہ تمام کارروائی سکندرآبادی اشتہار ۱۹۲۴ء میں درج ہے۔ تو بھی بعد کو جب خلیفہ، محمود احمد قادیانی نے اسے منظور نہ کیا۔ ناقل) نقل ہوا اب بھی میرا یہی مطالبہ ہے کیونکہ میرا خطاب دراصل بانی مذہب بڑے مرزا صاحب سے تھا۔ وہ اس وقت موجود نہیں تو ان کے قائم مقام میاں محمود احمد صاحب کو بحیثیت خلیفہ مخاطب کرتا ہوں پس وہ اعلان کر دیں کہ:۔

"مولوی ثناء اللہ تکذیب مرزا صاحب پر حلف اٹھائیں تو سال کی مدت معتبر ہو گی۔ اگر سال کے اندر اندر مر جائیں تو وہ جھوٹے سمجھے جاویں گے اور اگر سال تک زندہ رہیں تو دوسرے سال کے پہلے ہی روز میں (محمود احمد) اپنے والد کو دعوئی مسیحیت میں جھوٹا جانوں گا"

ناظرین کرام! کیسی سادی شرط ہے۔ بھلا یہ کوئی انصاف ہے کہ میں ایک مدت پوری کر کے ایک احمدی کا تقاضا پورا کر دوں۔ پھر دوسرے کا پھر تیسرے کا علیٰ ہذا القیاس اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان لوگوں کی خواہشات پوری کرتے کرتے کسی نہ کسی مدت میں تو مر دوں گا۔ اس لئے آئے دن کے نزاعات

ختم کرنے کو ضروری ہے کہ مثل سابق کسی تابع (امتی) سے فیصلہ نہ ہو بلکہ باپ کے قائم مقام میاں محمود احمد خلیفہ قادیان سے معاہدہ ہو کر فیصلہ ہو جائے کیونکہ آپ مدعی کے بیٹے اور قائم مقام خلیفہ ہیں۔

پس میں منتظر ہوں کہ حاجی عبداللہ سکندرآبادی انعامی رقم تو قادیان کے قرضہ ۶۰ ہزار میں جمع کرا دیں اور میرے ساتھ فیصلہ کرنے کو خلیفہ صاحب کو تکلیف دیں پھر دیکھیں خدا کی تائید کس کو حاصل ہوتی ہے۔

نوٹ:۔ گو ہم مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ موت و حیات کا کسی کو علم نہیں تاہم خدا کی تائید پر بھروسہ ہے کہ اگر میاں محمود احمد خلیفہ قادیان نے مذکورہ اعلان کیا تو خدا ہماری اسی طرح مدد کرے گا جس طرح اس نے ان کے باپ کے خلاف ہمیں مدد دی تھی۔ انشاء اللہ۔

احمدیہ جماعت کے ممبرو! ہمت ہے تو آؤ اور اپنے خلیفہ کو قبول حق پر آمادہ کرو ورنہ یاد رکھو۔

ستعلم لیلی ای دین تداینت
وای غریم فی التقاضی غریمها

عنقریب لیلی جان لے گی کہ اس نے کون سا دین اختیار کیا ہے اور کونسا قرض خواہ اس کے قرض کا تقاضا کرتا ہے۔

(منقول از اخبار اہلحدیث امرتسر مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۲۳ء)

آج کل قادیانی اخبار میں بار بار شائع ہو رہا ہے کہ سلسلہ مرزائیہ کی ضروریات کے لئے ۶۰ ہزار روپیہ درکار ہے جو بعد کو بالاقساط اور نمبروار ادا کیا جائے گا۔ متن کا اشارہ اسی طرف ہے (۱۲ منہ)

بحث توفی

مرزا صاحب قادیانی کا دعویٰ ہے کہ لفظ توفی حقیقی اور وضعی طور پر صرف موت اور قبض روح کے لئے ہی موضوع ہے۔ آج ناظرین کے سامنے مرزا صاحب قادیانی کے لغوی اور ادبی جوہر کا ایک دھندلا سا خاکہ پیش کرنا چاہتا ہوں جس سے ناظرین کرام مرزا صاحب کی لغوی و ادبی قابلیت کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کی نظر کتب لغویہ و ادبیہ پر کہاں تک واقع ہے اور ان کی تحقیق کا دائرہ کہاں تک محدود ہے۔

آج میں لغاتِ معتبرہ۔ محاورات عربیہ اور تفاسیر متداولہ سے بالکل واضح اور اظہر من الشمس کر دینا چاہتا ہوں کہ لفظ توفی کا حقیقی معنی جمیع ائمہ لغت، اور مفسرین کے نزدیک "پورا کرنے" "پورا دینے" اور "پورا لینے" کے ہیں۔ اور جو معنی مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں وہ مجازی ہیں نہ کہ حقیقی سا اور اس پر طرہ یہ کہ خود مرزا صاحب کے موضوعہ اصول کے لحاظ سے بھی معنی حقیقی ثابت نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مجازی ہی ثابت ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی بحث کے خاتمہ پر ناظرین خود فیصلہ کر لیں گے۔

توفی کا حقیقی معنی

کتب لغویہ

لسان العرب و محاضرات نہا

(۱) تَوَفَّیْتُ الْمَالَ مِنْہُ وَاسْتَوْفَیْتُہٗ اِذَا اَخَذْتُہٗ کُلَّہٗ۔

ترجمہ: توفیت (باب تفعل) اور استوفیتہ (باب استفعال) دونوں کے معنی ہیں کہ میں نے اس سے اپنا مال پورا پورا لے لیا۔

(۲) توفاہ منہ و استوفاہ لم یدع منہ شیئاً ترجمہ توفہ کا

منہ واستوفاہ دونوں کے معنے یہ ہیں کہ اس نے پورا پورا لے لیا۔ اور کچھ بھی اس نے نہیں چھوڑا۔

(۳) توفیت عدد القوم اذا عددتہم کلہم۔ ترجمہ میں نے قوم کی پوری پوری گنتی لی۔

شعر۔ ان بنی الادرد لیسوا من احد
ولا توفاہم قریش فی العدد

ترجمہ۔ بیشک قبیلہ بنی ادرد کسی میں سے نہیں اور قریش نے ان کی گنتی پوری پوری نہیں کی۔

(۵) وفی با الشئ واوفی ووفی بمعنی واحد۔ ترجمہ وفی ثلاثی مجرد اوفی (باب افعال) اور وفی (باب تفعیل) تینوں ہم معنی ہیں۔

(۶) الوفاء ضد الغدر یقال وفی بعہدہ واوفی بمعنی ترجمہ۔ وفا لفظ کا ضد اور مخالف غدر ہے جیسا کہ یہ محاورہ ہے کہ فلاں شخص نے اپنا عہد پورا کیا۔ اور اوفی (باب افعال) اس کا ہم معنی ہے۔

المنجد والمخاطبات العرب

(۱) توفی توفیا۔ اوفی حقہ اخذہ وافیا تاما یقال توفیت من فلان مالی علیہ ترجمہ۔ توفی کے معنی ہیں اپنا پورا پورا حق لے لیا عرب لوگ کہا کرتے ہیں۔ میں نے فلاں شخص سے اپنا پورا پورا حق لے لیا۔

(۲) وفی وفاء اللہ ترجمہ۔ وفی وفاء اس وقت کہتے ہیں کہ جب کسی کام کو پورا کیا ہو۔

اساس البلاغت ومحاورات العرب

(۱) استوفاہ وتوفاہ استکملہ ترجمہ۔ ...

توفاہ کے معنی ہیں کہ اس نے اس سے پورا پورا لے لیا ؛

المفردات ومحاورات العرب

(۱) (وفی) الوافی الذی بلغ التمام - یقال درھم واف وکیل واف واوفیت الکیل والوزن - ترجمہ وافی اسے کہتے ہیں جو پورے کو پہنچ جائے - اس پر محاورات حسب ذیل ہیں :-

درھم واف وکیل واف الخ

(۲) وفی بعھدہ یفی وفاءً واوفی اذا اتم العھد ترجمہ - یعنے وفا (ثلاثی مجرد) اوفی (باب افعال) اس وقت بولتے ہیں جب عہد کو پورا کیا ہو ؛

اشتقاق ضدہ وھو الغدر - ترجمہ - وفی کا ضد غدر ہے

مجمع البحار

(۱) وَفِی الْحَدِیْثِ فَمَرَرْتُ بِقَوْمٍ تُقْرَضُ شِفَاهُهُمْ کُلَّمَا قُرِضَتْ وَفَتْ اَیْ تَمَّتْ وَطَالَتْ ترجمہ - حدیث میں ہے کہ میں دوزخیوں کی ایک قوم پر سے گذرا جن کے ہونٹ کاٹے جاتے تھے جس وقت کاٹے جاتے پھر پورے ہوتے چلے جاتے ؛

قول المتنبی

شعر - اِذَا غَدَرَتْ حَسْنَاءُ وَفَّتْ بِعَھْدِھَا
وَمِنْ عَھْدِھَا اَنْ لَّا یَدُوْمَ لَھَا عَھْدٌ

ترجمہ - جب خوبصورت محبوبہ عہد شکنی کرے تو گویا وہ اپنے عہد کو پورا کر رہی ہے - کیونکہ دائمی عہد نہ ہونا یہ بھی اس کا عہد ہی ہے -

کتب تفاسیر

تفسیر کبیر

(۱) التوفی اخذ الشیٔ وافیاً ترجمہ ـ توفی کے معنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینا ہے جیسا کہ عرب بولتے ہیں توفیت منہ دراھمی یعنی میں نے اس سے اپنے درہم پورے پورے لے لئے (جلد ۲ صفحہ ۴۸۱)

بیضاوی

(1) التوفی اخذ الشیٔ وافیاً والموت منہ نوع ترجمہ ـ تفسیر بیضاوی میں تحت آیت فلما توفیتنی الآیہ لکھا ہے کہ توفی کے معنی کسی چیز کو پورا لے لینے کے ہیں۔

ھکذا فی سائر الکتب التفاسیر الاخری نحو جامع البیان وابن کثیر وفتح البیان والخازن وابی السعود وغیرھا۔

توفی کے مجازی معنی

ہم تمام کتب لغات مشہورہ اور اقوال کبار مفسرین سے نیم روز کی طرح بالکل روشن کر چکے ہیں کہ وفا کے حقیقی معنی پورا کرنے کے ہیں۔ اب ناظرین کی مزید تسلی اور اطمینان کے لئے کتب لغویہ سے یہ بھی ثابت کر دینا چاہتے ہیں کہ موت قبض ـ روح اور نوم وغیرہ سب مجازی معنے ہیں نہ حقیقی وضعی فتدبر۔

تاج العروس شرح قاموس

ومن المجاز ادرکتہ الوفاۃ ای الموت والمنیۃ وتوفی فلان اذا مات۔

ترجمہ :۔ توفی کے معنی موت لینا مجازی ہیں (جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۴)

اساس البلاغۃ

(۱۱) وَمِنَ الْمَجَازِ تُوُفِّيَ فُلَانٌ تَوَفَّاهُ اللّٰهُ اَدْرَكَتْهُ الْوَفَاةُ۔

ترجمہ۔ توفی کے معنی موت لینا مجازی ہیں (جلد ۲ صفحہ ۲۴۱)

تنبیہ۔ ہماری خوش قسمتی سمجھئے۔ یا مرزائیوں کی بدقسمتی۔ اس جگہ تَوَفَّاهُ اللّٰهُ میں اللہ فاعل ذی روح مفعول اور توفی باب تفعل کو علامہ زمخشری جیسے مسلّم امام لغت مجاز بتلا رہے ہیں۔ اگر اس جگہ کوئی مرزائی اپنی کم علمی یا بے سمجھی کی وجہ سے یہ اعتراض کرے جیسا کہ ان کی عادتِ ثانیہ بلکہ اپنے مزعوم نبی کی وراثت ہے کہ ہم ان حوالوں کو نہیں مانتے۔ کیونکہ یہ انسانوں کے اپنے وضع کردہ ہیں تو جواب یہ ہے کہ قطع نظر باقی حوالوں کے اس حوالے پر تو خصوصاً کسی مرزائی کو توچون وچرا کرنے کی گنجائش ہی نہیں۔ کیونکہ خود مرزا صاحب نے ان کو چون وچرا کرنے سے منع کر دیا ہوا ہے۔ ذرا الفاظ ملاحظہ ہوں :۔

"اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ زبانِ عرب کا ایک بے مثل امام جس کے مقابل پر کسی کو چون وچرا کرنے کی گنجائش نہیں یعنی علامہ زمخشری الخ"
(براہین حصہ پنجم صفحہ ۲۰۴ ط ۲)

المفردات

(۱) وَقَدْ عُبِّرَ عَنِ الْمَوْتِ وَالنَّوْمِ بِالتَّوَفِّيْ **ترجمہ**۔ موت اور نوم توفی کے مجازی معنے ہیں ؂

تفاسیر

تفسیر کبیر

التوفی جنس تحتہ انواع بعضہا بالموت وبعضہا بالاصعاد الی السماء ترجمہ امام فخر الدین رازیؒ آیت انی متوفیک الآیہ کے تحت میں لکھتے ہیں۔ کہ توفی بمنزلہ جنس کے ہے اور اس کے تحت میں بہت سے انواع ہیں۔ مثلاً موت اور اصعاد الی السماء وغیرہ ۔

بیضاوی

التوفی اخذ الشئ وافیا والموت نوع منہ ترجمہ۔ موت توفی کی ایک نوع ہے ۔

مرزا صاحب کا فیصلہ

ناظرین یہ تو تھی تحقیق از روئے لغات وکلام عرب۔ اب شاید آپ کو مرزا صاحب کے دستخط خاص کی انتظار ہو۔ تو اس انتظار کو بھی انشاء اللہ رفع کرا دیتا ہوں۔

مرزا صاحب نے موضوع لہٗ معنی اور مجازی معنی معلوم کرنے کیلئے ہمیں ایک پرکھ بتائی ہے۔ اب ہم اسی کسوٹی پر جو مرزا صاحب نے ہمیں دی ہے۔ اس کو بھی پرکھتے ہیں ۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ۔

ثم اعلموا ان حق اللفظ الموضوع لہ ان یوجد المعنی فی جمیع افرادہ من غیر تخصیص ولا تعیین (ملاحظہ ہو الاستفتاء مصنفہ مرزا صاحب قادیانی ص۳۲)

ترجمہ۔ "یعنی جاننا چاہیئے کہ بیشک لفظ موضوع لہ کا حق تو یہ ہے کہ اسکے جمیع افراد میں اس کا معنیٰ بلا تخصیص و بلا تعیین پایا جائے"۔

اب ہم اسی اصول کی رُو سے اسی لفظ توفی کو پرکھتے ہیں تو مرزا صاحب کا معنیٰ موت نہ تو تمام افراد میں پایا جاتا ہے (ظاہر ہے کہ اگر تمام افراد میں پایا جاتا تو مرزا صاحب ذی روح کی تخصیص نہ لگاتے) اور نہ بلا تخصیص و تعیین ہے کیونکہ مرزا صاحب شرط لگاتے ہیں کہ اللہ فاعل ہو۔ ذی روح مفعول ہو۔ توفی باب تفعل ہو۔ نوم اور لیل کوئی قرینہ نہ ہو۔ ناظرین ذرا گن لیجئے کہ کتنی شرطیں لگائی گئی ہیں اور لطف یہ کہ شاید مرزائیوں کے نزدیک ابھی تک بلا تخصیص و تعیین ہوگا۔

اس مختصر تحریر سے معلوم ہوا کہ جب مرزا صاحب کا معنیٰ ان کے اپنے وضع کردہ اصول کے بھی خلاف پڑتا ہے۔ تو اس کے غلط و باطل ہونے میں کیا شک و شبہ؟ بخلاف اس کے ہمارا معنیٰ "پورا لے لینا" جمیع افراد میں خواہ وہ نیند ہو، خواہ وہ موت ہو۔ خواہ اصعاد الی السماء ہو۔ خواہ عہد ہو خواہ قرض ہو وغیرہ وغیرہ) پایا جاتا ہے۔ اور ہے بھی بلا تعیین و بلا تخصیص۔

اس مختصر سی تحریر کے بعد قارئین کرام پر واضح اور ہویدا ہو گیا کہ مرزا صاحب اپنے دعویٰ مسیحیت کو سچا کرنے کے لئے کیا کیا چالیں چلا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ خود اپنے موضوعہ اصولوں کے بھی خلاف کر دیا کرتے تھے۔ یہ دو صورتوں سے خالی نہیں۔ یا تو عمداً اپنے دعاوی کو سچا ثابت کرنے کے لئے کرتے ہوں گے یا سہواً۔ اگر عمداً کرتے تھے تو مفتری علی اللہ۔ مکار۔ عیار اور دسیسہ کار ثابت ہوئے اور سہواً تھا تو باوجود نبی ہونے کے خدا تعالیٰ نے ان کو ان کے سہو سے اخیر وقت تک کسی فرشتہ کے ذریعہ سے اطلاع کیوں نہیں دی تاکہ زندگی میں ہی اس کی اصلاح کر جاتے۔ اور مخلوقِ خدا کو گمراہ نہ کرتے۔ اس سے ان کا متنبی ہونا ثابت ہے۔

تحریر بالا سے بالکل واضح اور ہویدا ہو گیا کہ لفظ توفی بحسب الوضع موت اور قبض روح کے لئے موضوع نہیں ہے۔ بلکہ موت اس کا مجازی معنی ہے اس کا حقیقی اور وضعی معنیٰ پورا کرنا ہے۔

کما لا یخفی علی من له ممارسة فی الکتب اللغویه

اب بھی اگر کوئی جاہل بے تکی ہانکتا چلا جائے کہ توفی موت اور قبض روح کے لئے موضوع ہے تو یہ اس کی جہالت کا کافی ثبوت ہے۔

الزامی جواب

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنی کتاب براہین احمدیہ ص۵۱۹ حاشیہ میں آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ وہ میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ دیکھئے خود مرزا صاحب نے فقرہ مُتَوَفِّیْکَ کے معنی "پوری نعمت" دونگا کے لئے ہیں

اس پر اعتراض

مرزا صاحب نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا — الہامی نہیں تھا۔

الجواب ۔ مرزا صاحب قادیانی کا دعویٰ تھا کہ میں براہین احمدیہ کے وقت بھی عند اللہ رسول تھا (ملاحظہ ہو ایام الصلح ص۷۵)

نیز یہ کہ کتاب (براہین احمدیہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پیش ہو کر رجسٹرڈ بھی ہو گئی تھی۔ اور قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم (براہین احمدیہ حاشیہ ص$\frac{۲۴۸}{۲۴۹}$) ناظرین! جب کشف میں (بقول مرزا صاحب) براہین احمدیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پیش ہو کر قبولیت حاصل کر چکی تھی۔ کیا اس وقت توفی کی بحث جس کے معنی "پوری نعمت دوں گا" لئے گئے

ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سے نہ گذرے ؟ اگر گذرے تو بقول مرزائیوں کے غلط ہونے کی وجہ سے کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کاٹ دیا ؟

بحث نزول

عموماً مرزائی پارٹی یہ اعتراض کیا کرتی ہے کہ قرآن مجید میں نزول کا لفظ اور اس کے مشتقات متعدد جگہ استعمال ہوئے ہیں۔ اور وہاں آسمان سے اترنے کے کسی جگہ بھی ہمارے مخالف لوگ معنی نہیں لیتے۔ دل میں آیا کہ اتمام حجت کیلئے انکا یہ کانٹا بھی نکال دیا جائے تاکہ ان کو کسی قسم کا شکوہ شکایت کا دنیا میں اور عذر کا آخرت میں موقع نہ ملے لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ۔

سب سے پہلے اس مشکل کو ہم لغۃً حل کرنا چاہتے ہیں۔ صراح میں ہے کہ نزول" فرود آمدن" اور انزال" فرود آوردن" منتہی للارب میں بھی اس طرح ہے یعنی "نزول" کے معنی "نیچے آنا" اور "انزال" کے معنی نیچے لانا ہیں۔ مصباح منیر میں ہے نزل من علوه الی سفل یعنی نزول کے معنی اوپر سے نیچے آنے کے ہیں :۔

مشہور لغوی علامہ راغب اصفہانی مفردات میں تحریر فرماتے ہیں :۔

النزول فی الاصل هو انحطاط من علو و انزال الله تعالیٰ اما بانزال الشئ نفسه واما بانزال اسبابه والهداية اليه كانزال الحديد واللباس وهوذالك۔ یعنی نزول کے معنی اوپر سے نیچے کو اترنا ہیں اللہ تعالیٰ کا اتارنا یا تو شے بنفسہ کا اترنا ہوتا ہے۔ جیسے قرآن کا اتارنا۔ یا اس شے کے اسباب و ذرائع اور اس کی طرف (توفیق) ہدایت کا اتارنا جیسے انزال حدید انزال لباس اور اس کے مثل (انزال رزق، انزال انعام، انزل المیزان۔ انزال رجز

وعذاب وغیرہ) انتہیٰ۔

اب اس تصریح کے بعد کسی قسم کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ اس سے زیادہ ہم کچھ وضاحت کریں۔ لیکن بپاسِ خاطر ناظرین اس کو ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ انشاء اللہ ناظرین دیکھ لیں گے کہ یہ لوگ جو جو اعتراض پیش کیا کرتے ہیں۔ ان میں سراسر مغالطہ دہی۔ دجل و فریب مکر و خدع اور تحریف و تاویل ہی ہوتی ہے۔

مغالطہ نمبرا قرآن مجید میں ہے کہ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ۔ الآیۃ۔ اس آیت میں، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے انزل کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

جواب اگر مشہور اور درسی کتاب جلالین کے اسی مقام کو دیکھ لیا جاتا تو اعتراض کی کوئی گنجائش ہی نہ نکلتی۔ لیکن یار لوگ چونکہ علم عربی سے ناواقف اور بے بہرہ ہیں۔ اس لئے ان کو مجبور و معذور قرار دیتے ہوئے ہم خود ہی اسی مقام کو یہاں نقل کر کے اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا ھُوَ الْقُرْاٰنُ رَسُوْلًا اَیْ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْصُوْبٌ بِفِعْلٍ مُقَدَّرٍ اَیْ اَرْسَلَ (جلالین) یعنی ذِکْرًا سے مراد قرآن کریم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے (آسمان سے) نازل کیا۔ ذکر قرآن مجید کا دوسرا نام ہے۔ اس کا نزول بہت سی آیات میں آیا ہے۔ چودھویں پارے کے تین مقام ملاحظہ ہوں:۔

(۱) اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ (حجر) (۲) یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ (حجر) (۳) وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ (نحل)، (۴) ھٰذَا ذِکْرٌ مُّبٰرَکٌ اَنْزَلْنٰہُ (پ ۱۷ انبیاء) (۵) اَؤُنْزِلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ (پ ۲۳ سورہ ص) (۶) اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِالذِّکْرِ لَمَّا جَآءَھُمْ وَاِنَّہٗ لَکِتٰبٌ عَزِیْزٌ (پ ۲۴ حم سجدہ) (۷) اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ (پ ۲۳ یٰس) (۸) اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٰی

لِلْعٰلَمِیْنَ (پ الانعام) (۹) اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ (پ۱۳ یوسف ۱۰)
وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ (پ۲۹ قلم) تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔

اور رَسُوْلًا کے پہلے ارسل محذوف ہے۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنایا۔ اسی لئے قرآن مجید میں ذِکْرًا کے بعد آیت کا گول نشان بنا ہوا ہے۔ اور رَسُوْلًا۔ الگ دوسری آیت میں ہے۔ خازن۔ مدارک۔ سراج منیر ارکشاف میں بھی اسی طرح ہے۔

بصورتِ دیگر اگر رَسُوْلًا کو منصوب بہ فعل مقدر نہ مانا جائے۔ بلکہ ذِکْرًا سے بدل یا عطف بیان مان لیں۔ تو اس صورت میں رسولًا سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہوں گے (کشاف۔ بیضاوی) جو بواسطہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بندوں پر اللہ کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور جبرائیل علیہ السلام کا نزول من السماء متفق علیہ ہے۔

دوسرا مغالطہ خدا تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے کہ اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ یعنی ہم نے لوہا اتارا۔ اب غور کیجئے کہ کیا لوہا آسمان سے نازل ہوتا ہے یا کانوں سے نکلتا ہے؟

جواب آیت مذکورہ میں انزال سے مراد انزال امر ہے جیسا کہ اوپر مفردات راغب سے عبارت کہ اِلْهُدَایَةُ اِلَیْهِ کَاَنْزَالِ نَعْمَتِهِمْ نقل کی جا چکی ہے۔ یعنی لوہے کے استعمال کی ہدایت اور حکم اللہ نے نازل فرمایا۔ تفسیر سراج منیر اور کشاف میں ہے۔ اِنَّ اَوَامِرَهٗ تَتَنَزَّلُ مِنَ السَّمَاءِ قَضَایَاهُ وَاَحْكَامُهٗ۔ بیضاوی میں ہے اَلْاَمْرُ بِاِعْدَادِهٖ یعنی استعمال حدید کا امر و حکم آسمان سے اترا ہے جو قرآن مجید فرقان حمید میں دوسرے مقامات میں موجود ہے وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ۔ (پ انفال) وَلْیَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَ اَسْلِحَتَهُمْ (پ نساء) ان آیات میں لوہے کے ہتھیار اور ڈھال وغیرہ

کے استعمال کا حکم اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ اسی کی طرف وانزلنا الحدید میں اشارہ فرمایا ہے۔ پس چونکہ آہنی اسلحہ کے استعمال اور تیار کرنے کا سبب امر منزل من اللہ ہے لہٰذا "انزلنا الحدید" من قبیل اطلاق المسبب والمراد بہ السبب جس کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ جواب میں بھی ہو گی۔

تیسرا مغالطہ قرآن شریف میں آتا ہے کہ یَا بَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا۔ یعنی اے بنی آدم! ہم نے تم پر لباس اتارا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کپڑے جو ہم لوگ پہنتے ہیں کیا وہ آسمان سے اترتے ہیں؟

جواب میں کہتا ہوں کہ محاوراتِ عرب، جاننے والوں سے مخفی نہیں کہ کلام میں کبھی سبب بولتے ہیں اور مراد مسبب لیتے ہیں۔ مثلاً رَعَیْنَا الْغَیْثَ اَیِ النَّبَاتَ الَّذِیْ سَبَبُہُ الْغَیْثُ۔ (مطول) یعنی ہم نے بارش چرائی۔ یعنی گھاس جس کے اگنے کا سبب بارش ہے۔ اور کبھی مسبب بولتے ہیں اور مراد سبب لیتے ہیں جیسے وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ (پ۲۵ جاثیہ) یعنی اللہ نے آسمان سے رزق نازل فرمایا۔ یعنی بارش برسائی جو سبب ہے رزق کے پیدا کرنے کا۔ پس رزق مسبب ہوا۔ اسی طرح اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا فرمایا لباس مسبب ہے اور سبب اس کا بارش ہے تفسیر کبیر جلد ۴ میں ہے انزل المطر وبالمطر تتکون الاشیاء التی منھا یحصل اللباس تفسیر معالم التنزیل میں ہے اللباس یکون من نبات الارض والنبات یکون بما ینزل من السماء فمعنا قولہ انزلنا ای انزلنا اسبابہ۔

تفسیر خازن و فتح البیان میں ہے انزل المطر من السماء وھو سبب نبات اللباس۔ تفسیر مدارک میں ہے لان اصلہ منزل

وھومنہا اسی طرح سراج منیر ابوالسعود۔ بیضاوی میں بھی اسباب نازلہ مرقوم ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ وجود لباس کا سبب بارش ہے۔ آسمان سے پانی برستا ہے اس سے روئی کا درخت پیدا ہوتا ہے۔ روئی سے سوت اور سوت سے لباس تیار ہوتا ہے۔ اونی لباس بنتے ہیں۔ بھیڑ اور دنبے سے۔ بھیڑ اور دنبہ پلتا ہے گھاس پر۔ گھاس پیدا ہوتی ہے بارش کے سبب سے۔ جب بارش ہوتی ہے۔ شہتوت اور بیر کے درختوں کی پتیاں ہری بھری ہوتی ہیں ان کو ریشم کے کیڑے کھاتے ہیں اور ریشم نکالتے ہیں جس سے ریشمی لباس وجود میں آتے ہیں۔ غرضیکہ لباس و رزق کا وجود حصولِ اسباب سماویہ و مواد ارضیہ سے مل کر ہوتا ہے جیسا کہ سورۂ یونس میں ارشاد باری ہوتا ہے قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (پ ۱۱ ع ۴) اس کے آگے چھٹے رکوع میں ہے وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ (پ ۱۱)

سورہ جاثیہ کی آیت بیان ہو چکی ہے۔ سورہ ذاریات میں آتا ہے وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ (پ ۲۶) سورۂ عبس میں فرمایا إِنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا۔

الآیہ (پ ۳۰) ان آیات سے آسمانی بارش اور نباتِ ارضی سے انسانی معیشت کا حصول ثابت ہے۔ اسی قبیل سے یہ آیت بھی ہے۔ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا (پ۸ اعراف) اس کو کہتے ہیں تَسْمِيَةُ الشَّيْءِ بِاسْمِ الْمُسَبَّبِ پس انزال کے معنی آسمان سے اتارنا۔ اس آیت میں بھی اسی طرح ثابت ہوئے جس طرح اوپر کی دونوں آیتوں میں۔

تحقیق لفظِ رفع

امتِ مرزائیہ رافِعُکَ سے رفع روح اور عزت کی موت مراد لیا کرتی ہے جیساکہ مرزا صاحب قادیانی آنجہانی نے بھی تحریر فرمایا ہے۔ ان لوگوں کا رفع سے رفع روح مراد لینا ان کی بے علمی پر دال ہے کیونکہ رافِعُکَ اِلَیَّ سے مراد رفع جسم الی السماء ہے لاغیر۔

تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ صراح میں لکھا ہے: - رفع - برداشتن " هُوَ خِلَافُ الْوَضْعِ (صراح صفحہ ۲۵۰) یعنی رفع کے معنی اوپر کو اٹھانا ہیں بخلاف لفظ وضع کے کہ اس کے معنی " نہادن " (نیچے رکھنا) کے ہیں۔ بقول مرزائیوں کے اگر اس سے عزت کی موت مراد لی جائے تو بہت سی آیات قرآنیہ بوجہ تطویل یا حشو کے فصاحت سے گر جائیں گی مثلاً رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (بقرہ پ ۳) نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاءُ (انعام۔ یوسف) رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ۔ (زخرف) يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ۔

(مجادلہ)

ان آیات میں رفع کے مشتقات بولے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فاعل ہے۔ اور ذی روح (پیغمبران۔ اہل علم اور مومنین وغیرہ) مفعول ہیں۔ باوجود اسکے لفظ درجات ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

حالانکہ لفظ رفع کے معنی معین کرنے کے لئے مندرجہ آیات ہیں۔ لفظ "درجات" بطور قرینہ مذکور ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رفع کے معنے حسب قرینہ کئے جائیں گے۔ کیونکہ لغت میں اس کے حقیقی اور وضعی معنی اوپر کو اٹھانا ، جیساکہ صراح کے حوالے سے اوپر گزر چکا ہے۔ پس جہاں رفع

کا مفعول کوئی جسم ہوگا۔ وہاں معنے اس جسم کو نیچے سے اوپر کو حرکت دینا، اور اٹھانا ہوگا۔ اس کے لئے ذیل کا حوالہ بھی شاہد ہے:۔

فَالرَّفْعُ فِی الْاَجْسَامِ حَقِیْقَۃٌ فِی الْحَرَکَۃِ وَالْاِنْتِقَالِ وَفِی الْمَعَانِیْ عَلٰی مَا یَقْتَضِیْہِ الْمَقَامُ (مصباح منیر مصری)

(مصباح منیر مصری جزو اوّل صفحہ ۱۱ سطر ۲۷)

یعنی لفظ رفع جسموں کے متعلق حقیقی معنی کی رُو سے حرکت اور انتقال کیلئے ہوتا ہے۔ اور معانی کے متعلق جیسا موقع و مقام ہو:

صاحب مصباح کی اس تصریح سے مبرہن ہوگیا کہ رفع کا حقیقی معنی نیچے سے اوپر کو حرکت اور انتقال کا ہوتا ہے۔ پس اس بیان و تحقیق سے رَافِعُکَ اِلَیَّ کا معنی مرفوع الی السماء ثابت ہوا۔

چونکہ رَافِعُکَ میں مخاطب کی ضمیر منادیٰ یعنی عیسیٰؑ کی طرف راجع ہے اور اسم عیسیٰ جسم مع الروح سے معبر ہے۔ کیونکہ محض روح بغیر تعلق بدن کے قابلِ تسمیہ نہیں ہوتی۔ پس اس ضمیر سے حضرت عیسیٰؑ کا رفع جسمہ مع الروح الی السماء کالشمس فی نصف النہار ظاہر و باہر ہوگیا۔

اسی لئے جملہ تفاسیر معتبرہ مثلاً تفسیر کبیر[۱]۔ جلالین[۲]۔ معالم[۳]۔ سواطع الالہام[۴] تفسیر رحمانی[۵]۔ فتح البیان[۶]۔ جامع البیان[۷]۔ بیضاوی[۸]۔ ابن کثیر[۹]۔ کشاف[۱۰]۔ مدارک[۱۱] ابی السعود[۱۲]۔ عباسی[۱۳]۔ درمنثور[۱۴]۔ خازن[۱۵] اور السراج المنیر[۱۶] میں بلا خلاف رَافِعُکَ اِلَیَّ سے رفع الی السماء مراد لکھا ہے:

سب سے زیادہ پر لطف بات یہ ہے کہ علامہ جار اللہ زمخشری جیسے شخص جس کے متعلق مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ "زبان عرب کا ایک بے مثل امام جس کے مقابل پر کسی چون و چرا کی گنجائش نہیں" (براہین حصہ پنجم صفحہ ۲۰۵) اس مقام پر تاویل نہیں کر سکے (حالانکہ وہ معتزلی المذہب شخص تھے) کیوں؟ صرف اس لئے کہ ان کو عربیت اجازت نہ دیتی تھی۔ اگر اجازت دیتی تو یقیناً وہ ضرور ہی تاویل کرتے:

نیز صراح صفحہ ۳۵ میں ہے کہ نزدیک گردانیدن کسے را با کسے صلتہ بالی۔
یعنی رفع کا معنی کسی کو کسی کے نزدیک کر دینا ہے اس کا صلہ الیٰ ہوا کرتا ہے۔
نزدیک تب ہی ہوگا جب حرکت اور انتقال پایا جائے۔ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ وہ چیز ضرور ہی جسم ہوگی۔ دوسرے لفظوں میں وہ جوہر ہوگی نہ کہ عرض گویا صاحب صراح نے بھی صاحب المصباح المنیر کی تصدیق و تائید کی۔ پس یہاں رفع کا صلہ الیٰ مذکور ہو۔ وہاں معنی شئے مذکور کا مدخول الیٰ کی طرف۔ مرفوع ہونا ہوتا
اس کیلئے مندرجہ ذیل امثلہ ملاحظہ ہوں:

(۱) وَمِنْ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ رَفَعْتُهُ إِلَى السُّلْطَانِ۔ (صراح صفحہ ۳۵)

(۲) رَفَعَهُ إِلَى الْحَاكِمِ (مصباح)

(۳) قَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ لِسَارِقِ التَّمْرِ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (بخاری)

(۴) أَيْ لَأَذْهَبَنَّ بِكَ أَشْكُوْكَ يُقَالُ رَفَعَهُ إِلَى الْحَاكِمِ إِذَا أَحْضَرَهُ لِلشَّكْوٰى۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری صفحہ ۳۴ پ ۹)

یعنی حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے (شیطان کو) کہا۔ آج میں تجھے ضرور۔ بالضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں تیری شکایت کے لئے لے چلوں گا۔

اگر رفع کے معنی اعزاز و اکرام کے ہوتے ہیں تو کیا اس جگہ حضرت ابو ہریرۃ شیطان لعین کو جناب رسالت مآب کی سرکار والا تبار میں عزت دلانے چلے تھے!

(۴) صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ نیز مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب البکاء علی المیت میں ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ کے فرزند جو قریب المرگ تھے کا ذکر کیا گیا فَرُفِعَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یعنی وہ لڑکا (نواسہ رسولؐ) آپؐ کے پاس اٹھا کر لایا گیا۔ اس موقع پر ہماری خوش قسمتی سمجھیے یا امت مرزا کی بدبختی کہ موت کا وقت بھی ہے لیکن پھر بھی عزت کی موت مراد نہیں لی جاتی۔ وَفِي تِلْكَ الْاَمْثِلَةِ كِفَايَةٌ لِمَنْ لَهُ هِدَايَةٌ ۔

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوفِ کردگار

اخیر میں ہم ببانگِ دہل اعلان کرتے ہیں کہ جب رفع یا اس کے مشتقات میں سے کوئی سا لفظ بولا جائے۔ جہاں اللہ تعالیٰ فاعل اور مفعول جوہر ہو (عرض نہ ہو) صلہ الی مذکور ہو۔ مجرور اس کا ضمیر ہو (اسم ظاہر نہ ہو) وہ ضمیر فاعل کی طرف راجع ہو۔ وہاں سوا آسمان پر اٹھانے کے دوسرے معنی ہوتے ہی نہیں۔ اس کے خلاف کوئی آیت کوئی حدیث یا زمانۂ جاہلیت کے اشعار میں کوئی شعر پیش کردو۔ تو منہ مانگا انعام حاصل کرو۔

ایک اعتراض

اس کے مقابلہ و معاوضہ میں شاید کوئی حیلہ باز مرزائی کنز العمال کے حوالے سے یہ بے سند حدیث پیش کردے کہ اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ ۔ اس میں رفع کے بعد صلہ الی مذکور ہے لیکن معنی وہ نہیں!

اس کا جواب

(۱) اس میں الی کا مجرور اسم ظاہر ہے۔ ضمیر نہیں۔ لہٰذا ہماری بحث سے خارج ہے
(۲) یہ بے سند حدیث ہے اس کا اعتبار نہیں۔
(۳) بالفرض اگر مان بھی لیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جس وقت انسان

تواضع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کی تواضع کو آسمان پر اٹھا لیتا ہے گویا کہ یہ حدیث من وجہ تفسیر ہے آیت اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ کی۔ یعنی نیک کلمات اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔ نیز اس کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے طبرانی میں مروی ہے۔ فرمایا اِذَا تَوَاضَعَ قِیْلَ لِلْمَلَکِ اِرْفَعْ حِکْمَتَہٗ۔ (جامع صغیر للسیوطی ص ۱۲۰ جلد ۲)

یعنی جس وقت کوئی شخص تواضع کرتا ہے تو فرشتے کو کہا جاتا ہے کہ اس کی حکمت (تواضع) کو اٹھائے۔ انتہی هذا آخر ما اوردنا من بحث التوفی والنزول والرفع الان من اللغة والحدیث والقران والحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصلحت والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد مع اکرم التحیات وعلی الہ واصحابہ وازواجہ المطھرات واعلم یا ایھا الناظر انما الاعمال بالنیات۔

مسِّ شیطان

تحقیق حدیث صحیحین ما من بنی آدم مولود الا یمسہ الشیطان حین یولد فیستھل صارخا من مس الشیطان غیر مریم وابنھا (مشکوٰۃ ص۱۰) پر جو اشکال وارد کیا گیا ہے وہ دراصل یہ ہے کہ حضرت مریمؑ کی والدہ حنہ مریم کے پیدا ہوچکنے کے بعد ان کے اور ان کی ذریت کے لئے خدا سے پناہ کی طلبگار ہوئی تھیں، جیسا کہ الفاظ قرآنی شاہد ہیں:۔

قلما وضعتھا قالت رب انی وضعتھا انثیٰ ... وانی سمیتھا مریم وانی اعیذھا بک وذریتھا من الشیطن الرجیم (آل عمران)

پس حدیث مذکور مریمؑ پر صادق نہیں آتی کیونکہ حدیث میں مریم کیلئے مس شیطان کا استثنار حین الولادت ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ان کے لئے دعائے حفاظت انکی ماں نے بعد الولادت کی ہے لہٰذا ان کا استثنار کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ اس وجہ سے بعض راویوں نے حدیث سے مریم کا نام نکال دیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ میں حدیث مذکور بایں الفاظ وارد ہے:۔

کل بنی آدم یطعن الشیطن فی جنبیہ باصبعہ حین یولد غیر عیسیٰ ابن مریم ذھب یطعن فطعن فی الحجاب (کذا فی المشکوٰۃ ص۵)

لیکن آیت قرآنیہ میں چونکہ مریمؑ اور عیسیٰؑ دونوں کے لئے دعا، اور پھر اس کی قبولیت کا ذکر آیا ہے۔ اس لئے آیت کی مصداق وہی حدیث ٹھیرتی ہے جو صحیح بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۂ آل عمران میں مذکور ہے پھر قابل غور یہ امر رہ جاتا ہے کہ اس میں مسِّ شیطان سے کیا مراد ہے؟ گو یہ صحیح ہے کہ عربی زبان میں لفظ شیطان کے بہت سے معنی آتے ہیں۔ اور عرب ہر بری چیز کا انتساب شیطان کی

طرف کرتے ہیں۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ کلامِ عرب میں مسِ شیطان سے مراد تکلیف اور مرض بھی ہوتا ہے جیسا کہ خود قرآن مجید میں ہے:۔
اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ۔

(البقرہ) یہاں مسِ شیطان سے مراد مرض صرع (جنون) ہے۔ یا حضرت ایوبؑ کی دعا میں آیا ہے اِنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ۔ (ص) یہاں بھی مسِ شیطان سے مراد مرض اور ضرر ہے جیسا کہ خود دوسری آیت میں انہیں ایوبؑ کی دعا میں وارد ہے:۔ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔
(انبیاء)

حدیث کا صحیح مفہوم

کسی نے حدیث مذکور میں شیطان کے معنے بچہ جنانے والی دایہ کے کئے ہیں اور کسی نے حدیث مذکور میں مسِ شیطان سے مرض ام الصبیان مراد لیا ہے جسے ام الشیطان بھی لغتِ طب میں کہا گیا ہے وغیر ذالک من التاویلات
اسی طرح سید احمد نے بھی ایک تاویل کی ہے کہ عیسائیوں کے مذہب میں یہ مانا گیا ہے کہ یسوع جنگل میں چالیس دن تک شیطان سے آزمایا گیا ہے مرقس ۱ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث میں عیسائیوں کے اس خیال کی تردید کی ہے۔ ایسی تاویلات دل خوش کن تو بیشک ہیں، لیکن الفاظِ حدیث ان میں سے کسی ایک تاویل کو قبول نہیں کرتے۔ پس حدیث مذکور کا صحیح مطلب میرے ناقص خیال میں صرف اسی قدر ہے کہ رسول اللہ صلعم نے بچوں کے عند الولادۃ رونے کو مسِ شیطان سے تعبیر فرمایا ہے اور اِلَّا مَرْیَمَ وَابْنَهَا کا استثناء حدیث مذکور میں لیستهل صارخا سے فرمایا ہے۔ یعنی ایک واقعہ کا بیان مقصود ہے

جو وقوع پذیر ہو چکا ہے کہ سارے بچے تو پیدا ہونے کے بعد روتے ہیں لیکن حضرت عیسیٰؑ و مریمؑ پیدا ہونے کے بعد مطلق نہیں روئے تھے۔ اس سے نہ تو حضرت عیسیٰؑ و مریمؑ کی کوئی فضیلت بیان کرنی مقصود ہے۔ نہ دوسرے انبیاء کی توہین، بلکہ صرف ایک واقعہ کی حکایت ہے۔ جو آنحضرتؐ سے پیشتر ہو چکا ہے۔

الزامی جواب

مرزائیوں کی ضیافتِ طبع کے لئے مرزا صاحب کے قلم کا لکھا ہوا جواب بھی درج ذیل کیا جاتا ہے تاکہ مرزائی حضرات کا منہ بند ہو جائے اور اہلِ علم مسلمان مرزا صاحب قادیانی کے "علم و نظر" کی داد دیں:۔

"اور مسلمانوں میں یہ جو مشہور ہے کہ عیسیٰ اور اس کی ماں مس شیطان سے پاک ہیں، اس کے معنے نادان لوگ نہیں سمجھتے۔ اصل بات یہ ہے کہ پلید یہودیوں نے حضرت عیسیٰؑ اور ان کی ماں پر سخت ناپاک الزام لگائے تھے اور دونوں کی نسبت شیطانی کاموں کی تہمت لگاتے تھے، سو اس افترا کا رد ضروری تھا۔ پس اس حدیث کے اس سے زیادہ کوئی معنی نہیں کہ یہ پلید الزام جو حضرت عیسیٰؑ اور ان کی ماں پر لگائے ہیں۔ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ ان معنوں کر کے وہ مسِ شیطان سے پاک ہیں اور اس قسم کے پاک ہونے کا واقعہ کسی اور نبی کو کبھی پیش نہیں آیا۔"

(دافع البلاء صفحہ آخری)

اُمصُص بظر اللّات کی تحقیق

مرزائی اعتراض حضرت مرزا صاحب نے گالیاں دی ہیں تو کیا ہوا حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے بھی تو کفار مکہ کو کہا تھا اُمصُص بظر اللّاتِ جاؤ لات بت کی شرمگاہ چوسو۔

جواب مرزائی معترض نے جو حوالہ پیش کیا ہے اور جو ترجمہ کیا ہے اس میں، پورا پورا مرزائیت کا ثبوت دیا ہے۔ مرزائیوں کی ذہنیت خدا تعالیٰ نے بالکل مسخ کر دی ہے۔ ان سے غور و فکر کی تمام قوتیں سلب کرلی ہیں۔ جب کوئی بات بن نہ آئے تو جھوٹے واقعات کو موڑ توڑ کر نہایت برے طریق سے پیش کر کے بزرگانِ دین کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

قطع نظر اس کے کہ مرزائیوں کی پیش کردہ عبارت کس حیثیت کی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس کا جواب علم کی روشنی میں دیا جائے تاکہ علم دوست و منصف پسند حضرات کے لئے چراغِ راہ کا کام دے سکے۔

واقعات اس طرح ہیں کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر کفارِ مکہ میں سے ایک شخص بُدیل بن ورقاء نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کے متعلق کہا: ان هؤلاء لو قد مسّهم حزّ السلاح لاسلموك۔ اگر ان مسلمانوں کو ذراسی تکلیف پہنچی اور مصائب و آلام سے دوچار ہوئے تو آپ کو چھوڑ دیں گے اور دشمنوں کے حوالے کر دیں گے۔

یہ بات ایک جاں نثار اور فداکار مسلمان کیونکر برداشت کر سکتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی غیرت اسلامی جوش میں آگئی۔ آپ سے نہ رہا گیا۔ فوراً بول اُٹھے

یعنی جاؤ۔ لات بت سے کہو کہ ہمیں متزلزل کر دے۔ ہمارے پائے استقلال میں

لغزش پیدا کردے (اگر وہ کر سکے) ہم حضور علیہ السلام کے فداکار غلام ہیں۔ جہاں آپ کا پسینہ بہے گا ہم اپنا خون بہا دیں گے۔ مگر حضورؐ پر آنچ تک نہ آنے دیں گے۔ تمہاری بکواس اور بیہودہ گوئی ہم پر کوئی اثر نہیں کر سکتی اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ہماری عقیدت کے متعلق کوئی شک و شبہ پیدا کر سکتی ہے۔

بُدیل نہایت عیار اور چالاک انسان تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ایک طرف تو آنحضرتؐ کے دل میں مسلمانوں کے اخلاص و عقیدت کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کر دیئے جائیں۔ اور دوسری جانب مسلمانوں کو یہ سبق دیا جائے کہ تکلیف و آزمائش کے وقت علیحدہ ہو کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا چھوڑ دو پھر آپ جانیں اور دشمنانِ اسلام۔

اس کا جواب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ دیا کہ تیری بکواس کی کوئی حقیقت نہیں۔ ہم تیری باتوں میں آنے والے نہیں۔ حضورؐ کی اطاعت میں ہم اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دینا عین سعادت سمجھتے ہیں۔ تیری باتیں یاوہ گوئی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔ ان کو حقیقت سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔

مرزائیوں کو جو علم و عقل سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ یہ جان لینا چاہیئے کہ عربوں کا محاورہ ہے اُمْصُصْ بَظْرِ فُلَانَةٍ اَیْ اُمِّہٖ فلاں اور اُمّ (ماں) کی بجائے کسی محبوب ترین چیز کا نام بھی لیتے ہیں اور مراد ہوتی ہے کہ جاؤ جو مرضی ہے بکتے پھرو یاوہ گوئی کرو۔ اس کی وضاحت کے لئے ابن رشیق کی مشہور و معروف کتاب "العمدہ" کا ایک حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔ جو ہماری اس دلیل کو مضبوط ترین کر دیتا ہے۔ "اِنَّ الشُّعَرَاءَ ثَلَاثَۃٌ شاعر، شُوَیعِر، وَمَاصِن بَظْرِ اُمِّہٖ" (جلد ۱ ص ۹۷-۹۸ طبع ۱۹۳۴ء یعنی ترجمہ: شعراء کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تو بلند پایہ شاعر، دوسرے معمولی اور گھٹیا

درجے کے شاعر، تیسرے محض بیہودہ گو اور تک بند۔

اب اس روشنی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے الفاظ پر غور فرمائیے کہ مرزائیوں نے کتنا غلط اور بیہودہ ترجمہ کیا ہے۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ جناب مرزا صاحب قادیانی نے اردو، فارسی اور عربی میں نہایت گندی اور فحش گالیاں اپنے مخالفوں کے حق میں استعمال کی ہیں جن کا نمونہ گذشتہ صفحات میں درج کیا جا چکا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انتہائی جوش اور غصے کے عالم میں بھی کوئی ناز یبا کلمہ استعمال نہیں فرمایا۔ صرف یہی کہا کہ تمہاری باتیں محض بکواس ہیں ہم ایسے نہیں جیسے تم نے خیال کیا ہے تمہارا خیال بالکل باطل ہے۔ بتائیے اس میں کونسی گالی ہے!

لفظ زنیم کی تحقیق

اعتراض مرزائیہ اگر مرزا صاحب نے اپنے مخالفوں کو حرامزادہ کہا ہے تو کیا ہوا! قرآن نے بھی تو اپنے مخالفین کے حق میں زنیم (حرامزادہ) کا لفظ استعمال کیا ہے۔

جواب مرزائی معترض نے اس جگہ بھی نہایت بددیانتی سے کام لیا ہے اور قرآن مجید جو کہ اقوام عالم کے لئے زندگی کا پیغام لایا ہے، جو مردہ قوموں کو حیات بخشتا ہے جس نے عرب کے جاہل بدوؤں کو عالم اور مہذب بنا کر اس لائق کیا کہ علم وعمل اور تہذیب و تمدن میں تمام دنیا کو سبق

دیں۔ ایسے پاکیزہ اور حیات آفریں پیغامات پر یہ مرزائی ہالیوں کا الزام لگا رہے ہیں صرف اس لئے کہ مرزا صاحب سے یہ ناشائستہ حرکت سرزد ہوئی ہے مرزائیوں کا تو یہ دستور ہے کہ جو عیب مرزا صاحب کی ذات "مقدس مآب" میں پایا جائے، وہی عیب قرآن اور پیغمبر اسلام علیہ السلام میں ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب سنئے۔ زنیم کے اصلی معنی کتب عرب اور لغت کی زبانی، پھر مرزائیوں کی جسارت کی داد دیجئے۔ یہ لفظ سورۃ القلم کی آیت نمبر ۱۳ میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے:۔

(۱) عربی لغات میں زنیم کے معنی لکھے ہیں:۔

(ا) الملصق بالقوم ولیس منھم (لسان العرب)

(ب) المستلحق فی قوم لیس منھم (تاج العروس)

(ج) One adapted among a people to whom he does not belong.

(عربی انگریزی ڈکشنری از ای۔ ڈبلیو لین)

عرب کی ان مشہور و معروف اور مستند لغات کی رو سے زنیم کے معنی ہیں:۔

"وہ شخص جو کسی دوسری قوم میں شامل ہو جائے، بحالیکہ وہ اس قوم سے نہیں۔"

(۲) کتب ادب:۔

کسی لفظ کے معنی وہی صحیح سمجھے جاتے ہیں جو ادب اور لٹریچر کی کتابوں میں بیان ہوں۔ عربی زبان سے تھوڑی سی واقفیت رکھنے والا انسان بھی خوب سمجھتا ہے کہ علامہ مبرد کی شہرہ آفاق کتاب "الکامل" کا مرتبہ اور درجہ کتنا بلند ہے۔ پنجاب یونیورسٹی میں مولوی فاضل اور ایم۔ اے عربی کے نصاب میں داخل ہے اور علامہ ابن خلدون نے اس کتاب کو عربی

ادب کے ارکان اربعہ میں پہلا درجہ دیا ہے۔ اس مستند اور مشہور کتاب میں زنیم والی آیت نقل کر کے زَنِیمٌ کے معنی علامہ موصوف نے یہ لکھے ہیں۔ هُوَ الدَّاعِي الْمُلْزَقُ یعنی جو کسی قوم سے ہو اور مل جائے کسی دوسری قوم کے ساتھ (کتاب مذکورہ، جلد ۲، صفحہ ۱۲۳۔ طبع مصر)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور خاص شاعروں میں سے تھے، ایک شعر میں "زنیم" کا لفظ استعمال کر کے خود ہی اس کے معنے لکھتے ہیں ؎

زَنِيمٌ تَدَاعَاهُ الرِّجَالُ زِيَادَةً
كَمَا زِيدَ فِي عَرْضِ الْأَدِيمِ الْأَكَارِعُ

یعنی زنیم وہ ہے جسے لوگ زائد سے تعبیر کرتے ہیں جس طرح چمڑے میں ٹانگیں زائد معلوم ہوتی ہیں۔

عربی کتب ادب اور لغات کی رو سے زنیم کے معنی ہیں۔ "وہ آدمی جو ایک قوم میں سے نہ ہو۔ مگر اس میں آملے۔"

قرآن مجید کی آیت پر اعتراض کرنے والے مرزائیوں کو غور کرنا چاہیئے کہ مرزا صاحب کی محبت میں وہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدف طعن بناتے ہیں، قرآن پاک کی عظمت پہ حملہ کرتے ہیں۔ قرآن حمید اس سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے کہ اس قسم کے نازیبا الفاظ اپنے مخالفین کے حق میں استعمال کرے۔ گالیاں تو وہ دیتا ہے جو کمزور ہو، اللہ عزوجل جو سب جہانوں کا مالک ہے۔ جس کے ارادے کو کوئی روک نہیں سکتا۔ جو آنکھ جھپکنے میں چاہے تو سارے جہان کو تباہ و برباد کر دے، اسے کیا ضرورت ہے کہ گالیوں پہ اتر آئے، قرآن عزیز کے نزول کا مقصد تو یہ ہے کہ دلوں کو پاک بنائے۔ سینوں میں ہدایت کا نور بھر دے۔ گمراہوں کو سیدھے راستے پہ لے آئے۔ کیا ایسی گالیوں کو قرآن میں ثابت کرنا چاہ

ذہنیت نہیں؟ کیا یہ کلام اللہ کی توہین نہیں؟ کیا قرآن کی عظمت کے خلاف نہیں! یقیناً ہے۔

اس کے خلاف مرزا صاحب کی صاف اور واضح عبارتیں اردو، فارسی اور عربی میں موجود ہیں جن میں مخالفوں کو "نسلِ بدکاراں، حرامزادے کنجریوں کی اولاد، ذُرِّیَّۃُ الْبَغَایَا" وغیرہ مکروہ اور ناشائستہ الفاظ سے یاد فرمایا گیا ہے:

نوٹ:۔ اس کے علاوہ ابن دُرید جو لغت کا مشہور امام ہے کتاب الاشتقاق میں زنیم پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"وَالزَّنِیْمُ وَالَّذِیْ لَہٗ زَنَمَۃٌ مِّنَ الشَّرِّ یُعْرَفُ بِھَا اَیْ عَلَامَۃٌ"

پھر قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت نقل کر کے لکھتے ہیں:۔

اِنَّمَا اَرَادَ بِزَنِیْمٍ اَنَّ لَہٗ زَنَمَۃً مِّنَ الشَّرِّ

(کتاب مذکور ص۳۱ طبع یورپ)

یعنی زنیم کے معنی قرآنی آیت میں ہیں: "شرارت میں مشہور" ابن دُرید جیسا مسلم امام لغت لکھتا ہے کہ زنیم گالی وغیرہ کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا، بلکہ اس کے معنی ہیں وہ شخص جو اپنی شرارتوں کی وجہ سے لوگوں میں مشہور ہو جائے۔

بتلائیے کہ ان معنوں میں کونسی برائی ہے؟ اے کلام اللہ پر اعتراض کرنے والو! اپنی نظروں کو وسیع کرو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ